ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

# آسان تفسیر القرآن

## تفسیرِ ربانی

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
استاذ و مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

جلد نہم

سورۃ الزخرف تا سورۃ التحریم

مکتبہ ربانیہ کراچی
Islamic Studies Publishers
Karachi-Pakistan

مکتبہ ربانیہ کراچی
ISLAMIC STUDIES PUBLISHERS

٩

# آسان تفسیر القرآن

جملہ حقوق بحق مکتبہ ربانیہ محفوظ ہیں۔

Islamic Studies Publishers
Karachi-Pakistan

باہتمام : عبید الرحمٰن ربانی
جلد نہم : سورۃ الزخرف تا سورۃ التحریم
طبع اوّل : ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ بمطابق اگست 2018ء
ناشر : مکتبہ ربانیہ کراچی

فون : 0314-6107967
0302-2426288
(92-21) 35031011

ای میل

rabbaniglobal@yahoo.com
ibnerabbani@gmail.com

## عرض ناشر

الحمدللہ!! اگرچہ مکتبہ ربانیہ نے

# آسان تفسیر القرآن

کی تصحیح وطباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں غلطی ہو جاتی ہے، اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

(ادارہ)

## ضروری انتباہ!!

اس کتاب کے جملہ حقوق کاپی رائٹ آفس میں رجسٹرڈ ہیں۔ اس کتاب کی کتابت، تدوین وترتیب اور کسی بھی طریقے سے کاپی کرنا ''کاپی رائٹ ایکٹ 1962ء'' کے تحت قابل تعزیر جرم ہے اور اس کی خلاف ورزی پر بطور رجسٹرڈ کاپی رائٹ مالک (Owner) قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(ادارہ)

## ملنے کا پتہ

مکتبہ ربانیہ کراچی
131/30 سیکٹر 36/A ذیلی روم کے ایریا کورنگی کراچی
نزد جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

- ادارۃ المعارف، جامعہ دارالعلوم کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار کراچی
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
- مکتبہ معارف القرآن، جامعہ دارالعلوم کراچی
- ادارہ اسلامیات، اردو بازار کراچی
- مکتبہ فہم دین (جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ فِيْهِ

# آسان تفسیر القرآن

## تفسیرِ ربّانی

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
اُستاذ و مفتی دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

جلد نہم

سورۃ الزخرف تا سورۃ التحریم

مکتبہ ربانیہ کراچی
131/30 سیکٹر 36/A ڈبل روم کے ایریا کورنگی کراچی
نزد جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم

# فہرست آسان تفسیر القرآن (جلد نہم)


| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | سورة الزُّخْرُفِ | |
| ۱ | سورۃ الزخرف | ۲۵ |
| ۲ | قرآن مجید بہت بلند مرتبہ اور مضبوط کتاب ہے | ۲۶ |
| ۳ | مانی ہوئی بات | ۲۹ |
| ۴ | اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں | ۳۱ |
| ۵ | تفسیر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں | ۳۲ |
| ۶ | عجیب سوچ | ۳۳ |
| ۷ | ناسمجھی | ۳۶ |
| ۸ | مشرکوں کی اندھی تقلید | ۳۸ |
| ۹ | محض زبردستی | ۴۰ |
| ۱۰ | حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ | ۴۱ |
| ۱۱ | دنیا کی بڑائی کوئی چیز نہیں | ۴۳ |
| ۱۲ | مال بے حقیقت چیز ہے | ۴۵ |
| ۱۳ | کفر کا وبال | ۴۷ |
| ۱۴ | کافروں کی بری حالت | ۴۹ |
| ۱۵ | عرب پر احسان عظیم | ۵۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۶ | فرعون کا برتاؤ | ۵۴ |
| ۱۷ | دولت کا غرور | ۵۵ |
| ۱۸ | غرور کا انجام | ۵۸ |
| ۱۹ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کون تھے؟ | ۶۰ |
| ۲۰ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام | ۶۲ |
| ۲۱ | فرقہ در فرقہ | ۶۳ |
| ۲۲ | فرمانبرداروں کا انعام | ۶۵ |
| ۲۳ | یہ جنّت ہے | ۶۸ |
| ۲۴ | اللہ تعالیٰ کی بابت غلط خیال | ۷۰ |
| ۲۵ | اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے | ۷۲ |
| ۲۶ | اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں | ۷۳ |
| ۲۷ | جان بوجھ کر ہٹ دھرمی | ۷۵ |
| | **سورۃ الدخان** | |
| ۱ | سُوْرَۃُ الدُّخَان | ۷۷ |
| ۲ | "سُوْرَۃُ الدُّخَان" کی فضیلت | ۷۸ |
| ۳ | قرآن مجید حق ہے | ۷۹ |
| ۴ | بُری عادت چھوٹنی چاہئے | ۸۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۵ | سزا ٹل نہیں سکتی | ۸۳ |
| ۶ | بُروں کا انجام | ۸۵ |
| ۷ | زمین و آسمان کا رونا | ۸۸ |
| ۸ | اللہ تعالیٰ کی قدرت | ۸۸ |
| ۹ | سمجھ سے کام لو! | ۹۰ |
| ۱۰ | دوزخ کا نقشہ | ۹۳ |
| ۱۱ | پرہیز گاروں کا انعام | ۹۵ |
| | **سورۃ الجاثیۃ** | |
| ۱ | سورۃ الجاثیہ | ۹۷ |
| ۲ | اللہ تعالیٰ کی نشانیاں | ۹۹ |
| ۳ | منکروں کا انجام | ۱۰۲ |
| ۴ | آخرت کا خسارہ | ۱۰۳ |
| ۵ | صبر کی نصیحت | ۱۰۵ |
| ۶ | ایک قوم کی مثال | ۱۰۷ |
| ۷ | دنیا کی اصلاح | ۱۰۹ |
| ۸ | قرآن مجید کیا ہے؟ | ۱۱۰ |
| ۹ | غلط چال | ۱۱۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۱۰ | بہت بڑا دھوکہ | ۱۱۳ |
| ۱۱ | جہان کی پیدائش | ۱۱۴ |
| ۱۲ | بعض نادان انسان | ۱۱۶ |
| ۱۳ | دہر، یعنی: زمانے کو برا کہنا اچھا نہیں | ۱۱۸ |
| ۱۴ | دھاندلی | ۱۱۸ |
| ۱۵ | سیدھا جواب | ۱۱۹ |
| ۱۶ | سچی خبر | ۱۲۰ |
| ۱۷ | قیامت کا حال | ۱۲۱ |
| ۱۸ | مومن نیک کام کرنے والے | ۱۲۲ |
| ۱۹ | انکار کرنے والے | ۱۲۳ |
| ۲۰ | غرور کا ثبوت | ۱۲۴ |
| ۲۱ | بُروں کا انجام | ۱۲۵ |
| ۲۲ | سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں | ۱۲۷ |
| ۲۳ | سورۃ الجاثیہ کیا بتاتی ہے؟ | ۱۲۸ |
| | **سورۃ الاحقاف** | |
| ۱ | سورۃ الاحقاف کا خلاصہ | ۱۳۰ |
| ۲ | اللہ تعالیٰ کو پہچانو! | ۱۳۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۳ | اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں | ۱۳۳ |
| ۴ | قرآن مجید کے ساتھ برتاؤ | ۱۳۵ |
| ۵ | پیغمبری کا سلسلہ | ۱۳۶ |
| ۶ | نہ ماننے کا بہانہ | ۱۳۸ |
| ۷ | خوف اور رنج سے چھٹکارا | ۱۴۰ |
| ۸ | نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟ | ۱۴۱ |
| ۹ | بُرے لوگ | ۱۴۴ |
| ۱۰ | عملوں کا بدلہ | ۱۴۶ |
| ۱۱ | عاد کی قوم | ۱۴۸ |
| ۱۲ | عاد کا انجام | ۱۵۱ |
| ۱۳ | عاد کے آگے تم کیا ہو؟ | ۱۵۳ |
| ۱۴ | اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں | ۱۵۴ |
| ۱۵ | قرآن مجید کو جنّوں تک نے مان لیا! | ۱۵۶ |
| ۱۶ | جنّوں کا اپنی قوم کو پیغام | ۱۵۸ |
| ۱۷ | قیامت برحق ہے | ۱۶۰ |
| ۱۸ | صبر سے کام لو | ۱۶۱ |
| | **سورۃ محمد** | |
| ۱ | منکر اور مؤمن | ۱۶۳ |

| صفحہ نمبر | عنوان | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۱۶۵ | دنیا سے فساد مٹادو | ۲ |
| ۱۶۷ | جنگی قیدیوں کا قانون | ۳ |
| ۱۶۹ | فرمانبرداری کا اجر | ۴ |
| ۱۷۱ | دوسروں سے سبق | ۵ |
| ۱۷۲ | دونوں کا انجام | ۶ |
| ۱۷۳ | جنّت کیا ہے؟ | ۷ |
| ۱۷۵ | دوزخ کا کچھ حال | ۸ |
| ۱۷۸ | حقیقت کا اظہار | ۹ |
| ۱۸۰ | وقت پر بزدلی کیسی؟ | ۱۰ |
| ۱۸۲ | دلوں پر تالے | ۱۱ |
| ۱۸۴ | منافقوں کا طریقہ | ۱۲ |
| ۱۸۵ | منافقوں کا انجام | ۱۳ |
| ۱۸۷ | صبر کی آزمائش | ۱۴ |
| ۱۸۹ | نقصان کس کا ہے | ۱۵ |
| ۱۰۱ | صاف فیصلہ | ۱۶ |
| ۱۹۲ | ایمان اور تقویٰ | ۱۷ |
| ۱۹۴ | مال خرچ کرنا | ۱۸ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | **سورۃ الفتح** | |
| ۱ | صلح کے شاندار نتیجے | ۱۲۶ |
| ۲ | اللہ تعالیٰ کا فضل | ۲۰۲ |
| ۳ | پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ | ۲۰۶ |
| ۴ | کمزور ایمان والے | ۲۰۹ |
| ۵ | ساتھ کیوں نہیں گئے؟ | ۲۱۱ |
| ۶ | پیچھے رہ جانے والے | ۲۱۲ |
| ۷ | ابھی لڑنے کا اور موقعہ آئے گا | ۲۱۴ |
| ۸ | آگے اور فتوحات ہوں گی | ۲۱۷ |
| ۹ | فتح مسلمانوں ہی کی ہوتی! | ۲۱۹ |
| ۱۰ | کافروں کے عمل | ۲۲۱ |
| ۱۱ | خواب پورا ہو کر رہے گا | ۲۲۵ |
| ۱۲ | اسلام اور مسلمان | ۲۲۷ |
| | **سورۃ الحجرات** | |
| ۱ | بنیادی اصول | ۲۳۱ |
| ۲ | صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل | ۲۳۳ |
| ۳ | ملاقات کے آداب | ۲۳۵ |
| ۴ | ہر ایک کی مت سنو | ۲۳۷ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۵ | پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان | ۲۳۹ |
| ۶ | جھگڑوں کا علاج | ۲۴۰ |
| ۷ | احکام و مسائل | ۲۴۳ |
| ۸ | آپس کا برتاؤ | ۲۴۴ |
| ۹ | ذات پات کی تردید | ۲۴۹ |
| ۱۰ | شانِ نزول | ۲۵۱ |
| ۱۱ | نسبی اور وطنی یا لسانی امتیاز میں حکمت و مصلحت تعارف کی ہے | ۲۵۲ |
| ۱۲ | اسلام اور ایمان | ۲۵۲ |
| ۱۳ | شانِ نزول | ۲۵۴ |
| ۱۴ | مؤمن کون ہیں؟ | ۲۵۵ |
| ۱۵ | اللہ تعالیٰ کا احسان مانو! | ۲۵۶ |
| | **سورۃ قٓ** | |
| ۱ | سورۃ قٓ | ۲۵۸ |
| ۲ | مر کر پھر جینا ہوگا | ۲۵۹ |
| ۳ | قدرت کی نشانیاں (الف) | ۲۶۱ |
| ۴ | قدت کی نشانیاں (ب) | ۲۶۲ |
| ۵ | منکروں کا انجام | ۲۶۴ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۶ | نامۂ اعمال کی تیاری | ۲۶۵ |
| ۷ | موت کے بعد | ۲۶۷ |
| ۸ | اللہ تعالیٰ کا حکم | ۲۷۰ |
| ۹ | دونوں پر ڈانٹ پڑے گی | ۲۷۱ |
| ۱۰ | جنّت اور جنّت والے | ۲۷۳ |
| ۱۱ | پہلے لوگ | ۲۷۵ |
| ۱۲ | اللہ تعالیٰ کی عبادت | ۲۷۷ |
| ۱۳ | قیامت آنی ہے | ۲۷۸ |
| ۱۴ | جوڑ رتا ہوا سے سنا دو | ۲۸۰ |
| | سورۃ الذّٰریٰتِ | |
| ۱ | ہوا اور بارش | ۲۸۲ |
| ۲ | قیامت کیا ہے؟ | ۲۸۵ |
| ۳ | پرہیز گاروں کا انعام | ۲۸۶ |
| ۴ | اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں | ۲۸۸ |
| ۵ | بھلوں اور بُروں کا ذکر | ۲۹۰ |
| ۶ | خوشخبری | ۲۹۱ |
| ۷ | فرشتوں کا اصل کام | ۲۹۴ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۸ | نافرمان قومیں | ۲۹۵ |
| ۹ | دوسری گنہگار قومیں | ۲۹۶ |
| ۱۰ | آنکھیں کھولو! | ۲۹۸ |
| ۱۱ | ایسا ہی پہلوں نے کیا | ۳۰۰ |
| ۱۲ | بندگی کرو | ۳۰۱ |
| | **سورة الطور** | |
| ۱ | اللہ تعالیٰ کی قدرت | ۳۰۳ |
| ۲ | گنہگاروں کا حال | ۳۰۵ |
| ۳ | ایمانداروں کی اولاد | ۳۰۷ |
| ۴ | جنتیوں کی خوش طبعی | ۳۰۹ |
| ۵ | مخالفوں کی بوکھلاہٹ | ۳۱۱ |
| ۶ | آخر انکار کی وجہ کیا ہے؟ | ۳۱۳ |
| ۷ | غلط خیالات | ۳۱۵ |
| ۸ | یہ لوگ ماننے والے نہیں | ۳۱۶ |
| ۹ | ان کی اس سے پہلے بھی بری حالت بنے گی | ۳۱۸ |
| | **سورة النجم** | |
| ۱ | محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور آخری پیغمبر ہیں | ۳۲۰ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۲ | سب کچھ ٹھیک دیکھا | ۳۲۳ |
| ۳ | ذرا اِن بتوں کو دیکھنا | ۳۲۵ |
| ۴ | اپنی خواہش چھوڑ دو | ۳۲۸ |
| ۵ | فرشتوں کو غلط سمجھا | ۳۳۰ |
| ۶ | اُن کی پہنچ یہیں تک ہے | ۳۳۱ |
| ۷ | اچھے لوگ | ۳۳۲ |
| ۸ | غلط خیال والوں کو تنبیہ (الف) | ۳۳۴ |
| ۹ | غلط خیال والوں کو تنبیہ! (ب) | ۳۳۸ |
| ۱۰ | غلط خیال والوں کو تنبیہ! (ج) | ۳۴۱ |
| ۱۱ | اب بھی سمجھ لو | ۳۴۲ |
| | **سورۃ القمر** | |
| ۱ | منکروں کا ڈھیٹ پن | ۳۴۴ |
| ۲ | قیامت کو کیا ہوگا؟ | ۳۴۶ |
| ۳ | نافرمانوں کا انجام | ۲۴۸ |
| ۴ | منکروں کا انجام (الف) | ۳۴۹ |
| ۵ | منکروں کا انجام (ب) | ۳۵۱ |
| ۶ | منکروں کا انجام (ج) | ۳۵۲ |
| ۷ | منکروں کا انجام (د) | ۳۵۴ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۸ | منکروں کا انجام (ہ) | ۳۵۵ |
| ۹ | جھتے پر مت اتراؤ | ۳۵۸ |
| ۱۰ | جزا سزا مقرر ہو چکی ہے | ۳۵۹ |
| | **سورۃ الرحمٰن** | |
| ۱ | سورۃ الرحمٰن | ۳۶۱ |
| ۲ | اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور | ۳۶۲ |
| ۳ | پیدائش | ۳۶۵ |
| ۴ | سمندروں کے فائدے | ۳۶۷ |
| ۵ | مخلوق کی بے بسی | ۳۷۰ |
| ۶ | قیامت کی سختیاں | ۳۷۲ |
| ۷ | بچنے کا سامان کرلو | ۳۷۴ |
| ۸ | اچھوں کا انجام | ۳۷۷ |
| ۹ | پاکیزہ بیویاں | ۳۷۹ |
| ۱۰ | دو اور باغ | ۳۸۰ |
| ۱۱ | خوبصورت خواتین | ۳۸۲ |
| ۱۲ | عام اعلان | ۳۸۳ |
| | **سورۃ الواقعۃ** | |
| ۱ | قیامت کا حال | ۳۸۵ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۲ | بڑے درجہ والے | ۳۸۸ |
| ۳ | جنت کی نعمتیں | ۳۹۱ |
| ۴ | عیش کا سامان | ۳۹۲ |
| ۵ | دوزخیوں کا حال | ۳۹۴ |
| ۶ | اعتراض کا جواب | ۳۹۶ |
| ۷ | قدرت کی نشانیاں | ۳۹۷ |
| ۸ | اور نشانیاں دیکھو | ۳۹۹ |
| ۹ | ایک اور نشانی | ۴۰۱ |
| ۱۰ | قرآن مجید کیا ہے؟ | ۴۰۲ |
| ۱۱ | تمہیں سوجھتا نہیں | ۴۰۴ |
| ۱۲ | جھوٹا سمجھنے والے | ۴۰۶ |
| | **سورۃ الحدید** | |
| ۱ | اللہ تعالیٰ کی صفتیں (الف) | ۴۰۸ |
| ۲ | "سورۂ حدید" کی بعض خصوصیات | ۴۱۱ |
| ۳ | شیطانی وسوسوں کا علاج | ۴۱۱ |
| ۴ | اللہ تعالیٰ کا حکم | ۴۱۲ |
| ۵ | اللہ تعالیٰ کی عطائیں | ۴۱۴ |
| ۶ | اصل چیز ایمان ہے | ۴۱۷ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۷ | ایمان کا پھل | ۴۱۹ |
| ۸ | آخرت کی کامیابی | ۴۱۹ |
| ۹ | الگ کردیا گیا | ۴۲۱ |
| ۱۰ | اب مسلمانوں کی باری ہے | ۴۲۳ |
| ۱۱ | دنیا کی زندگی | ۴۲۵ |
| ۱۲ | دنیا کی مثال | ۴۲۷ |
| ۱۳ | تکبر کس چیز کا ہے | ۴۳۲ |
| ۱۴ | حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ماننے والے | ۴۳۶ |
| ۱۵ | نئے نئے طریقے یا ڈھونگ | ۴۳۷ |
| ۱۶ | ایمان والوں کو نصیحت | ۴۳۸ |
| | **سورۃ المُجَادَلَۃِ** | |
| ۱ | ایک عورت کا جھگڑا | ۴۴۰ |
| ۲ | شانِ نزول | ۴۴۱ |
| ۳ | احکام و مسائل | ۴۴۳ |
| ۴ | ظہار کا کفارہ | ۴۴۴ |
| ۵ | اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے | ۴۴۸ |
| ۶ | قیامت کو سب معلوم ہو جائے گا | ۴۴۹ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۷ | مجلس کے آداب (الف) | ۴۵۳ |
| ۸ | مجلس کے آداب (ب) | ۴۵۵ |
| ۹ | احکام ومسائل | ۴۵۸ |
| ۱۰ | یہ حکم منسوخ ہوگیا | ۴۵۸ |
| ۱۱ | احکام ومسائل | ۴۶۱ |
| ۱۲ | نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے | ۴۶۱ |
| ۱۳ | شیطانی ٹولہ | ۴۶۲ |
| ۱۴ | اللہ تعالیٰ اور اسکا پیغمبر ہی غالب رہیں گے | ۴۶۴ |
| ۱۵ | ایمانداروں کا انعام | ۴۶۵ |
| | **سورۃ الحشر** | |
| ۱ | سورۃ الحشر کا خلاصہ | ۴۶۸ |
| ۲ | بنونضیر کا حشر | ۴۶۹ |
| ۳ | نیا عذاب | ۴۷۳ |
| ۴ | جنگ کی حکمت عملی | ۴۷۵ |
| ۵ | کافروں کی جائیداد کا حکم | ۴۷۶ |
| ۶ | مہاجروں کا حصہ | ۴۷۸ |
| ۷ | انصار کی تعریف | ۴۸۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۸ | منافقوں کا حال | ۴۸۳ |
| ۹ | مسلمانوں کا طریقہ | ۴۸۷ |
| ۱۰ | قرآن مجید کی تاثیر | ۴۸۹ |
| ۱۱ | اللہ تعالیٰ کی صفتیں | ۴۹۰ |
| | سورۃ الممتحنۃ | |
| ۱ | سورۃ الممتحنہ کا خلاصہ | ۴۹۲ |
| ۲ | کافروں سے دوستی نہ رکھو | ۴۹۳ |
| ۳ | ان کی دشمنی معمولی نہیں | ۴۹۷ |
| ۴ | ابراہیمی طریقہ | ۴۹۸ |
| ۵ | یہی تم بھی کرو | ۵۰۱ |
| ۶ | یہ جھگڑا تھوڑے دن کا ہے | ۵۰۴ |
| ۷ | لڑائی کن سے ہے اور کیوں ہے؟ | ۵۰۶ |
| ۸ | ایمان والیوں کو کافروں میں مت بھیجو | ۵۰۷ |
| ۹ | انصاف کی تعلیم | ۵۱۱ |
| ۱۰ | ایمان کا امتحان | ۵۱۲ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | **سورۃ الصفّ** | |
| ۱ | سورۃُ الصَّف کا خلاصہ | ۵۱۵ |
| ۲ | ڈینگیں مت مارو | ۵۱۶ |
| ۳ | حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم | ۵۱۸ |
| ۴ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ سلوک | ۵۲۰ |
| ۵ | کافر بڑے ظالم ہیں | ۵۲۱ |
| ۶ | ایمان والوں کو ہدایت | ۵۲۳ |
| ۷ | حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی مثال | ۵۲۴ |
| ۸ | عیسائیوں کے تین فرقے | ۵۲۶ |
| | **سورۃ الجمعۃ** | |
| ۱ | سورۃُ الجمعہ کا خلاصہ | ۵۲۷ |
| ۲ | اللہ تعالیٰ کی تسبیح | ۵۲۸ |
| ۳ | یہودیوں کی طرح مت بنو | ۵۳۱ |
| ۴ | وہ تو قیامت سے بھاگتے ہیں | ۵۳۳ |
| ۵ | مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے | ۵۳۴ |
| ۶ | جمعہ کے آداب | ۵۳۷ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | **سورة المنافقون** | |
| ۱ | سورۃ المنافقون کا خلاصہ | ۵۳۹ |
| ۲ | منافق جھوٹے ہیں | ۵۴۰ |
| ۳ | شانِ نزول | ۵۴۱ |
| ۴ | موٹے تازے مگر بزدل | ۵۴۴ |
| ۵ | لو اور سنو! | ۵۴۵ |
| ۶ | ایک اور بکواس | ۵۴۷ |
| ۷ | مال جوڑنے کیلئے نہیں | ۵۴۹ |
| | **سورة التغابن** | |
| ۱ | اللہ تعالیٰ کی خوبیاں | ۵۵۰ |
| ۲ | منکر مارے گئے | ۵۵۲ |
| ۳ | قیامت کیا چیز ہے؟ | ۵۵۵ |
| ۴ | ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے | ۵۵۷ |
| ۵ | برداشت کا سبق | ۵۵۹ |
| ۶ | اللہ تعالیٰ کا وعدہ | ۵۶۱ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| | **سورۃ الطلاق** | |
| ۱ | سورۃ الطّلاق کا خلاصہ | ۵۶۳ |
| ۲ | طلاق دینے کا طریقہ | ۵۶۴ |
| ۳ | طلاقِ رجعی | ۵۶۸ |
| ۴ | بوڑھیوں اور نابالغ لڑکیوں کی عدت | ۵۷۲ |
| ۵ | حاملہ طلاق یافتہ | ۵۷۵ |
| ۶ | سُلجھا ہوا معاملہ | ۵۷۶ |
| ۷ | احکام و مسائل | ۵۷۸ |
| ۸ | تقویٰ کی پانچ برکات | ۵۷۸ |
| ۹ | نافرمان پکڑے جائیں گے | ۵۷۹ |
| ۱۰ | اللہ تعالیٰ کی قدرت | ۵۸۱ |
| | **سورۃ التحریم** | |
| ۱ | سورۃ التحریم کا خلاصہ | ۵۸۳ |
| ۲ | بے جا رعایت مت کرو | ۵۸۴ |
| ۳ | شانِ نزول | ۵۸۵ |
| ۴ | خفیہ باتیں | ۵۸۸ |
| ۵ | مسلمانوں کا اصل کام | ۵۹۰ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|---|---|---|
| ۶ | سچے دل سے توبہ کرو | ۵۹۲ |
| ۷ | فسادیوں کا علاج اور انجام | ۵۹۳ |
| ۸ | نیکوں کا حال اور انجام | ۵۹۵ |

# سورۃ الزخرف

یہ سورۃ "حٰمٓ" سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے چوتھی سورت ہے، اس میں سات رکوع اور ۸۹ آیتیں ہیں، یہ سورۃ مکہ میں اتری، اس میں پھر قرآن مجید کی طرف انسانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قرآن بڑی شاندار اور عبرت والی باتوں سے بھرا ہے، مکہ والوں سے کہا گیا ہے کہ تم جتنی چاہے شرارتیں اور زیادتیاں کرو یہ کتاب پوری کی پوری اتر کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا، لوگ پیغمبروں کیساتھ ہنسی کرتے ہیں، لیکن آخر ہنسنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور پیغمبروں کا بول بالا ہو کر رہتا ہے، تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے کیوں نہیں، زمین اور آسمان اس نے بنائے، بارش وہ برساتا ہے، خشکی اور تری میں چلنے پھرنے کے ذریعے کشتیاں، بوجھ اٹھانے والے جانور سب تمہارے لئے اس نے بنائے، اس کا شکر ادا کرو، کسی اور کو اس کا شریک مت ٹھہراؤ، یہ کیا بے عقلی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد مانتے ہو اور وہ بھی بیٹیاں حالانکہ خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہو، مشرک لوگ اپنے باپ دادا کی رسمیں چھوڑنے کو تیار نہیں حالانکہ ان کو بت پرستی چھوڑ کر توحید کا طلبگار ہونا چاہئے، دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کی بت پرستی چھوڑ کر توحید کو اختیار کیا، مگر بعد کے لوگ دنیا کی بیہودہ باتوں میں پھنس کر اسے چھوڑ بیٹھے اور جب پیغمبر انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا، اب یہ مکہ کے لوگ انکار کا بہانہ یہ کرتے ہیں کہ پیغمبر کوئی مشہور اور مالدار آدمی ہونا چاہئے تھا، ان سے پوچھو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی رسالت کے ٹھیکیدار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو، مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہو، ہمارے ہاں دنیا کی دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی، ہم جسے چاہیں دیں جسے چاہے نہ دیں، پیغمبری دنیا کی ساری دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے، وہ اسی کو ملتی ہے جو ہمارے نزدیک اس کے لائق ہو، ہم کافروں کو دنیا کی دولت بہت کچھ دیدیتے یہاں تک کہ ان کے مکانوں کی چھت اور سیڑھیاں سونے کی ہوتیں لیکن اتنی دولت ان کو اس لئے نہیں دی گئی کہ لوگ ان کو حق پر سمجھ بیٹھیں گے حالانکہ وہ حق پر نہیں، اصل چیز اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور وہ دین اسلام پر

چلنے والوں کو ملے گی اور وہ جنت میں عیش کریں گے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیرے گا وہ شیطان کا ساتھی بن جائے گا اور آخرت میں عذاب میں پکڑا جائے گا، مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی تک کا دعویٰ کر بیٹھا، آخر کار وہ عذاب میں اس طرح گرفتار ہوا کہ اپنے لشکروں سمیت سمندر کی تہہ میں ڈبو دیا گیا، اس کے حال سے سبق سیکھو، دنیا کے اندر جو کافر اور مشرک ایک دوسرے کے مددگار اور دوست بنے ہوئے ہیں آخرت میں یہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوا ان لوگوں کے جنہوں نے دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔

آیاتھا ۔ ۸۹ | سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ | رکوعاتھا ۔ ۷

سورۃ الزخرف مکی ہے۔ اس میں نواسی آیتیں اور سات رکوع ہیں

## قرآن مجید بہت بلند مرتبہ اور مضبوط کتاب ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا
حامیم (۱) قسم اس کتاب واضح کی (۲) تحقیق ہم کیا ہم نے اسے قرآن عربی

لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۳﴾ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ
تاکہ تم دھیان کرو (۳) اور تحقیق وہ میں اصل کتاب کے پاس ہمارے البتہ بڑی شاندار

حَکِیۡمٌ ﴿۴﴾ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ
مضبوط ہے (۴) کیا پس پھیر دینگے ہم سے تم یہ یادداشت پہلو کے بل اسلئے کہ ہو تم

عند المتقدمین ۱۲ ع

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ۝٥ وَ كَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ۝٦
ایک گروہ حد سے نکل جانے والے (۵) اور بہت بھیجے ہم نے سے پیغمبر میں پہلے لوگوں (۶)

وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝٧
اور نہیں آتا پاس انکے کوئی پیغمبر مگر ہوجاتے ہیں ساتھ اسکے مذاق اڑانے والے (۷)

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ۝٨
پس تباہ کر دیا ہم نے زیادہ سخت کو میں سے ان پکڑ میں اور چل پڑی کہاوت پہلوں کی (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ حٰمٓ۔ (۱) قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ (۲) ہم نے قرآن کو عربی زبان میں بنایا تاکہ تم سمجھو۔ (۳) اور تحقیق یہ قرآن ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں بڑی شاندار اور مضبوط کتاب ہے۔ (۴) کیا یہ کتاب ہم تم سے ہٹا دیں گے اس لئے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے۔ (۵) اور ہم نے پہلوں میں بہت سے پیغمبر بھیجے ہیں۔ (۶) اور لوگوں کے پاس جو کوئی پیغمبر آتا لوگ اس کا مذاق اڑاتے۔ (۷) پھر ہم نے ان میں سے سخت زور والے برباد کر ڈالے اور پہلوں کی مثالیں چلی آتی ہیں۔ (۸)

**لفظی تحقیق:** عَلِيٌّ: اونچے مرتبہ والا۔ حَكِيْمٌ: مضبوط اور پختہ۔ یہاں یہ قرآن مجید کیلئے استعمال ہوئے ہیں، کیونکہ یہ بڑے مرتبہ والا اور پختہ باتوں والا ہے۔ نَضْرِبُ عَنْكُمُ: پھیر دیں گے تم سے۔ ضرب سے مضارع ہے "ضَرْبٌ" سے جس کے معنٰی کسی سے پھیر دینا ہوتے ہیں۔ صَفْحٌ: چہرہ وغیرہ۔ کسی چیز کے چوڑے حصے کو کہتے ہیں، مثلاً: آدمی کا چہرہ، سینہ، پیٹھ۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن مجید ایک واضح اور روشن کتاب ہے، اے عرب کے لوگو! ہم نے اسے عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے سمجھ لو اور پھر اس کا پیغام زبانی اور عملی طور پر ساری دنیا والوں کو پہنچا دو، تمہاری زیادتیوں

اور شرارتوں کی وجہ سے اس نصیحتوں والی کتاب کو روکا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ فقط تمہارے ہی لئے نہیں اس سے سارے سمجھدار انسان فائدہ اٹھائیں گے، یہ کوئی نئی بات نہیں، پیغمبر پہلے بھی آئے ہیں لوگ ہمیشہ ان کا مذاق اڑاتے رہے لیکن پیغمبر کے مقابلے میں بڑے مغرور اور طاقت ور برباد ہوگئے اور دنیا میں نافرمانوں کیلئے سبق اور عبرت کا باعث بن گئے۔

قرآن مجید اترنے کے زمانہ میں عربی زبان انتہائی عروج پر تھی، اس کی ترقی کا دور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے دو ہزار سال پہلے شروع ہوا اور آپ کے زمانے تک شعر وادب کی دنیا میں یہ زبان تمام زبانوں پر فضیلت حاصل کرچکی تھی، یہ زبان آج بھی اختصار، مفہوم کی ادائیگی اور اس کے گرائمر کے سائینٹفک ہونے کے اعتبار سے اول نمبر پر ہے، اس کی مٹھاس میں بھی کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، انگریزی زبان اگرچہ دنیا بھر میں بولی جاتی ہے مگر اس میں بھی بہت سی ضرورت سے زائد باتیں موجود ہیں، جبکہ عربی ہی ایک واحد زبان ہے جو زائد حروف سے بالکل پاک ہے اور کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، عربی زبان میں کوئی حروف ایسا نہیں ہے جس کا کوئی معنیٰ نہ نکلتا ہو، بہر حال اس فصیح وبلیغ زبان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اتارا، طبرانی اور بعض دوسری حدیث کی کتابوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ عربوں سے محبت کیا کرو، کیونکہ میں بھی عربی ہوں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بھی عربی زبان میں اتارا ہے اور پھر جنت والوں کی زبان بھی عربی ہوگی، یہ قریش اور عربوں کی خوش نصیبی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر ان میں پیدا ہوا، قرآن مجید عربی زبان میں اترا جس کی ایک حکمت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمہارا سکھانے اور تم دوسرے لوگوں کے سکھانے والے بنوگے، مطلب یہ کہ تم قرآن مجید کو اپنی مادری زبان میں ہونے کی وجہ سے اچھی طرح سمجھ لو اور پھر آگے غیر عربیوں تک پہنچادو، فرمایا یہ بلند مرتبت کتاب ہے اور بیشک یہ ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں بہت مرتبے والی اور مضبوط کتاب ہے۔

جو لوگ نبی آخرالزمان کے پیغمبر ہونے اور قرآن مجید کی سچائی میں شک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو

سخت تنبیہ فرمائی ہے، کیا ہم قرآن مجید کو لپیٹ کر رکھ دیں گے، محض اس وجہ سے کہ تم ایک حد سے گزرنے والی قوم ہو؟ اگر تم اس پیغمبر یا قرآن مجید کو ماننے کیلئے تیار نہیں تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے ذریعے تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں؟ ایسا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہر حالت میں نصیحت کی جاتی رہے گی، ہمارا پیغام پہنچتا رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کا یہی تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام تر مخالفت کے باوجود قرآن مجید کے اتارنے کو بند نہیں کیا، لہٰذا قرآن مجید اتارتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور قرآن مجید کے ذریعے سمجھانے کی کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔

فرمایا: ہر قوم نے اپنے پیغمبروں کیساتھ مذاق کیا، پھر ہم نے ان سے زیادہ سخت پکڑ والوں کو ہلاک کر ڈالا، مطلب یہ کہ مکہ والے بھی اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے، پہلے لوگوں کی اس قسم کی مثالیں گزر چکی ہیں کہ وہ لوگ عبرتناک سزاؤں میں مبتلا ہوئے، قرآن مجید نے ایسے لوگوں کے واقعات بیان کر دیئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہلاک کیا، کسی قوم پر زلزلہ آیا، کسی کو پانی میں ڈبو دیا، کسی کو تیز ہوا سے ہلاک کیا اور کسی پر سخت چیخ آئی، اللہ تعالیٰ نے بعض کی شکلیں ہی بگاڑ کر رکھ دیں، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کے انداز میں فرمایا کہ مکہ والوں کو پچھلی قوموں کا انجام سامنے رکھنا چاہیے، اگر وہ انکار کر کے عذاب سے نہیں بچ سکے تو یہ بھی عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

## مانی ہوئی بات

وَ لَىٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے کس نے بنایا آسمانوں کو اور زمین کو البتہ کہیں گے وہ

خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا

بنایا انہیں زبردست جاننے والے نے (۹) وہی جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا

وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٠ وَ الَّذِيْ
اور کردیئے واسطےتمہارے میں اس راستے تاکہ تم راہ پاؤ (۱۰) اور وہ جس نے

نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ
اتارا سے آسمان پانی ساتھ اندازہ کے پس زندہ کیا ہم نے ساتھ اسکے زمین مُردہ کو

كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝١١
اسی طرح نکالے جاؤ گے تم (۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور بضرور کہیں گے، اس زبردست خبردار (اللہ تعالیٰ) نے۔(۹) وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنادیا اور تمہارے لئے اس میں راستے رکھ دیئے تاکہ تم راہ پاؤ۔(۱۰) اور جس نے آسمان سے پانی اندازے کے مطابق اتارا پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔(۱۱)

## تفسیر

مکہ کے عرب اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتے تھے لیکن یہ اقرار صرف زبانی تھا، ان کا خیال تھا کہ دنیا کا بنانا اور اس کے بڑے بڑے کام تو اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں لیکن روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کام دیوتاؤں اور ستاروں وغیرہ کے حوالے ہیں، ان آیتوں میں اس خیال کو غلط بتایا گیا ہے، ارشاد ہے کہ ان سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے تو فوراً ان کے منہ سے یہی نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے، لیکن اتنا مان کر پھر شرک کرنا یہ ان کی کم عقلی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے میں اقرار پوشیدہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اختیار اور قوت والا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، یہ وہ زبان سے تو کہہ دیتے ہیں لیکن دل سے یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے سوا قوت اور علم کسی میں ہے ہی نہیں، واقعہ یہ ہے کہ وہ پوری قوت اور قدرت والا ہے اور ان کے فائدہ کی ساری چیزیں اس کی رحمت سے پیدا اور موجود ہوتی

ہیں، اس نے زمین بنا کر دور دراز رہنے والے انسانوں کو آپس میں ملنے جلنے کی آسانیاں عطاء کیں اور اس میں زمین اور سمندر دونوں کے راستے بنا دیئے، پھر آسمان سے بارش برسانے کا سامان کر دیا جس سے خشک زمین پھر سے ہری بھری ہو جاتی ہے، اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ اسی طرح انسان کو بھی مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا، جب اس طرح سمجھو گے تو جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کچھ طاقت نہیں۔

فرمایا: جس طرح ہم نے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے، مطلب یہ ہے کہ جب تم مر کر قبروں میں دفن ہو چکے ہو گے تو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے نکالے گا، جو اللہ تعالیٰ خشک زمین میں پانی برسا کر ہریالی پیدا کر سکتا ہے وہ مٹی میں دفن مُردوں کو بھی دوبارہ زندگی بخشنے اور وہاں سے نکالنے پر قادر ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں

وَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ
اور وہی ہے جس نے پیدا کئے جوڑے سب کے سب اور بنا دیئے واسطے تمہارے سے کشتیوں

وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا
اور چوپایوں وہ جس پر تم سوار ہوتے ہو(۱۲) تا کہ تم سنور کر بیٹھو پر پیٹھوں انکی پھر یاد کرو

نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ
نعمت رب اپنے کی جب ٹھیک بیٹھ جاؤ تم پر اس اور کہو پاک ہے وہ

الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ
جس نے فرمانبردار کر دیا ہمارے لئے اس کو اور نہ تھے ہم اسکو قابو میں لانے والے(۱۳) اور تحقیق ہم

اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾
طرف رب اپنے کے البتہ لوٹنے والے ہیں(۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جس نے سب چیزوں کے جوڑے بنادیئے اور تمہارے واسطے چوپایوں اور کشتیوں کو بنادیا جن پر تم سوار ہوتے ہو۔(۱۲) تاکہ چڑھ بیٹھو ان کی پیٹھ پر، پھر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب بیٹھ چکو اس پر اور کہو! پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا، ورنہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے۔(۱۳) اور ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے۔(۱۴)

**لفظی تحقیق:** اَزْوَاج: قسم قسم کی چیزیں۔ زوج کی جمع ہے، یعنی: آپس میں ملتی جلتی یا مقابلہ کی چیزیں۔

مُقْرِنِیْنَ: قابو میں لانے والے۔ "مُقْرِن" کی جمع ہے جو "اِقْرَان" سے بنا ہے، اس کا مادہ (ق ر ن) ہے، "قَرْن" کے معنیٰ ملانا "اِقْرَان" قابو میں کر لینا۔

# تفسیر

## اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں

اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی ساری چیزیں دنیا میں بنائیں جو ایک دوسرے سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتی ہیں، پھر تمہیں اتنی طاقت اور سمجھ عطاء کی کہ تم نے جانوروں اور کشتیوں کو اپنے قابو میں کر لیا اور ان پر سوا ہو کر جہاں جی چاہا گئے، یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، تمہیں چاہئے کہ جب ان پر سوار ہو تو دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ہم پر بڑا احسان کیا جو ان چیزوں کو ہمارے اختیار میں دیدیا اور زبان سے یوں شکر کرو کہ وہ ہر برائی اور عیب سے پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا، ورنہ ہم میں کیا طاقت تھی جو ہم انہیں قابو میں لاتے اور دنیا میں ان چیزوں پر سوار ہو کر، سفر کرتے وقت آخرت کا سفر یاد کرو اور کہو ایک دن ہم دنیا سے کوچ کر کے اسی طرح اپنے رب کی طرف واپس جائیں گے اور یقیناً ہم اس کی طرف ایک نہ ایک دن جانے والے ہیں۔

وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ: اور بلاشبہ ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان الفاظ کیساتھ تعلیم یہ دی گئی ہے کہ انسان کو اپنے ہر دنیاوی سفر کے وقت آخرت کا وہ مشکل سفر یاد کرنا چاہئے جو ہر حال

میں پیش آ کر رہے گا اور اسے سہولت کیساتھ طے کرنے کیلئے نیک عمل کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

## عجیب سوچ

وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ

اور کر دیا واسطے اسکے سے بندوں اپنے حصہ بیشک انسان البتہ ناشکرا ہے

ع ۱۵ ۷ مُّبِيْنٌ ؕ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾

کھلا ہوا (۱۵) کیا لے لیں اپنے سے اس جو پیدا کیا بیٹیاں اور چُن لیا تمہیں ساتھ بیٹوں کے (۱۶)

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب خبر دی جائے ایک انکے کو ساتھ اسکے جسے بنایا واسطے رحمٰن کے کہاوت ہو جائے

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ

چہرہ اس کا سیاہ اور وہ دل میں گھٹنے والا ہو (۱۷) کیا جو پالا جائے میں زینت

وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾

اور وہ ہو میں جھگڑے کے نہ کھل کر بات کرنیوالی (۱۸)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور حق تعالیٰ کیلئے انہوں نے اولاد ٹھہرائی، بیشک انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔ (۱۵) کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے اپنے لئے بیٹیاں رکھ لیں اور تم کو چُن کر بیٹے دیئے۔ (۱۶) (انکا اپنا حال یہ ہے کہ) جس وقت ان میں سے کسی ایک کو اس چیز کی خبر ملے جسے رحمٰن کے نام لگایا ہے تو اس کا منہ سارا دن سیاہ رہے اور وہ دل میں گھٹ رہا ہے۔ (۱۷) کیا وہ بیٹیاں جن کی زیب و زینت میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ کسی بحث و مباحثہ میں کھل کر بات بھی نہیں کر سکتیں۔ (۱۸)

**لفظی تحقیق:** اَصْفٰى: پسند کیا۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِصْفَاءٌ" سے جو (ص ف و) سے فعل متعدی ہے،

"صَفْوٌ، صَفَاءٌ" مخصوص کر دینا، چُن لینا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کا عجیب حال ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے کیا کیا نعمتیں عطاء کیں، زمین بنا کر اس میں ان کے چلنے پھرنے کی راہیں بنا دیں، آسمان سے بارش برسا کر زمین کو خشکی کے بعد پھر ہرا بھرا کیا، جس سے ثابت ہوا کہ وہ مردہ کو پھر زندہ کر سکتا ہے، ان نعمتوں پر یہ اس کا شکر ادا کرتے تو ان کیلئے کیا ہی اچھا ہوتا، اس کے بدلے الٹا یہ اس کی گستاخیاں کرنے لگے، اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد بنانے لگے، یہ کیسی کھلم کھلا نمک حرامی ہے، اتنا نہ سوچا کہ کیا اللہ تعالیٰ کیلئے پسند کرنے کو بیٹیاں ہی رہ گئیں تھیں جنہیں خود یہ ایک حقیر مخلوق سمجھتے ہیں اور اگر کوئی کسی سے کہہ دے کہ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے تو اس کا چہرہ غم کے مارے سیاہ ہو جاتا ہے اور سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ جاتا ہے، یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس مخلوق کا کام ہی زیور پہننا اور اپنے آپ کو سجانا ہو اور جو بات چیت میں کھل کر اپنی بات نہ منوا سکے، نہ دوسرے کی غلط بات رد کر سکے وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی اولاد مانی جا سکتی ہے۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا: اور جب ان مشرکوں میں سے کسی کو اس چیز کی خبر دی جاتی ہے جس کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ مثال بیان کی ہے، مطلب یہ ہے کہ مشرک خود اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اسی بیٹی کی پیدائش کی خبر جب ان میں سے کسی شخص کو دی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غم کے مارے ان کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اسے اس قدر تکلیف پہنچتی ہے کہ وہ اپنے لئے کسی بھی صورت میں بیٹی کو پسند کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتا، چنانچہ وہ غم کی وجہ سے بے چین ہو جاتا ہے اور اس کا جی گھُٹ رہا ہوتا ہے۔

بعض مشرکوں کی اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے "سورۃ النحل" میں بھی بیان فرمایا ہے، وہاں بھی ارشاد ہے کہ: ان میں سے جب کسی شخص کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ غم کے مارے سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کا

جی غم کی وجہ سے گھٹنے لگتا ہے، پھر وہ اس خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ آیا وہ ذلّت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اسے زمین میں زندہ گاڑھ دے، یہ مشرکوں کی کس قدر کم ظرفی اور حماقت ہے کہ جس چیز کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نام لگاتے ہیں، بعض مشرکوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر گھر سے ہی بھاگ جاتے تھے، چنانچہ اس قسم کا ایک واقعہ امام جاحظ نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں بھی نقل کیا ہے، جب کسی عورت کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور اس کا خاوند گھر چھوڑ کر بھاگ گیا تو وہ کہنے لگی! ابی حمزہ کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ گھر نہیں آتا بلکہ اپنے پڑوسیوں کے ہاں راتیں گزارتا ہے، وہ اس بات سے ناراض ہے کہ ہم بیٹے نہیں جنتیں، اللہ کی قسم! یہ تو ہمارے اختیار میں نہیں ہے، ہماری مثال تو ایک کھیتی کی ہے اس میں جیسا بیج ڈالا جاتا ہے ویسی اس کی پیداوار ہو جاتی ہے۔

**اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بھلا! وہ مخلوق (یعنی: بیٹی) جس کو زیب و زینت میں پالا پوسا جاتا ہے اور وہ آپس کے جھگڑے میں بات کو واضح نہیں کر پاتی، اللہ تعالیٰ نے عورت کے متعلق فرمایا ہے کہ: عام طور پر لڑکیوں کی پرورش زیورات میں ہوتی ہے، لڑکیاں بات چیت کرنے میں بھی عام طور پر لڑکوں کی نسبت کمزور واقع ہوئی ہیں، اگرچہ بعض لڑکیاں بھی باتوں میں تیز طرار ہوتی ہیں مگر عام طور پر ان کی حالت یہی ہے کہ وہ نہ تو مشقت کے کام کر سکتی ہیں اور نہ بات چیت میں زیادہ چالاک ہوتی ہیں بلکہ وہ بعض اوقات دباؤ کا شکار ہو کر بات چیت میں آزاد نہیں ہوتیں۔

**وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ:** مطلب آیت کا یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ اپنے دل کی بات کو قوت اور وضاحت کیساتھ بیان کرنے پر مردوں کے برابر طاقت نہیں رکھتیں؛ اس لئے اگر کہیں بحث مباحثہ ہو جائے تو اپنی بات کو ثابت کرنا اور دوسرے کی بات کو رد کرنا اس کیلئے مشکل ہوتا ہے لیکن یہ بات اکثریت کے اعتبار سے ہے، لہٰذا اگر کچھ عورتیں بولنے میں بیباک ہوں اور اس معاملہ میں مردوں سے بھی بڑھ جائیں تو اس آیت کے خلاف نہیں، کیونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثریت بلاشبہ ایسی ہی ہے۔

## ناسمجھی

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ
اور ٹھہرادیا انہوں نے فرشتوں کو جو کہ ہیں وہ بندے رحمٰن کے عورتیں

اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ قَالُوْا
کیا دیکھی انہوں نے پیدائش انکی ابھی ابھی لکھی جائیگی گواہی ان کی اور پوچھ ہوگی ان سے (۱۹) اور کہا انہوں نے

لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ
اگر چاہتا رحمٰن نہ پوجتے ہم انہیں نہیں واسطے انکے ساتھ اسکے کوئی یقینی بات

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ
نہیں وہ محض اٹکل لڑاتے (۲۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا، کیا انہوں نے ان کا پیدا ہونا دیکھا ہے، ابھی ابھی ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھ ہوگی۔ (۱۹) اور کہتے ہیں اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے، ان کو اس کی کچھ خبر نہیں، یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ (۲۰)

## تفسیر

انسان کیلئے عموماً اللہ تعالیٰ کو پہچاننا جیسا کہ پہچاننا چاہئے ہمیشہ مشکل رہا ہے، عام لوگوں کی دوڑ دنیا کے ظاہری حالات تک ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر رہنمائی نہ کرتے تو ہمیشہ یہ غلط فہمی ہی میں پھنسے رہتے، انسان دیکھتا ہے کہ دنیا میں کوئی کتنا ہی بڑا بن جائے دوسروں کیساتھ مل کر کام کرنے کے بغیر اس کا گزارا نہیں بلکہ وہ بڑا ہی جب بنتا ہے جب دوسرے اس کی مدد کریں، اسی سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ دوسروں کی مدد کی

سہارے حکومت کرتا ہے، عرب کے مشرک تو اللہ تعالیٰ کی اولاد تک مانتے تھے اور پھران کی عقل کو ایسی ٹھوکر لگی کہ اللہ تعالیٰ کی اس فرضی اولاد کو بھی بیٹیاں سمجھا، قرآن مجید نے اس سارے خیال کو سرے سے غلط بتایا، ایسے ہی فرشتوں کی بابت بھی وہ کہتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

ارشاد ہے کہ: تم خوامخواہ دل سے جوڑ کر باتیں کیوں کرتے ہو، غیب کی باتوں کا تمہیں پتہ نہیں اور تم ہو کہ صرف اپنے ہی خیال پر اڑے ہوئے ہو اور اپنے شرک کیلئے یہ بہانہ ڈھونڈتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہو گا کہ ہم شرک کریں، ورنہ وہ چاہتا تو ہمیں زبردستی روک دیتا، مشرکوں کی اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک زانی، چور، ڈاکو وغیرہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو بری الذمہ کرے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر وہ ہمارے ان کاموں سے ناراض ہوتا تو زبردستی ہمیں ان کاموں سے روک دیتا، حالانکہ دنیا کا کوئی بھی عقل مند آدمی ان کی اس دلیل کو درست نہیں کہتا، جس طرح ان لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے اسی طرح مشرکوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے، سنو! یہ نادانی کی باتیں ہیں، شرک سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں کچھ اختیار دے کر چھوڑ دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ تم جو چاہو گے کسی حد تک وہ ہو جائے گا، لیکن ہماری رضامندی اسی میں ہے جو قرآن مجید بتاتا ہے۔

وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا: ان بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں (فرشتوں) کو عورتیں بنا رکھا ہے، کہتے ہیں، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، حالانکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، فرشتوں میں نر اور مادہ والی کوئی بات نہیں، تاہم انہیں احتراماً مذکر تصور کیا جاتا ہے، ان کو عورت کہنے میں تو بڑی گستاخی ہے، فرمایا یہ فرشتوں کو عورتیں سمجھتے ہیں، کیا یہ لوگ فرشتوں کے بنانے کے وقت موجود تھے، جو یہ مذکر مؤنث کا علم رکھتے ہیں، فرمایا ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور پھر ان سے باز پرس بھی ہو گی کہ انہوں ایسی غلط بات کیوں کہی، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہی نہیں، نہ بیٹا نہ بیٹیاں جن کو اس نے اختیار دیدیا ہو کہ لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے پھریں۔

وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ : انہوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ ہم ان کی عبادت نہ کریں تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، گویا وہ خدا کے کہنے پر ایسا کر رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ عبادت پسند نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں اس کام سے زبردستی روک کیوں نہیں دیتا، اگر وہ زبردستی نہیں روکتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اچھا کام ہے، فرمایا! انہیں کچھ بھی علم نہیں، ان کی یہ ساری دلیل بازی اٹکل پچو باتیں ہیں، ان میں کوئی سچائی نہیں بلکہ یہ خود اللہ تعالیٰ پر الزام ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو برائی سے زبردستی نہیں روکتا، کیونکہ دنیا امتحان کی جگہ ہے، اس نے دنیا میں انسانوں کو بھیج کر ان کے سامنے نیکی اور برائی کے راستے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے واضح کر دیئے اور پھر انسانوں کو اختیار دیدیا کہ اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے، انسان اپنے لئے جو بھی راستہ اختیار کرے گا پھر اگر وہ برائی کے راستے پر چل نکلے گا تو ہم اس کیلئے اسی راستہ پر چلنا آسان کر دیں گے اور آگے اس کیلئے دوزخ تیار ہے جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

## مشرکوں کی اندھی تقلید

اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾
کیا دی ہم نے انہیں کوئی کتاب سے پہلے اس کے پس وہ اس کو تھامے ہوئے ہیں (۲۱)

بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى
نہیں بلکہ کہتے ہیں تحقیق ہم نے پایا باپ دادا اپنے کو اوپر ایک طریقہ کے اور تحقیق ہم اوپر

اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ
قدموں کے نشان انکے راستہ پکڑے ہوئے ہیں (۲۲) اور مانند اسکے نہیں بھیجا ہم نے سے پہلے آپکے میں

قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا
کسی بستی کے کوئی ڈرانے والا مگر کہا مالداروں نے انکے تحقیق ہم پایا ہم نے باپ دادا اپنے کو

عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴿۲۳﴾

اوپر ایک طریقہ کے اور تحقیق ہم اوپر قدموں کے نشان انکے کے چل رہے ہیں (۲۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس کو انہوں نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے۔ (۲۱) بلکہ کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ (۲۲) اور اسی طرح جب بھی ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں ڈرسنانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگ کہنے لگے، ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔ (۲۳)

## تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: یہ مشرک لوگ شرک کو کوئی برائی نہیں سمجھتے اور جب ان سے کہا جائے کہ تم برا کرتے ہو تو بے پرواہی سے جواب دیتے ہیں کہ تم تو کہتے ہو کہ سب کام اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتے ہیں، پھر ظاہر ہے کہ ہمارا شرک کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی سے ہوتا ہے، اگر وہ چاہتا تو ہمیں شرک سے زبردستی روک دیتا، یہ ان کے سمجھنے کی غلطی ہے، کسی کام کا واقع ہوجانا اور ہے اور اس کا مرضی کے مطابق ہونا اور ہے، اس لئے ان کی یہ دلیل بالکل غلط ہے، اب وہ بتائیں کہ کیا اس سے پہلے ہم نے کوئی کتاب ان کے پاس بھیجی ہے جس میں انہیں حکم دیا گیا ہو، مطلب یہ کہ ہم نے تو ان کے پاس ایسی کوئی کتاب یا حکم نہیں بھیجا جس میں غیروں کی عبادت کو جائز قرار دیا گیا ہو کہ شرک کرو، اس پر لاجواب ہوکر وہ کہتے ہیں کہ بس رہنے دو ہم تو اپنے باپ دادوں کے طریقے پر چلتے رہیں گے، ہم نے انہیں یہی کرتے دیکھا اس لئے ہم بھی یہی کرتے رہیں گے، مگر یہ کوئی عقل کا راستہ نہیں بلکہ آنکھیں بند کرکے پہلوں کے پیچھے چلنا ہے، یہی کہہ کر پہلی قوموں نے پیغمبروں کی بات کو ٹال دیا تھا کہ ہم تو وہی کرتے ہیں جو ہمیشہ ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں، انہوں نے ایک طریقہ قائم کر رکھا تھا اور ہمیں وہ بنا بنایا طریقہ مل گیا، ہم انہی کے قدم بہ قدم اسی پر چل پڑے، ظاہر ہے کہ یہ جواب صرف ایک غلط بہانہ تھا کوئی عقل

کی بات نہیں، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ان میں اپنی عقل کچھ ہے ہی نہیں۔

## محض زبردستی

قٰلَ اَوَ لَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ
کہا اس نے کیا اگر آؤں میں پاس تمہارے ساتھ زیادہ سیدھے راستہ کے سے اس کہ پایا تم نے اوپر اسکے

اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا
باپ دادا اپنے کو کہا انہوں نے بیشک ہم ساتھ اسکے جو بھیجے گئے ہو تم جسے دیکر انکار کرنیوالے ہیں (۲۴) پس انتقام لیا ہم نے

مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ اِذْ قَالَ
سے ان پس دیکھ لیں کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا (۲۵) اور جب کہا

اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾
ابراہیم نے باپ اپنے کو اور قوم اپنی سے بیشک میں بیزار ہوں سے اس جسے پوجتے ہو تم (۲۶)

اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾
مگر وہ جس نے پیدا کیا مجھے پس تحقیق وہ عنقریب راہ سمجھائیگا (۲۷)

الزخرف ۴۳ ع ۲ رکوع ۱۰ ۸

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ کہا اس (پیغمبر) نے اگر چہ لاؤں میں تمہارے پاس زیادہ ہدایت والی چیز اس سے جس پر پایا تم نے اپنے باپ دادا کو (پھر بھی تم اپنے مشرک باپ دادا کی پیروی کرو گے)، انہوں نے ضد میں آ کر کہا کہ بیشک ہم اس چیز کو جو تم کو دی گئی ہے نہیں مانتے۔ (۲۴) پس ہم نے انتقام لیا ان سے، پھر دیکھو! کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔ (۲۵) اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ بیشک میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ (۲۶) سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، بیشک وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔ (۲۷)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے ان کی بات سن کر سیدھا اور صاف جواب یہ دیا کہ میں اگر تمہیں ایسا راستہ بتاؤں جو تمہارے باپ دادا کے قائم کئے ہوئے راستے سے بہتر ہو تو کیا تم پھر بھی اپنے باپ دادا ہی کے راستے پر چلنا پسند کرو گے؟ اس سے بڑھ کر معقول سوال کیا ہو سکتا تھا، لیکن ان لوگوں نے ڈھٹائی سے اس کا جواب یہ دیا کہ ہم تو سرے سے تمہاری بات مانتے ہی نہیں، بہتر اور بدتر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس سخت دلی کا کیا ٹھکانہ۔

ارشاد ہے کہ: آخر ہم نے ان کے صاف انکار کا انہیں مزہ چکھایا، پھر جو ان کا انجام ہوا وہ تمہارے سامنے ہے، کوئی بھی عقل مند آدمی باپ دادا کے غلط راستے پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا، دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے معبودوں کو کبھی نہیں مان سکتا میں اپنے خالق کو مانتا ہوں جس نے مجھے بنایا اور وہی مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔

ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ: اپنے باپ دادا ہی کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستے پر کیوں نہیں چلتے جو تمہارے سب سے بڑے دادا ہیں اور جس کی اولاد کہلانے پر تم خود اپنے لئے فخر سمجھتے ہو، وہ نہ صرف توحید کے قائل تھے بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس کی نصیحت کر کے گئے، ان کا طرزِ عمل یہ بتاتا ہے کہ کھلی دلیلوں کی موجودگی میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ

وَ جَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ

اور | کر دیا اسے | کلمہ | باقی رہنے والا | میں | اولاد اسکی کے | تاکہ وہ | رجوع کرتے رہیں (۲۸) | بلکہ میں نے

مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ

فائدہ کا سامان دیا ان کو اور باپ دادا انکے کو یہاں تک کہ آیا پاس انکے سچ اور پیغمبر

مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا

کھولکر بیان کرنیوالا (۲۹) اور جب آیا پاس ان کے سچ کہاانہوں نے یہ جادو ہے اور تحقیق ہم

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ

اس کا انکار کرنے والے ہیں (۳۰) اور کہاانہوں نے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن اوپر کسی مرد کے

مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

دونوں شہروں کے بڑے (۳۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور (ابراہیم) توحید کی بات پیچھے چھوڑ گئے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے رہیں۔(۲۸) بلکہ میں نے فائدہ اٹھانے کیلئے سامان دیا ان کو اور ان کے باپ دادا کو، یہاں تک کہ ان کے پاس سچا دین اور پیغمبر کھول کر سنا دینے والا پہنچا۔(۲۹) اور جب ان کے پاس دین پہنچا، کہا یہ جادو ہے اور ہم اسے نہ مانیں گے۔(۳۰) اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن ان دونوں شہروں میں کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔(۳۱)

**لفظی تحقیق:** جَعَلَهَا: میں "هَا" کی ضمیر اس کلمہ کی طرف ہے جو پہلی آیت سے سمجھ میں آتا ہے اور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا، یعنی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔ قَرْيَتَيْنِ: سے مراد مکہ اور طائف کے دو شہر ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو کلمہ توحید اپنی زندگی میں اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا اسی پر جمے رہنے کی وصیت اپنی اولاد کو کر گئے تھے، اب اگر تمہیں باپ دادا ہی کے طریقے پر چلنا ہے تو اپنے سب سے

بڑے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ پر چلو اور وہ طریقہ یہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں، یہ تم کو تمہارے سب سے بڑے دادا کی پیروی کی طرف بلاتے ہیں، دراصل لوگوں کو دنیا کے لالچ نے گمراہ کر رکھا ہے، یہ اپنے قریب کے باپ دادوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے دنیا میں پھنس کر اصل دین کو جو ان کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھوڑا تھا بھلا دیا، اب اس کے یاد دلانے کیلئے ہم نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے، انہوں نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ حق بات کیا ہے مگر اب انہیں حق ماننے میں اپنی موت نظر آتی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کے باپ دادا دنیا سے دھوکہ کھائے ہوئے انہیں غلط راستہ پر ڈال چکے ہیں، اب یہ قرآن مجید سُن کر کہتے ہیں کہ یہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو دونوں بڑے شہروں مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے سردار پر کیوں نہ اترا۔

## دنیا کی بڑائی کوئی چیز نہیں

اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ
کیا وہ بانٹتے ہیں رحمت رب آپکے کی ہمیں نے تقسیم کی ہے درمیان انکے

مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ
روزی ان کی میں زندگی دنیا کی اور اونچا کیا بعض انکے کو اوپر

بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ؕ وَ رَحۡمَتُ
بعض کے درجوں میں کہ بنائیں بعض انکے بعض کو تابع اور رحمت

رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۲﴾
رب آپکے کی بہتر ہے سے اس جو وہ جمع کرتے ہیں (۳۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** کیا وہ آپ کے رب کی رحمت (پیغمبری) کو لوگوں میں بانٹتے ہیں کہ جسے چاہا پیغمبر بنا دیا، جسے چاہا چھوڑ دیا، ہم نے ان میں ان کی روزی دنیا کی زندگی میں بانٹ دی ہے اور بعض کے بعض پر درجے

بلند کر دیئے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کو اپنا تابع ٹھہراتے ہیں اور آپ کے رب کی رحمت بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ سمیٹتے ہیں۔ (۳۲)

**لفظی تحقیق:** سِخْرِيًّا: بے اجرت محنتی۔ (س خ ر) سے اسم منسوب ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم ان کے ہاتھ میں نہیں کہ جسے چاہیں دیں، جسے چاہیں نہ دیں، خود دنیا ہی کی چیزوں میں دیکھ لو پیغمبری تو بڑی چیز ہے دنیا کا مال و دولت ہی ان کی مرضی کے مطابق نہیں بانٹا گیا، کوئی مال دار ہے، کوئی غریب، ہر ایک کا رتبہ الگ الگ ہے، بڑے مرتبے والا چھوٹے مرتبے والے کو اپنا خدمت گار بنا کر رکھتا ہے، جب مال و دولت تک دینا ہمارے اختیار میں ہے تو پیغمبری تو ہماری ایسی رحمت ہے جس کے سامنے مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں، اس میں ان کے اختیار کو کیسے دخل ہو سکتا ہے جب مال و دولت ہی میں ان کو اختیار نہیں دیا گیا تو پیغمبری میں ان کی خواہش کیسے چلے، یہ سب کچھ ہمارے اختیار میں ہے، ہم اپنی حکمت سے جس کو چاہیں دیں، یہ کیا جانیں کہ ان مکہ اور طائف کے شہروں میں کون ایسے مرتبے والا ہے جسے پیغمبری عطاء کی جائے، یہ ہم جانتے ہیں کہ پیغمبری کے لائق کون ہے، کون نہیں۔

**نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ:** ان کے درمیان دنیا کی معیشت بھی ہم نے تقسیم کی ہے، ہم نے ہر شخص کو اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق رزق تقسیم کیا ہے اور سب کو یکساں نہیں رکھا، بلکہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ہے، نبوت کی تقسیم تو دور کی بات ہے اگر رزق روزی کا اختیار ان کو دیدیتے تو یہ سب کچھ اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کر دیتے اور کسی دوسرے آدمی کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ دیتے۔

# مال بے حقیقت چیز ہے

وَ لَوْ لَآ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ
اور اگر نہ ہوتا یہ کہ ہوجائیں لوگ جماعت ایک البتہ کردیتے ہم واسطے انکے

یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ
جوکافر ہوئے رحمٰن کے واسطے گھروں انکے چھتیں سے چاندی کی اور سیڑھیاں

عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْهَا
کہ اوپر انکے وہ چڑھیں (۳۳) اور واسطے گھروں انکے کے دروازے اور تخت جن کے اوپر

یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ
تکیہ لگائیں وہ (۳۴) اور سونا اور نہیں سب کچھ یہ مگر سامان زندگی

۳ ع ۱۰ ۹ الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾
دنیا کی اور آخرت نزدیک رب آپکے واسطے متقیوں کے (۳۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ زیادہ مال اوردولت ملنے کی وجہ سے ایک دین (کفر) پر ہوجائیں، تو ہم ان لوگوں کو جورحمٰن سے منکر ہیں ان کے گھروں کی چھتیں اورسیڑھیاں جن پر چڑھیں چاندی کے بنادیتے۔(۳۳) اوران کے گھروں کے دروازے اورتخت جن پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں۔(۳۴) سونے کے بنادیتے، مگر یہ سب چیزیں دنیا کی زندگی میں استعمال کا سامان ہیں اورآخرت میں آپ کے رب کے ہاں ان کیلئے ہے جوڈرتے ہیں۔(۳۵)

**لفظی تحقیق:** زُخْرُفًا: سونا۔اس کا عطف "سُقُفاً، اَبْوَاباً، سُرُراً" پر ہے جو"جَعَلْنَا" کے مفعول ہیں۔مَعَارِجَ: سیڑھیاں۔معراج کی جمع ہے جو(ع ر ج) سے اسم آلہ ہے، عروج چڑھنا۔سُرُرٌ: چوکیاں،

تخت۔ سریر کی جمع ہے جس کے معنیٰ بیٹھنے کی چار پائیوں اور چوکیوں کے ہیں۔ یَتَّکِئُوْنَ: فعل مضارع ہے "اِتِّکَاءٌ" سے جو (وک ء) سے بنا ہے۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں مال و دولت عزت کا سبب ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بے حقیقت چیز ہے اور یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نہ ماننے والوں کو بے حساب مل جاتی ہے، یہاں تک کہ ان کے گھروں کی چھتیں، زینے، دروازے، تخت اور سارا سامان سب سونے چاندی کا ہوتا مگر اس خیال سے ایسا نہ کیا گیا کہ لوگ کفر ہی کو اختیار کرلیں گے، ورنہ سونے چاندی سے لوگوں کے گھر بھر دیئے جاتے، یہ تو فقط دنیا کے اندر گزارے کا کچھ سامان ہے، اس میں کچھ نہیں رکھا، ہاں آخرت کی زندگی اصل زندگی ہے اور وہاں کا عیش و آرام انہیں ملے گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر دنیا میں پرہیزگاری کی زندگی بسر کرتے ہیں، وہاں انہیں فقط سونا، چاندی کیا؟ وہ سب کچھ ملے گا جس کی خواہش کریں گے اور یہی اصل کامیابی ہے۔

یہاں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سونے چاندی کی زیادہ فراوانی اس لئے نہیں دی کہ کہیں سب کے سب لوگ مال و دولت کو دیکھ کر کفر کا راستہ ہی نہ اختیار کرلیں، مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہیں کیا کہ یہ مال و دولت مؤمنوں کو عطاء کردیتا تاکہ اس کی وجہ سے سب لوگ ایمان لے آتے، اس شبہ کے جواب میں امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ مال و دولت کی کثرت میں بہت سے خطرات بھی ہیں کہ لوگ دنیا کے آرام و راحت میں مبتلا ہو کر کہیں آخرت کو ہی نہ بھول جائیں اور گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے! جب کوئی انسان اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے (سورۃ العلق، آیت ۶، ۷)۔

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اس شبہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں مؤمنوں کیلئے سونے چاندی کی کثرت

کردی جاتی تو اس میں کافروں کیلئے ایمان لانے کی کشش تو ضرور ہوتی مگر اس قسم کا ایمان محض لالچ کی بناء پر ہوتا نہ کہ دل کی تصدیق کیساتھ، اس قسم کا ایمان منافقوں کا ایمان ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں، آج بھی لوگ دنیا کے مال کی خاطر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں، کتنے ہی لوگ ہیں جو نوکری، مکان، بیوی اور دوسری آسائشوں کی وجہ سے عیسائیت قبول کر گئے اور کتنے لوگ ہیں جنہوں نے محض لالچ میں آ کر مرزائیت کو قبول کر لیا، ظاہر ہے کہ اس قسم کا لالچ والا ایمان اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

## کفر کا وبال

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا

اور جو آنکھیں بند کرے سے ذکر رحمٰن کے مقرر کر دینگے ہم واسطے اسکے ایک شیطان

فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝۳۶ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ

پس وہ واسطے اسکے ساتھی ہوگا (۳۶) اور تحقیق وہ البتہ روکتے ہیں انہیں سے راستہ اور

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۷ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ

یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راستہ پر ہیں (۳۷) یہاں تک کہ جب آئے پاس ہمارے کہے اے کاش

بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝۳۸

درمیان میرے اور درمیان تیرے دوری ہو مشرق مغرب کی پس برا ہے ساتھی تو (۳۸)

**با محاورہ ترجمہ:۔** اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے آنکھیں چرائے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیں، پھر وہ اس کا ساتھی رہے۔ (۳۶) اور وہ ان کو راہ سے روکتے رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر ہیں۔ (۳۷) یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا، کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق مغرب کی دوری ہو، تو بہت برا ساتھی ہے۔ (۳۸)

**لفظی تحقیق:** **یَعْشُ:** اصل میں "**یَعْشُوْا**" ہے "من" شرطیہ کی وجہ سے واؤ گر گئی، اس کا مادہ (ع ش و) ہے "**عَشْوٌ**" کے معنٰی اندھے پن کے ہیں۔ **نُقَیِّضُ:** مقرر کردینا۔ مضارع کا صیغہ ہے۔ **مَشْرِقَیْنِ:** اس سے مراد مشرق اور مغرب ہیں، چونکہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں؛ اس لئے ایک کا نام دوسرے کو دے کر اس کا تثنیہ کردیا۔

## تفسیر

ارشاد ہے: دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اندھا بن جانا گمراہی کی اصل جڑ ہے، اس کی شامت سے آدمی کو ہر طرف سے شیطان جیسے انسان گھیر لیتے ہیں، پھر وہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے، تماشہ یہ ہے کہ وہ شیطان اسے سیدھے راستہ سے بالکل روک دیتے ہیں، مگر وہ سمجھتا ہے کہ میں سیدھے راستے پر ہوں، وہ خیر خواہوں کی بات نہیں سنتا، اس پر بھوت سوار ہوجاتا ہے کہ میرے ہی خیالات اور کام ٹھیک ہیں اور سمجھانے والے کو سمجھتا ہے کہ یہ بے وقوف ہے، ایسے آدمی کے ہدایت کی امید فضول ہے، وہ دنیا کو کبھی نہ سمجھے گا، ہاں جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو آنکھیں کھلیں گی اور دیکھے گا کہ یہ لوگ جو میرے ساتھ لپٹے رہتے تھے شیطان کے خاص چیلے تھے، وہ کہے گا، کاش! میرے اور ان کے درمیان مشرق مغرب کا فاصلہ ہوتا، یہ تو بہت برے ساتھی ہیں۔

**وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ:** مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت، یعنی: قرآن مجید اور وحی سے جان بوجھ کر منہ موڑے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں جو دنیا میں بھی اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اسے نیکیوں سے روک کر برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی جب یہ شخص قبر سے اٹھے گا تو یہ شیطان اس کیساتھ ساتھ ہوگا، یہاں تک کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوجائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے منہ موڑنے کہ اتنی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے کہ انسان کی صحبت

خراب ہوجاتی ہے اور شیطان خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے، اس کو بھلائیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں، وہ کام سارے گمراہی کے کرتا ہے مگر سمجھتا یہ ہے کہ بہت اچھا کر رہا ہے۔ اور جہاں تک کہ شیطان کو مقرر کرنے کا ذکر ہے، وہ اس شیطان کے علاوہ ہے جو ہر مؤمن و کافر کیساتھ لگا یا گیا ہے، کیونکہ وہ مؤمن سے خاص اوقات میں ہٹ بھی جاتا ہے اور یہ ہمیشہ ساتھ لگا رہے گا۔

## کافروں کی بُری حالت

وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ
اور ہرگز فائدہ نہ دے گی انہیں آج جبکہ ظلم کیا تم نے یہ بات کہ تم میں عذاب کے

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ
ایک دوسرے کے شریک ہوں (۳۹) کیا آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو یا راہ سمجھا سکتے ہیں اندھوں کو اور

مَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا
ان کو جو ہیں میں گمراہی کھلی کے (۴۰) پس اگر ہم لے ہی جائیں آپکو تو بھی تحقیق ہم

مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا
سے ان بدلہ لینے والے ہیں (۴۱) یا دکھاہی دینگے آپکو وہ جو وعدہ کیا ہم نے ان سے پس تحقیق ہم

عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ
اوپر ان کے قدرت رکھنے والے ہیں (۴۲) پس مضبوط تھامیں اس کو جو وحی کیا گیا طرف آپکی

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔آج کے دن ہرگز نہیں یہ بات فائدہ پہنچائے گی جبکہ تم نے ظلم کیا ہے، یہ بات بیشک تم اور شیطان عذاب میں مشترک ہو۔ (۳۹) (اے پیغمبر) کیا آپ سنائیں گے بہروں کو یا راہ دکھائیں گے اندھوں کو اور اس کو جو کھلی گمراہی میں بھٹک رہا ہے۔ (۴۰) پس یا تو ہم آپ کو لے جائیں گے اور بیشک ہم ان

لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں۔ (۴۱) اور یا ہم دکھادیں گے آپ کو وہ چیز جس کا وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے، بیشک ہم ان پر قدرت رکھنے والے ہیں۔ (۴۲) پس آپ مضبوطی سے پکڑیں اس چیز کو جو آپ کی طرف اتاری گئی۔

**لفظی تحقیق:** مُنْتَقِمُوْنَ: بدلہ لینے والے ہیں۔ "منتقم" کی جمع ہے جو انتقام سے اسم فاعل ہے۔

مُقْتَدِرُوْنَ: قدرت رکھنے والا۔ مقتدر کی جمع ہے جو اقتدار سے ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: آج تم دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے ہو اور بے دھڑک اس کی نافرمانی کیے جا رہے ہو، اسی کی شامت سے تمہارے اردگرد شیطانوں کا جمگھٹا لگا ہوا ہے اور وہ تمہیں غلط راستے پر چلا رہے ہیں، مگر تم سمجھتے ہو کہ ٹھیک چل رہے ہو، قیامت میں تم ان کی شکل تک سے بھاگو گے، اس دن تم سب کو سخت عذاب میں گرفتار کیا جائے گا، وہاں اس سے بھی عذاب میں کچھ کمی محسوس نہ ہوگی کہ تم سارے کے سارے اسے اکٹھے بھگت رہے ہو گے، جیسے: دنیا میں یہ دیکھ کر تکلیف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے کہ سب اس میں شریک ہیں، آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: اگر آپ کی وفات ہو جائے تب بھی ہم ان سے ان کی گستاخیوں کا بدلہ لے کر رہیں گے اور ہم تو یہ بھی کر سکتے ہیں کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہی ان کی بُری حالت بنادیں کیونکہ یہ ہر طرح ہمارے قابو میں ہیں، ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، آپ کا فرض تو فقط یہ ہے کہ وحی کے ذریعے جو آپ کو حکم ملے اس پر جمے رہو اور کسی کی طرف دیکھنے کی یا کسی کی سننے کی ضرورت نہیں۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ: کیا آپ بہروں کو سنا سکیں گے یا اندھوں کو راہ دکھائیں گے یا اس شخص کو سیدھے راستے پر لے آئیں گے جو کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے؟، مطلب یہ ہے کی کافر و مشرک لوگ اندھوں، بہروں اور گمراہوں کی طرح ہیں، آپ ان کو کیسے سیدھے راستے پر لاسکیں گے یہ تو آپ کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، لہٰذا اگر یہ ایمان نہیں لاتے، آپ کی پیغمبری پر یقین نہیں کرتے اور

قرآن مجید کو وحی نہیں مانتے تو آپ دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ ہم خود ان سے نمٹ لیں گے، پھر یا تو ہم آپ کو لے جائیں گے، یعنی: اپنے پاس بلالیں گے اور اس صورت میں ہم خود ان کافروں اور مشرکوں سے انتقام لینے والے ہیں، ہم ان کو چھوڑیں گے نہیں بلکہ ان کو ان کے بُرے عملوں کا پوری پوری سزا دیں گے۔

فرمایا: دوسری صورت یہ ہے کہ ہم آپ کو دکھادیں گے جو وعدہ ہم نے ان لوگوں کیساتھ کیا ہے کہ جو شخص ایمان، توحید، رسالت اور قرآن مجید کا انکار کرے گا ہم اس کو ضرور سزا دیں گے، چنانچہ ہم آپ کی زندگی میں ان کو عذاب میں مبتلا ہوتے ہوئے دکھادیں گے تاکہ آپ کی تسلی ہوجائے کہ ان کافروں کو ان کے کئے کی سزا مل گئی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بہت سے کافر مشرک اور منافق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی ہلاک کردیئے گئے، بعض ملک بدر ہوئے اور بعض مغلوب ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ: اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے پیغمبر! آپ مضبوطی سے پکڑے رکھیں اس چیز کو جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، آپ قرآن مجید، دین اور شریعت پر سختی سے عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ و تلقین کریں، آپ شیطان کے بہکائے ہوئے لوگوں کی پرواہ نہ کریں، یہی حکم عام ایمان والوں کیلئے ہے کہ وہ قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لیں اور اسی پر عمل کریں۔

## عرب پر احسانِ عظیم

اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ
تحقیق آپ ہیں اوپر راہ سیدھی کے (۴۳) اور تحقیق یہ یادگار ہے لئے آپکے اور لئے قوم آپکی کے

وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ
اور عنقریب تم پوچھے جاؤ گے (۴۴) اور پوچھ دیکھیں جنہیں بھیجا ہم نے سے پہلے آپ میں سے

ع ۴ / ۱۰ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَقَدْ
پیغمبروں اپنے کیا کئے ہم نے سوا رحمٰن کے اور معبود کہ پوجے جائیں (۴۵) اور البتہ تحقیق

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ
بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ آیتوں اپنی کے طرف فرعون کے اور سرداروں اسکے کے پس کہا اس نے بیشک میں

رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾
پیغمبر ہوں پروردگار کا جہانوں کے (۴۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔(۴۳)اور یہ قرآن مجید آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے یادگار ہے اور آگے تم سے پوچھ ہوگی۔(۴۴) آپ پوچھ لیں ان کے بارے میں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے جن کی عبادت کی جائے؟(۴۵)اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اس نے کہا کہ میں سارے جہان کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔(۴۶)

**لفظی تحقیق:** ذِكْرٌ: یادگار۔ یہاں اس سے مراد شہرت اور ناموری ہے۔

## تفسیر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: یقین کرو آپ سیدھے راستے پر چل رہے ہو، اس قرآن مجید کے خلاف کسی کی بات نہ سنو، مخالفین دنیا میں خواہ کتنی ہی عزت اور شہرت حاصل کر لیں جب تک وہ قرآن مجید کو نہ مان لیں ان کی بات ماننی تو دور سننی بھی نہ چاہئے۔

یادرکھو! آپ کی اور آپ کی قوم کی عزت اور شہرت کا ذریعہ یہی قرآن مجید ہے اس کو مضبوط تھامے رہوگے تو دنیا میں بنے رہوگے، بھلا! اس سے بڑھ کر کیا بات ہوگی کہ اس قرآن مجید نے وہ سارے گُر جن پر انسان کی بھلائی اور کامیابی موقوف ہے سب سے پہلے تمہارے سامنے رکھ دیئے اور آپ کو اس کا ذمہ دار کیا کہ یہ گُر ساری دنیا کے انسانوں کو اپنی باتوں اور کاموں کے ذریعے پہنچادو، اے پیغمبر! آپ سے پہلے جو پیغمبر ہم نے بھیجے

ان کے حالات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو ہم نے یہی حکم دیا تھا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف لوگوں کو بلاؤ، کسی پیغمبر نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی پوجنے کے قابل ہے، دیکھو! فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے سردار اس کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے، ہم نے موسیٰ کو ان کی طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا اور موسیٰ نے ان سے کہا کہ سنو! اس سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے میں پیغام لانے والا ہوں۔

وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ : بیشک یہ قرآن مجید نصیحت ہے آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے، عام طور پر ذکر کا معنیٰ نصیحت کیا جاتا ہے، تاہم مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ذکر سے مراد عزت اور اونچا مرتبہ ہے، یہی معنیٰ "سورۃ ص" میں بھی استعمال ہوا ہے "وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ. (آیت، ۱۰)"۔

وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ- : ذرا ان سے پوچھ لیں! جن کو ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنا کر بھیجا، بعض فرماتے ہیں کہ: یہ اس زمانے میں "زبور، تورات اور انجیل" کے پڑھنے والوں سے کہا گیا تھا کہ ان سے پوچھ لیں، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود مقرر کئے ہیں کہ جن کی عبادت کی جائے؟ مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو اپنے سوا کسی کو معبود بنانے کا حکم نہیں دیا، پھر یہ لوگ کس طرح شرک میں مبتلا ہوگئے، پہلے پیغمبروں نے بھی خالص توحید ہی کا درس دیا اور آپ کی تعلیمات اور قرآن مجید کا خلاصہ بھی توحید ہی ہے۔

میں خود نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، میں تمہیں توحید کی دعوت دیتا ہوں اور تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ کفر اور شرک سے باز آجاؤ اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے خاص طور پر فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہوجائے اور میں تجھے تیرے پروردگار کا راستہ بتاؤں تا کہ تجھ میں خوف پیدا ہو (سورۃ النازعات، آیت ۱۸، ۱۹)۔

یہاں پر نشانیوں سے مراد وہ نو معجزات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطاء فرمائے تھے، ان میں دو بڑی نشانیاں لاٹھی اور روشن ہاتھ ہیں، "سورۃ الاعراف" میں آتا ہے: ہم نے فرعونیوں پر طوفان، ٹڈیوں کا لشکر، جوئیں، مینڈک اور خون جیسی واضح نشانیاں بھیجیں، مگر وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی مجرم (آیت ۱۳۳)۔

# فرعون کا برتاؤ

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ﴿۴۷﴾ وَ مَا
پس جب وہ آیا پاس انکے ساتھ نشانیوں ہماری کے اچانک وہ سے ان ہنسنے لگے (۴۷) اور نہیں

نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘ وَ اَخَذْنٰهُمْ
دکھائی ہم نے انہیں کوئی نشانی مگر وہ بڑھ کرتھی سے پہلی نشانی اس جیسی اور پکڑا ہم نے انہیں

بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا
ساتھ عذاب کے تا کہ وہ باز آجائیں (۴۸) اور کہا انہوں نے اے جادوگر! پکار واسطے ہمارے

رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا
رب اپنے کو ساتھ اسکے جو سونپ رکھا ہے اس نے پاس آپکے بیشک ہم ہدایت پالیں گے (۴۹) پس جب کھول دیا ہم نے

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ﴿۵۰﴾
سے ان عذاب اچانک وہ توڑ بیٹھے وعدہ (۵۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر وہ جب ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو لگے ان پر ہنسنے۔(۴۷) اور جو نشانی ہم انہیں دکھاتے گئے وہ پہلی سے بڑی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں۔(۴۸) اور کہنے لگے اے جادوگر! ہمارے واسطے اپنے رب کو پکار جیسا اس نے آپ کو سکھا رکھا ہے، ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔(۴۹) پھر جب ہم نے ان پر سے عذاب اٹھالیا تو فوراً وعدہ توڑنے لگے۔(۵۰)

**لفظی تحقیق:** اُخْتِ: بہن۔ کا معنیٰ بہن ہے لیکن استعمال میں جو چیز دوسری چیز سے ملتی ہو یا اس کے مشابہ ہو اسے اس کی بہن یا اس کا بھائی کہہ دیتے ہیں۔ سَاحِرِ: جادوگر۔ اس زمانے میں جادوگر کو بہت بڑا عالم سمجھا جاتا تھا، کیونکہ جادو کا بڑا چرچا تھا، اس موقعہ پر خوشامد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم یا ساحر تو کہہ دیا مگر پیغمبر پھر بھی نہ مانا۔ یَنْكُثُوْنَ: توڑ ڈالتے تھے۔ مضارع کا صیغہ ہے (ن ک ث) سے "نکث" کے معنیٰ توڑ ڈالنا،

یہاں اپنی بات سے پھر جانا مراد ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ہماری نشانیاں دکھائیں اور وہ لگے ان کی ہنسی اڑانے، حالانکہ وہ بہت پختہ اور سچی نشانیاں تھیں اور ایک نشانی دوسری سے بڑھ کر تھی، پھر ہم نے انہیں دکھ اور تکلیف میں پھنسایا تاکہ وہ ڈر کر ہماری طرف جھکیں، مگر انہوں نے فقط اتنا کیا کہ جب کوئی مصیبت آتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھاگے ہوئے جاتے اور کہتے اے جادوگر، آپ کے رب نے جو کچھ آپ کو عطاء کیا ہے اس کے ذریعے ہمارے لئے دعا کریں کہ یہ بلا ہمارے سر سے دور ہو، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ یہ بلا اگر ٹل گئی تو آپ کا بتایا ہوا راستہ قبول کرلیں گے، ارشاد ہے کہ: پھر ہم ان کے اوپر سے وہ عذاب ہٹا لیتے لیکن وہ عذاب دور ہوتے ہی اپنے قول و اقرار سے ایک دم پھر جاتے، گویا کوئی وعدہ کیا ہی نہیں تھا، بلکہ اپنے ملک اور دولت پر مغرور تھے؛ اس لئے بے دھڑک وعدہ توڑ دیتے تھے۔

## دولت کا غرور

وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ

اور پکارا فرعون نے میں قوم اپنی کو کہنے لگا اے میری قوم کیا نہیں پاس میرے ملک

مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾

مصر کا اور یہ نہریں چل رہی ہیں سے نیچے میرے کیا پس نہیں دیکھتے تم (۵۱)

اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّ لَا یَكَادُ

بلکہ میں بہتر ہوں سے اس شخص جو ہے بے عزت اور نہیں قریب کہ

یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ

صاف بولے (۵۲) پس کیوں نہ ڈالے گئے پر اس کنگن سے سونے یا آئے ہوتے

مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

ساتھ اسکے فرشتے قطار باندھے ہوئے (۵۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔اور فرعون نے اپنی قوم کو پکارا، بولا اے میری قوم! کیا میرے ہاتھ میں مصر کی حکومت نہیں ہے اور یہ نہریں میرے محل کے نیچے چل رہی ہیں کیا تم نہیں دیکھتے۔(۵۱) بھلا! میں ہوں بھی بہتر اس شخص سے جس کی کچھ عزت نہیں اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔(۵۲) پھر اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن کیوں نہ پڑے یا اس کے پاس فرشتے قطار باندھ کر آتے۔(۵۳)

**لفظی تحقیق:** مَهِيْنٌ: بے قدر۔ صفت کا صیغہ ہے (م ھ ن) سے "مِهْنَه" کے معنٰی نوکری کرنا "مَهِيْن" سے مراد ایسا شخص جو دوسروں کا خدمت گار ہو بے قدر۔ مُقْتَرِنِيْنَ: باہم ملے جلے۔ "مقترن" کی جمع ہے، جس کے معنٰی ہیں جڑا ہوا، ملا ہوا۔

## تفسیر

اس زمانے میں مصر کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، یہاں بڑے بڑے کاریگر، انجینئر موجود تھے، دریائے نیل سے کاٹ کاٹ کر بادشاہ کے محل میں اور باغوں میں نہریں جاری کی گئی تھیں، پیداوار کی زیادتی اور دولت کی ریل پیل تھی، خوشحالی آدمی کا سر پھیر دیتی ہے، فرعون اپنے آگے کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا، دربار میں کہنے لگا لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ سارا مصر کا ملک میرے قبضہ میں ہے، میرے محل کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، موسٰیؑ ایک گمنام بے وقار شخص ہے اور تو اور صاف صاف بول بھی نہیں سکتا، کیا میں اس کا فرمانبردار بن جاؤں؟ بھلا! میں اس کا دعوٰی کیسے مان لوں، کہتا ہے میں دنیا بھر کے مالک اور حاکم کا بھیجا ہوا ہوں، کیا خوب اگر ایسا ہوتا تو اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پڑے ہوتے اور اگر اس کا خدا ایسا ہی رعب وداب اور شان وشوکت والا ہے جیسا یہ کہتا ہے تو اس کیساتھ فرشتوں کی قطاروں کی قطاریں ہوتیں اور یہ ان کے بیچ میں بڑی شان سے آتا اور اس کا پیغام پہنچاتا۔

وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ: اور فرعون اپنی قوم کو پکار کر کہنے لگا، اے میری قوم کے لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور کیا یہ نہریں میری نہیں ہیں؟ جو میرے محلات کے سامنے بہہ رہی ہیں، اس زمانے میں مصر کی سلطنت اردگرد کی سلطنتوں سے مال و دولت، تجارت اور زراعت کے لحاظ سے بڑھی ہوئی تھی، بڑا خوشحال ملک تھا، دریائے نیل پر جگہ جگہ ڈیم بنے ہوئے تھے، نہریں جاری تھیں جن سے کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی، فرعون نے اس چیز پر غور کیا کہ دیکھو اتنے خوشحال ملک کی باگ ڈور تو میرے ہاتھ میں ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں کس قدر صاحب اقتدار ہوں؟ پھر اگلا سوال کیا، کیا بھلا! میں اس حقیر شخص سے بہتر نہیں ہوں؟ اس کے پاس نہ مال و دولت ہے، نہ فوج، نہ حکومت، یہ تو ایک بے وقعت سا آدمی ہے، بھلا اس کا اور میرا کیا مقابلہ ہے، میں تو لازماً اس سے بہتر ہوں۔

پھر کہنے لگا موسیٰ کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے، اس زمانے میں سونے کے کنگن پہننا بہت بڑی مال داری اور عزت کی علامت سمجھا جاتا تھا، فرعون خود بھی سونے کے کنگن اور ریشم کا لباس پہنتا تھا، وہ بہترین گھوڑے پر سواری کرتا تھا، کہنے لگا دنیا میں بڑائی کی یہی نشانیاں ہیں مگر موسیٰ اس معیار پر پورا نہیں اترتا، لہٰذا ہم اس کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر نہیں مانتے، پھر کہنے لگا کہ وہ تو بات بھی اچھے طریقے سے نہیں کرسکتا، موسیٰ کی زبان میں توتلا پن تھا جس کی وجہ سے آپ اپنے دل کی بات بھی صحیح طریقے سے بیان نہیں کرسکتے تھے؛ اسی لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی تھی کہ پروردگار! میرے سینے کو کھول دے، میرے کام کو آسان بنادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے، یعنی: توتلا پن دور فرمادے تاکہ یہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں، پھر اس دعاء کے نتیجے میں آپ بات کرنے کے قابل ہوگئے تھے پھر بھی توتلا پن کا کچھ اثر باقی رہ گیا تھا جس کی بناء پر فرعون نے کہا کہ یہ تو بات بھی ٹھیک طرح سے نہیں کرسکتا، بھلا یہ شخص مجھ سے کیسے بہتر ہوسکتا ہے؟

مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات تو سمجھ میں آجاتی تھی مگر آپ کے کی زبان زیادہ صاف نہیں تھی؛ اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا میرے بھائی ہارون کو بھی میرے ساتھ بھیج

دیجئے، کیونکہ اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے اور وہ مجھ سے زیادہ صاف بول سکتا ہے، اگر میری بات کو سمجھنے میں لوگوں کو مشکل پیش آئی تو ہارون علیہ السلام اس کی وضاحت کر دیں گے۔

بہر حال! فرعون کہنے لگا کہ نبوت کی دلیل کے طور پر موسیٰ کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے جاتے یا کم از کم اس کیساتھ لگا تار فرشتے آتے جو اس کی پیغمبری کی تصدیق کرتے تو ہم پھر بھی مان لیتے، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ فرشتوں کی صورت میں کوئی باڈی گارڈ بھی نہیں ہے، لہٰذا ہم اس کی پیغمبری کی بات کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔

# غرور کا انجام

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

پس ہلکا کر دیا اس نے قوم اپنی کو پس اطاعت کی انہوں نے اسکی تحقیق وہ تھے لوگ فاسق (۵۴)

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾

پس جب پس غضب دلایا انہوں نے ہمیں بدلہ لیا ہم نے سے ان غرق کر دیا ہم نے انہیں سب کو (۵۵)

فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ ع ۵ ۱۱

پس کر دیا ہم نے انہیں گئے گزرے اور نمونہ عبرت واسطے پچھلوں کے (۵۶) اور جب بیان کیا گیا بیٹا مریم کا

مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ

مثال کے طور پر اچانک قوم آپ کی سے اس شور مچانے لگی (۵۷) اور بولے کیا معبود ہمارے بہتر ہیں

اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾

یا وہ نہیں کہا انہوں نے آپ سے مگر جھگڑا کرنے کو بلکہ وہ ہیں ہی لوگ جھگڑالو (۵۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر عقل کھو دی اس نے اپنی قوم کی، پھر انہوں نے اس کا کہنا مانا یقیناً وہ نافرمان لوگ

تھے۔(۵۴) پھر جب ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔(۵۵) پھر کرڈالا انہیں گئے گزرے اور ایک مثال پچھلوں کے واسطے۔(۵۶) اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کی مثال بیان کی گئی تبھی آپ کی قوم اس سے شور مچانے لگی۔(۵۷) اور کہتے ہیں ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ، یہ مثال آپ پر ڈالتے ہیں محض جھگڑنے کیلئے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔(۵۸)

**لفظی تحقیق:** اٰسَفُوْ: بھڑکایا انہوں نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "ایساف" سے جس کا مادہ ہے (ا س ف) "اسف" کے معنٰی ہیں رنج وغم "اِءساف" رنج دینا، غضبناک کرنا، ہمزہ یے سے بدل گئی۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا اور وہ لوگ اسی کا کلمہ پڑھنے لگے، اصل میں وہ تھے ہی بدکار، پھر جب انہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے ان کو سزا دی اور سب کو سمندر میں ڈبو دیا اور وہ گئے گزرے ہوں گے اور آئندہ نسلوں کیلئے نمونہ عبرت بن گئے۔

**وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا:** جب حضرت عیسیٰ ابن مریم کی مثال بیان کی گئی، اس مثال سے مراد وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ سورۃ الانبیاء میں بیان فرمائی ہے "تم اور وہ معبود جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے (آیت ۹۹)" نیز فرمایا: اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو دوزخ میں داخل نہ ہوتے، مطلب یہ کہ جن کی تم پوجا کرتے ہو یہ تو عبادت کے لائق ہی نہیں، اگر یہ معبود ہوتے تو پھر دوزخ سے بچ جاتے مگر موجودہ صورت میں تم اور تمہارے یہ جھوٹے معبود سب دوزخ میں جائیں گے۔

جب یہ مثال بیان کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! آپ کی قوم چیخنے چلانے لگی، کہنے لگے دیکھو! آپ ہمارے معبودوں کی بُرائی بیان کررہے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہ بھی دوزخ میں جائیں گے، انہوں نے دلیل کے طور پر کہا کہ ہمارے معبودوں میں تو فرشتے عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں تو

کیا یہ بھی ہمارے ساتھ دوزخ میں جائیں گے؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الانبیاء" میں دیا ہے "جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس دوزخ سے دور رکھے جائیں گے (آیت ۱۰۱)" اس سے مراد فرشتے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ اگرچہ لوگوں نے ان کو معبود بنالیا مگر ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھلائی لکھ دی ہے، لہٰذا وہ اپنے عابدوں کیساتھ دوزخ میں نہیں جائیں گے، انہوں نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ مشرکوں نے خود ہی ان کو خدا کے درجے پر پہنچا دیا، لہٰذا یہ ان کیساتھ سزا میں شریک نہیں ہوں گے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کون تھے؟

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ
نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا ہم نے پر اس اور کر دیا ہم نے نمونہ واسطے بنی

اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ
اسرائیل کے (۵۹) اور اگر ہم چاہیں البتہ کر دیں میں سے تم فرشتے میں زمین کے

يَخْلُفُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ
کہ رہیں تمہاری جگہ (۶۰) اور تحقیق عیسیٰ البتہ نشان ہے واسطے قیامت کے پس ہرگز نہ شک کرو اس میں اور

اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ
پیروی کرو میری یہ ہے راستہ سیدھا (۶۱) اور نہ روک دے تمہیں شیطان

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٢﴾
بیشک وہ ہے لئے تمہارے دشمن ظاہر (۶۲)

**بامحاورہ ترجمہ:** عیسیٰ ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیا اور اس کو بنی اسرائیل کیلئے کھڑا کر دیا۔

(۵۹) اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیں جو تمہاری جگہ زمین پر رہیں۔(۶۰) اور وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے، سو! قیامت میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔(۶۱) اور نہ روک دے تمہیں شیطان اور وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(۶۲)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تو تمہیں اس لئے سنایا جاتا ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت یاد آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بنا باپ کے پیدا کر دیا اور اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ قیامت میں سب کا پیدا کر دینا بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے، تم ہرگز قیامت میں شبہ مت کرو، میرا بتایا ہوا راستہ سیدھا ہے؛ اس لئے میری مانو اور ہرگز شیطان کے بہکاوے میں مت آؤ! وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

**وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ**: یہ عیسائیوں کے غلط عقیدے کا جواب ہے جس کہ بناء پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود قرار دیا تھا، انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اُن کو خدا کا بیٹا قرار دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: یہ تو محض ہماری قدرت کا ایک نمونہ تھا اور ہم تو اس سے بھی بڑھ کر خلافِ عادت کاموں کے کرنے پر قادر ہیں، بغیر باپ کے پیدا ہونا تو کوئی بہت زیادہ خلافِ عادت نہیں، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام بھی تو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، اگر ہم چاہیں تو ایسا کام بھی کر سکتے ہیں جس کی اب تک کوئی مثال نہیں اور وہ یہ کہ انسانوں سے فرشتے پیدا کر دیں۔

**وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ**: اور بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہیں، اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خلافِ عادت بغیر باپ کے پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری اسباب کے بھی لوگوں کو پیدا کر سکتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا اس کیلئے کچھ مشکل نہیں، لیکن اکثر مفسرین کرام نے اس آیت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ

آسمان سے نازل ہونا قیامت کی علامت ہے، چنانچہ آپ کا آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لانا اور دجال کو قتل کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام

وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ

اور جب آئے عیسیٰ ساتھ نشانیوں واضح کے کہا تحقیق آیا ہوں میں پاس تمہارے ساتھ حکمت کے

وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا

اور تاکہ بیان کردوں واسطے تمہارے کچھ وہ کہ اختلاف کرتے تھے تم میں اس پس ڈرو

اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ

اللہ سے اور اطاعت کرو میری (۶۳) بیشک اللہ ہے وہی رب میرا اور رب تمہارا پس عبادت کرو اس کی

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾

یہ ہے راستہ سیدھا (۶۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب عیسیٰ واضح نشانیاں لے کر آئے (عیسیٰ نے) کہا میں تمہارے پاس پکی باتیں لایا ہوں اور بتلانے آیا ہوں بعض وہ چیزیں جن میں تم جھگڑتے تھے، سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (۶۳) بیشک اللہ تعالیٰ ہی میرا رب اور تمہارا رب ہے، سو اسی کی بندگی کرو یہ ایک سیدھا راستہ ہے۔ (۶۴)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتوں کے برابر ٹھہرانا بے وقوفی ہے اور جس میں ذرا سی بھی عقل ہوگی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان سُن کر سمجھ جائے گا کہ انہوں نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا۔

سنو! جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور لوگوں کو اپنی پیغمبری کی نشانیاں دکھائیں تو انہوں نے لوگوں سے کہا میں تمہیں دین و شریعت کی پکی باتیں بتانے آیا ہوں تاکہ تم اپنے عقیدے کو ان کی روشنی میں درست کرو اور میں تمہیں بعض وہ باتیں بھی بتادوں گا جن کی بابت تمہارے اندر پھوٹ پڑ چکی ہے اور اسی لئے حلال و حرام میں فرق کرنا تمہارے لئے مشکل ہوگیا، میں تمہیں صاف صاف بتادوں گا کہ یہ کرو وہ مت کرو، یہ کھاؤ وہ مت کھاؤ، اب تمہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرو جس نے مجھے اپنا پیغمبر بنا کر تمہاری ہدایت کیلئے بھیجا ہے اور جس طرح میں چلاؤں اسی طرح چلو، میرا ہی کہا مانو اعتراض مت کرو، سب سے پہلے میں تم کو دین کا اصلی اور بنیادی قاعدہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، اس لئے اسی کی بندگی کرو، دنیا کے اندر زندگی گزارنے کا یہی سیدھا راستہ ہے۔

وَ لِاُبَیِّنَ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ: اور تاکہ میں بیان کروں تم سے بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، چونکہ بنی اسرائیل میں ضد اور ہٹ دھرمی کا غلبہ تھا؛ اس لئے انہوں نے بعض حکموں میں تبدیلی کرڈالی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی حقیقت واضح فرمادی۔

## فرقہ در فرقہ

فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِہِمۡ ۚ فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا
پس پھٹ گئے بہت سے فرقے سے درمیان انکے پس تباہی ہے واسطے انکے جنہوں نے ظلم کیا

مِنۡ عَذَابِ یَوۡمٍ اَلِیۡمٍ ﴿۶۵﴾ ہَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنۡ
سے عذاب دن دردناک کے (۶۵) کیا انتظار کررہے ہیں یہ مگر قیامت کا کہ آجائے

تَاۡتِیَہُمۡ بَغۡتَۃً وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۶۶﴾ اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ
پاس ان کے اچانک اور وہ نہ جانتے ہوں (۶۶) سارے دوست اس دن

ع ۶ ۱۱ ۱۲

بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾

ایک ان کا واسطے ایک کے دشمن ہوگا مگر پرہیزگار (۶۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر ان کی بیچ سے کئی فرقے پھٹ پڑے، سو ہلاکت ہے ظالموں کیلئے دردناک عذاب کے دن سے خرابی ہی خرابی ہے۔(۶۵) اب یہی ہے کہ قیامت کی راہ دیکھتے ہیں کہ ان پر اچانک آ کھڑی ہو اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔(۶۶) جتنے دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوا ان لوگوں کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔(۶۷)

## تفسیر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آپس میں مختلف فرقے بن گئے، یہودیوں نے تو صاف انکار کردیا کہ ہم انہیں پیغمبر ہی نہیں مانتے، عیسائیوں نے ان کو مانا لیکن آگے چل کر ان کے بھی بہت سے فرقے بن گئے، بعض نے تو صاف طور پر انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا، بعض نے انہیں تین خداؤں میں سے ایک خدا مانا، بعض نے کہا عیسیٰ خود ایک راز ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں ہے مگر خدائی میں حصہ ضرور ہے، بتاؤ! اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور ہے؟ یہ لوگ خود ہی ظالم ہیں اور قیامت کے دن جو بڑا ہولناک دن ہے ان کی بہت بری حالت بنے گی، یہ سب بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے کہ: اب اگر یہ لوگ نہ مانیں تو بس سمجھ لو کہ یہ اس کا انتظار کررہے ہیں کہ اچانک ان کے سر پر قیامت آ کھڑی ہو، لیکن اس دن تو کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، دوست دوست سے بھاگے گا اور سوا ایماندار پرہیزگاروں کے جن میں استاد، شیخ و مرشد، علماء اور اللہ والے لوگ اور دنیا کے تمام بےلوث محبت کرنے والے اور تبلیغ والے شامل ہیں اس لئے کہ ان کی محبت خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ: پس ہلاکت اور بربادی ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا دردناک دن کے عذاب سے، اس سے مراد قیامت والا دن ہے جب مجرم لوگ دردناک عذاب

کا شکار ہوں گے، ظلم کی ابتدا بدعقیدگی یعنی کفر اور شرک سے ہوتی ہے اور پھر اس میں حق تلفی اور دوسرے مظالم شامل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسے لوگوں کو قیامت والے دن ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ: نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر قیامت کا کہ آجائے ان کے پاس اچانک اور ان کو پتہ بھی نہ چلے، فرمایا اب تمام دلیلیں اور ہدایت کے تمام ذرائع آچکے ہیں اور صرف قیامت کا آنا باقی ہے جس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملے گا، فرمایا کیا یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ برپا ہو اور حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے، جب وہ موقع آجائے گا تو کافروں اور مشرکوں کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا کیونکہ عمل کی جگہ تو دنیا تھی اور وہ ختم ہو چکی ہے، اس وقت لوگ دنیا میں واپس آنے، ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی خواہش کریں گے مگر ان کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

## فرمانبرداروں کا انعام

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾

اے بندوں میرے نہیں ڈر اوپر تمہارے آج کے دن اور نہ تم غمگین ہو گے (۶۸)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

جو ایمان لائے ساتھ آیتوں ہماری کے اور رہے فرمانبردار بن کر (۶۹) داخل ہو میں جنت

اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ

تم اور عورتیں تمہاری خوش کئے جاؤ گے تم (۷۰) چکر لگایا جائیگا اوپر انکے ساتھ پیالوں کے

مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ

سے سونے کی اور گلاسوں کے اور میں اسکے ہے جو چاہیں گے اسے جی ان کے اور

تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾

جس سے لذت پائیں آنکھیں اور تم ہو میں اس ہمیشہ رہنے والے (۷۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے میرے بندو! تم پر آج کے دن نہ ڈر ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔ (۶۸) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار بن کر رہے۔ (۶۹) تم اور تمہاری عورتیں جنت میں جاؤ تاکہ تمہاری عزت کی جائے۔ (۷۰) لئے پھریں گی ان کے پاس سونے کے پیالے اور گلاس اور وہاں وہ کچھ ہوگا جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ (۷۱)

## تفسیر

جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر رہے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرتے رہے ان سے قیامت کے دن ارشاد ہوگا کہ: اے میرے بندو! آج تمہارے لئے نہ آئندہ کا ڈر ہے اور نہ پچھلی باتوں کا غم، آئندہ تمہارے لئے چین ہی چین ہے، آج تمہارے پچھلے سارے قصور ہم نے اپنی رحمت سے معاف کر دیئے، یہ ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو مان کر اس کے حکموں کو پورا کیا، ارشاد ہوگا کہ: جاؤ! تم اور تمہاری بیویاں جنت میں جاؤ، وہاں تمہاری خوب عزت کی جائے گی اور تمہاری اتنی خاطرداری کی جائے گی کہ تمہارا دل خوش ہو جائے گا، ارشاد ہے کہ: وہاں خوش رہو، نوعمر خادم سونے کی پلیٹیں اور گلاس لئے ان کے اردگرد گھوم رہے ہوں گے اور وہاں ہر چیز ملے گی جس سے دل کو چین اور آنکھوں کو لذت نصیب ہوگی اور دل جس چیز کی خواہش کرے گا اور پھر یہ کہ تھوڑی سے دیر کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے، اس آیت میں جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ: وہاں قیمتی سے قیمتی کھانے کے برتن اور پینے کے گلاس ہوں گے اور خادم کھانے پینے کی چیزیں لئے ہر وقت ان کے سامنے حاضر رہیں گے اور جو دل میں آرزو ہوگی وہ پوری ہوگی، جو مانگیں گے فوراً ملے گا اور یہ نعمتیں ہمیشہ ملتی رہیں گی۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ: اے میرے بندو! آج کے دن تم پر خوف یا ڈر نہیں ہے، تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام جنت میں پہنچ چکے ہو، اب تمہیں آئندہ کیلئے کسی جسمانی یا روحانی تکلیف کا کوئی خطرہ نہیں، بلکہ تم ہمیشہ کیلئے امن وسکون کی زندگی بسر کرو گے، دنیا کی زندگی میں انسان کتنا بھی خوشحال ہو مگر وہ کسی نہ کسی خطرے میں ضرور پریشان ہوتا ہے، کسی نعمت کے چھن جانے کا خطرہ ہوتا ہے، کبھی صحت کی طرف سے پریشانی، کہیں کسی مالی وجانی نقصان کی پریشانی، جوانی اور پھر عمر ہی گزر جانے کی فکر وغیرہ، بہت سی چیزیں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے انسان کسی نہ کسی وقت پریشان ہو جاتا ہے، مگر جو شخص جنت میں پہنچ گیا وہ ہمیشہ کیلئے پرامن ہو گیا، اسے کسی نقصان کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، خوف اور غم میں یہ فرق ہے کہ خوف کسی آنے والی مشکل کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ غم کسی پچھلی بات پر ہوتا ہے، فرمایا: تمہاری پچھلی زندگی بھی چونکہ کفر، شرک اور گناہوں سے پاک گزری ہوگی لہٰذا تمہیں اس زندگی کے اعمال پر کوئی غم نہ ہوگا کہ فلاں غلط کام کیوں کیا، برخلاف اس کے جو لوگ دنیا کی زندگی میں کفر اور شرک میں مبتلا رہے، انہیں اس زندگی پر غم اور افسوس ہوگا کہ انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور آخرت کیلئے کوئی تیاری نہ کی۔

خوشخبری ان لوگوں کیلئے ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے، آیت سے مراد، حکم، مسئلے، دلیلیں، معجزے ہیں، جو لوگ دل سے ان چیزوں پر ایمان لائے اور زبان سے ان کا اقرار کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تھے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو پورا کرتے رہے۔

پھر اُن سے کہا جائے گا، تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، جب کسی نیک آدمی کو جنت کی خوشخبری دے جائے گی تو اس کیساتھ اس کی بیوی کو بھی جنت میں بھیج دیا جائے گا، اگرچہ اس کے نیک عمل کچھ کم ہی کیوں نہ ہوں، مگر یہ ایمان والوں کی قدردانی ہوگی کہ ان کی بیویوں کو بھی ان کیساتھ ملا دیا جائے گا، اس قسم کی خوشخبری "سورۃ المؤمن" میں بھی بیان ہوئی ہے "ان کے باپ دادوں، بیویوں کو بھی اور اولاد کو بھی جنہوں نے اچھے عمل کئے ہوں گے ان کیساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا (آیت ۸)" تم سب کی عزت کی جائے گی اور تمہارا احترام ہوگا۔

# یہ جنّت ہے

وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾
اور یہ وہی جنت ہے کہ وارث بنائے گئے تم اسکے بدلہ اسکے تھے تم عمل کرتے (۷۲)

لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ
واسطے تمہارے میں اس میوے ہیں بہت سے میں سے ان تم کھاتے ہو (۷۳) تحقیق حکم نہ ماننے والے

فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِيْهِ
میں عذاب دوزخ کے ہمیشہ رہینگے (۷۴) نہیں ہلکا کیا جائیگا وہ سے ان اور وہ میں اس

مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾
ناامید پڑے ہونگے (۷۵) اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن تھے وہ ظلم کرنے والے (۷۶)

وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾
اور پکاریں گے وہ اے مالک! ڈالدے موت پر ہم رب آپ کا وہ کہے گا بیشک تم ٹھہرنے والے ہو (۷۷)

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾
البتہ تحقیق آئے ہم پاس تمہارے ساتھ حق کے اور لیکن بہت سے تمہارے سچ کو ناپسند کرنے والے تھے (۷۸)

اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا
کیا ٹھان لی ہے انہوں نے ایک بات پس بیشک ہم ٹھانتے والے ہیں (۷۹) کیا گمان کرتے ہیں وہ کہ ہم نہیں

نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾
سنتے راز انکے اور سرگوشی انکی کیوں نہیں اور بھیجے ہوئے ہمارے پاس انکے لکھتے رہتے ہیں (۸۰)

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾
کہہ دے اگر ہوتی واسطے رحمٰن کے اولاد پس میں سب سے پہلا عبادت کرنیوالا ہوتا (۸۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ وہی جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے، تمہارے ان کاموں کے بدلے میں جو تم کرتے تھے۔(۷۲) تمہارے واسطے اس میں بہت میوے ہیں، تم ان میں سے کھاتے رہو گے۔ (۷۳) البتہ جو مشرک ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔(۷۴) ہلکا نہ ہوگا وہ ان پر سے اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔(۷۵) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، لیکن وہی ظالم تھے۔(۷۶) اور پکاریں گے، اے مالک! کہیں تیرا رب ہمارا فیصلہ ہی کر دیتا (یعنی: موت دیدیتا)، وہ کہے گا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)۔(۷۷) ہم تمہارے پاس سچا دین لائے ہیں لیکن بہت سے لوگ سچی بات کو ناپسند کرتے ہیں۔(۷۸) کیا انہوں نے ایک بات ٹھہرائی ہے تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے۔(۷۹) کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم ان کا بھید اور ان کا مشورہ نہیں جانتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔(۸۰) آپ کہہ دیں! اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوتا۔(۸۱)

**لفظی تحقیق:** **اُوْرِثْتُمُوْ:** وارث بنائے گئے تم۔ ماضی مجہول ہے، "اِیْرَاث" سے جس کا مادہ (ورث) ہے۔ **اَبْرَمُوْآ:** ٹھان لی ہے انہوں نے۔ فعل ماضی ہے اور "مُبْرِمُوْنَ" اسم فاعل ہے "اِبْرَامٌ" سے جو (ب ر م) سے بنا ہے "بَرْمٌ" کے معنٰی دوہرا کر کے بُننے کے ہیں جس سے دھاگہ مضبوط ہو جاتا ہے "اِبْرَام" کے معنٰی پختہ اور مضبوط ارادہ کرنے کے ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ مقام جہاں تمہارے لئے سونے کے برتن اور من پسند کھانا پینا اس کثرت سے مل رہا ہے اور جہاں تمہاری ہر خواہش پوری ہو رہی ہے یہی وہ جنت ہے جہاں تمہارے باپ آدم کو رکھا گیا تھا اور ایک بھول کی وجہ سے انہیں وہاں سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا گیا تھا اور شرط لگا دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق کام کرو گے تو تمہیں پھر سے جنت میں بھیج دیا جائے گا، آج تمہیں یہ جنت ہمارے فضل سے پھر مل گئی ہے؛ اس

لئے کہ تم نے دنیا میں ہمارے حکم مانے اب یہ جنت تمہاری ہے جو ڈھیروں میووں سے بھری ہوئی ہے، جتنا بھی جی چاہے کھاؤ پیو، آج ہمارے نافرمانوں کو یہ نعمت نصیب نہیں، وہ دنیا میں الجھ کر ہمیں بھولے رہے، آج وہ دوزخ میں جائیں گے اور اسی میں ہمیشہ پڑے رہیں گے، ان پر سے عذاب ذرا بھی ہٹایا یا کم نہیں کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹ جائے گی، گھبرا گھبرا کر دوزخ کے نگہبان کو پکاریں گے کہ اس سے تو تیرا رب ہمیں موت ہی دیدے تو بہتر تھا۔

جب دوزخی ایک مدت تک برابر چلاتے رہیں گے کہ اے رب! اس سے تو ہمیں موت ہی دیدے تو دوزخ کا نگہبان انہیں یہ مختصر جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی میں رہو گے، اس وقت دوزخیوں کو جو تکلیف ہوگی اس کا اندازہ مشکل ہے، یہ سب حالات سنانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں کو ارشاد ہے کہ ہم نے تمہیں سچی باتیں بتادی ہیں لیکن تم ان باتوں کو ناپسند کرتے تھے، اس کا کیا علاج؟، ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید کی باتیں نہ سننے دیں گے، اچھا ہم بھی اس کی سزا دینے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ہم ان کے راز نہیں جانتے اور خفیہ باتیں نہیں سنتے، ان کا یہ خیال غلط ہے ہم سب جانتے اور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ہر وقت جو ان کے پاس ہیں وہ سب کچھ لکھتے رہتے ہیں جو قیامت کے دن ان کے سامنے آئے گا۔

# اللہ تعالیٰ کی بابت غلط خیال

ان آیتوں میں مکہ کے کافروں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تمہاری بری تدبیریں اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں، اگر تم نے لوگوں کو اسلام سے روکنے کا پکا ارادہ کرلیا ہے تو ہم نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ اسلام دنیا بھر میں پھیل کر رہے گا اور تمہاری اس کو روکنے کی ساری کوششیں ناکام ہو کر رہیں گی اور تم منہ کی کھاؤ گے، مکہ کے کافروں نے جب

دیکھا کہ جو کوئی قرآن مجید محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنتا ہے فوراً اس کا اثر قبول کر لیتا ہے اور اسلام کی طرف جھک جاتا ہے تو انہوں نے آپس میں خفیہ مشورہ کیا، انہوں نے کہا اگر ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے تو اسلام ہر جگہ پھیل جائے گا اور پھر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گا، ابھی سے اس کا بندوبست ضروری ہے کہ یہ دین پھیلنے نہ پائے، اس کے بعد سب کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ ہم میں سے جو اسلام قبول کر چکا ہے اگر وہ آزاد ہے تو اس کا رشتہ دار اگر غلام ہے تو اس کا آقا اسے ڈانٹے ڈپٹے، سزائیں دے تاکہ وہ مجبور ہو کر اسلام چھوڑ دے، اور باہر سے آنے والوں کو شہر میں گھسنے سے پہلے اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ ایک شخص نئی باتیں بتانے والا پیدا ہوا ہے اس کی بات نہ سننا بلکہ اس کے پاس بھی نہ بھٹکنا، وہ تمہیں گمراہ کر دے گا، اس کی بات میں جادو کا سا اثر ہے، چنانچہ ہر ایک نے یہ وعدہ کیا کہ ایسا ہی کریں گے اور اس پر عمل شروع کر دیا، اس کا جواب ان آیتوں میں دیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی پکا فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ تمہاری ساری تدبیریں ناکام ہو کر رہیں گی، تم ذلیل ہو گے اور اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا اور ایسا ہی ہوا، مسلمانوں نے اپنے رشتہ داروں اور آقاؤں کے ہاتھ سے ایسی تکلیفیں جھیلیں جن کے بیان ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر بھی اسلام سے کوئی نہ پھرا، کافروں نے ہر جگہ ذلت اٹھائی، آخر بدر کی لڑائی ہوئی اور اس نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

آگے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: انہیں سمجھا دو کہ اسلام تو تمہارے بھلے کی کہتا ہے اور تمہارے غلط خیالات کو صحیح کرنا چاہتا ہے، بھلا تم نے جو اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کی ہے اور ان کی نئی نئی شکلوں میں پوجا شروع کر دی ہے، یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے، یہ تو بالکل ناممکن ہے، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر بالفرض! یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے تو میں اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑھ کر عبادت کرنے والا ہوں، میں اس کی اولاد کو ویسی ہی عزت دینے اور عبادت کرنے کیلئے تیار ہوتا جیسے ان کے شایانِ شان ہو۔

**وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ**: ہم نے ان پر کوئی زیادتی نہیں کی، ہم نے تو دنیا میں ان کو راحت کے تمام سامان مہیا کئے، اس کیساتھ عقل وشعور دیا، پیغمبر کو بھیجا، کتابیں اتاریں اور اس طرح ہدایت کے تمام سبب مہیا کئے مگر انہوں

نے کفر و شرک کا راستہ پکڑا، لہٰذا ہم نے ان کیساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ یہ خود ہی ظالم اور بے انصاف تھے، انہوں نے اپنے اختیار اور ارادے سے غلط راستہ اختیار کیا اور اس طرح دوزخ میں پہنچ گئے۔

اعشیٰ عرب کا مشہور شاعر تھا جو کہ عرب کا باجا کہلاتا تھا، بڑے اثر و رسوخ کا مالک تھا، جونہی کسی کے حق میں کسی کے خلاف کوئی شعر کہہ دیا فوراً مشہور ہو جاتا اور لوگ اس کی بات پر یقین کر لیتے، بعض کتابوں میں ہے کہ یہ شخص مکہ آیا اور اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، اس سے ابو جہل اور اس کی پارٹی کو سخت تشویش پیدا ہوئی کہ اگر اس شخص نے محمد کے دین کو قبول کر لیا تو پھر سارا عرب اس کے پیچھے لگ جائے گا اور اسلام کا راستہ روکنا مشکل ہو جائیگا، چنانچہ انہوں نے اعشیٰ شاعر کو اناج سے لدے ہوئے سو (۱۰۰) اونٹ محض اس لئے دیدیئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ کر سکے، کہتے ہیں کہ یہ شخص اناج لے کر واپس جا رہا تھا کہ راستے میں اونٹ سے گرا، گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا، بہر حال مکہ کے مشرکوں نے لالچ دے کر اعشیٰ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور رکھا۔

## اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے

سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾

پاکی ہے پالنے والے کی آسمانوں کے اور زمین کے رب ہے عرش کا اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۸۲)

فَذَرۡهُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَهُمُ الَّذِیۡ

پس چھوڑ دے انہیں مشغول رہیں اور کھیلیں یہاں تک کہ گھسے رہیں دن اپنے جس کا

یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیۡ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الۡاَرۡضِ

وعدہ کیا گیا ان سے (۸۳) اور وہی ہے جو میں آسمانوں معبود اور میں زمین

اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۴﴾

معبود اور وہ حکمت والا علم والا ہے (۸۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پاک ہے وہ ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔(۸۲) اب ان کو چھوڑ دیں یہ بک بک کرتے رہیں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔(۸۳) اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں اور بندگی ہے زمین میں اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار۔(۸۴)

## تفسیر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: یہ لوگ تو دنیا کے مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور محض کھیل کود سے کام رکھتے ہیں، ان کو اسی میں پھنسا رہنے دو اور کھیل کود میں دل بہلا لینے دو، یہاں تک کہ قیامت کا دن جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے آجائے اور ان کو معلوم ہو جائے کہ جن باتوں کے اندر یہ دنیا میں پھنسے ہوئے تھے وہ بالکل نکمی اور بیکار تھیں، اب سوا اس کے کہ ان پر پچھتائیں ان کیلئے اور کوئی کام نہیں اور پچھتانا بھی ایک دو دن کا نہیں بلکہ ہمیشہ کا ہے، سنو! اگر انسان بننا ہے اور مصیبتوں سے چھوٹنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بابت اپنے خیالات درست کرو، قرآن مجید نے تمہاری سمجھ کے مطابق اس کی صفتیں تمہیں بتادی ہیں، سنو! اسی نے یہ سارا جہان پیدا کیا اور وہی سب کو پالتا ہے اور زمین سے لے کر آسمانوں تک سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی اسکے اپنے خاص خاص حالات کے مطابق ساری ضرورتیں مہیا کرتا ہے، ساری مخلوق زمین سے آسمان تک اس کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے، نہ آسمانوں میں کوئی اس قابل ہے جو معبود بن سکے اور نہ زمین میں کوئی جاندار یا بے جان معبود بننے کے قابل ہے، ہر جگہ وہی اکیلا معبود بننے کا حق دار ہے اور کوئی نہیں، کیونکہ فقط وہی حکمت والا اور علم والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

| وَ | تَبٰرَكَ | الَّذِیْ | لَهٗ | مُلْكُ | السَّمٰوٰتِ | وَ | الْاَرْضِ | وَ | مَا |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اور | بابرکت ہے | وہ کہ | لئے ہے جسکے | بادشاہی | آسمانوں کی | اور | زمین کی | اور | جو |

بَيْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ
میں ہے درمیان ان دونوں اور اسی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم (۸۵) اور

لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ
نہیں مالک جنہیں وہ پکارتے ہیں سوائے اسکے سفارش کے مگر جنہوں نے اقرار کیا

بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾
حق کا اور وہ جانتے بھی ہیں (۸۶)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اور بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور جو کچھ اس کے بیچ میں ہے اور اسی کے پاس قیامت کی خبر ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(۸۵) اور وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں اس کے سوا سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جس نے سچی گواہی دی اور گواہی کا علم بھی رکھتے تھے۔(۸۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ساری خوبیوں کا مالک ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں، اس کے قبضہ میں آسمان کی اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور یہ بھی اس کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی جس دن سارے مُردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہارے عملوں کے مطابق تمہاری بابت فیصلہ کرے گا کہ کون بُرا ہے اور کون اچھا ہے، تم نے جو غلط عقیدے قائم کر رکھے ہیں کہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے ہو اللہ تعالیٰ سے تمہاری سفارش کریں گے اور تمہیں دنیا میں جو چاہو دلوا دیں گے اور قیامت کے دن بھی تمہاری سفارش کر کے تمہیں عذاب سے بچا لیں گے، یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں، اچھی طرح کان کھول کر سُن لو سفارش کسی کے اختیار میں نہیں، یہ جو تم اللہ تعالیٰ کے سوا اور چیزوں کو پکارتے ہو خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ ہوں، بت ہوں یا کوئی اور ہوں، یہ بالکل بے اختیار ہیں، اگر سفارش

کریں گے بھی تو وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دے گا اور یہ اجازت ان ہستیوں میں سے بعض کو دی جاسکتی ہے جنہوں نے دنیا میں زبان سے سچی باتوں کا اقرار کرلیا تھا اور دل سے اچھی طرح جان بوجھ کر انہیں مان لیا تھا اور وہ سچی باتیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری پیغمبر ہیں اور قیامت آنی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں نہ طاقت ہے نہ قدرت، اس لئے فقط اسی سے مانگنا چاہئے۔

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ: اور جن کو یہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

سفارش کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قانون یہ بیان فرمایا ہے کہ: سفارش کا کسی کو اختیار نہیں سوائے اس کے جس نے حق کی گواہی دی، یعنی جس نے کلمہ توحید قبول کیا، جس شخص نے کلمہ توحید قبول نہیں کیا وہ سفارش کرنے کا اہل نہیں ہوسکتا، اس کے اہل تو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، شہید اور نیک لوگ ہی ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ایسے لوگوں کی سفارش کریں گے جن کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہوا ہوگا مگر عملوں میں کچھ کوتاہی رہ گئی تھی، اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرب ترین بندہ بھی کسی کافر، مشرک یا منافق کے حق میں سفارش نہیں کرسکے گا، اور جن کے حق میں گواہی دی جاسکے گی وہ بھی وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے کلمہ حق کو قبول کیا، کسی ایسے شخص کی سفارش نہیں ہوگی جس نے ایمان قبول نہ کیا ہو۔

## جان بوجھ کر ہٹ دھرمی

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾

اور البتہ اگر پوچھیں آپ ان سے کس نے پیدا کیا انہیں البتہ کہیں گے ضرور اللہ نے پس کہاں پھرے چلے جارہے ہو (۸۷)

وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ

اور قسم کہنے کی اسکے اے رب میرے بیشک یہ لوگ ایک قوم ہیں کہ نہیں ایمان لاتے (۸۸) پس منہ موڑ لیں

وقف لازم

ع ۷ ۱۳

عَنۡهُمۡ وَ قُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۹﴾

سے ان اور کہیں سلام ہے پس عنقریب جان لیں گے (۸۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے، پھر کہاں اُلٹے پھرے جارہے ہیں۔(۸۷) قسم ہے پیغمبر کے اس کہنے کی، اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ (۸۸) سو! آپ ان کی طرف سے منہ پھیر لیں اور کہہ دیں سلام ہے، عنقریب وہ جان لیں گے۔(۸۹)

**لفظی تحقیق:** وَقِیْلِهٖ: قسم اسکےقول کی۔ "وَ" قسمیہ ہے، قیل وقال اور قول کے ایک ہی معنٰی ہیں، یعنی: کہنا یا بات کرنا۔ اِصْفَحْ: منہ پھیر لے۔ امر ہے "صَفْحٌ" سے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ عبادت اوروں کی کرتے پھرتے ہیں مگر جب ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے بنایا؟ تو فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر جب اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق مانتے ہو تو اوروں کے آگے سر کیوں جھکاتے ہو، غیروں کے آگے ماتھا کیوں ٹیکتے ہو، یہ سیدھے چلتے چلتے اُلٹے کیوں چلنے لگے، قسم کھا کر دھمکایا گیا ہے، یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں کسی چیز کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی طرف خاص طور پر توجہ کی جائے، یہاں یہ جتلانا مقصود ہے کہ لوگوں نے اس قدر ڈھٹائی اور بے پروائی اختیار کی کہ ہمارے پیغمبر کو ہماری جناب میں صاف کہنا پڑا کہ میں نے انہیں قرآن مجید پڑھ کر سنایا اور اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا، غرض! ہر طرح سے انہیں سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کی مگر یہ لوگ ایسے اکھڑ مزاج ہیں کہ میری بات ہی نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں، ہم نے پیغمبر کی یہ بات سُن لی ہے اور ہم اپنے پیغمبر کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے، اب اے پیغمبر! آپ ان سے کوئی جھگڑا نہ کریں اور ان کی طرف سے منہ

پھیر لیں اور یہ کہہ کر کہ "اچھا سلام" ایک طرف ہو جاؤ، ان کی جلد ہی بُری حالت بننے والی ہے، اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہوگی۔

# سُوْرَةُ الدُّخَان

یہ سورۃ مکہ میں اتری اور اس میں ۵۹ آیتیں اور تین رکوع ہیں، یہ سورۃ "حٰمٓ" سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے پانچویں سورۃ ہے، اس میں "دخان" کا ذکر ہے؛ اس لئے اس کا نام "سورۃ الدُّخان" ہے، "دخان" کی تشریح آگے آئے گی۔

مکہ کے لوگوں نے جب قرآن مجید سنا تو جو دل کے صاف اور انصاف پسند تھے وہ سمجھ گئے کہ یہ غیر معمولی کلام ہے اور دنیا میں اپنا رنگ جما کر رہے گا، بعض لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہو گئے، بعض جو سخت دل تھے صاف انکار کر بیٹھے، ارشاد ہوا کہ: اس قرآن مجید میں غور تو کرو یہ تو بہت صاف اور واضح کتاب ہے، اسے ہم نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا کیونکہ ہمیں انسان کو سخت خطروں سے خبر دار کرنا تھا، اسی رات ہمارے ہاں ہر ہونے والے کام کی بابت حکم جاری ہوتے ہیں، یہ آپ کے رب کی رحمت کا ظہور ہے جو ساری کائنات کا پالنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، مارنا اور زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے، وہ تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں، اچھا اب اس وقت کا انتظار کرو جب ہر جگہ دھواں ہی دھواں پھیل جائے گا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوں گے، گھبرا کر کہیں گے، اے ہمارے رب! اس عذاب کو ہم سے دور کر دے، ہم ایمان لے آئیں گے، بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں، ان کے پاس پیغمبر کھلی باتیں لے کر آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلا دیا، ہم چند روز کیلئے عذاب روک دیتے ہیں لیکن وہ لوگ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا، یاد رکھو! قیامت کے دن سخت پکڑ ہوگی اور تمہاری

ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا، ان سے پہلے فرعون نے بھی ایسا ہی کیا تھا، اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو بڑے معتبر پیغمبر تھے جھٹلایا، انہوں نے نشانیاں دکھلائیں اور کہا کہ مجھے مت ستاؤ یا تو ایمان لے آؤ یا مجھے چھوڑ دو کہ بنی اسرائیل کو تمہاری غلامی سے چھڑا کر کہیں اور لے جاؤں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی، آخر اسے اور اس کے لشکر کو سمندر میں غرق کر دیا گیا اور وہ ساری آرام کی چیزیں چھوڑ کر یہاں سے چلتے بنے، کوئی اتنا بھی نہ ہوا جو انہیں روتا، ذرا سی دیر میں معاملہ ختم ہو گیا اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات ملی، یہ فرعون تھا ہی مغرور، پھر ہم نے بنی اسرائیل کو نوازا اور ان پر بڑے بڑے احسان کئے، یہ عرب کے مشرک بھی انہیں مغروروں کی سی چال چل رہے ہیں، کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندگی نہیں، پس مر گئے سو مر گئے، تم کہتے ہو پھر جینا ہوگا، اچھا ہمارے باپ دادا کو تو پھر زندہ کر کے دکھاؤ، نادانو! تم سے بھی زبردست لوگوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، یہ دنیا، یہ آسمان، یہ زمین کوئی کھیل نہیں، اس کا بڑا زبردست نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کے دن معلوم ہوگا، اچھے لوگ جنت میں جائیں گے، ان کیلئے ہزاروں نعمتیں تیار ہیں، برے لوگ دوزخ میں جائیں گے، نہیں مانتے تو انتظار کرو وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے گی۔

# "سُوْرَۃُ الدُّخَان" کی فضیلت

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص جمعہ کی رات میں "سورۃ الدُّخان" پڑھ لے تو صبح تک اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے اور حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص نے جمعہ کی رات یا دن میں "سورۃ الدُّخان" پڑھ لی اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بنائیں گے۔ (قرطبی براویت ثعلبی)

اٰياتها ـ ٥٩ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ركوعاتها ـ ٣

سورۃ الدخان مکی ہے۔ اس میں اُنسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

# قرآن مجید حق ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞١ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞٢ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ مع عند المتقدمین ۱۲

حامیم (۱) اور قسم کتاب کھلی کی (۲) تحقیق ہم اتارا ہم نے اسکو میں ایک رات برکت والی

اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞٣ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۞٤ اَمْرًا

بیشک ہم انجام سے ڈرانے والے (۳) اس رات میں صادر کیا جاتا ہے ہر کام جچا تلا (۴) حکم ہوکر

مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۞٥ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ

سے پاس ہمارے تحقیق ہم ہیں بھیجنے والے (۵) رحمت سے رب آپکے کی بیشک

هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞٦ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا

وہی ہے سننے والا جاننے والا (٦) جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو

بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞٧ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ وقف لازم

درمیان ان دونوں کے اگر ہو تم یقین کرنے والے (۷) نہیں کوئی معبود سوا اسکے زندہ کرتا ہے اور

يُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞٨

مارتا ہے رب تمہارا اور رب باپ دادا تمہارے کا اگلے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔حٰمٓ ۔(۱)قسم ہے اس کتاب واضح کی ۔(۲)ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں اتارا، ہم ہیں ڈرانے والے ۔(۳)اسی رات میں جدا کیا جاتا ہے ہر معاملہ حکمت والا ۔(۴)حکم ہو کہ ہمارے پاس سے ہم بھیجنے والے ہیں ۔(۵)آپ کے رب کی رحمت، وہی ہے سننے والا، جاننے والا ۔(۶)رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کا اگر تم یقین کرنے والے ہو۔(۷)اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے۔(۸)

**لفظی تحقیق:** یُفْرَقُ: جدا کر دیا جاتا ہے۔مضارع مجہول ہے (ف ر ق) سے اس کا مصدر فرق اور فرقان ہے، جس کے معنٰی جدا کر دینے اور علیحدہ کر دینے کے ہیں، مضبوط طے شدہ "اَمْراً یَفْرُقُ" حال ہے ،یعنی: جو کام طے ہو جاتا ہے اس کا حکم اسی رات میں صادر ہوتا ہے۔لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ: برکت والی رات۔روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات سارے سال کے کام طے ہو کر ان کی بابت حکم دیا جاتا ہے کہ یہ اس طرح ہوں گے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس صاف صاف باتوں والے قرآن مجید کے نازل کرنے کا فیصلہ مبارک رات میں ہوا، اللہ تعالٰی جو آپ کا رب ہے اس نے اپنی رحمت سے اے محمد! آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا، کیونکہ انسان کو کھری باتیں سنانا اور برے انجام سے ڈرانا ضروری تھا اور آپ کا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا رب ہے، وہ سب کی سنتا ہے اور سارے حالات کو خوب جانتا ہے، اگر تم اس کا یقین کر لو تو تمہارا بیڑا پار ہو جائے، اس کے سوا کوئی نہیں جس کی عبادت کی جائے، زندہ کرنا اور مارنا اسی کے اختیار میں ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور جو تمہارے باپ دادا پہلے گزر چکے ہیں ان کا بھی رب ہے؛ اس لئے اس قرآن مجید کی اتباع کرو۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ: بیشک ہم نے اس کو نازل فرمایا ایک بابرکت رات میں، اس رات کی فضیلت میں آتا ہے کہ جو شخص اس رات کثرت سے عبادت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتے ہیں، البتہ بعض آدمیوں کی اس رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی، ان میں مشرک، کینہ رکھنے والا، والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا، بہرحال بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات بابرکت رات ہے جس میں بندے کی عبادت فوراً قبول ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت جتنی اس رات میں ہوتی ہے اتنی کسی دوسری رات میں نہیں ہوتی، بعض حضرات نے اس رات سے لیلۃ القدر کی رات بھی مراد لی ہے۔

قرآن مجید کے شبِ قدر میں اترنے کا مطلب یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے پورا قرآن مجید دنیا کے آسمان پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا، پھر تیئیس (23) سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترتا رہا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ: ہر سال میں جتنا قرآن مجید اترنا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اتار دیا جاتا تھا۔

## بُری عادت چھوٹنی چاہیے

بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝۹ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ

نہیں بلکہ وہ تو میں ہیں شک کھیلتے ہوئے (۹) پس راہ دیکھیں اس دن کی جب آئے آسمان لے کر

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا

دھواں ظاہر (۱۰) جو ڈھانک لے لوگوں کو یہ ہے عذاب دردناک (۱۱) (کافر کہیں گے) اے رب ہمارے

اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

دور کردے سے ہم یہ عذاب تحقیق ہم ایمان والے ہیں (۱۲) کہاں سے ہو لئے ان کے سمجھنا

وَ قَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَ قَالُوۡا مُعَلَّمٌ

اور تحقیق آچکا پاس انکے پیغمبر صاف کہنے والا (۱۳) پھر پھر گئے وہ سے اس اور بولے پڑھایا ہوا ہے

مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا اِنَّکُمۡ عَآئِدُوۡنَ ﴿۱۵﴾

دیوانہ (۱۴) بیشک کھولنے والے ہیں عذاب کچھ دن تک تحقیق تم وہی کرنے والے ہو (۱۵)

وقف لازم

**بامحاورہ ترجمہ:** کوئی نہیں بلکہ یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں۔(۹) سو! آپ اس دن کا انتظار کریں کہ لائے آسمان کھلا ہوا دھواں۔(۱۰) جو لوگوں کو گھیر لے، یہ ہے دردناک عذاب۔(۱۱) اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کردے ہم ایمان لاتے ہیں۔(۱۲) ان کو سمجھنا کہاں ملے اور ان کے پاس کھول کر سنانے والا پیغمبر آچکا۔(۱۳) پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے یہ تو سکھایا ہوا ہے دیوانہ۔(۱۴) ہم وہ عذاب تھوڑی مدت تک کھولے دیتے ہیں تو تم پھر وہی کرو گے۔(۱۵)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی یہ صفات سُن کر یہ لوگ ہنسی میں ٹال دیتے ہیں اور جو لوگ سوچنے والے ہیں وہ شک وشبہ میں پھنس جاتے ہیں اور ان کا دل نہیں چاہتا کہ یقین کریں، پھر اپنے کھیل اور میلوں ٹھیلوں کی طرف نظر کرکے وہ کام کی باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے اور کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو ایک مان لیا تو ہمارا سارا ٹھاٹھ باٹھ پڑا رہ جائے گا اور یہ ساری چہل پہل غائب ہوجائے گی، آگے ارشاد ہے کہ لوگ غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں، اب تو یہ تبھی چونکیں گے جب وہ عذاب بھرا دن آئے گا، جب ہر طرف گرد وغبار آسمان پر چھا جائے گا اور دھواں لوگوں کو گھیرے گا اور وہ بڑا دکھ بھرا عذاب ہوگا اور گھبرا کر چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! یہ عذاب ہمارے اوپر سے ہٹا دے ہم ایمان لاتے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعاء سے مکہ مکرمہ میں بڑا قحط پڑا اور بھوک کے مارے ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آنے لگا، ارشاد ہے کہ مصیبت میں پھنس کر تو یہ ایسی باتیں کرتے ہیں لیکن

یاد رکھنے والے نہیں، ہمارے پیغمبر نے صاف صاف سمجھایا تو اسے کہہ دیا کہ سکھایا پڑھایا آدمی ہے اپنی عقل نہیں رکھتا، اچھا ہم تھوڑی دیر کیلئے عذاب ہٹالیں تو یہ پھر پہلے سی بیہودہ حرکتیں کرنے لگیں گے۔

آیت میں جس دخان کا ذکر ہے یہ پیشین گوئی کے طور پر آیا ہے کہ آپ انتظار کریں اس واضح دھویں کا جو آسمان پر ہوگا اور لوگوں پر چھا جائے گا، اس کے متعلق حضرات صحابہ و تابعین سے دو قول منقول ہیں، پہلا یہ کہ یہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے جو قیامت کے بالکل قریب واقع ہوگی، یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ملیکہ وغیرہ کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ پیشین گوئی واقع ہو چکی ہے اور اس کا مصداق مکہ مکرمہ کا قحط ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعاء سے اُن پر آیا تھا، وہ بھوکوں مرنے لگے، مردار جانور تک کھانے لگے، آسمان پر بجائے بارش بادل کے ان کو دھواں نظر آتا تھا، یہ دھواں فاقہ کی وجہ سے نظر آتا تھا، یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کا ہے۔

## سزا ٹل نہیں سکتی

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ لَقَدْ

جس دن ہم پکڑیں گے پکڑ بڑی تحقیق ہم انتقام لینے والے ہیں (۱۶) اور البتہ تحقیق

فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

آزمایا ہم نے سے پہلے ان قوم کو فرعون کی اور آیا پاس انکے پیغمبر معزز (۱۷)

اَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّ

کہ سپرد کرو میرے بندوں اللہ کے کو بیشک میں لئے تمہارے پیغمبر امانت دار (۱۸) اور

اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّیْۤ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾

یہ کہ مت چڑھو مقابلے کو اللہ کے تحقیق میں لاتا ہوں پاس تمہارے دلیل کھلی (۱۹)

وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَ اِنْ
اور تحقیق میں نے پناہ لی ساتھ اپنے رب کے اور رب تمہارے کے اس سے کہ پتھر مار وتم مجھے (۲۰) اور اس سے کہ

لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾
نہیں یقین کرتے میرا مجھ سے دور ہو جاؤ (۲۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** جس دن پکڑیں گے ہم، بڑی پکڑ ہوگی، بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ (۱۶) اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو جانچ چکے ہیں اور ان کے پاس عزت والا پیغمبر آیا۔ (۱۷) (اور کہا) کہ خدا کے بندوں کو میرے حوالے کرو، بیشک میں تمہارے پاس معتبر بھیجا ہوا آیا ہوں۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کے مقابل سرکشی نہ کرو، میں تمہارے پاس کھلی دلیلیں لاتا ہوں۔ (۱۹) اور میں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس بات سے کہ مجھے پتھر مارو۔ (۲۰) اور اگر تم میرا یقین نہیں کرتے تو مجھ سے دور ہو جاؤ۔ (۲۱)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: آخر قیامت کا ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ ان سے ان کی نافرمانیوں کا پورا پورا بدلہ لیا جائے گا اور بڑا سخت عذاب دیا جائے گا جو ٹلنے والا نہیں، یہ نہ سمجھیں کہ یونہی چھوٹ جائیں گے، ہم انہیں سزا دیکر رہیں گے، ہم ان سے ان کے عملوں کا بدلہ لینے والے ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، آگے فرعون اور اس کے ساتھیوں کا حال ہے جس سے اس بیان کی توضیح ہوتی ہے، ارشاد ہے کہ: ہم نے ان سے پہلے فرعون کے لوگوں کا امتحان لیا کہ دیکھیں یہ اپنے برے کاموں سے باز آتے ہیں یا نہیں؟ اس غرض سے ان کے پاس ایک باعزت پیغمبر موسیٰ (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے اس سے کہا کہ اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ مت بناؤ، یعنی: بنی اسرائیل کو میرے حوالے کرو اور انہیں اپنی غلامی سے نجات دو، میں معتبر پیغمبر ہوں، دیکھو! اللہ تعالیٰ سے سرکشی مت کرو، میں تمہیں اپنے پیغمبر ہونے کی کھلی نشانیاں دکھا رہا ہوں، مجھے تم دھمکیاں کیا دے رہے ہو میں ان سے ڈرنے والا

نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے جو فقط میرا ہی نہیں بلکہ خود تمہارا بھی پروردگار ہے، میں اس کی پناہ میں ہوں، تم مجھے کسی طرح جان سے نہیں مار سکتے، تم اگر میری بات نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کا حکم نہیں مانتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ، کم از کم مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ، مجھے اپنا کام کرنے دو اور بنی اسرائیل کو یہاں سے نکال کر لے جانے دو۔

## بُروں کا انجام

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ
پس پکارا اسنے اپنے رب کو کہ بیشک یہ لوگ بدکار ہیں (۲۲) پس لیجائیں ساتھ بندوں میرے کے

لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ اتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ
راتوں رات بیشک تمہارا پیچھا کیا جائیگا (۲۳) اور چھوڑ دیں سمندر کو ٹھہرا ہوا تحقیق وہ

جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ
لشکر سب ڈوبنے والے ہیں (۲۴) کتنے ہیں چھوڑ گئے وہ میں سے باغوں اور چشمے (۲۵) اور

زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾
کھیتیاں اور گھر شاندار (۲۶) اور نعمتیں کہ تھے وہ میں اس خوشحال (۲۷)

كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ
ایسا ہی ہوا اور وارث بنادیا ہم نے قوم دوسری کو (۲۸) پس نہ روئے پران

السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲۹ ۱۴
آسمان اور زمین اور نہ ہوئے وہ ڈھیل دیئے گئے (۲۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر دعاء کی (پکارا) موسیٰ نے اپنے رب کو کہ بیشک یہ لوگ مجرم ہیں۔ (۲۲) پھر

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) راتوں رات لے کر نکل جائیں میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ (۲۳) اور چھوڑ جائیں سمندر کو ٹھہرا ہوا، البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ (۲۴) چھوڑ گئے وہ بہت سے باغ اور چشمے۔ (۲۵) اور کھیتیاں اور عزت کی جگہیں۔ (۲۶) اور نعمتیں جن میں وہ خوشحال تھے۔ (۲۷) ایسا ہی ہوا اور ان سب چیزوں کا ہم نے دوسری قوم کو وارث بنایا۔ (۲۸) پھر نہ رویا ان پر آسمان اور زمین اور نہ ان کو ڈھیل دی گئی۔ (۲۹)

## تفسیر

فرعون اور اس کی ہاں میں ہاں ملانے والوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ، اے اللہ! یہ لوگ تو جرم پر جرم کئے جا رہے ہیں، میری ایک نہیں سنتے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم میرے بندوں، یعنی: بنی اسرائیل کو راتوں رات لیکر نکل جاؤ اور سمندر کا رخ کرو، یہ لوگ تمہارے پیچھے آئیں گے، جب تم سمندر پار چلے جاؤ تو اس میں تم راستے بنے ہوئے چھوڑ جاؤ گے یہ بھی تمہارے پیچھے سمندر میں اتر پڑیں گے تو پانی آپس میں مل جائے گا اور یہ سارے کے سارے غرق ہو جائیں گے، ان کے سارے باغ، چشمے، کھیتیاں، گھر اور آرام کے سامان سے بھرے ہوئے جہاں یہ دل لگی کی باتیں کیا کرتے تھے ان سے خالی ہو جائیں گے اور دوسری قوم ان کی مالک بن جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر سمندر پار اتر گئے اور فرعون لشکر سمیت ڈوب گیا، نہ ان پر آسمان رویا نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی، دم بھر میں دنیا ان کے وجود سے پاک ہو گئی، اس سے عبرت حاصل کرو۔

سارے بنی اسرائیل اپنے سالانہ قومی میلے کیلئے شہر سے باہر کھلے میدان میں جمع تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا، اے موسیٰ! میرے بندوں کو لیکر راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ، مگر گھبرانا نہیں کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا، یعنی: فرعون کا لشکر تمہارا پیچھا کرے گا، ہم تمہیں تو اپنی حفاظت میں لے لیں گے مگر انہیں ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر چل پڑے یہاں تک بحرِ قلزم

کے کنارے پہنچ گئے، آگے سمندر تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر، لوگ سخت گھبرا گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو فرعون کے ہاتھوں پکڑے گئے، مگر آپ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں! میرا پروردگار میرے ساتھ ہے، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر میں لاٹھی ماری تو وہ پھٹ گیا اور اس میں خشک راستے بن گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ان راستوں پر ڈال دیا اور وہ حفاظت کیساتھ بحرِ قلزم کو پار کر گئے، خشک راستے ابھی تک موجود تھے اور فرعون کا لشکر پیچھے پیچھے آ رہا تھا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! سمندر کو اسی طرح رکا ہوا چھوڑ دو تاکہ فرعونی لشکر بھی انہی راستوں پر سمندر میں داخل ہو جائے، فرمایا: فرعون کے اس لشکر کو ہم غرق کرنے والے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب فرعون کا لشکر سمندر کے کنارے پر پہنچا تو انہوں نے دیکھا پانی میں خشک راستے بنے ہوئے ہیں جن پر چل کر بنی اسرائیل سمندر پار کر چکے ہیں، چنانچہ فرعون اور اس کے لشکر انہی راستوں پر چل پڑے، تفسیری روایات میں آتا ہے کہ اس لشکر کی تعداد تیرہ لاکھ تھی، چنانچہ جب وہ سمندر کے درمیان میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی پڑا اور پورے کا پورا لشکر سمندر میں غرق ہو گیا۔

آگے اللہ تعالیٰ نے عبرت کے انداز میں فرمایا: اس غرق ہونے والی قوم نے اپنے پیچھے کتنے باغات اور چشمے چھوڑے، عالیشان محل اور مکان چھوڑے جہاں وہ عزت سے رہتے تھے اور جہاں ہر طرح کی سہولتیں میسر تھیں، بڑی بڑی مصری عمارتوں کے نمونے تو آج بھی اہرامِ مصر اور دیگر گنبدوں اور میناروں کی صورت میں موجود ہیں، یہ سب چیزیں فرعونی اپنے پیچھے چھوڑ گئے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی نعمتیں میسر تھیں جن کے ذریعے وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے اور جن میں یہ لوگ خوشیاں منایا کرتے تھے، وہ سب کچھ یہیں چھوڑ گئے۔

یہ واقعہ اسی طرح پیش آیا، فرعونی جو کچھ بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہم نے اس کا وارث دوسرے لوگوں کو بنا دیا، یہ باغات، چشمے، محلات اور تمام نعمتوں پر دوسرے لوگوں کا قبضہ ہوا اور وہ ان سے فائدہ اٹھانے لگے۔

# زمین وآسمان کا رونا

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ: پس ان پر آسمان وزمین کو رونا نہیں آیا، مطلب یہ ہے کہ انہوں نے زمین پر کوئی ایسا نیک عمل نہیں کیا تھا کہ ان کے مرجانے سے زمین روئے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل آسمان تک پہنچا تھا کہ ان کو آسمان روئے، یہ بات بہت سے حدیثوں سے ثابت ہے کہ کسی نیک بندے کی موت پر زمین وآسمان روتے ہیں، حافظ ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آسمان میں ہر بندے کیلئے دو دروازے مقرر ہیں، ایک سے اس کا رزق اترتا ہے اور دوسرے سے اس کا عمل اور اس کی گفتگو اوپر پہنچتی ہے، چنانچہ جب وہ بندہ مرتا ہے تو یہ دروازے اسے یاد کر کے روتے ہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی کہ: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ۔

# اللہ تعالیٰ کی قدرت

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ | لَقَدْ | نَجَّيْنَا | بَنِيْٓ | اِسْرَآءِيْلَ | مِنَ | الْعَذَابِ | الْمُهِيْنِ ﴿۳۰﴾ |
| اور | البتہ تحقیق | نجات دی ہم نے | بنی | اسرائیل کو | سے | عذاب | دردناک (۳۰) |

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مِنْ | فِرْعَوْنَ | اِنَّهٗ | كَانَ | عَالِيًا | مِّنَ | الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ | وَ | لَقَدِ |
| سے | فرعون کے | تحقیق وہ | تھا | اونچا | سے | حد سے گزر جانے والوں (۳۱) | اور | البتہ تحقیق |

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اخْتَرْنٰهُمْ | عَلٰى عِلْمٍ | عَلَى | الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۲﴾ | وَ | اٰتَيْنٰهُمْ | مِّنَ | الْاٰيٰتِ |
| پسند کیا ہم نے انہیں | جان کر | اوپر | جہان والوں کے (۳۲) | اور | دی ہم نے انہیں | سے | نشانیوں |

| | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| مَا | فِيْهِ | بَلٰٓؤٌا | مُّبِيْنٌ ﴿۳۳﴾ | اِنَّ | هٰٓؤُلَآءِ | لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ | اِنْ | هِيَ | اِلَّا |
| وہ | میں جن | آزمائش تھی | کھلی (۳۳) | بیشک | یہ لوگ | البتہ کہتے ہیں (۳۴) | نہیں | وہ | مگر |

مَوْتَتُنَا الْأُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَأْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ
یہی موت پہلی اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے (۳۵) پس لاؤ باپ دادا ہمارے کو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶
اگر ہو تم سچے (۳۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے بچا نکالا۔(۳۰) جو فرعون کی طرف سے تھا، بیشک وہ تکبر کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا تھا۔(۳۱) اور ہم نے انہیں (بنی اسرائیل کو) جانتے ہوئے بھی جہان کے لوگوں سے پسند کیا۔(۳۲) اور ہم نے ان کو نشانیاں دیں جن میں کھلی آزمائش تھی۔(۳۳) بیشک یہ لوگ کہتے ہیں۔(۳۴) اور کچھ نہیں بس یہی ہمارا مرنا ہے پہلی مرتبہ اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں۔(۳۵) زندہ کر کے لے آؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔(۳۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے عذاب سے نجات دی، وہ بہت بڑا سرکش تھا، پھر ہم نے ان کو جانتے بوجھتے ہوئے اس وقت کے سارے جہان والوں پر فضیلت دی اور ان پر انعامات کی بوچھاڑ کر دی تاکہ ان کی آزمائش ہو جائے کہ نیک راستہ اختیار کرتے ہیں یا بُرا، فرعون اور بنی اسرائیل کا قصہ سنا کر ارشاد ہے کہ: یہ عرب کے مشرک قیامت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ مر گئے تو پھر دوبارہ اٹھنا کیسا اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو بھلا! ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو تو زندہ کر کے دکھاؤ، ہم زبانی دعووں کو تو ہرگز نہیں مانتے۔

بنی اسرائیل کی آزادی کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے علم کیساتھ بنی اسرائیل کو جہان والوں پر منتخب فرمایا، یہ اس دور کی بات ہے، اس زمانے میں واقعی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں پر

فضیلت بخشی، پھر جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آخری امت کو تمام امتوں پر فضیلت عطاء فرمائی اور اس کو بہترین امت کہہ کر خطاب فرمایا کہ: تم جہان بھر میں بہترین امت ہو، لیکن پھر بھی اپنے دور میں بنی اسرائیل کو ہی فضیلت حاصل تھی، "عَلٰی عِلْمٍ" کا مطلب یہ ہے کہ ہم جانتے تھے کہ اس امت میں بہت سی کمزوریاں بھی تھیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو باقی لوگوں کے مقابلے میں چُنا۔

وَ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰیٰتِ: اور ہم نے ان کو بہت سی نشانیاں بھی دیں جن میں ان کی کھلی آزمائش تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بہت سے معجزات عطاء فرمائے، بنی اسرائیل کیلئے بادلوں کا سایہ کیا، ان پر من وسلویٰ نازل کیا، اس سے پہلے بحرِ قلزم میں راستے بنا کر ان کو پار کرایا اور اس طرح انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دلائی، یہ سب معجزات اور نشانیاں تھیں جس سے بنی اسرائیل نے فائدہ اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کا حال ذکر کر کے فرمایا کہ: بیشک یہ مکے اور عرب کے مشرک لوگ کہتے ہیں یہ ہماری پہلی موت ہی ہے جو آنے والی ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے، گویا انہوں نے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور عملوں کی جزا سزا کا انکار کر دیا، کہنے لگے اگر تمہارے کہنے کے مطابق تمام مُردوں کو دوبارہ جی اٹھنا ہے تو پھر ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو، اس کے بغیر ہم کیسے مان لیں کہ مرنے کے بعد ہر ایک کو دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، حساب کتاب کی منزل پیش آنی ہے اور پھر عملوں کی جزا سزا کے فیصلے ہونے ہیں۔

## سمجھ سے کام لو!

اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫

کیا وہ | بہتر ہیں | یا | قوم | تبع کی | اور | وہ جو تھے | سے | پہلے ان | تباہ کر دیا ہم نے انہیں

اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

بیشک وہ | تھے | جرم کرنے والے (۳۷) | اور | نہیں | بنایا ہم نے | آسمانوں کو | اور | زمین کو

وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ

اور جو درمیان ہے ان دونوں کے کھیلنے والوں کی طرح (۳۸) نہیں بنایا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق کے اور لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

اکثر ان کے نہیں جانتے (۳۹) بیشک دن فیصلہ کا مقرر وقت ہے انکا سب کا (۴۰)

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

وہ دن کہ نہ کام آئے ساتھی کسی ساتھی کے کچھ اور نہ وہ مدد کیے جائیں (۴۱)

۲ ع ۱۳ ۱۵ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

مگر جس پر رحم کرے اللہ تحقیق وہ وہی زورآور رحم والا ہے (۴۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بھلا! یہ شان وشوکت میں بہتر ہیں یا تبّع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے، ہم نے انہیں تباہ کر دیا بیشک وہ مجرم تھے۔(۳۷) اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ اس کے بیچ میں ہے بنایا تو کوئی کھیل نہیں بنایا۔(۳۸) ہم نے تو انہیں ٹھیک کام کا بنایا ہے پر بہت سے لوگ سمجھتے نہیں۔(۳۹) بیشک فیصلہ کا دن ان سب کے وعدہ کا دن ہے۔(۴۰) جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد پہنچے گی۔(۴۱) مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے، بیشک وہی زبردست رحم کرنے والا ہے۔(۴۲)

**لفظی تحقیق:** تُبَّعٍ: یمن کا بادشاہ تھا۔ اس کی قوم زبردست تھی۔ مِيْقَات: مقرر وقت۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ تبّع کی قوم کے اور جو لوگ مثلاً عاد اور ثمود وغیرہ ان سے پہلے گزرے ہیں ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں، ہم نے انہیں تو ان کے برے عملوں کی وجہ سے تباہ کر ڈالا پھر یہ کون ہوتے ہیں جو ہم سے بچ جائیں گے، سنو! ہم نے جو یہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی کائنات بنائی ہے یہ کھیل کے طور پر نہیں بنائی

بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی تجویز کے مطابق بنائی ہے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے، ان سب کیلئے ایک فیصلہ کا دن مقرر ہے جس دن کوئی کسی کا نہ ہوگا اور نہ کسی کو کسی سے مدد مل سکے گی، ہاں! جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اس کا بیڑا پار ہے، بیشک وہی زبردست قوت والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کتنے مغرور لوگ ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں، ذرا ان سے پوچھو کہ کیا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم، اس قوم کا تعلق یمن کے قبیلے حِمْیَر سے تھا، یہ خاندان اڑھائی تین سو سال تک سباء میں حکمران رہا، وہاں پر کئی تبع گزرے ہیں، یعنی: بڑا، اوسط اور چھوٹا، کہتے ہیں کہ: اس آیت میں اوسط تبع کا ذکر ہے جو خود تو مسلمان تھا مگر اس کی قوم کافر تھی، ساز وسامان کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت کچھ دے رکھا تھا، بڑے خوشحال لوگ تھے، حدیث میں آتا ہے کہ تبع کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ ایمان والا تھا، فرمایا: تبع کے مقابلہ میں ان مکہ کے مشرکوں کی کیا حیثیت ہے، ذرا ان سے پوچھو کہ یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم یا وہ لوگ بہتر تھے جو ان پہلے گزر چکے ہیں؟ اُن کے پاس تو مال و دولت، حکومت اور لاؤ لشکر تھا، مگر ان کے پاس کیا رکھا ہے؟ ہم نے اُن کو بھی ہلاک کر دیا تھا کیونکہ وہ مجرم لوگ تھے، جب یہ بھی انہی کے نقش قدم پر چل کر توحید اور پیغمبر کا انکار کر رہے ہیں تو یہ ہلاکت سے نہیں بچ سکتے، ہم نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو محض کھیل کے طور پر پیدا نہیں کر دیا، بلکہ اس دنیا کے بنانے میں ہماری حکمت پوشیدہ ہے، جس چیز کا آغاز ہے اس کا انجام بھی ضرور واقع ہوگا، قیامت آئے گی اور حساب کتاب بھی ہوگا۔

ہم نے زمین وآسمان کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے، مگر ان میں سے اکثر بے علم ہیں جو اس کی حقیقت کو نہیں جانتے، بیشک فیصلے کا دن ان سب کے وعدے کا دن ہے، وہ دن آنے والا ہے جب سب کاموں کے ٹھیک ٹھیک فیصلے کئے جائیں گے، اس دن ان کو پتہ چلے گا اور پھر انہیں ذرے ذرے کا حساب دینا پڑے گا، یہ ایسا دن ہوگا جس دن کوئی دوست اور ساتھی کسی دوسرے دوست کے کام نہیں آسکے گا بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی فکر ہوگی، اور نہ ہی ان کی کسی دوسرے طریقے سے مدد کی جائے گی، اس دن ایمان اور نیکیاں ہی کام آئیں گی، جس کے پاس یہ

چیزیں ہوں گی وہی امن میں ہوگا، ہاں! جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دروازے کھول دے وہ کامیاب ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اسی شخص پر ہوگی جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لایا، اس کے پیغمبروں کی پیروی کی، بیشک وہ قدرت کا مالک اور زبردست ہے اور ساتھ ساتھ وہ نہایت رحم کرنے والا بھی ہے، جو اس کی طرف رجوع کرے گا وہ ضرور اس کو ہی اپنی رحمت سے نوازے گا، اُس کی رحمت سے نا امید نہیں ہونا چاہئے مگر اس کیساتھ ایمان اور نیک عمل کو اختیار کرنا چاہئے۔

## دوزخ کا نقشہ

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي

بیشک درخت زقوم کا (۴۳) کھانا ہے گنہگاروں کا (۴۴) جیسے پگھلا ہوا تانبہ اُبلتا ہے میں

الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ

پیٹوں کے (۴۵) مانند کھولتے پانی کے (۴۶) پکڑلو اسے پس کھینچو اسے طرف بیچوں بیچ

الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾

دوزخ کے (۴۷) پھر انڈیلو اوپر سر اسکے سے عذاب ابلتے پانی کے (۴۸)

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ

لے چکھ تحقیق تو ہی بڑا زور آور مرتبہ والا تھا (۴۹) بیشک یہ ہے وہی کہ تھے تم

بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ساتھ اسکے جھگڑا کرتے تھے (۵۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یقیناً تھوہڑ کا درخت۔ (۴۳) گنہگاروں کا کھانا ہے۔ (۴۴) جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹوں کے اندر ایسا کھولے گا۔ (۴۵) جیسے: کھولتا پانی۔ (۴۶) (اور کہا جائے گا) پکڑو اس کو اور دھکیلتے ہوئے

معانقہ ۱۲ عند المتأخرین

لے جاؤ دوزخ کے بیچوں بیچ۔(۴۷) پھر اس کے سر پر ڈالو کھولتے ہوئے پانی کا عذاب۔(۴۸) لے چکھ! بیشک تو دنیا میں بڑی عزت والا سردار تھا۔(۴۹) یہ وہی ہے جس میں تم جھگڑتے تھے۔(۵۰)

**لفظی تحقیق:** مُهْلٌ: پگھلا ہوا تانبا۔ تیل کی کالی تلچھٹ کو بھی "مُهْلٌ" کہتے ہیں، یہ زقوم کے پھل کا گودا ہوگا۔ غَلْیٌ: کھولنا۔ یَغْلِیْ: کھولے گا۔ یہ "غَلْیٌ" سے مضارع ہے۔ اِعْتِلُوْا: کھینچتے ہوئے لیجاؤ۔ امر ہے (ع ت ل) سے "عَتْلٌ" کے معنیٰ: گھسیٹتے ہوئے لے جانا۔

# تفسیر

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کا انکار کرنے والوں کو اُس جگہ کی کیفیت بتائی جاتی ہے جہاں انہیں مرنے کے بعد جانا ہوگا، انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ انہیں سخت مصیبت سے پالا پڑے گا، یہ جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرکے گناہ کررہے ہیں انہیں زقوم کے درخت کا رس پینے کو ملے گا، جو زیتون کے تیل کی کالی تلچھٹ کی طرح کا ہوگا یا پگھلے تانبے کی طرح سمجھ لو، وہ پیٹ میں پہنچتے ہی اس طرح جوش میں آجائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی، تمام آنتیں وغیرہ جل اٹھیں گی، ارشاد ہوگا کہ اس کو جکڑلو اور زنجیروں سے کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچ کے حصے میں پہنچادو، اوپر سے اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو، جو باہر سے اندر تک جلاتا ہوا چلا جائے اور وہ اس کا دکھ چکھے اور اس سے کہو کہ: لے اب مزہ چکھ! تو وہی تو ہے جو دنیا میں بڑا زبردست بنا پھرتا تھا اور لوگ تجھے بڑا آدمی سمجھتے تھے، یہی وہ عذاب ہے جس کا حال دنیا میں سُن کر تم خاطر میں نہ لاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم یہ ڈھی باتیں نہیں مانتے۔

اس جگہ پر فرمایا ہے کہ: دوزخیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا اور پھر اس سے کہا جائے گا اس کا مزہ چکھ، بیشک تو دنیا میں بڑا غالب اور عزت دار بنا پھرتا تھا، دنیا میں اس قسم کے بہت سے لوگ ہوئے ہیں جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقتور اور سب سے زیادہ عزت والا سمجھتے تھے، ابوجہل بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو کہا کرتا تھا مکہ میں مجھ سے زیادہ کون عزت والا ہے؟ یہ مٹھی بھر مسلمان میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ اس طرح وہ اپنی

سرداری کا چرچا کیا کرتا تھا۔

مجرموں کی سزاؤں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: دوزخ والوں سے اس طرح بات کی جائے گی، بیشک یہی وہ چیز ہے جس کے متعلق تم شک کرتے تھے اور جھگڑتے تھے، جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تمہیں تمہارے برے کاموں کے انجام سے ڈراتے تھے تو تم کہا کرتے تھے کہ جب مر کر مٹی میں مل جائیں گے، ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو پھر ہم کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ محض وہم ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص دوبارہ زندہ ہوگا، قیامت برپا ہوگی، حساب کتاب کی منزل آئے گی اور پھر جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے، فرمایا: تم ان چیزوں کو سچ نہیں مانتے تھے بلکہ ان میں شک کیا کرتے تھے لو آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور سزا کا مزہ چکھ لو۔

## پرہیزگاروں کا انعام

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾

بیشک پرہیزگار ہیں میں جگہ امن کی (۵۱) میں باغوں اور چشموں کے (۵۲)

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ

پہنیں گے کپڑے باریک ریشم کے اور گاڑھے ریشم کے آمنے سامنے بیٹھے (۵۳) ایسا ہی ہوگا

وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ

اور شادی کرینگے ہم انکی ساتھ خوبصورت بڑی آنکھوں والیوں کے (۵۴) مانگیں گے وہ میں اس ہر قسم کا میوہ

اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى

چین سے بیٹھے (۵۵) نہ چکھیں گے میں اس موت مگر ایک موت پہلی

وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ

اور بچالیا انہیں عذاب دوزخ کے (۵۶) فضل ہے سے رب آپکے کا یہ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ
یہی کامیابی ہے بڑی (۵۷) پس بات یہی ہے کہ آسان کر دیا ہم نے اسے زبان آپکی میں تاکہ وہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿٥٩﴾ ع ۳ / ۱۶
یادرکھیں (۵۸) پس انتظار کریں بیشک وہ بھی انتظار کر رہے ہیں (۵۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بیشک پرہیزگار امن کے گھر میں ہیں۔(۵۱) باغوں میں اور چشموں میں۔(۵۲) پہنتے ہیں پوشاک ریشمی پتلی اور گاڑھی، بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے۔(۵۳) اسی طرح ہوگا اور شادی کرادیں گے ہم ان کی بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔(۵۴) منگوائیں گے وہاں ہر میوہ دل جمعی سے۔ (۵۵) وہاں نہ چکھیں گے موت سوا اُس موت کے جو پہلے آچکی دنیا میں اور بچایا انہیں دوزخ کے عذاب سے۔ (۵۶) آپ کے رب کے فضل نے، یہی ہے بڑی کامیابی۔(۵۷) سو! یہ قرآن آسان کر دیا ہم نے آپ کی زبان میں تاکہ وہ یادرکھیں۔(۵۸) پس! آپ انتظار کریں وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔(۵۹)

## تفسیر

پہلے مجرموں کا حال بیان ہوا، اب اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے بچنے والوں کا حال سُن لو، وہ آرام و آسائش کی جگہ باغوں اور چشموں میں باریک اور موٹے ریشمی کپڑے پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، خوبصورت بیویاں ان کیساتھ ہوں گی، جو پھل چاہیں گے آرام سے بیٹھے بٹھائے مل جائے گا، ایک دفعہ مرچکے سو مرچکے، پھر موت کا نام تک نہ سنیں گے، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا، یہی بڑی کامیابی ہے، اے پیغمبر! ہم نے تو آپ کی زبان میں یہ سب کچھ آسان کر کے سمجھا دیا، اب آپ بھی انتظار کریں وہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ: ہم ان کا حوروں کیساتھ نکاح کر دیں گے جو موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی، جنت کی حوریں انسانوں کی قِسم سے نہیں بلکہ یہ کسی اور پاکیزہ چیز سے بنی ہیں، بعض روایتوں میں

زعفران اور کافور کا ذکر بھی آتا ہے، بعض نے انبر اور مشک جیسے اعلیٰ مادہ کا ذکر کیا ہے، بہر حال یہ جنتی مخلوق جنت والوں کو حاصل ہوگی اور یہ حوریں دنیاوی عورتوں کے علاوہ ہوں گی، جن دنیا کی عورتوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اور شوہر کی اطاعت میں صبر کیساتھ تکلیفیں برداشت کی ہوں گی ان کا مرتبہ جنت میں بہت بلند ہوگا، آگے اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کی ایک اور نعمت کا ذکر کیا ہے۔

یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِکُلِّ فَاکِهَةٍ اٰمِنِیْنَ: جنتی لوگ جنت میں ہر قسم کا پھل امن اور دل جمعی کیساتھ طلب کریں گے جو انہیں مہیا کیا جائے گا، روایات میں آتا ہے کہ جونہی کسی جنتی کے دل میں کوئی پھل کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ پھل خود بخود جنتی کے قریب آجائے گا، وہ اس پھل اتار کر استعمال کرے گا اور اس کی جگہ فوراً دوسرا پھل آجائے گا۔

اور امن سے مراد یہ ہے کہ پھل کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوگی، موسم کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا بلکہ جب اور جتنی مقدار میں کوئی جنتی کوئی سا پھل حاصل کرنا چاہے گا فوراً حاضر کر دیا جائے گا، جہاں تک پھل کے ذائقہ کا تعلق ہے وہ نہایت ہی لذیذ ہوگا، اس دنیا میں تو بعض پھل کڑوے، کسیلے بھی ہوتے ہیں مگر جنت میں ایسا نہیں ہوگا، بلکہ ہر پھل ایسا خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہوگا جس کا اندازہ اس دنیا میں نہیں کیا جاسکتا۔

اے پیغمبر! پس آپ انتظار کریں کیونکہ آپ کے مخالفین بھی انتظار کر رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ اس بات کے انتظار میں ہیں کہ کب آپ کا مشن ناکام ہوتا ہے اور آپ کے ساتھی شکست کھاتے ہیں، جبکہ آپ کا انتظار اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق کیا فیصلہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بعض اوقات دنیا میں بھی نافرمانوں کو سزا دیدیتا ہے اور آخرت میں ہمیشہ کی سزا تو آگے آنے والی ہے، آپ انتظار کریں اور دیکھیں کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔

# سورۃ الجاثیہ

"حٰمٓ" سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے چھٹی سورت ہے اور اس میں ۳۷ آیتیں اور چار رکوع ہیں،

یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، اس کا نام "سورۃ الجاثیہ" ہے جس کے معنیٰ گھٹنوں کے بل بیٹھ جانے کے ہیں، اس سورت میں انسان کو بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے، اس کی پہچان کی نشانیاں آسمان، زمین اور خود تمہاری اور دوسرے جانداروں کی خلقت (بناوٹ) میں ہے، ایمان والے اور یقین لانے والے انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہیں کہ یہ سب ایک قاعدہ کے مطابق ہو رہا ہے، رات اور دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا، پھر وقت پر بارش برسنا اور اس کے ذریعے مرجھائی ہوئی زمین کا تروتازہ اور زندہ ہو جانا اور اس میں سے انسان اور دوسرے جانداروں کے کھانے پینے کی چیزوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے، اے پیغمبر! ہم یہی جچی تلی باتیں آپ کو قرآن میں بتاتے ہیں، ان لوگوں نے ہمارے کہنے کو اور ہماری باتوں ہی کو نہ مانا تو پھر اور کیا مانیں گے، اس سے بہتر باتیں اور کیا ہو سکتی ہیں، یاد رکھو! جو قرآن مجید کی آیتیں سُن کر عاجزی سے سر نہیں جھکاتا اور بہرا بن جاتا ہے اس کی شامت آنے والی ہے اور جو ان آیتوں کی جان بوجھ کر ہنسی اڑائے وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونے والا ہے، ایسے لوگ دوزخ کی طرف جا رہے ہیں، قرآن مجید سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا، مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائے گا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے، قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہ چلیں گے وہ درد بھرے عذاب کا شکار ہوں گے، اور سنو! اللہ تعالیٰ نے سمندر میں کشتیاں چلانے کا سلیقہ تمہیں عطاء کر کے تمہارے لئے راستے کھول دیئے ہیں اور آسمان اور زمین کو حکم دیدیا ہے کہ تمہارے کام میں لگے رہیں، تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، بہرحال ایمان والوں کو ان انکار کرنے والوں کے جال میں پھنس کر نہ رہ جانا چاہئے، وہ اچھے کاموں کی کوشش کریں انہیں اس کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا، مسلمانوں تمہارے لئے یہ قرآن کافی ہے، اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو اپنی خواہشوں میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو، اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہو سکتے، دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے گمراہ ہیں، یہ مر کر جینے کو نہیں مانتے، یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے، حقیقت یہی ہے جو ہم نے اس قرآن مجید میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب ہو کر رہے گا۔

آیاتھا ۔ ۳۷ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتھا ۔ ۴

سورۃ الجاثیہ مکی ہے۔ اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

# اللہ تعالیٰ کی نشانیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۞ ۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ ۲ اِنَّ
حامیم (۱) اتارنا کتاب کا سے طرف اللہ کے زبردست حکمت والا (۲) بیشک

فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۞ ۳ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ
میں آسمانوں کے اور زمین کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے (۳) اور میں پیدائش تمہاروں کے

وَ مَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۞ ۴ وَ اخْتِلَافِ
اور جو پھیلا رکھے میں سے جانوروں نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو یقین رکھتے ہیں (۴) اور بدلنے میں

الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ
رات اور دن کے اور جو اتارا اللہ نے سے آسمان سے رزق

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
پس زندہ کیا ساتھ اسکے زمین کو بعد مرجانے اسکے اور بدلنے میں ہواؤں کے نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۞ ۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ
واسطے اس قوم کے جو سمجھتے ہیں (۵) یہ آیتیں ہیں اللہ کی پڑھتے ہیں ہم انہیں پر آپ ساتھ حق کے

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۝۶

پس ساتھ کونسی بات کے بعد اللہ کے اور آیتوں اسکی کے ایمان لائیں گے(۶)

**بامحاورہ ترجمہ:-** حٰمٓ۔(۱) کتاب کا اتارنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو زبردست حکمتوں والا ہے۔ (۲) بیشک آسمان میں اور زمین میں ایمان والوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔(۳) اور تمہارے بنانے میں اور جس قدر جانور پھیلا رکھے ہیں، ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں۔(۴) اور رات دن کے بدلنے میں اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے روزی اتاری ہے، پھر اس نے زمین کو مرجانے کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے بدلنے میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔(۵) اور یہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک سناتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو اور اس کی باتوں کو چھوڑ کر کونسی باتوں کو مانیں گے۔(۶)

**لفظی تحقیق:** رِزْقٌ: روزی۔ ہر نفع کی چیز کو رزق کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد پانی ہے جس پر زمین کی ساری پیداوار کی بنیاد ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا ہے جو قوت والا اور پکّی اور یقینی بات کہنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں، آسمان اور زمین کی طرف دیکھتے ہی آدمی کہہ اٹھے گا کہ ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی نہیں، پھر انسان اور حیوانات کی خِلقت (بناوٹ) میں غور کرے گا تو کہے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ ہی ان سب کا بنانے والا ہے، پھر دنیا کے حالات کو ادلتے بدلتے دیکھ کر کہ کبھی رات ہے کبھی دن، کبھی زمین خشک ہو کر مردہ ہوجاتی ہے، پھر جب بارش برستی ہے تو زمین تر و تازہ ہوجاتی ہے اور خوب پھولتی پھلتی ہے، اس کی عقل پورے طور پر مان لے گی کہ یہ باتیں سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کے بس کی نہیں، اس کے بعد ارشاد ہے کہ یہ پکی باتیں ہیں جن

میں شک کی گنجائش ہی نہیں، اللہ تعالیٰ صاف تجھے سناتا ہے اور یہ بالکل حقیقت کے مطابق ہیں۔

پہلے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا گیا کہ یہ کتاب، یعنی: قرآن مجید جو ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سنا رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے جو درحقیقت عزت اور قوت والا ہے اور ساتھ ہی ہر چیز کی جڑ بنیاد تک سے باخبر ہے؛ اس لئے اس کی ہر بات واقع کے مطابق اور بالکل ٹھیک اور سچی ہوتی ہے، اگر کوئی پوچھے کی اللہ تعالیٰ کون ہے؟ تو اسے بتادیا گیا کہ جو ایمان لانے، یعنی: ٹھیک بات ماننے اور سچ کے آگے گردن جھکانے کیلئے تیار ہے وہ آسمان اور زمین کو دیکھ کر ہی کہہ اٹھے گا کہ سچ مچ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں طاقت نہیں جو اتنی بڑی چیزیں بنا کر کھڑی کر دے، پھر جو اپنی اور دوسرے جانداروں کی بناوٹ میں غور کرے گا اس کا اس بات پر یقین بڑھتا جائیگا، پھر دن رات کا ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ آنے جانے، بارش برسنے اور اس کے ذریعے خشک زمین کے تروتازہ اور ہری بھری ہو جانے کے نظام کو دیکھ کر اس کی عقل بھی اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہوتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہے کہ: اے محمد! ہم ان آیتوں میں اپنی قدرت کی نشانیاں آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اس کیساتھ ٹھیک بات بتا رہے ہیں جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، یہ لوگ ہماری بات نہیں سنتے اور ہماری نشانیوں کو پوری طرح نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ کوئی اور سچی اور سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے، یہاں سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کائنات میں ہر بات اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، ان آیتوں میں بڑی بڑی نشانیاں گنوا کر اشارہ کیا جا رہا ہے کہ انسان کو ان سب چیزوں سے کس طرح کام لینا چاہئے اور ان سے اپنا تعلق کس طرح قائم کرنا چاہئے، ظاہر ہے کہ انسان ان کا غلط استعمال اور ان کی بابت غلط خیالات قائم کرسکتا ہے، ان نشانیوں کے بیان کرنے کیساتھ قرآن مجید میں ان کا صحیح استعمال کرنا اور ان کی بابت صحیح خیالات قائم کرنا بھی بتایا ہے اور "بِالْحَقِّ" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

قرآن مجید میں دنیا کی چیزوں اور ان کے عجیب وغریب انتظام ہی کا بیان نہیں بلکہ بیان کیساتھ یہ بھی بتایا

گیا ہے کہ انسان ان کی بابت اپنا عقیدہ اور عمل کیسے درست کرے، عقیدہ کی درستی یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور پھر جتنا علم بڑھتا جائے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھتا جائے، عمل کی درستی یہ ہے کہ ہر چیز سے اسی طرح کام لے جس طرح قرآن مجید میں بتایا گیا ہے اور جس طرح حضرت محمد ﷺ نے اس پر چلنا سکھایا ہے۔

## منکروں کا انجام

وَيۡلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍۙ ۝٧ يَّسۡمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتۡلٰى عَلَيۡهِ

خرابی ہے، واسطے ہر جھوٹ باندھنے والے گناہگار کے (۷)، سنتا ہے، آیتیں، اللہ کی، پڑھی جاتی ہیں، پر اسکے

ثُمَّ يُصِرُّ مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ

پھر، اڑ جاتا ہے، بڑا بن کر، گویا، نہیں، سنتا انہیں، پس خوشخبری دے اسے، عذاب

اَلِيۡمٍ ۝٨ وَاِذَا عَلِمَ مِنۡ اٰيٰتِنَا شَيۡـئَا اۨتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ

دردناک کی (۸)، اور، جب، جان لیتا ہے، سے، آیتوں ہماری، کچھ، بنا لیتا ہے اسے، ہنسی

اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ؕ ۝٩ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ جَهَنَّمُ ۚ

وہ لوگ، واسطے انکے، عذاب ہے، ذلت والا (۹)، آگے ان کے، دوزخ ہے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ہر جھوٹ باندھنے والے گناہگار کیلئے خرابی ہے۔(۷) کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں سنتا ہے جو اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں، پھر غرور سے ضد کرتا ہے گویا سنا ہی نہیں، سو! اس کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے۔(۸) اور جب ہماری باتوں میں سے کسی کی خبر پائے تو اس کا مذاق اڑائے، ایسوں کیلئے ذلت والا عذاب ہے۔(۹) ان کے آگے دوزخ ہے۔

**لفظی تحقیق:** اَفَّاكٍ: جھوٹ گھڑنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَثِيۡمٌ: گناہگار۔ صفت مشبہ ہے۔ وَرَآءٌ: سامنے۔ اس کا مادہ (ورہ) ہے اور یہ اسم مکان ہے جس کے معنی پیچھے کے ہیں اور کبھی آگے کے بھی ہوتے

ہیں اور سوا کے معنٰی میں بھی آتا ہے، یہاں اسم مکان ہے اور "مِن قبل" اور "مِن بِعد" کی طرح اس پر بھی "مِنْ" زیادہ کردیا جاتا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جس نے اللہ تعالٰی کی قدرت کی نشانیاں دیکھیں اور ان سے غلط نتیجے نکالے اور برے کام کرتا رہا، اللہ تعالٰی کی نازل کی ہوئی آیتیں سنیں اور پھر ڈھیٹ بن گیا اور تکبر کرنے لگا جیسے سنا ہی نہیں اس کا انجام بہت برا ہوگا، اس کیلئے دکھ بھرا عذاب تیار ہے، بس یہی اس کیلئے خوشخبری سمجھ لو، اس کا طرزِ عمل یہ ہے کہ جب ہماری آیتیں اسے معلوم ہوئیں تو ان کیساتھ ہنسی اور مذاق کرنے لگا، ایسے لوگوں کیلئے سخت عذاب ہے جس سے ان کا سارا غرور نکل جائے گا، وہ دنیا میں کیا بڑے بنے پھرتے ہیں آخرت میں انہیں ذلّت سے واسطہ پڑے گا، ان کے آگے دوزخ ہے۔

## آخرت کا خسارہ

وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا

اور نہ فائدہ دیگا ان کو جو کمایا انہوں نے ذرا بھی اور نہ وہ جنہیں پکڑا انہوں نے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾ هٰذَا هُدًى ۚ

سوا اللہ کے ساتھی اور واسطے انکے عذاب ہے بڑا (۱۰) یہ ہے ہدایت

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ

اور جنہوں نے انکار کردیا ساتھ آیتوں رب اپنے کی لئے انکے عذاب ہے سے دکھ

اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ ع ۱۱ ۱۷

دردناک (۱۱) اللہ جس نے کام میں لگایا واسطے تمہارے سمندر کو تاکہ چلیں کشتیاں

فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

میں اس ساتھ حکم اسکے اور تاکہ ڈھونڈو تم سے فضل اسکے اور تاکہ تم شکر ادا کرو (۱۲)

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ

اور کام میں لگایا لئے تمہارے جو ہے میں آسمانوں کے اور جو میں ہے زمین کے سب کا سب سے طرف اسکی

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ان کے ذرا بھی کام نہ آئے گا جو کمایا تھا اور نہ وہ کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوست بنایا تھا اور ان کیلیے بڑا عذاب ہے۔(۱۰) یہ ہے ہدایت اور جو اپنے رب کی باتوں سے منکر ہیں ان کیلیے ایک دردناک عذاب ہے۔(۱۱) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ اس میں جہاز چلیں اس کے حکم سے اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔(۱۲) اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو تمہارے کام میں لگا دیا سب کو اپنی طرف سے۔

## تفسیر

دنیا میں اکٹھا کیا ہوا مال وہاں کچھ کام نہ آئے گا، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جنہیں انہوں نے اپنا مددگار بنایا تھا وہ ان سے منہ موڑ کر چلتے بنیں گے، بڑے عذاب سے پالا پڑے گا اگر تمہارے ہوش وحواس درست ہیں تو یہ قرآن مجید تمہارے لئے ہدایت نامہ ہے، جنہوں نے اس سے منہ موڑا ان کیلیے دکھ بھرا عذاب تیار ہے، دیکھو! اللہ تعالیٰ کا پہچانا کچھ مشکل نہیں، اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو، گہرے سمندروں اور دریاؤں کو تمہارے کام میں لگا دیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے تم ان پر کشتیاں اور جہاز چلاتے ہو اور ان کے ذریعے تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدے اٹھاتے ہو اور ایک سمندر ہی کیا آسمان اور زمین کی ساری چیزوں کو اپنی رحمت سے حکم دیدیا کہ تمہاری ہی خدمت گزاری میں لگے رہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے سمندروں کو تابع کر دیا ہے،

تابع کرنا دو طرح پر ہے، بعض چیزیں انسان کے اپنے قبضہ میں ہوتی ہیں جن سے وہ فائدہ حاصل کرتا ہے، مثلاً: جانوروں کو تابع کرنے کے متعلق "سورۃ المؤمن" میں فرمایا: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لئے جانوروں کو پیدا کیا جن پر تم سواری کرتے ہو اور جن کا گوشت کھاتے ہو (آیت ۷۹)، یہ انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ جانوروں پر سواری کرے، ہل جوتے، پانی کھینچے یا ان کو ذبح کرکے ان کا گوشت استعمال کرے، تابع کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ بعض چیزیں انسان کے قبضہ میں تو نہیں ہیں مگر وہ انسان کی خدمت گار ہیں، جیسے: "سورۃ الرعد" میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سورج اور چاند کو تابع کر دیا ہے (آیت، ۲)، سورج اور چاند انسان کے قبضہ میں تو نہیں ہیں مگر لوگ سورج کی روشنی اور گرمی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اسی طرح چاند کی دھیمی روشنی سے بھی انسان فائدہ اٹھا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کی خاطر سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا جو اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سمندروں کو تابع کر دیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں اور جہاز چلیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم و ہنر اور عقل وشعور عطاء کیا ہے جس سے کام لیکر وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے لیکر بڑے بڑے جہاز بناتا ہے اور پھر انہیں سمندر میں اتار کر ان سے چیزوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لیجانے کا کام لیتا ہے۔

## صبر کی نصیحت

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾ قُل لِّلَّذِينَ آمَنُوا

بیشک میں اسکے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے جو سوچ بچار کرتی ہے (۱۳) کہہ دیں واسطے انکے جو ایمان لائے

يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا

بخشیں واسطے انکے نہیں امید رکھتے دنوں کی اللہ کے تاکہ بدلہ دے ایک قوم کو اسکا جو

كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ
تھے وہ کمائی کرتے (۱۴) جس نے کام کئے نیک پس واسطے جان اپنی کے اور جس نے بدی کی

فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮
پس اوپر جان اپنی کے پھر طرف رب اپنے کے لوٹائے جاؤ گے (۱۵)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اس میں ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔(۱۳) ایمان والوں سے کہہ دو ان سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ وہ ایک قوم کو سزا دے بدلے اسکے جو وہ کماتے تھے۔(۱۴) جس نے اچھا کام کیا تو اپنے واسطے اور جس نے برا کیا سو اپنے حق میں، پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(۱۵)

**لفظی تحقیق:** اَيَّامَ اللّٰهِ: اللہ کے دن۔اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمانبرداروں کو انعام یا نافرمانوں کو سزا دی، ایام اللہ کی امید نہ رکھنے والے وہ لوگ ہوئے جو اس کی رحمت سے مایوس اور اس کے عذاب سے بے خوف ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: سوچنے والے ان باتوں کو دیکھ کر ضرور اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں گے کہ اس نے ہر چیز کو انسان کے تابع کر دیا اور اتنی عقل دی کہ ان سے کام لینے کے قاعدے دریافت کرے اور ان کے مطابق ان سے ہر طرح کے فائدے حاصل کرے، آخر انسان میں اتنی لیاقت کہاں سے آئی کہ کوئی چیز جس سے وہ کام لینا چاہے اس کی خدمت سے انکار نہیں کرتی بلکہ بہت سی چیزیں خود بخود بغیر اس کی کوشش سے اس کے کام لگی ہوئی ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیاں ہیں لیکن پھر بھی بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں کو دنیا میں رہنے کا قاعدہ بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو اس کی رحمت سے دنیا میں مزے سے زندگی

بسر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے وہ نہ اس کی رحمت کی امید رکھیں اور نہ اس کے عذاب سے ڈریں، ان سے اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو خود ان سے بدلہ لینے کا ارادہ مت کرو، اللہ تعالیٰ پر معاملہ چھوڑ دو، وہ ان کو سزا دے گا یا تو خود تمہارے ہی ہاتھوں انہیں سزا دلوا دے گا یا خود ہی ان پر کوئی عذاب اتار دے گا، تم تو یہ سمجھ لو کہ جو بھلا کرے گا تو اپنے لئے اور برا کرے گا تو اپنے لئے، پھر آخر ایک دن قیامت کا آئے گا کہ تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گے، اس دن سب کا حساب کتاب چکا دیا جائے گا۔

اَيَّامَ اللّٰهِ: یعنی: اللہ تعالیٰ کے دنوں سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی قوم کو سزا ملتی ہے یا اسے انعام سے نوازا جاتا ہے، گویا یہ تاریخی دن ہوتے ہیں جن کے دوران کسی قوم کو یا تو ترقی دی جاتی ہے اور یا انہیں تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے، یہاں پر انتقام لینے یا سزا دینے والا معنیٰ مراد ہے کہ آپ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ تعالیٰ کے سزا دینے کے دنوں کی امید نہیں رکھتے یا ان سے خوف نہیں کھاتے، اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس لشکر کو سمندر میں ڈبو کر تباہ و برباد کر دیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو کہا کہ وہ دن یاد کریں جب ہم نے ان پر انعام کیا۔

## ایک قوم کی مثال

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری

وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ

اور دی ہم نے انہیں سے پاکیزہ چیزیں اور فضیلت دی انہیں پر جہان والوں (۱۶) اور

اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا

دیں ہم نے انہیں صاف باتیں میں سے حکموں پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے مگر بعد اسکے کہ

جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ
آ گیا پاس انکے علم ضد سے درمیان اپنے بیشک رب آپ کا فیصلہ کریگا درمیان انکے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾
دن قیامت کے میں اس کہ تھے وہ میں اس اختلاف کرتے (۱۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو اور ان کو جہان والوں پر فضیلت دی۔(۱۶) اور ان کو دین کی کھلی باتیں دیں، آپس کی ضد سے انہوں نے علم آجانے کے بعد اختلاف کیا، بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا جس بات میں وہ جھگڑتے تھے۔(۱۷)

**لفظی تحقیق:** اَمْرٌ: یعنی: بعض باتوں کے کرنے اور بعض کے نہ کرنے کا حکم ہے، انہی حکموں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں، یعنی: دنیا میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں باوجود اس کے کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے بلکہ بعض تو کھلم کھلا انکار ہی کر بیٹھے ہیں، ایسے آدمیوں کو کان کھول کر سُن لینا چاہئے کہ ان کا انجام اچھا نہ ہوگا، انہیں بنی اسرائیل کے حالات سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے، انہیں ہم نے کتاب تورات دی، حکومت عطاء فرمائی اور بہت سے پیغمبر ان کی ہدایت کیلئے بھیجے، کھانے پینے کی صاف ستھری چیزیں عطاء فرمائیں اور ان کے زمانے میں انہیں سارے جہان والوں پر فضیلت دی، اچھی زندگی گزارنے کا طریقہ انہیں واضح طور پر بتا دیا، اگر وہ چاہتے تو اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے اور دوسروں کو بھی ٹھیک راستہ پر ڈال سکتے تھے لیکن وہ دنیا کی محبت میں گرفتار ہوگئے، آپس میں ہی دشمنیاں شروع ہوگئیں، ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر

رہنے اور اس کو دبا کر رکھنے کی فکر میں مبتلا ہوگیا، بہت سے فرقے بن گئے، آخر دنیا میں اپنی بات کھو بیٹھے اور آخرت کا عذاب بھی سمیٹا، ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ہم ان کے سارے جھگڑوں کا فیصلہ کردیں گے اور ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

# دنیا کی اصلاح

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ
پھر کردیا ہم نے آپکو ایک راستہ پر دین کے پس آپ پیروی کریں اسکی اور مت چلیں

اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ
خواہشوں پر انکی جو نہیں جانتے (۱۸) بیشک وہ ہرگز کام نہ آئینگے آپکے

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ
اللہ کے ہاں کچھ اور بیشک ظالم لوگ بعض انکے دوست ہیں بعض کے

وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾
اور اللہ دوست ہے پرہیزگاروں کا (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک راستہ پر ڈالا، سو! آپ اسی پر چلیں اور بے علموں کی خواہش پر مت چلیں۔ (۱۸) وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے اور بے انصاف ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ دوست ہے ڈرنے والوں کا۔ (۱۹)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب بنی اسرائیل نے دنیا میں آپس میں فرقہ بندی اور خواہشوں کی پیروی کا دروازہ کھول دیا اور اپنی بادشاہت سے سوا ظلم وستم کے اور کوئی کام نہ لیا تو ہم نے اے پیغمبر! انسانوں کو دین کا راستہ سمجھانے

کیلئے آپ کو بھیجا اور بُری باتوں کو کھول کر بتادیا اور بنی اسرائیل وغیرہ کی شرارتیں بھی بتادیں جن میں پھنس کر انہوں نے دین کو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کا ذریعہ بنالیا تھا، تم اس سے بچو، اب آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ہماری ہدایتوں کے مطابق چلنا چاہئے اور مشرکوں کی باتوں کو بالکل نہ سننا چاہئے، کیونکہ ان کی باتیں بیکار ہیں ان پر چل کر آپ کامیابی حاصل نہیں کر سکتے، پھر اللہ تعالیٰ بھی ان مشرکوں کی باتوں سے راضی نہیں، ان لوگوں نے ظلم وستم پر کمر باندھ لی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیلئے تیار ہو گئے ہیں تا کہ اپنا جتھا بنا کر صحیح راستے سے پورے زور کیساتھ لوگوں کو روکیں، اللہ تعالیٰ ان کا ساتھی یا حمایتی نہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے بلکہ اس کے خلاف چلتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو ان کا ساتھی مددگار اور حمایتی ہے، جو اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں اور ہر کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیتے ہیں اور جاننے والوں سے پوچھ لیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے طریقے کے خلاف تو نہیں، اللہ تعالیٰ نے جن باتوں سے منع کیا ہے وہ بالکل صاف ہیں، ان کے پیچھے پڑنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے۔

# قرآن مجید کیا ہے؟

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ سوجھ بوجھ کی باتیں ہیں واسطے لوگوں کے اور ہدایت اور رحمت ہے واسطے انکے جو یقین رکھتے ہیں (۲۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ سوجھ بوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو یقین لاتے ہیں۔ (۲۰)

## تفسیر

ارشاد ہے: کہ دنیا کی حالت درست کرنے کی خاطر اب ہم نے اے محمد! آپ کو زندگی کا سیدھا اور صحیح راستہ بتانے کیلئے لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، اب آپ کسی کی نہ سنیں کیونکہ سب لوگ اپنے اپنے غلط

راستے اختیار کر چکے ہیں، کوئی اس قابل نہیں جو ٹھیک بات کہتا ہو، یہ سب نادان ہیں، ان کی بات سننے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کا بھلا نہیں ہوسکتا، یہ گمراہی میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہوں نے گناہوں پر کمر باندھ رکھی ہے، اللہ تعالیٰ تو ان کا مددگار رہے جو اس کے غضب سے ڈر کر گناہوں سے بچتے ہیں، حق بات سننا چاہو تو وہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید ایسی باتیں بتاتا ہے جنہیں دنیا کے لوگ اگر سنیں اور سمجھیں تو ان کی آنکھیں کھل جائیں اور سیدھا راستہ صاف نظر آنے لگے، جو لوگ قرآن مجید کی باتوں پر یقین کر کے اس راستہ پر چلنے کا ارادہ کرلیں گے تو یہ قرآن ان کیلئے سراسر رحمت اور ہدایت ثابت ہوگا اور وہ ادھر ادھر بھٹکتے پھرنے کے بجائے ہمیشہ کی کامیابی کے راستے پر چل پڑیں گے اور انہیں سیدھا راستہ صاف نظر آنے لگے گا۔

# غلط چال

جب یہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید دیکر اس سمیں ظاہر کردی تو اب انسان کو اپنے خیالات اور اپنے کاموں کو اس کے مطابق درست کرنے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے، اب انسان کیلئے یہ کس طرح جائز ہے کہ وہ اس دنیا کی چیزوں کو کھیل سمجھے، اس کے بنانے کی غرض کو سمجھتے ہوئے بھی انہیں اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنائے اور خواہش کی پیروی کر کے اپنا جی خوش کرے، اور بے لگام گھوڑے کی طرح جیسے چاہے اچھلتا پھرے، قرآن مجید نے صاف بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ انسانوں کے امتحان کیلئے بنایا ہے، اس سارے کارخانہ میں جو چیز بھی ہے دل لبھانے والی ہے۔

اے عرب والو! ہمارے پیغمبر نے ہمارا قرآن تمہیں پڑھ کر سنادیا ہے اور اس پر عمل کرنا بھی بتادیا ہے، پھر تمہارے ذریعہ قرآن مجید کا پیغام جہان بھر کے انسانوں کو پہنچادیا جائے گا، اس کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں، صرف توجہ کی ضرورت ہے، یہ سب انتظام کردیئے جانے کے بعد تعجب ہے کہ کوئی شخص غلط چال چلے اور خواہشوں کا غلام بن جائے۔

ارشاد ہے کہ: ذرا اس آدمی کو دیکھنا جو اپنی خواہشوں کی کا پجاری بنا ہوا ہے اور رات دن ان کو پورا کرنے

میں لگا رہتا ہے، یہ ایسا نادان تو نہیں کہ بات نہ سمجھتا ہو، اسے فقط دنیا کے مزوں کا چسکا پڑ گیا ہے وہ ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ڈھیل دے رکھی ہے جو جس طرف جھکتا ہے اسی کے مناسب اللہ تعالیٰ اس کیلئے سامان کر دیتا ہے، جب یہ پڑھ پڑھا کر ٹیڑھی چال چلنے لگا اور گمراہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے گمراہ ہی کر دیا، یہاں تک کہ گناہوں کی شامت سے اس کے کانوں پر مہر لگ گئی، دل پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا، یہ اس کی اپنی ہی بدچلنی کا نتیجہ ہے، جب اس نے جانتے بوجھتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی بات نہ مانی تو اب کون ہے جو اسے سیدھے راستے پر ڈالے، کیا تم لوگ ان باتوں پر غور نہیں کرتے، یہ کچھ ایسی مشکل تو نہیں جو سمجھ میں نہ آئیں، اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان برے کام کرتے کرتے سخت دل بن جاتا ہے، گویا دل پر مہر لگ گئی، قرآن مجید کو جانتا ہے مگر اس کی بات نہیں مانتا، جب تک وہ خواہشوں کی پیروی نہ چھوڑے گا بد سے بدتر ہوتا چلا جائے گا، اگر کوئی اپنا بھلا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ قرآن مجید کی باتیں سنے، ان پر غور کرے اور خواہشوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دے ورنہ اس کا برا حشر ہو گا۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ: بصارت آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں جبکہ بصیرت دل کی روشنی کا نام ہے، ایمان دل کی روشنی ہے اسی سے علم حاصل ہوتا ہے اور دل میں اطمینان و یقین پیدا ہوتا ہے، یہ چیزیں نہ صرف بصیرت ہیں بلکہ ہدایت کا ذریعہ بھی ہیں، زندگی کے ہر موڑ پر انہی چیزوں سے راہنمائی حاصل ہوگی، قرآن و سنت جگہ جگہ آپ کی رہنمائی کریں گے، پھر جب قانون کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی جو مہربانی شامل حال ہوتی ہے اس کے متعلق فرمایا وہ خدا کی رحمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے ہر وقت ساتھ ہوتی ہے، نیکوکار آدمی کو نیکی کرنے سے نیکی کی مزید توفیق ملتی ہے، دل کا سکون حاصل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جگہ نصیب ہوگی، یہ سب کچھ ان لوگوں کیلئے ہے جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

# بہت بڑا دھوکہ

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ
کیا خیال کرلیا ان لوگوں نے جنہوں نے کمائیں برائیاں کہ کردینگے ہم انہیں مانند ان لوگوں کے

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ
جو ایمان لائے اور کئے انہوں نے کام نیک برابر جینا ان کا اور مرنا ان کا

ع ۲ ۱۰ ۱۸ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٢١﴾
بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں (۲۱)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ کیا وہ جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے کہ ایک سا ہو جائے ان کا جینا اور مرنا، بُرا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔(۲۱)

**لفظی تحقیق:** اِجْتَرَحُوا: کمایا انہوں نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِجْتِرَاحٌ" سے جو (ج ر ح) سے بنا ہے "جَرْحٌ" کے معنٰی کمانے کے ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جن لوگوں نے برائی پر کمر باندھ رکھی ہے اور وہ اسی میں مصروف رہتے ہیں اور دین کے حکموں سے منہ موڑ لیا ہے، اللہ تعالیٰ، پیغمبر اور قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، قرآن مجید کی آیتوں کو موڑ توڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ان کا مطلب بیان کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ کیا تم یونہی چھوٹ جاؤ گے اور تمہارے برے کاموں کی سزا تمہیں نہ ملے گی؟ اور تمہارا جینا مرنا بھی انہی لوگوں کا سا ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اس کے فرمانبردار بن کر رہے اور جن کاموں کو اس نے برا کہا ہے ان سے بچتے رہے، کیا تم یہ سوچتے ہو کہ تمہارا اور ان کا

حال دنیا میں اور مرنے کے بعد آخرت میں ایک جیسا ہوگا؟ اگر تمہارا یہ خیال ہے تو نہایت غلط خیال ہے اور اگر تم یہ فیصلہ کئے بیٹھے ہو تو یہ بہت بُرا فیصلہ ہے، ایماندار اور اچھے کام کرنے والے لوگوں میں اور تم میں بہت فرق ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مانا، اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کی اور قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق زندگی گزاری، ان کو دنیا میں بھی اطمینان کی زندگی نصیب ہوگئی اور مرنے کے بعد بھی، انہیں جنت میں ہمیشہ کا آرام اور چین نصیب ہوگا اور تم نے کفر و شرک پر کمر باندھی اور لوگوں کو بری طرح ستانا اختیار کیا تمہاری زندگی بھی پریشانی اور بے چینی میں گزرے گی اور مرنے کے بعد بھی تمہارا بُرا حشر ہوگا، تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

## جہان کی پیدائش

وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰی
اور پیدا کیا اللہ نے آسمان کو اور زمین کو ساتھ حق کے اور تاکہ بدلہ دیا جائے

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ
ہر جی کو اس چیز کا جو کمایا اس نے اور وہ نہ ظلم کئے جائینگے (۲۲) کیا پس دیکھا آپ نے

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ
اس شخص کو جس نے بنایا معبود اپنا خواہش اپنی کو اور بھٹکا دیا اسے اللہ نے باوجود علم کے اور مہر کردی

عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط
پر کان اسکے اور دل اسکے اور کردیا اوپر آنکھ اسکی کے پردہ

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین بنائے جیسے چاہئیں اور تاکہ ہر کوئی اپنی کمائی کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (۲۲) بھلا دیکھا آپ نے اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرالیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے راستے سے بھٹکا دیا باوجود اس کے علم کے اور اس کے کان پر اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ

پر پردہ ڈال دیا۔

**لفظی تحقیق:** عَلٰى عِلْمٍ: مطلب یہ کہ جانتے بوجھتے ہوئے۔ غِشٰوَةً: چھوٹا سا پردہ جو آنکھ کو ڈھک لے۔

# تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اتنی بڑی دنیا صرف دیکھنے کیلئے نہیں ہے، یہ اتنا دور دور تک پھیلا ہوا آسمان اور یہ زمین کا دور تک پھیلا ہوا فرش بیکار نہیں بنایا گیا، یہ رات کے اندھیرے میں چمکتے ہوئے تارے، یہ ٹھنڈی روشنی والا دلکش چاند، یہ روشن اور گرم سورج اس لئے نہیں کہ ان سے صرف دل بہلایا جائے یا اپنے جذبات کو بری طرح ظاہر کیا جائے، اس دنیا کو بڑی حکمت سے سوچ سمجھ کر اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کیلئے پیدا کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی بناوٹ اور اس کے انتظام کو دیکھ کر انسان اپنے اور ان سب کے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور اس کی بندگی میں لگ جائے اور وہ کام کرے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے انہیں بتائے، یہ کارخانہ انسان کے امتحان کیلئے بنایا گیا ہے، آخر میں ایک دن اس امتحان کا نتیجہ سنایا جائے گا اور انسان نے اس دنیا میں رہ کر جو کام کیا ہے اس کی مزدوری اس دن ملے گی اور جنہوں نے وہ کام نہیں کئے جو انہیں کرنے چاہئیں تھے انہیں صاف بتا دیا جائے گا کہ تمہارے لئے آج سوا حسرت اور افسوس کے کچھ نہیں، یہ وہ حقیقت ہے جو اس ساری کائنات کے اندر چھپی ہوئی ہے، آدمی اسے خود پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا؛ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیج کر اسے سمجھا دیا۔

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ: یعنی: وہ شخص جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا معبود بنالیا، یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی خواہشوں کو اپنا خدا یا معبود نہیں کہتا مگر قرآن مجید کی اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہی اس کا معبود کہلائے گا، جس شخص کو حلال وحرام اور جائز ناجائز کی پرواہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں خدا کا حکم ماننے کے بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گویا وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقتاً وہی

اس کا معبود ہوا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آسمان کے نیچے جتنے معبودوں کی پوجا کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ برا اللہ تعالیٰ کی نزدیک انسان کی اپنی خواہش ہے، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دانشمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کی زندگی کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اپنی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا ہے۔

وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ: اللہ تعالیٰ نے اسے علم پر گمراہ کردیا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے حالات وصلاحیت کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ یہ خواہشات کا بندہ ہے اور یہ سیدھے راستے پر آنے والا نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کردیا ہے۔

اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ خود اس شخص کو ہر اچھائی اور برائی کا علم ہے وہ کسی نادانی یا جہالت کی وجہ سے غلط کام نہیں کرتا بلکہ جان بوجھ کر خواہشات کی پیروی کررہا ہے لہٰذا اس نے اسے گمراہ کردیا ہے، ہم تاریخ میں بعض بڑے بڑے لوگوں کے حالات پڑھتے ہیں جن کو نیکی اور بدی کا علم تھا مگر ان کا ارادہ، نیت اور صلاحیت اچھی نہیں تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی میں ہی رہنے دیا کہ اس شخص نے علم کی روشنی سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

## بعض نادان انسان

فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا

اور کون　ہدایت کریگا اسکو　سوا　اللہ کے　کیا پس نہیں　دھیان کرتے تم (۲۳)　اور　کہا انہوں نے　نہیں

هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا

یہ　مگر　زندگی ہماری　دنیا کی　ہم مرتے ہیں　اور　ہم جیتے ہیں　اور　نہیں　مارتا ہمیں　مگر

الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾

زمانہ اور نہیں لئے انکے اس کا کوئی علم نہیں وہ مگر اٹکل کرتے ہیں (۲۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کون راہ پر چلائے، سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ (۲۳) اور کہتے ہیں یہی ہمارا دنیا کا جینا ہے جو کچھ ہے اور کچھ نہیں اور ہم جو مرتے ہیں سو زمانے کے اثر سے مرتے ہیں اور ان کو اس کی کچھ خبر نہیں ہے، محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ (۲۴)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب کوئی آدمی جان بوجھ کر انجام بن جائے اور اپنی بات پر اڑا رہے، کوئی لاکھ سمجھائے ایک نہ سمجھے تو وہ سخت پتھر کی طرح ہو جاتا ہے، اس کے کان سوا اپنی خواہش کی آواز کے اور کوئی آواز نہ سنیں گے، اس کا دل سوا عارضی مزوں کی باتوں کے اور کسی طرف نہ دیکھے گا، اس کی آنکھوں کو سوا کھیل تماشوں کے اور کچھ نظر نہ آئے گا، ایسے انسان کے سیدھے راستے پر آنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ انسان کے کان، آنکھ اور دل ہی ہیں جو اس کو زندگی کا صحیح راستہ بتاتے ہیں، جب یہ کسی کام کے نہ رہے اور انہی نے کسی انسان کو غلط راستے پر چلانے کی ٹھان لی تو اب کوئی اس کو ہدایت نہیں کر سکتا، ان باتوں پر تم غور کیوں نہیں کرتے کہ تباہی سے بچو؟

آگے ارشاد ہے کہ: یہ لوگ دنیا کی طرف ہی دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسے دنیا میں اور جاندار ہیں ایسے ہی ایک انسان بھی ہے، بدن کی قوتیں کام کرتی رہیں، کھانے پینے کو ملتا رہا، موسمی حالات موافق رہے تو جیتے رہے اور ان میں سے جب کسی میں نقص پیدا ہو گیا تو مر گئے اور یہ سب کچھ زمانہ کی حالت کے ادل بدل پر موقوف ہے، جیسے دنیا کی اور چیزوں پر موسم اور زمانہ کا اثر ہو سکتا ہے ایسے ہی انسان پر بھی ہوتا ہے، لیکن ایسے خیالات کے قائم کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں، اصلی باتوں کا انہیں علم نہیں، دنیا پر فدا ہو گئے اور کہنے لگے بس یہی ہے جو کچھ ہے آگے کچھ نہیں، ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کی باتیں نہیں سنتے، ان کی نگاہ دنیا سے اوپر نہیں اٹھتی،

ان کے دل سوچنے اور غور کرنے کے عادی نہیں رہے، اس کا نتیجہ ظاہر ہے یہی ہوگا کہ ہر شخص دنیا ہی کے آرام کی چیزیں سمیٹنے کی فکر کرے گا اور یہی سمجھے گا کہ اس کے سوا اس کا کوئی اور جہان نہیں جہاں اس نے جانا ہے، چنانچہ دیکھ لو آج کل دنیا میں کیا شور مچ رہا ہے۔

## دہر، یعنی: زمانے کو بُرا کہنا اچھا نہیں

کافر اور مشرک زمانے کے ادل بدل ہی کو ساری کائنات اور اس کے سارے حالات کا سبب قرار دیتے تھے، جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادے سے ہوتے ہیں۔

## دھاندلی

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ

اور جب پڑھی جائیں پر انکے آیتیں ہماری صاف صاف نہیں ہوتی دلیل انکی مگر

اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾

یہ کہ کہیں لے آؤ باپ دادا ہمارے کو اگر ہو تم سچے (۲۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں کھلی کھلی، ان کے پاس کوئی اور دلیل نہیں ہوتی سوا اس کے کہ کہتے ہیں لے آؤ! ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔(۲۵)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: انہیں ہماری آیتیں صاف صاف پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، جن میں انہیں روشن دلیلیں اس بات کی بتائی جاتی ہیں کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندگی ملے گی، جو ہمیشہ رہے گی اور اس کیلئے پھر موت نہیں، اُس

زندگی کا آرام اگر حاصل کرنا ہے تو قرآن مجید کے حکموں پر چلو، حضرت محمد ﷺ کا کہنا مانو، ورنہ ہمیشہ دکھ اور عذاب میں رہو گے تو ان کے پاس اس کا کوئی عقل مندی والا جواب نہیں، ہاں دھاندلی پر اتر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو یہ بات نہیں مانتے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوگا، اب اگر تم اپنی بات کو سچا ثابت کرنا چاہتے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھادو، ورنہ ہم تمہارے کہنے پر تمہاری وہ بات کیوں مانیں جو تجربہ سے ثابت نہیں ہوئی، اس آیت میں ان لوگوں کی بات کو غلط قرار دیا گیا ہے، جو اس بات کو جو ان کے تجربہ سے ثابت نہ ہو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے انہیں بتایا جارہا ہے کہ بعض باتیں ایسی ہیں جنہیں معتبر آدمی کے کہنے سے ماننا پڑتا ہے، گو خود انہیں دیکھا نہ ہو اور نہ ان کا تجربہ ہوسکتا ہو، ایسی باتوں کے ماننے کیلئے فقط کہنے والا سچا ہونا چاہئے، جس کی سچائی اس کے برتاؤ سے اور سچے لوگوں کی گواہی سے ثابت ہو چکی ہو، اس کے بعد اس کی بات نہ ماننا ضد اور ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

## سیدھا جواب

قُلِ اللّٰهُ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يَجۡمَعُكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ
کہہ دیں اللہ زندہ کرتا ہے تمہیں پھر ماریگا تمہیں پھر جمع کریگا تمہیں طرف دن

الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۶ ع ۳/۵ ۱۹
قیامت کے نہیں کچھ شک میں اسکے اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے (۲۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** آپ کہہ دیں کہ! اللہ تعالیٰ ہی تم کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پھر تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن، اس میں کچھ شک نہیں پر بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (۲۶)

## تفسیر

اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جو الٹی سیدھی باتیں ہانکتے رہتے ہیں، وہ یہ تو فیصلہ پہلے ہی

کر چکے ہوتے ہیں کہ اپنے سوا کسی کا کہنا ماننا ہی نہیں، چاہے کچھ بھی ہو جائے؛ اس لئے وہ ٹالنے کیلئے ایسی بات کہہ دیتے ہیں جس سے وہ وقت پر اپنا پیچھا چھڑالیں، خواہ وہ بات بے تکی ہی کیوں نہ ہو، ظاہر ہے کہ ان سے کہا جارہا ہے کہ قیامت کے دن سب آدمیوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا اور وہ جواب میں کہتے ہیں کہ دنیا ہی میں زندہ کر کے دکھادو، ارشاد ہے کہ: ان سے صاف بات کہہ دو کہ دنیا میں تو خود تمہیں زندہ کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نمونہ دکھادیا اب اور کیا چاہتے ہو، اسی طرح جب تمہارا وقت آجائے گا تمہیں مار ڈالے گا پھر تم ختم ہو جاؤ گے جیسے پہلے تھے، اب پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے دن سب کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا؛ اس لئے تمہیں موت کے بعد زندہ کرنے میں تو شک کی گنجائش نہیں، اب رہا قیامت کا سوال سو اس کی بابت یہ سن لو کہ اس کا آنا لازمی ہے، ہمارے پیغمبر کا کہا مان لو جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی بات کہتا ہے جو ہم نے اس کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اور نہ جاننا چاہتے ہیں، اس سیدھے سادھے جواب میں بعض ایسی باتوں کی طرف اشارے نکلتے ہیں جن سے جاہل تو جاہل پڑھے لکھے تک غافل ہیں، ایک تو یہ کہ جو شخص ٹیڑھ پن پر اتر آئے اس کیساتھ بات بڑھانا فضول ہے، اس کے سامنے سادے الفاظ میں سچی بات کہہ کر خاموش ہو جانا چاہئے، وہ چاہے مانے یا نہ مانے، سچی بات کا انکار کر کے وہ کبھی نہ کبھی اور کہیں نہ کہیں ضرور نقصان اٹھائے گا اور پچھتائے گا۔

## سچی خبر

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اور واسطے اللہ کے بادشاہی ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جس دن قائم ہوگی قیامت

یَوْمَئِذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫

اس دن خسارے میں ہونگے جھٹلانے والے (۲۷) اور دیکھیں گے آپ ہر قوم کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اللہ تعالیٰ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن جھٹلانے والے خسارے میں ہونگے۔ (۲۷) اور آپ ہر قوم کو دیکھیں گے گھٹنوں کے بل گری ہوئی۔

## تفسیر

قیامت کا ایک دن آئے گا جس دن وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہ مانا تھا بڑے خسارے میں ہوں گے، جو یہ باتیں بتائے وہی سب سے بڑا سمجھدار ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے ذریعے وہ کچھ سمجھایا جو دوسروں کی سمجھ میں پوری طرح نہ آیا اور پھر ساری کام کی باتیں قرآن مجید میں جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدیں کہ انسان کو بتادیں، اب ان کی بتائی ہوئی باتوں پر چلو اور لوگ ایسی پختہ باتیں نہیں بتاسکتے، قیامت ضرور آئے گی اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان اس دن بڑے خسارے میں رہیں گے، ہر قوم اور ہر فرقہ کے ہوش گم ہوجائیں گے اور دہشت کے مارے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً: فرمایا: جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن آپ دیکھیں گے ہر امت، گروہ یا فرقہ کو کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے، یہاں پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے تمام لوگوں کو خبردار کردیا گیا ہے کہ قیامت والے دن ہر شخص، ہر جماعت اور ہر امت نہایت ذلّت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی جائے گی، اس دن اس قدر دہشت ہوگی کہ لوگ کھڑے بھی نہیں ہوسکیں گے بلکہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے۔

## قیامت کا حال

كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

| ما كنتم | تجزون | اليوم | كتبها | الى | تدعى | امة | كل |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| جو تھے تم اسکا | بدلہ دیئے جاؤ گے تم | آج کے دن | کتاب اپنی کے | طرف | بلایا جائیگا | گروہ | ہر |

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ

کرتے (۲۸) یہ لکھا ہوا ہے ہمارا بولتا ہے اوپر تمہارے ساتھ سچائی کے

**بامحاورہ ترجمہ:-** ہر گروہ اپنی اپنی کتاب کی طرف بلایا جائے گا، (اور کہا جائیگا) آج بدلہ پاؤ گے تم اس کا جو تم کرتے تھے۔ (۲۸) یہ ہمارا لکھا ہوا ہے، بتاتا ہے تمہارے کام ٹھیک ٹھیک، یعنی: تمہارے عملوں کو ظاہر کر رہا ہے۔

## تفسیر

ان کی کتاب سے مراد ان کا اعمال نامہ ہے اور ہماری کتاب سے مراد ہمارا لکھا ہوا، ارشاد ہے کہ: جنہوں نے پیغمبر کی بات نہ مانی اور اس کتاب کے حکموں پر عمل نہ کیا بلکہ دونوں کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھا، وہ مرنے کے بعد سخت نقصان میں رہیں گے، ان لوگوں کے سارے گروہ قیامت کے دن خوف زدہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے ہر گروہ کے ہر شخص کے سامنے اس کا اعمال نامہ کھول کر رکھ دیا جائے گا اور پھر ان سب سے کہا جائے گا کہ اپنا اپنا اعمال نامہ پڑھو، اس میں وہ سب کچھ لکھا ہے جو تم دنیا میں کرتے رہے، تمہارا چھوٹا بڑا ہر کام اس میں درج ہے اور ہر ایک کام کا اس کے مناسب بدلہ دیا جائے گا، ہمارے حکم سے ہمارے مقرر کئے ہوئے فرشتوں نے لکھا ہے، اس میں ذرا کی زیادتی نہیں، یہ ٹھیک ٹھیک وہی بتاتا ہے جو تم نے کیا، یہ باتیں ہیں جنہیں کوئی آدمی دیکھ کر یا تجربہ سے معلوم نہیں کرسکتا، یہ فقط اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہی بتاسکتا ہے جس کو اس کی خبر وحی کے ذریعہ دی ہے۔

## مومن نیک کام کرنے والے

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

بیشک ہم تھے لکھواتے جاتے جو تھے تم کرتے (۲۹) پس رہے وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ
جوایمان لائے اور کام کئے انہوں نے اچھے پس داخل کریگا انہیں رب انکا میں رحمت اپنی کے

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾
یہ وہی ہے کامیابی کھلی (۳۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے رہتے تھے۔(۲۹) سو! جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک کام کئے توان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہ کھلی کامیابی ہے۔(۳۰)

**لفظی تحقیق:** نَسْتَنْسِخُ: لکھواتے تھے۔مضارع کا صیغہ ہے "اِسْتِنْسَاخ" سے جس کا مادہ (ن س خ) ہے "نسخ" کے معنٰی لکھنے کے ہیں "اِسْتِنْسَاخ" کہہ کر یا حکم دیکر لکھوانا۔

## تفسیر

قرآن مجید کی بات ماننی ہے تو سُن لو! وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک جہاں جہاں انسان بستے ہوں انہیں پکار کر سنادو اور خوب اچھی طرح سمجھادو کہ دنیا میں جو کچھ کرو ذرا سوچ سمجھ کر کرنا اور قدم پھونک پھونک کر رکھنا، اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر ایک شخص کیساتھ اپنے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور انہیں حکم دے رکھا ہے کہ یہ شخص جو کچھ کرے فوراً لکھ لو، یہاں تک کہ اگر کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھائے، آنکھ کا اشارہ کرے یا انگلی ہلائے تو لکھ لو کہ اس نے فلاں وقت، فلاں چیز کی طرف نگاہ اٹھائی، اشارہ کیا انگلی ہلائی، قیامت میں ہر شخص کے کام جو اس نے دنیا میں کئے لکھے ہوئے ملیں گے۔

## انکار کرنے والے

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ
اور رہے وہ لوگ جو کافر ہوئے کیا پس نہ تھیں آیتیں میری پڑھی جاتیں اوپر تمہارے

فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

پس بڑے بن بیٹھے تم اور تھے تم ایک قوم مجرموں کی (۳۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جو کافر ہوئے ان سے پوچھا جائے گا کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہ سنائی جاتی تھیں، پھر تم نے غرور کیا اور تم تھے ہی مجرم۔(۳۱)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود پوچھے گا کہ میری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی گئیں اور میرے پیغمبر نے انہیں پڑھ کر سنایا، پھر تم نے انہیں سُن کر مانا کیوں نہیں؟ ہمارے پیغمبر کے دیانتدار ہونے کو تم سب مانتے تھے پھر ان کی بات کیوں نہ مانی، اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم خود ہٹ دھرم تھے اور اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے، تم برے کاموں میں پھنسے رہنے کے عادی ہو چکے تھے، تم نے اپنے آپ کو ہی بڑا سمجھا۔

## غرور کا ثبوت

وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ

اور جب کہا جاتا کہ وعدہ اللہ کا سچ ہے اور قیامت نہیں شک

فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا

میں اس کہتے تھے تم نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت نہیں گمان کرتے ہم مگر یونہی گمان سا

وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾

اور نہیں ہم یقین کرنے والے (۳۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت میں کچھ شبہ نہیں، تم کہتے تھے

ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم کو فقط ایک خیال سا آتا تھا اور ہمیں یقین نہیں تھا۔(۳۲)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان کے انکار کی وجہ سوا غرور اور تکبر کے کچھ نہیں، انہوں نے غرور میں پھنس کر گناہوں پر کمر باندھی اور جب ان سے کہا گیا کہ قیامت برحق ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا، اس کے آنے میں شک کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں تو آنکھ اٹھا کر بے پرواہی سے کہنے لگے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے، یہ ایک فرضی اور وہمی گھڑی ہوئی بات ہے، ہمیں بھی کچھ خیال سا تو کبھی کبھی آتا ہے کہ شاید آہی جائے، لیکن یہ خیال بھی صرف تمہارے کہنے سے پیدا ہوتا ہے کہ تم ہر وقت یہی رٹ لگائے جاتے ہو کہ قیامت آئے گی اور گناہگاروں کو ان کے برے کاموں کی سزا ملے گی، بھلا! ایسی باتوں کا ہم یقین کیسے کرلیں، صرف ایک خیال سے آتا ہے اور گزر جاتا ہے، ہم اس کا یقین کرنے والے نہیں۔

## بُروں کا انجام

وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

اور کھل جائیں واسطے انکے برائیاں اسکی جو انہوں نے کیا اور گھیرا انہیں جو تھے وہ

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ

ساتھ اسکے ہنسی کرتے (۳۳) اور کہہ دیا جائیگا آج کے دن ہم بھلادینگے تمہیں جیسے بھلادیا تھا تم نے

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ

ملنا دن اپنے اسکا اور ٹھکانہ تمہارا آگ ہے اور نہیں واسطے تمہارے کوئی

نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ

مددگار (۳۴) یہ اس لئے کہ بیشک بنایا تم نے نشانیوں اللہ کی کو مذاق اور

غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ
دھوکہ میں ڈالے رکھا تم کو زندگی دنیا کی نے پس آج نہ وہ نکالے جائینگے سے اس اور

لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾
نہ انہیں منانے کی اجازت دیجائے گی(۳۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور کھل جائیں ان پر ان کے کاموں کی برائیاں، ان کاموں کی جو انہوں نے کئے تھے اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔(۳۳) اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے، جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا (یعنی: اپنی رحمت سے دور کر دیں گے جس کو اس آیت میں بھلانا کہا گیا ہے۔) اور تمہارا گھر دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔(۳۴) یہ تم پر اس واسطے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مذاق بنایا اور دنیا کی زندگی پر بہکے رہے، سو! آج نہ ان کا نکالنا منظور ہے اور نہ ان سے توبہ مطلوب ہے۔(۳۵)

**لفظی تحقیق:** يُسْتَعْتَبُوْنَ: منانے یا توبہ کرنے کی اجازت دیئے جائیں گے۔ مضارع مجہول ہے، "استعباب" سے جس کے معنیٰ ہیں معافی مانگنے کی اجازت چاہنا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت میں جو کچھ ہوگا وہ بھی سُن لو، یہ لوگ جو اس وقت کے آنے کا یقین نہیں کر رہے اور کاموں کی جزا سزا کو گھڑی ہوئی بات بتلاتے ہیں اور اس کی ہنسی اڑاتے ہیں قیامت کے دن ان کا کیا کرایا سب ان کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور وہ اپنے ہر کام کو کھلم کھلا دیکھ لیں گے اور جس جزا سزا کی وہ ہنسی اڑاتے تھے سچ مچ ان کے سروں پر الٹ پڑے گی اور وہ چاروں طرف سے اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے، اُس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور گھبرا گھبرا کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں گے کہ کہیں کوئی جگہ مل جائے جہاں جا کر چھپیں یا کہیں کوئی ایسا

شخص یا ایسی چیز نظر آجائے جس سے مدد مانگیں اور وہ کسی طرح انہیں اس عذاب سے چھڑا لے، لیکن سوا عذاب کے کہیں کچھ نظر نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنا حکم انہیں سنا دے گا کہ جیسے تم دنیا میں قیامت کو بھلا بیٹھے تھے اور کہہ دیا تھا کہ قیامت کی ہم سے ملاقات کبھی نہ ہوگی، اسی طرح آج ہم تم کو بھلا دیں گے اور قیامت کے ڈراؤنے عذاب میں مبتلا کریں گے اور جب ہم ہی نے تمہیں بھلا دیا پھر تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

اس کیساتھ ہی ان سے کہہ دیا جائے گا کہ قیامت کا عذاب چکھنے کے بعد تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور جیسے قیامت کے دن تمہاری بات سننے والا کوئی نہ ہوگا اسی طرح دوزخ سے بچانے کیلئے بھی کوئی مددگار تمہیں نہ ہوگا، سُن لو! تمہاری ایسی حالت ہوگی کہ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو سنا اور سن کر ہنسی میں اڑا دیا، تم نے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھیں اور ان کا مذاق اڑایا، ہمارے پیغمبروں نے تمہیں سمجھایا تم نے ایک نہ سنی، اس لئے آج تمہیں نہ دوزخ سے نکلنا نصیب ہوگا اور نہ تمہیں اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو۔

## سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ

پس واسطے اللہ ہی کے ہے سب تعریفیں پالنے والا آسمانوں کا اور پالنے والا زمین کا پالنے والا جہانوں کا (۳۶) اور

لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱ / ۴ / ۲۰

اسی کیلئے بڑائی میں آسمانوں کے اور زمین اور وہی ہے زبردست حکمت والا (۳۷)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔سو! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہیں جو آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے، سارے جہان کا رب ہے۔(۳۶) اور اسی کیلئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔(۳۷)

# تفسیر

جو لوگ اپنی ہی بات پر اڑے رہنا پسند کرتے ہیں اور جو چیز سامنے ہو اسے ماننے کیلئے تیار نہیں ان کا انجام بیان کردیا گیا ہے، درحقیقت ان کا یہ نا ماننا اس وجہ سے ہے کہ ان کے دلوں کو دنیاوی زندگی کے عارضی مزے پسند آگئے ہیں، اس نے ان کو اس دھوکے میں ڈال دیا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے، جب تک دم میں دم ہے جتنی موج اڑا سکو یہیں اڑا لو، جب دم نکل گیا قصہ ختم آگے کچھ نہیں، قیامت ایک من گھڑت کہانی ہے اس پر یقین کرنا ان کے نزدیک کچھ نہیں، دنیا میں بعض باتیں اچھی ہیں اور بعض بُری، کچھ کام ٹھیک ہیں کچھ غلط، جو شخص ٹھیک کام کرے گا مرنے کے بعد اسے ہمیشہ کی راحت اور آرام کی زندگی ملے گی اور جو شخص غلط کام کرے گا اسے دکھ اور درد والا عذاب نصیب ہوگا۔

ارشاد ہے کہ: تم مانو یا نہ مانو واقعہ یہ ہے کہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں، تمہیں جو کچھ ملا ہے اسی کے فضل وکرم سے ملا ہے، آسمان، زمین، سارا جہان اسی کی رحمت اور مہربانی سے قائم ہے، وہی سب سے بڑا ہے، آسمان اور زمین میں کوئی اس کی برابری نہیں کرسکتا، اس کی قوت کے آگے کسی کی قوت نہیں چلتی، پھر وہ ہر چیز کی تہہ تک سے باخبر ہے؛ اس لئے دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی اس نے اپنی حکمت سے مقرر کی ہے اور جو اس نے کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا۔

# سورۃ الجاثیہ کیا بتاتی ہے؟

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے، اگر پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ تو سن لو! اللہ تعالیٰ کی نشانیاں سارے جہان میں پھیلی پڑی ہیں، جو ماننا چاہے وہ آسمان اور زمین ہی کو دیکھ کر اسے مان سکتا ہے، ان میں ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے، ایک مقررہ قاعدے کے مطابق اپنے اپنے کام میں لگی ہوئی ہے، پھر انسان اپنی پیدائش اور بناوٹ میں غور کرکے اپنا یقین بڑھا سکتا ہے، پھر دوسرے جانداروں کو دیکھ کر یقین کا مرتبہ

اور بھی اونچا ہوسکتا ہے، دن رات کا ایک دوسرے کے بعد باقاعدہ آتے رہنا، بارش برسنے کے بعد مردہ زمین کا دوبارہ زندہ ہوجانا، ہواؤں کا کبھی اِدھر کبھی اُدھر چلنا، پھر قرآن مجید میں جو سچی باتیں بتائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں، اگر ان باتوں کو نہ مانو گے تو پھر اور کیا مانو گے، یاد رکھو! جنہوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑ لیا اور اپنی ہی باتوں پر اڑے رہے ان کی شامت آنی یقینی ہے، وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، جنہوں نے ہماری آیتوں کی ہنسی اڑائی ان کو دکھ بھرا عذاب ملے گا، ان کی دنیا کی شان وشوکت کچھ کام نہ آئے گی اور ان کے بناوٹی معبود اور دیوتا وہاں ان کی مدد نہ کرسکیں گے قرآن مجید یہی سمجھاتا ہے، بس! جس نے اس کی بات نہ مانی وہ بڑی مصیبتوں میں پھنسے گا، اس لئے صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان لے آو، دیکھو! اس نے تمہارے لئے سمندر میں کشتیاں چلادیں اور آسمان وزمین کی ساری چیزوں کو تمہارے کام میں لگادیا، اسے پہچانو اور اس کا شکر ادا کرو، جو لوگ یہ بات نہ مانیں کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دے گا تو اے اللہ تعالیٰ کے ماننے والو! ان کی گستاخی سے درگزر کرو، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو اور اپنے کام میں لگے رہو، جو اچھا بنے گا تو اپنے فائدے کیلئے اور جو برا بنے گا تو اپنے نقصان کیلئے، ہم نے بنی اسرائیل کو حکومت عطاء کی، ان میں اپنے پیغمبر بھیجے مگر انہوں نے خودغرضی اختیار کی اور آپس میں جھگڑنے لگے، حکومت کو ظلم کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا، پیغمبروں کے کہنے کی پرواہ نہ کی، ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا، اس کے بعد ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صحیح دین دیکر بھیجا اور ان سے کہہ دیا کہ اس دین کی پیروی کریں اور کسی کی بات نہ سنیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا، ظالم لوگ آپس میں مل کر سچ کو مٹانا چاہیں تو نہیں مٹاسکتے، اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندوں کا ساتھی اور مددگار ہے، یقین کرنے والوں کیلئے قرآن مجید میں نصیحت اور ہدایت بھری پڑی ہے، یہ خیال غلط ہے کہ برے بھلے سب کا ایک حشر ہوگا، اپنی عقل مت چلاؤ، موت اور دوبارہ زندگی سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، قیامت برحق ہے جو اللہ تعالیٰ کی بات نہ مانیں گے وہ اس دن گھاٹے میں رہیں گے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی مانیں گے ان کیلئے جنت ہے، قرآن مجید میں ٹھیک بات بتادی گئی ہے جو اس میں کہہ دیا وہ ہوکر رہے گا، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔

# سورت الاحقاف کا خلاصہ

یہ سورت مکہ میں اتری اور اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں اور یہ ان سورتوں میں جو " حٰمٓ " سے شروع ہوتی ہیں ساتویں اور آخری سورت ہے، ارشاد ہے کہ: یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے جو عزت، قوت اور حکمت والا ہے، اس نے آسمان اور زمین کو بنایا ہے اور ایک زمانہ تک جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے یہ نظام چلتا رہے گا اور آخر ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہوگی، جو لوگ اس کا انکار کر بیٹھے وہ بُرے کاموں کی سزا کا ڈراوا اس کان سنتے ہیں اور اُس کان اڑا دیتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر تم جن کو مدد کیلئے پکارتے ہو بتاؤ تو کیا انہوں نے زمین کا کچھ حصہ بنایا، یا آسمان کے بنانے میں وہ شریک تھے، اچھی طرح سن لو کہ یہ جھوٹے معبود تمہارے نہ دنیا میں کام آئیں گے نہ آخرت میں، بلکہ وہاں تو یہ تمہارے کھلم کھلا دشمن ہو جائیں گے۔

یہ لوگ قرآن مجید کی آیتوں کا اثر دیکھ کر اسے جادو بتاتے ہیں، ان سے کہہ دو یہ قرآن میں نے نہیں گھڑ لیا، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہوں، دیکھو یہودیوں کے عالم اس کی گواہی دیتے ہیں اور بہت سے ایمان بھی لے آئے ہیں، تم بدقسمت ہو کہ اپنی ہی ضد پر اڑے ہوئے ہو، پھر تمہیں ہدایت ہو تو کیسے ہو؟۔

یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ دین حق ہوتا تو ہمارے بڑے لوگ اسے مانتے، اسے تو وہ لوگ مان رہے ہیں جو گھٹیا درجے کے ہیں، اس لئے ظاہر ہے کہ یہ گھڑی ہوئی پرانی بات ہے، ان کا کہنا غلط ہے، یہ تو پیغمبروں اور کتابوں کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے، پہلے موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے، اب یہ قرآن مجید عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا ہے جو پہلی کتابوں کو سچا کہتا ہے اور نیک لوگوں کو ٹھیک راستہ دکھاتا ہے، سنو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا، پھر انسانوں میں سے بعض اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں ان کا انجام اچھا ہوگا اور بعض

نافرمانی کرتے ہیں ان کا انجام برا ہوگا، ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تمہیں جو لینا تھا لے چکے، اب آخرت میں تمہارے لئے سوا عذاب کے کچھ نہیں، اس کے بعد عاد کا قصہ سنا کر عبرت دلائی گئی ہے کہ انہوں نے دنیا میں بھی اپنی سرکشی کا مزہ چکھا اور آخرت کا عذاب بھی سمیٹا، اس کے بعد جنوں کا ذکر ہے کہ ان میں سے بھی کچھ اس قرآن کو سن کر ایمان لائے اور پھر جا کر اپنی قوم کو ایمان کی طرف بلایا، آخر میں توجہ دلائی گئی ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ جس نے اپنی قدرت سے آسمان اور زمین بنا ڈالے اور کچھ تھکاوٹ محسوس نہ کی، وہی یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے، چنانچہ وہ زندہ ہوں گے اور قیامت قائم ہوگی اور نافرمان سخت سزا پائیں گے۔

س میں کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں۔

آیاتها ـ ۳۵ سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتها ـ ۴

سورۃ الاحقاف مکی ہے۔ اس میں پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

## اللہ تعالیٰ کو پہچانو!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ مَا خَلَقْنَا

حامیم (۱) اتارنا کتاب کا سے طرف اللہ کی زبردست حکمت والا (۲) نہیں پیدا کیا ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

آسمانوں کو اور زمین کو اور جو درمیان ہے ان دونوں کے مگر ساتھ حق کے اور مدت مقرر کے

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا

اور جو لوگ کافر ہوئے جس سے وہ ڈرائے جاتے ہیں منہ پھیرنے والے ہیں (۳) آپ کہہ دیں بھلا دیکھو تو جسے

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَا ذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ
پکارتے ہوتم سوا اللہ کے دکھاؤتم کیا ہے جو پیدا کیا انہوں نے سے زمین یا

لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ
لئے انکے شرکت ہے میں آسمانوں

**بامحاورہ ترجمہ:** حٰمٓ (۱) کتاب کا اتارنا ہے اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے کی طرف سے۔ (۲) نہیں پیدا کیا ہم نے جو آسمان اور زمین اور اسکے بیچ میں ہے مگر حق کیساتھ، اور ایک مقرر مدت تک اور جو منکر ہیں وہ ڈر کو سُن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ (۳) آپ کہہ دیں! بھلا دیکھو تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا بنایا؟ یا ان کا آسمان میں کچھ حصہ ہے؟

## تفسیر

اس سورۃ مبارکہ کا نام "سورۃ الاحقاف" ہے، احقاف حقف کی جمع ہے جس کا معنیٰ ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے، عاد کی قوم جزیرۃ العرب کے ربع خالی میں آباد تھی، یہاں پر ریت کے بڑے بڑے ٹیلے پائے جاتے ہیں، چونکہ اس سورت میں عاد کی قوم کا ذکر ہے اس لئے اُس مقام کی خصوصیت کی نسبت سے اس سورت کا نام "سورۃ الاحقاف" رکھا گیا ہے۔

پچھلی سورت میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ دنیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اس کی چہل پہل اور ظاہری رونق کو دیکھ کر دھوکہ مت کھاؤ اور یہ مت سمجھو کہ جیسے اس کی چیزیں بنتی اور مٹتی رہتی ہیں اور جیسے اس کے حالات بدلتے رہتے ہیں اسی طرح بس انسان بھی بن گیا اور مٹ جائے گا اور قصہ ختم ہو جائے گا؟ بات یہ نہیں، بلکہ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اسے اس کے کاموں کا پورا پورا بدلہ ملے گا، اس سورت کے شروع ہی میں کہہ دیا گیا کہ یہی باتیں ہیں جو یہ قرآن مجید سکھاتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے جو قوت والا اور رازوں کا

جاننے والا ہے، سنو! یہ آسمان اور زمین اور ان کے بیچ میں جو کچھ ہے یہ ایک پختہ اور طے شدہ منصوبہ کے تحت بنایا گیا ہے اور یہ سارا نظام ایک مقرر وقت تک رہے گا، اس کے مٹنے کے بعد انسان کو قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نافرمانوں کو پوری پوری سزا ملے گی، اس سچے ڈراوے کو سُن کر لوگ کترا کر چلے جاتے ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں، ان لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم جو اوروں کو پوجتے ہو، ذرا یہ تو بتاؤ کہ! ان تمہارے گھڑے ہوئے معبودوں نے زمین کا کچھ حصہ بنایا ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کا کچھ حصہ ہے، یہ جن کے پیچھے تم پڑے ہوئے ہو ان کے کچھ کارنامے تو دکھاؤ۔

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اُس چیز سے جس سے انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ موڑتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو قیامت اور عملوں کے بدلہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہ کوئی قیامت قائم ہوگی، نہ حساب کتاب کی منزل آئے گی اور نہ ہی ہم سے کوئی پوچھ گچھ ہوگی، لہٰذا یہ جزاء سزا کا کوئی خیال نہیں کرتے، جس شخص کو آخرت میں حساب کتاب اور پھر عملوں کے بدلے کا احساس تک نہ ہوگا وہ اس کیلئے تیاری کیا کرے گا اور پھر اس امتحان میں کامیاب کیسے ہوگا؟ ایسے شخص کو ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اگلی آیت میں شرک کی تردید ہے، ارشاد ہوتا ہے: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں، بھلا بتلاؤ کہ! جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، اُن کی عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا چیز پیدا کی ہے، ظاہر ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو پیدا کرنے والا ہو، یہ عقل کی بات ہے کہ جب یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارنے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں

اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

آؤ میرے پاس ساتھ ایک کتاب کے | پہلے کی | اس سے | یا | مشہور بات | یقینی | اگر | ہو تم

صٰدِقِيْنَ۝۴ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ
سچے (۴) اور کون ہے زیادہ گمراہ سے اس جو پکارے سوا اللہ کے اس کو جو

لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ
نہ قبول کرے پکار اسکی تک دن قیامت کے اور وہ سے پکاران کی

غٰفِلُوْنَ۝۵ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا
بے خبر ہو (۵) اور جب اکٹھے کئے جائینگے لوگ ہوں وہ واسطے انکے دشمن اور ہو جائیں

بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۝۶
عبادت انکی سے انکار کرنے والے (۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** لاؤ! میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا علم کی کوئی بات جو چلی آتی ہو، اگر تم سچے ہو۔(۴) اوراس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے کو پکارے جو اس کی پکار کو قیامت کے دن تک نہ پہنچے اوران کو ان کے پکارنے کی خبر نہیں۔(۵) جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو ان کے معبود ان کے دشمن ہوں گے اوران کی عبادت کے منکر ہوں گے۔(۶)

## تفسیر

اللہ تعالیٰ کو اس طرح مانو کہ اس کیساتھ اسکا کسی بات میں کوئی شریک نہیں، قرآن مجید تو شرک سے روکتا ہے اب تم اس سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب دکھاؤ جس میں شرک کی تعلیم دی گئی ہو یا کوئی یقینی بات لاؤ جو ہمیشہ عالموں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہو، آخر تم بھی یہ سوچو کہ یہ کتنی بڑی نادانی اور غلطی ہے کہ اس چیز یا شخص سے مدد طلب کی جائے جو آواز ہی نہیں سنتا اور نہ قیامت تک کبھی کوئی چیز کسی کو دے سکتا ہے، قیامت کو یہ تمہارے معبود تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہارے عبادت کا انکار کردیں گے۔

# قرآن مجید کے ساتھ برتاؤ

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلْحَقِّ

اور جب پڑھی جاتی ہیں پر ان آیتیں ہماری کھلی کھلی تو کہتے ہیں وہ جو کافر ہوئے سچی بات کو

لَمَّا جَآءَھُمْ ۙ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۷ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ

جب آئی وہ ان تک یہ جادو ہے کھلا ہوا (۷) کیا وہ کہتے ہیں کہ بنالایا ہے اسے آپ کہہ دیں اگر

افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ۭ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَا

بنالایا ہوں میں اسے پس نہیں بس میں تمہارے لئے میرے سے اللہ کچھ وہ خوب جانتا ہے کہ

تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ۭ کَفٰى بِهٖ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۭ وَ ھُوَ

مصروف رہتے ہو تم میں جس کافی ہے وہ گواہ درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور وہی

الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۸

بخشنے والا مہربان ہے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جائیں تو منکر لوگ سچی بات کو جب ان تک پہنچی کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔(۷) کیا وہ کہتے ہیں کہ بنالایا ہے اسے، آپ کہہ دیں اگر میں بنالایا ہوں تو تم اللہ تعالیٰ کے سامنے میرا ذرا بھی بھلا نہیں کرسکتے، اس کو ان باتوں کی جن میں تم لگ رہے ہو خوب خبر ہے اور میرے اور تمہارے بیچ حق بتانے والا وہی کافی اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب ان لوگوں کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور ان میں بالکل سچی باتیں بتائی جاتی ہیں اور یہ دل میں ان کی سچائی کا اثر محسوس کرتے ہیں، تو وہ لوگ جو انکار پر تلے ہوئے

ہیں یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ تو صاف جادو ہے، انہیں کوئی معقول بہانہ ان کے نہ ماننے کا نہیں ملتا، بعض لوگ اس سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اس نے خود گھڑی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نام لگا دی ہیں، آپ ان سے کہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسی جرأت نہیں کرسکتا اگر کروں تو اس کے غضب سے مجھے کوئی نہیں بچاسکتا، تم تو کیا چیز ہو جو کسی کو بچاؤ گے، اسی طرح وہ تمہارے مکروفریب اور تمہارے بہانوں کو اچھی طرح جانتا ہے، میں اس کی کی گواہی پیش کرتا ہوں کہ یہ جو میں کہہ رہا ہوں سچ ہے اور اسی کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی بالکل کافی ہے، اگر تم یہ باتیں چھوڑ دو تو وہ تمہیں معاف کردے گا یہ اسی کی رحمت ہے کہ ان گستاخیوں کے باوجود تم لوگ تباہی سے اب تک بچے ہوئے ہو جب سزا کا وقت آئے گا تو جو جھوٹا ہوگا اس کو پوری پوری سزا ملے گی۔

## پیغمبری کا سلسلہ

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ

آپ کہہ دیں نہیں ہوں میں نیا میں سے پیغمبروں اور نہیں جانتا میں کیا معاملہ کیا جائیگا ساتھ میرے

وَ لَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ

اور نہ ساتھ تمہارے نہیں پیروی کرتا میں مگر اسکی جو وحی کی گئی طرف میری اور نہیں میں مگر ڈرانے والا

مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ

صاف صاف (۹) آپ کہہ دیں دیکھو تو اگر ہو وہ سے پاس اللہ کے اور نہ مانا تم نے اسے

وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ

اور گواہی دے چکا ایک گواہ میں سے بنی اسرائیل پر اس جیسی کتاب پس ایمان لے آیا اور

اسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ع ۱۰

تکبر کیا تم نے بیشک اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالم کو (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** آپ کہہ دیں میں کوئی نیا نہیں آیا اور مجھے معلوم نہیں کیا معاملہ ہونا ہے مجھ سے اور تم

سے، میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھے حکم ملتا ہے اور میرا کام تو یہی ہے کھول کر ڈر سنا دینا۔ (۹) آپ کہہ دیں بھلا دیکھو تو! اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آیا ہو اور تم نے اسے نہیں مانا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ گواہی دے چکا ایک ایسی کتاب پر پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا (اور ایمان نہ لائے تو پھر تمہارا کیا بنے گا) بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۰)

**لفظی تحقیق:** بِدْعٌ: انوکھا۔ صفت کا صیغہ ہے (ب د ع) سے، یعنی: ایسی چیز جس سے ملتی جلتی پہلے کوئی چیز نہیں۔

## تفسیر

اس آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میں دنیا میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں کیونکہ مجھ سے پہلے دنیا میں اور بھی پیغمبر آتے رہے ہیں، نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں مجھے خود تو اس کا بھی علم نہیں کہ میرے ساتھ آئندہ کیا معاملہ ہوگا اور نہ یہ خبر ہے کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، میں تو اسی پر چلتا ہوں جو مجھے وحی کے ذریعے بتایا جاتا ہے اسی کے مطابق صاف صاف بُرے انجام سے ڈراتا ہوں، دیکھو تم بنی اسرائیل کو بڑا پڑھا لکھا سمجھتے ہو، تم نے ان کے عالموں سے پوچھ کر بھی دیکھ لیا اور انہوں نے گواہی دے دی کہ ہاں ایک آخری پیغمبر آخری کتاب لیکر آنے والا ہے اور پھر ان میں سے بعض ایمان بھی لے آئے اور مان لیا کہ یہی وہ آخری پیغمبر ہیں جو آخری کتاب لے کر آئے ہیں، پھر بھی تم اپنے ہی غرور اور تکبر میں پھنسے ہوئے ہو، اس غرور اور ضد کا کیا ٹھکانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر اور اس کی کتاب کو نہیں مانتے یہ سراسر ظلم ہے، سچ ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کی نفی فرما دی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہہ دیں! میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ اس جہان میں کیا کیا جائے گا، دنیا میں میرے

اور تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اکثر پیغمبروں کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچائی گئیں، حتیٰ کہ بہت سے پیغمبروں کو قتل کیا گیا، لہٰذا مجھے کچھ علم نہیں کہ آئندہ زندگی میں مجھے کن حالات سے گزرنا پڑے گا، جہاں تک نافرمان قوموں کا تعلق ہے تو ان کو بھی طرح طرح کی سزائیں دی گئیں، کسی پر زلزلہ آیا، کسی پر چیخ مسلط کی گئی، کسی کو طوفان نے آگھیرا اور کوئی قوم پانی میں غرق ہوئی، لہٰذا فرمایا کہ مجھے تمہارے متعلق بھی کچھ علم نہیں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے۔

وَ مَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ: میں تو صرف کھول کر ڈر سنانے والا ہوں، تمہیں تمہارے بُرائی کے انجام سے واضح طور پر آگاہ کر دیتا ہوں اور نیکی، ایمان، تقویٰ کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتا ہوں، میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تم تک پہنچاتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعے سے آتا ہے، لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ میں نے خود قرآن کو گھڑ لیا ہے بڑی ہی غلط بات ہے۔

میں وحی کے ذریعے بتائے بغیر کچھ نہیں جانتا، اسی بناء پر اس آیت کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ غیب کی باتوں کا علم مجھے صرف وحی کے ذریعے ہوتا ہے جس معاملے کے متعلق وحی سے مجھے علم نہ ہو خواہ وہ میری ذات سے متعلق ہو یا امت کے کافر و مؤمن لوگوں سے اور خواہ وہ معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا اس کی مجھے کچھ خبر نہیں، غیب کی باتوں کے متعلق میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سب وحی کے ذریعے سے کہتا ہوں۔

## نہ ماننے کا بہانہ

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا سے ان لوگوں جو ایمان لائے اگر ہوتا یہ اچھا نہ پہل کرتے یہ ہم سے

اِلَيْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ⑪ وَ

طرف اسکی اور جب نہ ہدایت پائی سے اس تو پھر یہی کہیں گے یہ تو جھوٹ ہے پرانا (۱۱) اور

مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ
سے پہلے اس کتاب تھی موسیٰ کی رہنما اور رحمت اور یہ کتاب سچ بتانے والے اس کو

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲
زبان عربی کی تاکہ ڈرسنادے انکو جنہوں نے ظلم کیا اور خوشخبری ہے واسطے نیک لوگوں کے (۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور منکر ایمان والوں سے کہنے لگے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ ہم پر اس کی طرف سبقت نہ لیجاتے اور جب اس کے بتلانے سے راہ پر نہیں آئے تو اب یہ کہیں گے یہ بہت پرانا جھوٹ ہے۔(۱۱) اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی رہنما اور رحمت اور یہ کتاب ہے عربی زبان میں اس کی تصدیق کرتی ہے تاکہ ظالموں کو ڈرسنائے اور نیکی کرنے والوں کو خوشخبری۔(۱۲)

## تفسیر

عرب کے لوگ یہودیوں کو بڑا عالم اور پہلے زمانے کے حالات سے باخبر سمجھتے تھے، انہیں امید تھی کہ وہ ان کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور ان کیساتھ ہو کر اسلام کا مقابلہ کریں گے لیکن ان کی یہ امید پوری نہ ہوئی، یہودیوں کے عالموں نے صاف کہہ دیا کہ ہاں ایک آخری پیغمبر کتاب لیکر آنے والا ہے بلکہ بعض بڑے عالموں مثلاً: عبداللہ بن سلام نے آپ کو دیکھتے ہی کہہ دیا کہ ہاں! آپ ہی وہ آخری پیغمبر ہیں جن کی خبر تورات میں ہے، عرب کے کافر اس سے بڑے مایوس ہوئے اور بات نہ ماننے کا ایک نیا بہانہ گھڑا، ان آیتوں میں ان کا پول کھولا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ: اب ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر اسلام کوئی اچھا دین ہوتا تو سب سے پہلے ہم میں سے معزز اور اونچے درجہ کے لوگ اسے اختیار کرتے، کمزور لوگ اور لونڈی غلام اس کے ماننے پر سبقت نہ لیجاتے، یعنی: ہم بڑے عقل مند لوگ ہیں اور یہ کم عقل ہیں اور حق بات کو عقل مند پہلے قبول کرتا ہے تو اگر یہ حق ہوتا تو ہم پہلے مانتے، جب ہم نے نہیں مانا تو یہ حق نہیں، یہ لوگ بے عقلی سے اِدھر اُدھر دوڑنے لگے، ان لوگوں نے

چونکہ ماننا ہی نہیں؛ اس لئے وہ سارے اگلے آسمانی دینوں کو پرانا ڈھکوسلا قرار دیں گے یہ ان کا کہنا بالکل غلط ہے، واقعہ یہ ہے کہ آسمانی دین کو پہلے "تورات" نے پھیلایا جسے موسیٰ علیہ السلام لیکر آئے اور ہدایت اور رحمت کا راستہ انسان کیلئے کھولا، پھر اب اسی کی تائید اور تصدیق کرنے کیلئے یہ "قرآن مجید" عربی زبان میں اُترا تا کہ ظالموں کو ان کے انجام سے ڈرادے اور نیک لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائے جس پر انہیں چلنا چاہئے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنادے کہ ان کا انجام اچھا ہوگا۔

وَ مِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحۡمَةً: اس قرآن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "تورات" عطاء فرمائی جو پیشوا اور رحمت تھی، ہر آسمانی کتاب امت کی رہنمائی کرنے والی ہوتی ہے اور اپنے ماننے والوں کیلئے رحمت کا باعث بنتی ہے، یہی صفات اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہیں۔

## خوف اور رنج سے چھٹکارا

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے پس نہیں خوف پر اُن

وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۚ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ

اور نہ وہ غمگین ہونگے (۱۳) یہ لوگ والے جنت کے ہمیشہ رہنے والے میں اس

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

بدلہ اس کا جو تھے وہ کرتے (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:** جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہے تو یقیناً نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (۱۳) یہی لوگ جنت والے ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے یہ بدلہ ہے، ان (نیک) کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔ (۱۴)

# تفسیر

اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور وہ ہمیشہ کیلئے رنج وخوف سے نجات پائے تو اس کا ایک ہی راستہ ہے جو کوئی اس راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے گا وہ خوف اور رنج سے چھٹکارا نہیں پا سکتا، وہ راستہ اس آیت میں دو مختصر جملوں کے اندر بتا دیا گیا ہے، اول تو سچے دل سے اقرار کرے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، دوسرے اس بات پر ثابت قدم رہے، جس نے یہ دو باتیں پوری کر دیں وہ یقیناً آخرت میں خوف اور رنج سے ہمیشہ کیلئے نجات پائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ کیلئے جنت میں رہیں گے، کسی قسم کا خوف ان کو نہ ہوگا اور ان کو کسی قسم کی مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ انہیں ہر چیز خواہش کرتے ہی فوراً مل جائے گی، یہ سب کچھ ان کے نیک عملوں کا بدلہ ہوگا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ: تحقیق وہ لوگ کہ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور اسی پر جمے رہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہی حکم ہوا کہ آپ اور پیروکار بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استقامت، یعنی: پختگی اختیار کریں، اکثر لوگ ڈانواں ڈول رہتے ہیں، ذرا ذرا سے بات پر پھسل جاتے ہیں، شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا بدعتوں کو اختیار کر لیتے ہیں، معمولی سے بات پر ایمان تک بیچ دیتے ہیں؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: دین میں استقامت اختیار کرو اور پکے رہو، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی مختصر سے بات بتا دیں جو میرے لئے فائدہ مند ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہہ دو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔

## نیک لوگ کون ہوتے ہیں؟

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ

اور حکم دیا ہم نے انسان کو ساتھ والدین اپنے کے نیک سلوک کا اٹھائے رہی اسکو ماں اسکی تکلیف کیساتھ اور

وَضَعَتۡهُ كُرۡهًا ؕ وَ حَمۡلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ
جنا اس کو تکلیف کیساتھ اور حمل اسکا اور دودھ چھڑانا اسکا تیس مہینوں میں ہوا یہاں تک کہ جب پہنچا

اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ
قوت اپنی کو اور پہنچا چالیس سال کو تو کہا اے رب میرے نصیب کر مجھے کہ شکر کروں احسان آپکے کا

الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَ عَلٰى وَالِدَىَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ
جو کیا آپ نے پر مجھ اور پر ماں باپ میرے اور یہ کہ عمل کروں میں نیک کام راضی ہوں آپ جس سے

وَ اَصۡلِحۡ لِىۡ فِىۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ اِنِّىۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَ اِنِّىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۵﴾
اور سنوار دیں لئے میرے میں اولاد میری تحقیق میں نے رجوع کیا طرف آپکی اور بیشک میں ہوں میں سے فرمانبرداروں (۱۵)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ نَـتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ نَـتَجَاوَزُ عَنۡ
یہ ہیں وہ لوگ کہ قبول کرتے ہیں ہم سے ان بہتر کام جو کئے انہوں نے اور درگزر کرتے ہیں سے

سَيِّاٰتِهِمۡ فِىۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَـنَّةِ ؕ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾
برائیوں انکی میں والے جنت وعدہ سچائی کا جو ان سے کیا جاتا ہے (۱۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا حکم دیا، پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور اس کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ جب اپنی قوت کو پہنچا اور چالیس سال کا ہوا کہنے لگا، اے میرے رب! میری قسمت میں کر کہ آپ کی نعمت کا شکر کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور مجھے توفیق دیں نیک کام کی جس سے آپ راضی ہوں اور مجھے نیک اولاد عطاء فرما، میں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (۱۵) یہ وہ لوگ ہیں جن کے بہتر عمل ہم قبول کرتے ہیں جو انہوں نے کئے اور ان کی برائیاں ہم معاف فرما دیتے ہیں، یہ لوگ جنت والوں میں شامل ہیں، یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا ہے۔ (۱۶)

# تفسیر

اچھے کام کرنے والوں کو اچھی جزا اور برے کام کرنے والوں کو سخت سزا ملے گی، یہ قاعدہ اچھی طرح سمجھا دینے کے بعد اب اس آیت میں واضح کیا جا رہا ہے کہ اچھے کام کرنے والے کون ہوتے ہیں اور برے کام کرنے والے کون؟ عام قاعدے کے مطابق ہر ایک انسان کی پیدائش ماں اور باپ کے ذریعے ہوتی ہے اور اس کی پرورش بھی ہوش سنبھالنے تک ماں باپ ہی کرتے ہیں اور بچہ کو آرام پہنچانے کی خاطر خود تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، اس لئے انسان کو ماں باپ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

ارشاد ہے کہ: ہم نے ہر انسان کو ماں باپ کا شکر ادا کرتے رہنے کی ہدایت کی ہے، اس میں ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ اسے حمل سے لے کر دودھ چھڑانے تک بڑی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور ڈھائی سال تک وہ بچے ہی کی خدمت میں لگی رہتی ہے، خود انسان کی اپنی ذمہ داری اس وقت شروع ہوتی ہے جب وہ ہوش سنبھال لیتا ہے، خاص کر جبکہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اس وقت جو نیک ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکاتا ہے اور ماں باپ کا ادب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ وہ اسے اپنے احسانوں کا جو اس نے خود اس پر اور اس کے ماں باپ پر کئے شکر ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وہ کہتا ہے کہ: اے اللہ! مجھے ان نیک کاموں کی توفیق دے جنہیں آپ پسند فرماتے ہیں اور میری اولاد کو نیک بنادے اور اچھے کاموں میں میرا فرمانبردار بنادے، میں نے آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کی فرمانبرداری اختیار کی، فرمانبردار آدمی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے احسانوں کے شکر ادا کرنے کی توفیق مانگتا ہے، ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تیار ہو جاتا ہے۔

اور اپنی اولاد کیلئے نیک ہونے کی دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور اس کے فرمانبردار ہونے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ سے نیک کام کرنے کی توفیق مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے، آگے ارشاد ہوتا ہے کہ: یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک کام ہم قبول کرتے

ہیں اوران کی کمزوریوں اورکوتاہیوں کو معاف کردیتے ہیں، یہی جنت میں جانے والے لوگوں میں سے ہیں، ان سے جو وعدہ ہم قرآن مجید میں کر چکے ہیں وہ پورا کیا جائے گا اور وہ دیکھ لیں گے کہ ہمارا وعدہ سچا تھا۔

**حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا:** انسان کی ماں نے اسے تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر اس کو جنا بھی تکلیف اٹھا کر، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! کہا اے اللہ کے پیغمبر! میں ماں باپ میں کس کیساتھ نیکی کا سلوک کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں کیساتھ، اُس نے دوبارہ عرض کیا پھر کس کیساتھ نیک سلوک کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں کیساتھ، تیسری بار عرض کیا پھر کس کیساتھ نیک سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں کیساتھ، پھر چوتھی مرتبہ عرض کیا پھر کس کیساتھ نیک سلوک کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کیساتھ، اس سبب علماء کرام فرماتے ہیں: ماں کی خدمت کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے، گویا خدمت زیادہ ماں کی کرنی چاہئے البتہ ادب واحترام باپ کا زیادہ ہونا چاہئے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے عورت کے حق میں یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ اولاد کی پیدائش کے سلسلے میں بہت تکلیف اٹھاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو عورتیں زچگی کے دوران فوت بھی ہوجاتی ہیں، جہاں تک بچے کی پرورش کا تعلق ہے تو یہ بھی نہایت مشکل کام ہے۔

## بُرے لوگ

وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَ قَدْ

اور وہ جس نے کہا ماں باپ اپنے سے اُف ہے واسطے تمہارے کیا وعدہ دیتے ہو مجھے کہ نکالا جاؤں گا میں قبر سے اور تحقیق

خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۚ وَ هُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ۖ

گزر چکیں قومیں سے پہلے مجھ اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے ناس ہو تیرا ایمان لا

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۷﴾

بیشک وعدہ اللہ کا سچا ہے پس کہتا ہے نہیں یہ مگر قصے پرانے پہلوں کے (۱۷)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
یہی ہیں وہ کہ ثابت ہو چکا پر ان عذاب کا حکم میں اُن قوموں کے جو گزر چکیں سے

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾
پہلے ان میں سے جنوں اور آدمیوں سے تحقیق وہ تھے نقصان اٹھانے والے (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا میں تم سے بیزار ہوں کیا تم مجھے وعدہ دیتے ہو کہ میں قبر سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ ستیاناس تیرا تو ایمان لے آ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ ٹھیک ہے تو وہ کہتا ہے یہ سب کہانیاں ہیں پہلوں کی۔ (۱۷)

یہ وہی لوگ ہیں جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہے جنوں اور انسانوں میں سے جو پہلے گزر چکے ہیں، بیشک وہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (۱۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ایک آدمی وہ ہے جو اپنے ماں باپ کا باوجود ان کے اتنے احسانات کے خیال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے، بلکہ ماں باپ کیساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہارے طریقہ کو پسند نہیں کرتا کیا تم مجھے یہ سکھاتے ہو کہ مرنے کے بعد میں دوبارہ زندہ ہو کر قبر سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مدت سے لوگ مرتے چلے آرہے ہیں آج تک ایک بھی زندہ ہو کر قبر سے نہ نکلا، ماں باپ یہ سن کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اور بیٹے سے کہتے ہیں تجھے کیا ہو گیا خدا کی سنو اور جلدی سے ایمان لے آ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اس پر وہ کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں ان میں کیا رکھا ہے؟

یہی لوگ ہیں جو عذاب سمیٹ رہے ہیں اور یہ انہی کافروں میں شامل ہیں جو ان سے پہلے جنوں اور آدمیوں میں سے گزر چکے ہیں ان لوگوں نے اپنا نقصان کر لیا وہ نقصان میں رہنے والے ہیں اور ان کیلئے آئندہ سوا عذاب کے کچھ نہیں۔

# عملوں کا بدلہ

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَ لِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَ هُمْ لَا
اور واسطے ہر ایک کے درجے ہیں سے اس جو انہوں نے عمل کیا اور تاکہ پورے دے انہیں عمل انکے اور وہ نہیں

يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ
ظلم کئے جائینگے (۱۹) اور جس دن پیش کئے جائینگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اوپر آگ کے گنوادی تم نے

طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَ اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ
لذتیں اپنی میں زندگانی اپنی دنیا کی اور فائدہ اٹھا چکے تم ساتھ انکے پس آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بدلہ دیئے جاؤ گے عذاب ذلّت کا بدلے اسکے جو تھے تم تکبر کرتے میں زمین

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ ع ۲
بغیر حق کے اور بدلے اسکے جو تھے تم نافرمانی کرتے (۲۰)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور ہر ایک کیلئے اپنے کئے کاموں کے مطابق درجے ہیں اور تاکہ ان کو ان کے کاموں کا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ (۱۹) اور جس دن کافر آگ پر لائے جائیں گے (ان سے کہا جائیگا) تم دنیا میں اپنی لذتیں لے چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے اب آج اس کے بدلے ذلّت کے عذاب کی سزا پاؤ گے جو تم دنیا میں ناحق غرور کرتے تھے اور اسکے بدلے جو تم نافرمانی کرتے تھے۔ (۲۰)

## تفسیر

ارشاد ہے: قیامت میں ہر شخص کے اپنے اپنے عملوں کے مطابق درجے ہوں گے اور یہ اس لئے

ہوں گے کہ ہر ایک کو ان کے کئے کا پورا پورا بدلہ مل جائے اور کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہو، اب یہ بھی سُن لو کی قیامت کے دن یہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے لوگ دوزخ کے اوپر لا کھڑے کر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی تھی، تم جو کچھ کرتے تھے سو! اس لئے کہ اس کا فائدہ دنیا ہی میں مل جائے، نام ہو، شہرت ہو، دولت ملے، تاکہ جی بھر کر کھائیں اور مزے اڑائیں، یہ عذاب اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں خواہ مخواہ اکڑتے پھرتے تھے، اپنی خواہش کے آگے کسی قاعدے قانون کی پرواہ نہ کرتے تھے، بس جو جی میں آیا کر گزرے خواہ کوئی مرے یا جئے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کی امت کو خوشحالی عطاء فرمادے، عرض کیا: روم اور فارس والے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے، یعنی: کافر اور مشرک ہیں، مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی خوشحالی عطاء کر رکھی ہے، دوسری طرف آپ اور آپ کے پیروکار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں مگر دنیا میں تنگی میں مبتلا ہیں، لہٰذا آپ ان کیلئے بھی دعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عمر! کیا تمہیں اس بات میں کچھ شک ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو آخرت میں پورا پورا بدلہ دے گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی "وَيَوْمَ يُعْرَضُ......." کہ جس کافروں کو دوزخ پر پیش کیا جائے گا تو انہیں یہی کہا جائے گا کہ تم نے اپنے اچھے عملوں کا بدلہ دنیا کے ساز وسامان اور شہرت کی صورت میں پالیا اب یہاں پر تمہارے لئے کوئی بدلہ نہیں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس آیت سے زہد کی طرف اشارہ ملتا ہے، زہد کا معنیٰ دنیا سے بے رغبتی ہے، نہ کہ دنیا کو بالکل ہی چھوڑ دینا جس کی اجازت نہیں دی گئی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں دنیا سے بے رغبتی ظاہر تھی جنہوں نے دنیا کی ہر چیز کو آخرت پر قربان کر دیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حاکم بنا کر یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ساتھ نصیحت بھی فرمائی، اللہ تعالیٰ کے بندے عیش وعشرت میں مبتلا نہیں ہوا کرتے، اگر ایسا ہوگا تو ان کے آخرت میں محروم ہونے کا خطرہ ہے، دنیا کا آرام وآسائش ہر صورت میں منع نہیں

ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے پیغمبر! آپ ان سے پوچھیں کہ جو زیب و زینت کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں اُن کو کس نے حرام کیا ہے؟ انہیں استعمال کرو، کھاؤ پیو، مگر یاد رکھو! دنیا کی لذتوں میں اس قدر نہ لگ جاؤ کہ آخرت کو بھول جاؤ اور پھر وہاں سے محروم ہونا پڑے، حتی الامکان سادگی اختیار کرو کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سادگی ایمان کا جزو ہے اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، مطلب یہ کہ لذتوں کی چیزیں حرام تو نہیں ہیں، اچھا لباس، اچھی خوراک اچھا گھر، اچھی سواری، سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں مگر ان میں الجھ کر آخرت کو نہ بھول بیٹھو! اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عام طور پر دنیا کی لذتوں سے گریز کیا کرتے تھے۔

## عاد کی قوم

وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ

اور یاد کر بھائی عاد کے کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور تحقیق گزرے

النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

ڈرانے والے سے پہلے اس اور سے بعد اسکے کہ مت بندگی کرو تم مگر اللہ کی

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا

بیشک میں ڈرتا ہوں اوپر تمہارے عذاب ایک دن بڑے کے (۲۱) بولے کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ پھیر دے ہم کو

عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۲﴾

سے معبودوں ہمارے پس لے آ تو پاس ہمارے اس عذاب کو جس سے تو ڈراتا ہے ہمیں اگر ہے تو سے سچوں (۲۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب اس نے احقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا اور ڈرانے والے اس کے آگے اور پیچھے گزر چکے ہیں (اور کہا اس نے) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی مت کرو کہ میں ایک بڑے

دن کے عذاب سے تم پر ڈرتا ہوں۔ (۲۱) بولے کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دے، سو! لے آ ہم پر وہ عذاب جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے۔ (۲۲)

**لفظی تحقیق:** اَخَاعَادٍ: یعنی: حضرت ہود علیہ السلام۔ اَحْقَافِ: ریت کے اونچے چوکور ٹیلے۔ "حِقْفٌ" کی جمع ہے، ریت کے ٹیلے جو پہاڑ کی طرح کھڑے ہوں۔ اَلنُّذُرُ: نذیر کی جمع ہے، ڈرانے والا۔

## تفسیر

پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے نافرمان انسانوں کو ان کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اسی کو واضح کرنے کیلئے ان آیتوں میں عاد کی قوم کا حال سنایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہ مان کر آخر تباہ ہوئے، عاد کی قوم یمن میں حَضَر موت اور نجران کے درمیان رہتی تھی، یہ علاقہ "اَلدَّھْنَاءُ" کے صحرا میں آبادی کے قابل ایک حصہ تھا جس کے ارد گرد ریت کے ٹیلے پہاڑوں کی طرح کھڑے تھے، مگر اس حصے کی زمین پیداوار کے قابل نہ تھی، حضرت ہود علیہ السلام انہی میں سے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغمبر مقرر کیا تا کہ وہ اپنی سرکش قوم کو ڈرائیں، ان سے کہہ دیں کہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے کفر اور سرکشی کی وجہ سے تم پر ایک بہت بڑے عذاب کا دن آئے گا، یہ لوگ اپنی طاقت میں مست تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، کمزوروں کو ستاتے تھے، ظلم و ستم پر کمر باندھ رکھی تھی، حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت سن کر بولے کیا تو ہمارے اندر اس لئے آیا ہے کہ ہم سے ہمارے معبود چھڑا دے، جا اپنا کام کر ہم تیری سننے والے نہیں، اگر تو ایسا ہی سچا ہے تو جا ہم پر وہ عذاب ابھی لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے چار سو اسی سال تک قوم کو تبلیغ کی مگر وہ ایمان نہ لائی اور کفر و شرک میں ہی مبتلا رہی، صرف چند لوگ ایمان لائے اور باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا، قوم کی ہلاکت کے بعد بھی آپ ڈیڑھ سو سال تک زندہ رہے۔

عاد کی قوم کا ذکر "سورۃ اعراف، سورۃ ہود، سورۃ الشعراء، سورۃ الحاقہ، سورۃ فجر"، اور بعض دوسری سورتوں میں بھی موجود ہے، یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اس دنیا میں آباد ہوئی، بڑے قد آور اور طاقت ور لوگ تھے،

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا احقاف میں (جس کا معنیٰ ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے) چونکہ اس علاقہ میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے پائے جاتے ہیں اور طوفان کے دوران ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں، اس لئے اس پورے علاقے کو احقاف کا نام دیا گیا، یعنی: سرخ اور دوسرے بڑے بڑے ریت کے ٹیلوں کی سرزمین، یہ لمبا چوڑا علاقہ، یمامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے درمیان واقع ہے جو صحرائے اعظم "اَلدَّهْنَاءُ" یا الربع الخالی کہلاتا ہے، اس کا کل رقبہ تقریباً تین لاکھ کلو مربع میل ہے، عاد کی قوم عمان سے لے کر یمن تک اور نجد سے لے کر حضرموت تک کے اسی علاقے میں آباد تھی، دوسری پرانی قوموں کی طرح اس قوم میں بھی کفر، شرک غرور و تکبر اور ظلم و ستم جیسی بیماریاں پائی جاتی تھیں، یہ لوگ اتنے متکبر تھے کہ باقی دنیا کو چیلنج کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: ہم سے زیادہ دنیا میں طاقت ور کون ہے؟ (سورۃ حٰمٓ السجدۃ: آیت: ۱۵)۔

جب حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا اور آپ سے پہلے بھی خدا کے ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور آپ کے بعد بھی آئے، آپ سے پہلے آپ کے دادا حضرت نوح علیہ السلام بھیجے گئے جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تک قوم کو تبلیغ کی، مگر صرف ستر یا اسی افراد ایمان لائے اور باقیوں کو اللہ تعالیٰ نے طوفان میں غرق کیا، حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر بھی ملتا ہے وہ بھی حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں، حضرت شیث علیہ السلام کا ذکر اگرچہ قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن تاریخ میں ان کا نام بھی آتا ہے، ممکن ہے اُن کے علاوہ اور بھی پیغمبر آئے ہوں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، جہاں تک حضرت ہود علیہ السلام کے بعد کا تعلق ہے تو آپ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کئی پیغمبر آئے، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت لوط، حضرت یونس علیہم السلام، غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں پیغمبر آئے اور پھر بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا، تو یہاں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے اور بعد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ڈرانے والے آئے ہیں جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، کفر و شرک سے منع کیا اور اسکے بُرے انجام سے ڈرایا۔

# عاد کا انجام

قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ

کہا سوا اسکے نہیں کہ علم اسکا پاس اللہ کے اور پہنچاتا ہوں تمہیں وہ کہ بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اسکے اور

لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ

لیکن میں دیکھتا ہوں تمہیں ایک قوم نادانی کرتی (۲۳) پس جب دیکھا انہوں نے اسے ایک بادل ہے سامنے سے آرہا

اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ

نالوں انکے کے بولے یہ بادل ہے بارش برسانے والا ہم پر نہیں بلکہ یہ وہ ہے کہ جلدی کر رہے تھے تم

بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ

جس کی آندھی میں اسکے ہے عذاب دردناک (۲۴) تباہ کر دے گی ہر چیز کو ساتھ حکم

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی

رب اپنے کے پس صبح کی نہیں دکھائی دیتا تھا کچھ مگر گھر ان کے اسی طرح سزا دیتے ہیں ہم

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

ان لوگوں کو جو جرم کرنے والے ہیں (۲۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** (حضرت ہود نے) کہا یہ خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ میرے ہاتھ بھیج دیا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نافرمانی کرتے ہو۔(۲۳) پس جب انہوں نے اسے دیکھا ایک بادل سامنے آتا ہوا ان کے نالوں کی طرف بولے یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا، (پیغمبر بولے) نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔(۲۴) اکھاڑ پھینکے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے، پھر کوئی نظر نہ آتا تھا سوا ان کے گھروں کے، ہم یوں سزا دیتے ہیں مجرموں کو۔(۲۵)

# تفسیر

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو جواب دیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ عذاب کیسا ہے اور کب آئے گا میں کچھ نہیں جانتا، میرا کام تو یہ ہے کہ جو پیغام مجھے دیکر بھیجا گیا ہے وہ تمہیں پہنچادوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت پر اتر آئے ہو اور بڑی نادانی کر رہے ہو، آگے ارشاد ہے کہ: آخر انہوں نے اس عذاب کو دیکھا اور وہ ایک گہرا سیاہ بادل تھا جسے دیکھ کر وہ کہنے لگے: آہاہا! خشک سالی دور ہوئی، یہ دیکھو کیسی گھٹا اٹھی ہے، اب ہمارے سب ندی نالے پانی سے بھر جائیں گے اور پانی کی تنگی نہ رہے گی، پیغمبر نے کہا یہ برسنے والی گھٹا نہیں ہے، طوفان ہے جس میں بڑا دکھ بھرا عذاب پوشیدہ ہے، اس کی سخت ہوا ہر چیز کو تباہ کر کے چھوڑے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

"سورۃ الحاقہ" میں ہے کہ عاد کی قوم کو تیز آندھی کیساتھ برباد کر دیا گیا جو ان پر متواتر سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہی یہاں تک کہ سب نافرمان ہلاک ہو گئے، حضرت ہود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اپنے پیروکاروں کو لیکر فلاں چشمہ کے قریب چلے جائیں، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایمان والوں کے اردگرد ایک لائن کھینچ دی اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے، باقی سب آپس میں ٹکرا ٹکرا کر ہلاک ہو گئے اور پھر ان کی لاشیں زمین پر ایسے پڑی تھیں گویا کھجوروں کے کھوکھلے تنے پڑے ہوں، اُن کے ٹھکانوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا، یعنی: مکان تو بچ گئے مگر ان کے رہنے والے حتیٰ کہ جانور تک فناء کر دیے گئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: جب کبھی آسمان پر بادل اٹھتے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو جاتے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہی ایک موقع پر پریشانی کی وجہ پوچھی تو فرمایا: عائشہ! مجھے ڈر ہے کہ یہ بادل ویسے ہی نہ ہوں جیسے عاد کی قوم پر آئے تھے اور انہیں تباہ کر دیا گیا تھا؛ اسی لئے جب آندھیاں چلتی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُ خَیْرَهَا وَ خَیْرَ مَا فِیْهَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ

شَرِّهَا وَ شَرِّ مَافِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ".

"ترجمہ: اے اللہ! میں اس ہوا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے اُس کی بہتری کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں ہے اُس کے شر سے اور جو کچھ یہ ساتھ لے کر آئی ہے"۔

بہر حال! فرمایا کہ: عاد کی قوم کو ہلاک کر دیا گیا، ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں، لہٰذا مکے والوں کو خبردار ہونا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر عاد کی قوم ہلاک ہوسکتی ہے تو اسی جرم میں مکہ کے مشرک بھی تباہ کئے جاسکتے ہیں۔

## عاد کے آگے تم کیا ہو؟

وَ لَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ

اور البتہ تحقیق قدرت دی ہم نے انہیں اوپر اسکے کہ نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں اوپر اسکے اور کئے ہم نے واسطے انکے کان اور

اَبْصَارًا وَّ اَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَآ اَبْصَارُهُمْ

آنکھیں اور دل پس نہ فائدہ دیا انہیں کانوں انکے نے اور نہ آنکھوں انکی نے

وَ لَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

اور نہ دلوں انکے نے کسی چیز کا کیونکہ تھے وہ انکار کرتے آیتوں اللہ کی کا اور

۳ ع ۲ ۳ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾

گھیر لیا انہیں اس چیز نے کہ تھے وہ ساتھ جسکے مذاق کرتے (۲۶)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اور ہم نے انہیں ان چیزوں پر قدرت دی تھی جن پر تمہیں نہیں دی اور ہم نے انہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تھے، پھر ان کے کام نہ آئے ان کے کان اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل کسی

چیز میں؛ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کے منکر ہوئے تھے اور اُلٹ پڑی اُن پر وہ بات جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۲۶)

## تفسیر

مکہ والوں سے کہا جا رہا ہے کہ تمہیں پہلے لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے، دیکھو! عاد کی قوم کیسی زبردست تھی، ان کے پاس جسمانی طاقت، مال، اولاد اور مددگار اس قدر تھے کہ تمہارے پاس ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، ان کو آنکھ، کان اور سمجھ پوری طرح دی گئی تھی، لیکن ان سے انہوں نے غلط کام لئے، ان کی عقل ماری گئی، انہوں نے جو کچھ دیکھا اس سے وہ یہ سمجھے کہ یہ سب کچھ ہمارے مزے اڑانے کیلئے ہے، حالانکہ سمجھنا یہ چاہئے تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو یہ سب نعمتیں ہمیں ملی ہیں؛ اس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بند بن کر رہنا چاہئے، انہوں نے کان سے پیغمبروں کی نصیحت نہیں سنی، ان کے کان، آنکھ اور دل سب غلط کام کرتے رہے، اس لئے جب اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوا تو ان کی آنکھیں، انکے کان اور انکے دل کچھ کام نہ آئے اور وہی سزا جس سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر انہیں ڈراتے تھے اور جسے سُن کر وہ ہنسی میں اڑا دیتے تھے ان کو مل کر رہی رہی اور عذاب نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ

اور البتہ تحقیق تباہ کیا ہم نے جو گرد تمہارے ہیں سے بستیوں اور ہم نے بار بار بتائیں نشانیاں

لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْ لَا نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ

تاکہ وہ باز آجائیں (۲۷) پس کیوں نہ مدد کی اُنکی انہوں نے جنہیں بنایا تھا سوائے

اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا
اللہ کے قرب حاصل کرنے کیلئے معبود نہیں بلکہ کھو گئے وہ سے ان اور وہ جھوٹ تھا انکا اور جو

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾
تھے وہ خود گھڑتے (۲۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم تباہ کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس بستیاں ہیں اور ہم نے انہیں بار بار نشانیاں دکھائیں تا کہ وہ لوٹ آئیں۔(۲۷) پھر انہیں ان لوگوں کی طرف سے مدد کیوں نہ پہنچی جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بناتے درجے پانے کو، کوئی نہیں بلکہ گم ہو گئے وہ ان سے اور یہ ان کا جھوٹ تھا جو وہ اپنے جی سے گھڑتے تھے۔(۲۸)

## تفسیر

مکہ والوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرنے کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں، دیکھو تم سے پہلے لوگوں کا حال سرکشی کر کے کیا ہوا، عاد کی قوم کا حال سنانے کے بعد ان آیتوں میں ارشاد ہو رہا ہے کہ: ان کے علاوہ تمہارے آس پاس اور بھی بستیاں تھیں، مثلاً: ثمود اور لوط کی قوم کی بستیاں، وہ سب اسی وجہ سے تباہ ہوئیں کہ انہوں نے جو دل میں آیا وہ کیا، اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا، ان کے کھنڈر تم اپنے سفروں میں دیکھتے ہو، ان کو ہم نے بار بار طریقے بدل بدل کر سمجھایا کہ کسی طرح بات کو سمجھ جائیں اور جن غلط طریقوں پر وہ چل رہے ہیں انہیں چھوڑ کر سیدھا راستہ اختیار کریں لیکن انہوں نے ہمارے سمجھانے کا کچھ خیال نہ کیا اور ہمارے پیغمبر کی ایک نہ مانی، اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں سے مدد مانگتے رہے، طرح طرح کے بتوں کو پوجنے کا ایک بہانہ یہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ تو بہت بلند ہے ہماری اُس تک پہنچ کہاں، یہی ہمارے بت ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچاتے ہیں اور ہمیں اس کے ہاں بڑے درجے دلاتے ہیں، ورنہ ہم کہاں اور وہ سب کا مالک کہاں، ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کی ڈھٹائی اور سرکشی کی وجہ سے ان پر ہمارا عذاب آیا تو یہ ان کے معبودان کے کام کیوں

نہ آئے؟ انہیں چاہئے تھا کہ ان کو مدد کیلئے پکارتے کہ اس مشکل وقت میں ہمیں بچاؤ، انہوں نے جن کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنا سفارش کرنے والا ٹھہرایا تھا وہ ان کو **عذاب** میں گرفتار دیکھ کر کہاں چل دیئے، ان کو چاہئے تھا کہ اس وقت ان کی مدد کرتے اور انہیں بچاتے، مگر ان سے کچھ بھی نہ ہوسکا، معلوم ہوا کہ ان کی عبادت کرنا اور ان سے امیدیں رکھنا محض جھوٹ، غلط اور من گھڑت باتیں تھیں۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى: اور البتہ تحقیق ہم نے تمہارے اِردگرد کی بستیوں کو بھی ہلاک کیا، ان بستیوں سے مراد عاد کی بستیاں نہیں کیونکہ وہ مکے سے بہت دور تھیں، اُن کا زمانہ بھی بہت پہلے کا تھا اور مکے والوں کی اُن کی طرف آمدورفت بھی نہیں تھی، البتہ ان بستیوں سے مراد ثمود کی قوم اور لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں تھیں، ان قوموں کے واقعات مکہ والوں کے قصے کہانیوں میں بھی ملتے تھے، نیز جب یہ شام کے تجارتی سفر پر جاتے تھے تو ان اجڑی بستیوں پر سے گزرتے تھے، بحرِ مردار کے کنارے لوط کی قوم کی بستیوں کے کھنڈرات تھے، جبکہ تبوک کی وادی میں ثمود کی قوم کے آثار تھے، یہ لوگ بھی تمہاری طرح نافرمان تھے، لہٰذا ہم نے ان کو بھی ہلاک کیا اور تم ان کے حالات سے باخبر بھی ہو، اور ہم آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، آیتوں سے مراد نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مختلف مقام پر مختلف عنوان کے تحت بیان کردیئے ہیں تاکہ یہ لوگ ان نقصان سے عبرت حاصل کریں اور ہدایت کی طرف پلٹ آئیں۔

## قرآن مجید کو جنّوں تک نے مان لیا!

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا

اور جب موڑا ہم نے طرف آپ کی ایک جماعت کو میں سے جنوں سننے لگے وہ قرآن پس جب

حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

پاس پہنچے اسکے بولے خاموش ہوجاؤ پس جب پورا ہوچکا واپس پھرے طرف قوم اپنی کے ڈراتے ہوئے (۲۹)

قَالُوْا يٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا

کہا انہوں اے قوم ہماری! تحقیق ہم سنا ہم نے ایک کتاب کو کہ اتاری گئی ہے بعد موسیٰ کے تصدیق کرتے ہوئے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰

واسطے اسکے جو سامنے ہے اسکے راہ دکھاتی ہے طرف سچ کے اور طرف راستہ سیدھے کے (۳۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر جس وقت پھیر دیا ہم نے ایک گروہ آپ کی طرف جنّات میں سے، اور قرآن سننے لگے پھر جب وہاں پہنچ گئے تو آپس میں ایک دوسرے سے بولے چپ رہو پھر جب قرآن پڑھنا ختم ہوا تو اپنی قوم کی طرف پھرے۔(۲۹) بولے اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتری ہے، سچا کہنے والی سب اگلی کتابوں کو، رہنمائی کرتی ہے سچے دین اور سیدھے راستے کی طرف ایک سیدھی راہ۔(۳۰)

## تفسیر

انسان کے علاوہ دنیا میں جنّ بھی آباد ہیں، جس طرح انسان کی پیدائش سنی ہوئی مٹی سے ہے اسی طرح جنّ کی پیدائش آگ سے ہے اور یہ جو شکل چاہیں اختیار کر لیتے ہیں، اپنی اصلی شکل میں یہ آنکھ سے نظر نہیں آتے اور ادھر اُدھر جہاں چاہیں پھرتے رہتے ہیں، یہ انسانوں سے جسمانی قوت میں زیادہ طاقت ور ہیں اور اسی لئے سرکشی میں بھی انسانوں سے بڑھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا خادم اور فرمانبردار بنا دیا تھا، آیت میں ارشاد ہے کہ: ہم نے جنّوں کے ایک گروہ کو چلتے پھرتے وقت آپ کی طرف موڑ دیا اور وہ قرآن مجید کی آواز سُن کر اس کے سننے کیلئے آپکی طرف متوجہ ہوئے، جب قریب پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ اور سنو کہ یہ کیا پڑھا جا رہا ہے، جب پڑھنا ختم ہوا تو وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان سے کہا کہ ہم نے وعظ ونصیحت کی باتیں سنی ہیں اور اس کے مطابق ہم تمہیں بدکاریوں کے انجام سے ڈراتے ہیں۔

جب جنوں کا گروہ قرآن مجید سننے اور ایمان لانے کے بعد اپنی قوم میں واپس گیا وہ کہنے لگے، اے

ہماری قوم کے لوگو! بیشک ہم نے ایک کتاب سُنی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے، اس کے بعد "انجیل" بھی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے جس کا تذکرہ اُن جنات نے نہیں کیا، ہوسکتا ہے کہ وہ جن یہودی ہوں اور صرف "تورات" پر ایمان رکھتے ہوں، اس لئے انہوں نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری ہوئی کتاب "تورات" کا ہی ذکر کیا، یا اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "انجیل" کی نسبت "تورات" کی شہرت زیادہ پائی جاتی ہو، یہ ایک حقیقت ہے "قرآن مجید" کے بعد "تورات" زیادہ مشہور ہے اور اس میں حکم بھی زیادہ ہیں۔

## جنّوں کا اپنی قوم کو پیغام

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ

اے قوم ہماری! بات مان لو بلانے والے کی طرف اللہ کی اور ایمان لاؤ پر اس بخش دیگا واسطے تمہارے کچھ

ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَ مَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

گناہ تمہارے اور بچالے گا تمہیں سے عذاب دردناک (۳۱) اور جو نہ بات مانے گا بلانے والے کی

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ

طرف اللہ کے پس نہیں وہ تھکا دینے والا میں زمین اور نہیں واسطے اسکے سوا اسکے مددگار

اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ ہیں میں گمراہی کھلی (۳۲)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی مانو اور اس پر ایمان لاؤ کہ معاف کردے تمہیں تمہارے گناہوں میں سے کچھ اور بچالے تمہیں ایک دردناک عذاب سے۔(۳۱) اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو نہ مانے گا وہ زمین میں بھاگ کر تھکا نہ سکے گا اور اس کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں، وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔(۳۲)

**لفظی تحقیق:** يُجِرْ: بچالے گا۔اصل میں "يُجِيْرُ" ہے جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوگیا۔

## تفسیر

جنوں کی یہ جماعت جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سُن کر اور اس سے متاثر ہو کر اپنی قوم میں پہنچے تو ان سے کہا، بھائیو! ہم پر قرآن مجید کا بہت بڑا اثر ہوا، ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس پیغمبر کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے بات مانو اور یقین کرلو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے، اس کا نتیجہ اچھا ہوگا، اللہ تعالیٰ تمہارے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا اور قیامت کے دکھ بھرے عذاب سے بچالے گا، اگر نہ مانا تو اللہ تعالیٰ سے بچ کر کہا جاؤ گے، ساری دنیا میں بھاگے پھروگے تو بھی اسے اپنے گرفتار کرلینے سے عاجز نہ کرسکو گے، آسمان میں پہلے ہی ٹھکانہ نہیں، وہاں جاتے ہو تو تم پر گولے برسا کر پھر تمہیں زمین ہی کی طرف بھیج دیا جاتا ہے، پھر کوئی ایسا بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارا مددگار بن جائے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے تو اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے بچائے اور کوئی بچانے والا نہیں، یاد رکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ان کی گمراہی بالکل ظاہر ہے، بھلا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کس میں طاقت ہے جس پر بھروسہ کیا جائے۔

**يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ:** اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کا بلاوا قبول کرو، اس سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتے تھے، کہنے لگے اس دعوت کو قبول کرو اور اس پر ایمان لے آؤ، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں میں سے (کچھ) معاف کردے گا، یہاں پر تمام گناہوں کی بخشش کا ذکر نہیں کیا گیا، اس کے متعلق مفسرین کرام بیان فرماتے ہیں کہ: انسان پر اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی پابندی لازم ہے، جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو وہ اپنے حقوق تو معاف کردیتا ہے مگر بندوں کے حقوق کی معافی اسی صورت میں ہوتی ہے جبکہ خود حق والا معاف کردے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں سارے گناہوں کے بجائے بعض کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نہ صرف گناہ معاف کردے گا، بلکہ تمہیں دردناک عذاب سے بھی پناہ دے گا۔

# قیامت برحق ہے

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ لَمۡ
کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ اللہ جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور نہ

یَعۡیَ بِخَلۡقِہِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیَِۧ الۡمَوۡتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ
تھکا بنانے میں انکے قادر ہے پر اس کہ زندہ کرے مُردوں کو ہاں ہاں بیشک وہ پر ہر

شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۳۳﴾ وَ یَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَلَی النَّارِ ؕ اَلَیۡسَ
چیز کے قادر ہے(۳۳) اور جس دن سامنے کھڑے کئے جائینگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا پر آگ کے کیا نہیں

ہٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا
یہ حقیقت کہیں گے کیوں نہیں ضرور قسم رب ہمارے کی فرمائیگا پس چکھو عذاب بدلے اس کے

کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴿۳۴﴾
کہ تھے تم کفر کرتے (۳۴)

**بامحاورہ ترجمہ:** کیا دیکھتے نہیں کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور ان کے بنانے میں نہیں تھکا، وہ قدرت رکھتا ہے کہ مُردوں کو زندہ کردے، ہاں ہاں کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۳۳) اور جس دن کافر آگ کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے، کیا یہ ٹھیک نہیں، (کافر) کہیں گے، کیوں نہیں قسم ہمارے رب کی (ٹھیک ہے)، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کرتے تھے۔(۳۴)

## تفسیر

پچھلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآن مجید سُن کر جنوں کی ایک جماعت پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم کو سمجھایا کہ ہم نے قرآن مجید سُنا وہ ایک سچی کتاب ہے؛ اس لئے ہم سب کو

چاہئے کہ اس کی ہدایتوں پر عمل کریں ورنہ قیامت کے دن نافرمانی کی سخت سزا بھگتنی ہوگی، ان آیتوں میں سمجھایا جارہا ہے کہ تم ان جنّوں سے گئے گزرے نہیں ہو جنہوں نے قرآن مجید سُن کر قیامت کا اور جزا سزا کا یقین کرلیا، تمہیں تو زمین اور آسمان کو دیکھ کر ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مان لینا چاہئے تھا کہ جس نے ان کو بنا کر کھڑا کردیا اور بنانے میں کوئی تھکان محسوس نہیں کی، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے؟ اور زندہ کرکے ان کے عملوں کا قیامت میں حساب لے اور اچھوں کو اچھا بدلہ اور بُروں کو برائی کی سزا دے، اگر تمہاری سمجھ میں خود نہیں آتا تو پھر قرآن مجید کا کہنا مانو، اس نے تمہیں فیصلہ سنادیا کہ مرنے کے بعد سب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، یہ اس کی قدرت سے باہر نہیں، پھر یہ بھی سُن لو کہ جنہوں نے اسے نہ مانا ان کو قیامت کے دن دوزخ پر لاکر کھڑا کردیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ بولو یہ وہی دوزخ ہے کہ نہیں، جس کا تم انکار کرتے تھے، وہ کہیں گے، ہمارے رب کی قسم! یہ تو سچ مچ وہی دوزخ ہے جس سے دنیا میں ہمیں ڈرایا جاتا تھا، ارشاد ہوگا تو پھر دنیا میں اس کا انکار کرنے کی سزا میں آج اس کا عذاب چکھو۔

## صبر سے کام لو

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَ لَا تَسْتَعْجِلْ

پس صبر کریں | جیسے کہ | صبر کیا | والوں نے | ہمت | میں سے | پیغمبروں | اور مت | جلدی کرو

لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً

واسطے انکے | گویا کہ وہ | جس دن | دیکھ لیں گے | جس کا | وعدہ کئے گئے ہیں | نہیں | ٹھہرے تھے | مگر | ایک گھڑی

مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

سے | دن | یہ تو پہنچا دینا ہے | پس نہیں | ہلاک کئے جائینگے | مگر | لوگ | نافرمان | (۳۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پس! آپ صبر کریں جیسے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا اور ان کے معاملہ میں

جلدی نہ کریں، یہ لوگ جس دن اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ نہیں مگر دن کی ایک گھڑی، یہ پیغام پہنچانا تھا، سو! پہنچادیا، اب وہی لوگ برباد ہوں گے جو نافرمان ہیں۔ (۳۵)

# تفسیر

انسان کو جتنی سمجھ بوجھ، عقل اور دانائی دی گئی ہے وہ اگر اس سے ٹھیک طرح کام لے تو وہ دو باتیں اچھی طرح آپ ہی سمجھ سکتا ہے:

(الف).... آسمان اور زمین کو دیکھ کر وہ ضرور پہچان لے گا کہ ان کا کوئی بنانے والا ضرور ہے اور اس کی قدرت بہت بڑی ہے اور پھر دنیا کے باقاعدہ نظام کو دیکھ کر وہ سمجھ لے گا کہ اس کا قائم کرنے والا بھی وہی ایک ہے اور اس کا مقابلہ کا کوئی نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(ب).... انسان کو غلط راستے سے بچانے اور سیدھے راستہ پر ڈالنے کیلئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے اپنے پیغمبر وقتاً فوقتاً بھیجے، چنانچہ پیغمبروں کا بھیجنا برحق ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں، قیامت برحق ہے، بدکاروں کو دنیا میں بھی سزا ملتی ہے اور پھر آخرت میں بھی سزا ملے گی، یہ سب کچھ بتانے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ جب عقل اور قرآن مجید دونوں سے یہ باتیں ثابت ہوچکیں تو اب تمہارا طرزِ عمل یہ ہونا چاہئے کہ جس طرح پہلے باہمت پیغمبروں نے صبر کیا اور خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگے رہے اسی طرح آپ بھی ان کافروں کے ایذاء پہنچانے سے مت گھبرائیں، ان کے معاملہ میں جلدی مت کریں اور معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، جب ان کو سزا ملے گی تو یہ گھبرا کر دنیا کے آرام اور مہلت کو صرف ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے جو بہت جلد گزر گئی اور انہیں ہمیشہ کی مصیبت میں ڈال گئی، ارشاد ہے کہ: ہم نے انہیں اور تمام انسانوں کو پیغام پہنچادیا اب سزا انہی کو ملے گی جو اس پیغام، یعنی: قرآن مجید کے مطابق عمل نہ کریں گے اور نافرمان ہو کر دنیا میں رہیں گے۔

فَاصۡبِرۡ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الۡعَزۡمِ مِنَ الرُّسُلِ: پس کافروں اور منکروں کے تکلیفیں پہنچانے پر صبر کریں جیسا کہ باہمت پیغمبروں نے صبر کیا، اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبر ہی باہمت ہوئے ہیں، مگر ان میں سے بعض کو بہت زیادہ مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا، انہوں نے بہت زیادہ تکلیفیں اٹھائیں اور اسی لحاظ سے برداشت بھی زیادہ کیا، یہ پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں جن کا ذکر "سورۃ احزاب" میں ایک ساتھ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا: اے پیغمبر! یہ لوگ بلاشبہ آپ کو سخت تکلیفیں پہنچارہے ہیں اور آپ کے مشن کی ناکامی کیلئے سردھڑ کی بازی لگائے بیٹھے ہیں مگر آپ کیلئے حکم یہی ہے کہ آپ ان کے بارے میں جلد بازی نہ کریں، یہ لوگ اپنے مقررہ وقت پر ضرور پکڑے جائیں گے اور اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

آیاتها ـ ۳۸ سُوۡرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ـ ۴

سورۃ محمد مدنی ہے، اس میں اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

## منکر اور مؤمن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ①

جولوگ منکر ہوئے اور روکا سے راستے اللہ کے ضائع کردیے عمل انکے (۱)

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى

جولوگ ایمان لائے اور کئے انہوں نے نیک کام اور ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا پر

مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ
محمد کے اور وہ حق ہے سے رب انکے دور کردیں سے ان برائیاں انکی اور سنوار دیا

بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ
حال انکا (۲) یہ بوجہ اسکے کہ جنہوں نے انکار کردیا پیروی کی انہوں نے جھوٹ کی اور یہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ
کہ جو ایمان لائے پیروی کی انہوں نے حق کی سے رب اپنے کی اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ

لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳
واسطے ان لوگوں کے حالات انکے (۳)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکا اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل ضائع کردیئے۔(۱)اور جو یقین لائے اور انہوں نے بھلے کام کئے اور ایمان لائے اس پر جو محمد پر اتارا گیا اور وہی سچا دین ہے، ان کے رب کے طرف سے اتار دیں ان کی برائیاں ان پر سے اور سنوار دیا ان کا حال۔(۲) یہ اس لئے کہ جو منکر ہوئے وہ جھوٹی بات پر چلے اور جو ایمان لائے انہوں نے سچی بات مانی اپنے رب کی طرف سے، یوں بتاتا ہے اللہ ان لوگوں کو ان کے حالات۔(۳)

**لفظی تحقیق:** بَالَ: حال۔اس کے معنیٰ دل، حال، خیالات، طرزِ زندگی کے ہیں۔

## تفسیر

یہ سورۃ مدینہ میں ہجرت کے پہلے دوسرے سال میں اتری اسکی اڑتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں، قرآن مجید انسان کو بتاتا ہے کہ دنیا میں زندگی شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ دنیا اور اس کی چیزیں اور اس کیساتھ سارے انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ایک دن سب فنا ہو جائیں گے اور پھر کچھ مدت کے

بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور آخرت کی زندگی شروع ہوگی اور وہی انسان کی اصل زندگی ہے، یہ وہ حق، سچائی یا حقیقت ہے جسے قرآن مجید سمجھانا چاہتا ہے، اس لئے دنیا کی زندگی اس طرح بسر کرنی چاہئے کہ آخرت کی زندگی خراب نہ ہو یہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر ان کو قرآن مجید عطاء فرما کر بتادیا ہے۔

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: جنہوں نے اس حقیقت سے انکار کردیا اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے راستہ سے روکا ان کے عمل آخرت میں ان کے کچھ کام نہ آئیں گے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس دین کو مان لیا جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کرتے ہیں اور وہی انسانوں کے رب کا مقرر کیا ہوا سچا دین ہے، ان کی خطائیں اور قصور معاف کردیئے جائیں گے اور ان کی حالت درست کردی جائے گی، وجہ یہ کہ منکروں نے غلط راستہ اختیار کیا اور ایمان والوں نے صحیح طریقہ مان لیا جو ان کے رب نے ان کیلئے مقرر کیا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے حالات اسی طرح بتاتا ہے۔

وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: سبیل اللہ سے مراد اسلام ہے، اس سے ان کافروں کے نیک عمل مراد ہیں جیسے مسکینوں کی مدد کرنا، پڑوسی کی حمایت و حفاظت، سخاوت اور صدقہ خیرات وغیرہ کہ یہ عمل اگرچہ اپنی ذات میں نیک اور اچھے عمل ہیں لیکن آخرت میں ایمان کے بغیر ان عملوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، البتہ دنیا میں ہی ان کو ان کے نیک کاموں کے بدلے میں راحت و آرام، نیک نامی اور شہرت دیدیا جاتا ہے اور بعض اوقات مالوں میں زیادتی بھی کردی جاتی ہے۔

## دنیا سے فساد مٹادو

| فَاِذَا | لَقِيْتُمُ | الَّذِيْنَ | كَفَرُوْا | فَضَرْبَ | الرِّقَابِ ط | حَتّٰٓى | اِذَآ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| پس جب | ٹکرا جاؤ تم | ان لوگوں سے | جنہوں نے کفر کیا | پس مارو | گردنیں | یہاں تک | جب |

| اَثْخَنْتُمُوْهُمْ | فَشُدُّوا | الْوَثَاقَ ۙ | فَاِمَّا | مَنًّا | بَعْدُ | وَ | اِمَّا | فِدَآءً |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| خون بہا دو ان کا | پس مضبوط کرو | قید | پس یا | احسان کرو | بعد اسکے | اور | یا | معاوضہ لو |

حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ۛؕ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ

یہاں تک کہ ڈال دے لڑائی ہتھیار اپنے یہ ختم ہوا اور اگر چاہتا اللہ البتہ انتقام لے لیتا

مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ

ان سے اور لیکن تاکہ جانچے بعض تمہارے کو ساتھ بعض کے اور جو لوگ مارے گئے میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۴

راستے اللہ کے پس ہرگز نہ ضائع کریگا عمل انکے (۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر جب تمہارا مقابلہ ہو ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو پھر مارو گردنیں ان کی، یہاں تک کہ جب تم خوب خون بہا چکو تو پھر گرفتار کر کے مضبوط باندھ لو ان کو، پھر اس کے بعد چاہو تو مفت چھوڑ دو احسان لگا کر یا چھوڑ دو فدیہ لے کر، یہاں تک کہ لڑائی رکھ دے اپنے ہتھیار، یہ بات (تم نے سُن لی) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو بدلہ لے لے اُن سے (دوسرے طریقے سے) لیکن وہ آزماتا ہے تم میں سے بعض کو بعض کیساتھ اور وہ لوگ جو مارے گئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں، پس ہرگز اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کو ضائع نہیں کریں گے (جیسا کہ ظاہر میں سمجھا جاسکتا ہے کہ جب وہ کافروں پر غالب نہ آسکا یہ خود مقتول ہو گیا تو گویا اس کا عمل بیکار گیا، مگر واقعہ یوں نہیں کیونکہ اس کے اس عمل پر دوسرا نتیجہ جو ظاہری کامیابی سے بہت بڑھا ہوا ہے اس کو حاصل ہو گیا، یعنی: شہادت مل گئی)۔ (۴)

ذلک عند المتقدمین ۱۲
وذو یجعلہ بجعول ذلک ط، ولکن حسن اتصالہ بما قبلہ، ویوقف علی ذلک ط ۱۲

## تفسیر

پچھلی آیتوں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں انسان دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک حق اور سچائی کے مان لینے والے اور دوسرے غلط راستہ اختیار کرنے والے، ان دونوں کے حالات قرآن مجید میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور بتا دیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد دونوں کی حالت ایک جیسی نہیں ہوگی، دنیا میں تو دونوں ایک ساتھ رہیں گے لیکن آخرت

میں سچے اور جھوٹے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو جائیں گے، پہلا گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا دوزخ میں، یہ تو آخرت میں ہوگا لیکن دنیا میں ملے جلے رہے بغیر گزارہ نہیں، حق کے ماننے والے کسی کو زبردستی دبانا نہیں چاہتے لیکن کافر اگر زبردستی مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کریں اور دونوں میں لڑائی چھڑ جائے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اچھے کام کرتے ہیں اور محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں، ان کو ان آیتوں میں بتایا جارہا ہے کہ اگر مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی چھڑ جائے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ انہیں بے دھڑک قتل کریں اور کوئی رعایت نہ کریں، کیونکہ امن جبھی ہوگا جب کفر سے دنیا پاک ہوگی، جب خوب قتل کرچکیں تو پھر باقیوں کو قیدی بنالیں اور بعد میں جیسی مصلحت ہو کریں یا احسان کرکے یونہی چھوڑ دیں یا فدیہ لے کر چھوڑ دیں، جب تک جنگ جاری رہے اسی حکم پر عمل کریں، اللہ تعالیٰ کافروں کو کسی آسمانی یا زمینی عذاب سے ہلاک کرکے بھی انتقام لے سکتا تھا، لیکن جہاد سے اچھوں کی آزمائش مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے جان دینے میں کوتاہی تو نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کیلئے جان دے گا اللہ تعالیٰ اس کو پورا پورا اچھا بدلہ عطاء فرمائیں گے۔

# جنگی قیدیوں کا قانون

دشمن کیساتھ خوب مقابلہ کرو یہاں تک کہ جب خوب خون بہا چکو تو پھر دشمن کے سپاہیوں کو مضبوطی سے باندھ لو، یعنی: ان کو جنگی قیدی بنالو، پھر ان قیدیوں کیساتھ سلوک کا قانون یہ ہے کہ ان پر احسان کرکے انہیں چھوڑ دو یا فدیہ لے کر رہا کردو، اس جگہ پر قیدیوں کیساتھ سلوک کی یہ دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، اگر مسلمان سمجھتے ہیں کہ جنگی قیدی رہا ہونے کے بعد اسلام کی تعلیمات میں غور وفکر کریں گے اور اُن کے اسلام لانے کی امید پیدا ہوتی ہو تو پھر انہیں بغیر فدیہ لئے چھوڑ دینے کی بھی اجازت ہے یا اگر دشمن پر مالی بوجھ ڈالنا مقصود ہے جس سے مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہوسکتی ہو تو پھر قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑنا بھی جائز ہے جیسا کہ بدر کی جنگ کے

بعد ہوا، پیغمبر ﷺ نے قیدیوں کو مال کے عوض رہا کیا تھا، آپ نے یہ حکم بھی دیا کہ جو قیدی فدیہ دینے کی حیثیت نہیں رکھتے، یعنی: مالی لحاظ سے کمزور ہیں اگر وہ پڑھنا لکھنا جانتے ہیں تو چار چار مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں، ان کی رہائی کیلئے یہی معاوضہ تصور کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر دشمن سے شر وفساد کا خطرہ ہے تو پھر ان قیدیوں کو قتل کر کے دشمن کی طاقت کو توڑنا بھی درست ہے، چنانچہ مکہ کے مشرکوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ یہ بڑے ضدی آدمی تھے اور ان کی طرف سے دوبارہ خطرہ ہو سکتا تھا۔

پانچویں صورت یہ ہے کہ دونوں طرف کے قیدیوں کا آپس میں تبادلہ کر لیا جائے پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں ایسا بھی ہوا ہے۔

چھٹی صورت یہ بھی ہے کہ جن کافروں کیساتھ جنگ ہوئی ہے ذمی بن کر جزیہ دینا قبول کر لیں تو ایسی حالت میں جنگی قیدیوں کو بغیر فدیہ لئے رہا کیا جا سکتا ہے۔

ساتویں صورت یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا جائے اور بالغ مَردوں کو قتل کر دیا جائے، چنانچہ غزوۂ بنی قریظہ کے موقع پر ایسا ہی ہوا تھا، ان کے تمام بالغ مرد قتل کر دیئے گئے تھے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا گیا تھا، بہر حال حالات اور مصلحت کے مطابق کوئی بھی صورت اختیار کی جا سکتی ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا حکم صرف جواز کی حد تک ہے، یعنی: اگر اسلامی حکومت غلام بنانے میں مصلحت سمجھے تو انہیں غلام بنا سکتی ہے، ایسا کرنا فرض یا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن و حدیث کی رُو سے آزاد کرنے کا افضل ہونا سمجھ میں آتا ہے اور یہ اجازت بھی اس وقت تک کیلئے ہے جب تک اس کے خلاف دشمن سے کوئی معاہدہ نہ ہوا اور اگر دشمن سے یہ معاہدہ ہو جائے کہ نہ وہ ہمارے قیدیوں کو غلام بنائیں گے اور نہ ہم ان کے قیدیوں کو تو پھر اس معاہدہ کی پابندی لازم ہوگی، ہمارے زمانے میں دنیا کے بہت سے ملکوں نے ایسا معاہدہ کیا ہوا ہے، لہٰذا جو اسلامی ممالک اس معاہدے میں شریک ہیں ان کیلئے غلام بنانا اس وقت تک جائز

نہیں جب تک وہ معاہدے میں شامل ہیں۔

# فرمانبرداری کا اجر

سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝٥ وَ يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا

عنقریب راہ دکھائیگا انہیں اور درست کردیگا حالت انکی (۵) اور داخل کریگا انہیں جنت میں تعریف کرچکا ہے جسکی

لَهُمْ ۝٦ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ

واسطے انکے (۶) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر مدد کروگے تم اللہ کی مدد کریگا وہ تمہاری اور جمادے گا

اَقْدَامَكُمْ ۝٧ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝٨

قدم تمہارے (۷) اور جن لوگوں نے کفر کیا پس بربادی ہے واسطے انکے اور ضائع کردیئے عمل انکے (۸)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝٩

یہ بوجہ اسکے کہ انہوں نے ناپسند کیا وہ جو اتارا اللہ نے پس برباد کردیئے عمل انکے (۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** عنقریب ان کو راہ دکھائے گا اور اُن کا حال سنوارے گا۔ (۵) اور ان کو داخل کردے گا جنت میں جس کی انہیں پہچان کرادی ہے۔ (۶) اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے پاؤں جمادے گا۔ (۷) اور جو لوگ منکر ہوئے ہلاکت ہے ان کیلئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل ضائع کردیئے۔ (۸) یہ اس لئے کہ انہوں نے ناپسند کیا اس چیز (احکام) کو جو اللہ تعالیٰ نے اتارے سو اُن کے عمل ضائع کردیئے۔ (۹)

**لفظی تحقیق:** تَعْسًا لَّهُمْ: ناس ہو ان کا۔ یہ آدمی کہے تو بددعا اور کوسنا ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہ صریح پیش گوئی ہے "تَعْسًا" مفعول مطلق ہے جس کا عامل محذوف ہے۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے والوں اور اس کا بول بالا کرنے والوں اور اس کی خاطر جان قربان کرنے کیلئے تیار رہنے والوں کو دنیا میں بھی اجر ملے گا اور آخرت میں بھی، دنیا میں تو اللہ تعالیٰ انہیں سیدھے راستے پر چلائے گا، ان کی مشکلات کو آسان کردے گا، ان کے دل سے پریشانی اور رنج وغم دور کردے گا اور آخرت میں انہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کردے گا، جنت کی صورت اور کیفیت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خوب کھول کر پہلے ہی بتادی ہے اور ان کو دنیا میں ہی اس کے حالات سے خبردار کردیا ہے، آگے ایمان والوں کو یقین دلایا جارہا ہے کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کا کہنا مانا اور اسلام کو قبول کیا تو تم نے اللہ تعالیٰ کا کام کیا اور اس کی مدد کی اس لئے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور جنہوں نے نہ مانا وہ تباہ ہوں گے اور ان کے عمل اللہ تعالیٰ ضائع کردے گا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا، اسلام سے نفرت کرنے والوں کے خواہ وہ بظاہر کتنے ہی اچھے کام کریں سب ضائع ہوجائیں گے، آخرت میں وہ کچھ کام نہ آئیں گے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروگے، دین کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا، مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے پیغمبر کی مدد کروگے، اُس کو دوسروں تک پہنچاؤگے، اس کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کروگے، اُس پر خود عمل کرتے ہوئے دوسروں کو بھی ترغیب دوگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد ہوگی اور ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی تمہارے ساتھ شامل حال ہوگی، یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو تسلی دی ہے اور اُن کی مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔

وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ: ایمان والوں کو صرف یہی نہیں کہ جنت میں پہنچادیا جائے گا، بلکہ ان کے دلوں میں خود بخود جنت کے اپنے اپنے مقام اور اس میں ملنے والی نعمتوں سے ایسی واقفیت اور جان پہچان پیدا کردی جائے گی جیسے وہ ہمیشہ انہی میں رہتے تھے اور ان سے مانوس تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو جنت ایک نیا

جہان ہے اس میں اپنا مقام تلاش کرنے میں وہاں کی چیزوں سے مناسبت اور تعلق قائم ہونے میں وقت لگتا اور ایک مدت تک اجنبیت کے احساس سے دل مطمئن نہ ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قسم ہے اُس ذات کہ جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جس طرح اپنی بیویوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو، اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیویں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے (رواہ ابن جریر والطبرانی وابو یعلی و البیہقی، مظہری) اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر ایک جنتی کیلئے مقرر کر دیا جائے گا جو اس کو جنت میں اسکا مقام اور وہاں کی حوروں سے تعارف کرائے گا۔ واللہ اعلم

## دوسروں سے سبق

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ

کیا پس نہیں چلے پھرے وہ میں زمین پس دیکھتے کیسا ہوا انجام ان کا جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ

سے پہلے ان تباہی ڈالی اللہ نے اوپر انکے اور واسطے کافروں کے ہیں چیزیں مانند اسکی (۱۰) یہ

بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ ع ۱ ۱۱ ۵

بسبب اسکے کہ اللہ کام بنانے والا ہے ان کا جو ایمان لائے اور یہ کہ کافر لوگ نہیں کوئی کام بنانے والے واسطے انکے (۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ کیا وہ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھیں کیسا ہوا انجام ان کا جو ان سے پہلے تھے، اکھاڑ پھینکا اللہ تعالیٰ نے ان کو اور منکروں کو ایسی ہی سزائیں ملتی ہیں۔ (۱۰) یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے ان کا جو ایمان لائے اور یہ کہ جو کافروں کا کوئی مددگار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم رہتے ہیں۔ (۱۱)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: پہلے لوگوں کے حالات دنیا میں چل پھر کر معلوم کرو، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اور اس

کے دین پر نہ چلے ان کی کیا حالت ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو اکھاڑ پھینکا، تباہ و برباد کر دیا، اسی طرح جو اس کے دین کو پہچان کر بھی نہ مانیں گے ان کی بھی یہی حالت بنے گی، کیا تمہیں ابھی تک یہ نہیں سوجھا کہ جو اللہ تعالیٰ کو مانے گا اللہ تعالیٰ اس کا حمایتی اور مددگار ہوگا اور جو اسے نہ مانے گا اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا، اچھا سنو! اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے اسی لئے جس نے اسے نہ مانا وہ تباہ و برباد ہوا۔

**وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا:** مراد مکہ کے کافر ہیں، مقصد ان کو عذاب سے ڈرانا ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں پر عذاب آئے ہیں تم پر بھی آسکتے ہیں تمہیں بے فکر نہ رہنا چاہئے۔

# دونوں کا انجام

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
بیشک اللہ داخل کرے گا ان کو جو ایمان لائے اور کئے انہوں نے کام اچھے باغوں میں جاری ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ كَمَا
سے نیچے انکے نہریں اور وہ جنہوں نے کفر کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں جیسے

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ
کھائیں چوپائے اور آگ ٹھکانا ہے واسطے انکے (۱۲) اور بہت سی بستیاں تھیں کہ وہ بہت سی

قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬
قوت میں سے شہر آپکے جس نے نکال دیا آپکو ہلاک کر دیا ہم نے انہیں پس نہیں کوئی مددگار واسطے انکے (۱۳)

**با محاورہ ترجمہ:۔** بیشک اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، ایسے باغ میں جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اور جو لوگ کافر ہیں وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔(۱۲) اور کتنے ہی شہر تھے جو آپ کے شہر سے زیادہ طاقت ور تھے جس

سے آپ کو نکالا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ (۱۳)

## تفسیر

پہلے ارشاد ہوا تھا کہ: ہم اپنے فرمانبرداروں کی دنیا اور آخرت دونوں سنوار دیں گے اور نافرمانوں کو بے کسی اور بے بسی نصیب ہوگی، اس آیت میں فرمانبرداروں سے صاف طور پر وعدہ کیا جا رہا ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ ایمان لانے والوں کو جو نیک کام کرتے رہے ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی، اور منکروں سے کہا جا رہا ہے کہ تم دنیا کے سامان سے خوب فائدہ اٹھالو اور جانوروں کی طرح اندھادھند خوب کھاپی لو آخرت میں تمہیں کچھ نہ ملے گا اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا، اس کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ مکہ والوں نے آپ کو مکہ سے چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا، یہ اپنی طاقت اور قوت میں مست ہیں ذرا نہیں سمجھتے کہ ان زیادتیوں کا مزہ عنقریب چکھنا پڑے گا، ان سے پہلے ہم بہت سے شہر تہس نہس کر چکے ہیں وہ ان سے سازوسامان اور قوت میں کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر تھے ہم نے ان کا تختہ الٹ دیا اور انکی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوا۔

## جنّت کیا ہے؟

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ

کیا پس　جو ہے　اوپر　صاف راستہ کے　سے　رب اپنے　مانند اسکے ہے کہ سجا دیے گئے　واسطے اسکے　برے　عمل اسکے　اور

اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ

پیروی کی　خواہشوں اپنی کی (۱۴)　کیفیت　اس جنت کی　جس کا　وعدہ کیا گیا　پرہیزگاروں سے　میں اس

اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ

نہریں ہیں　سے　پانی　جو نہیں　بدبودار　اور　نہریں　سے　دودھ کی　نہیں　بدلا　مزہ اسکا

وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۚ وَ اَنۡهٰرٌ مِّنۡ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ

اور نہریں سے شراب کی مزیدار واسطے پینے والوں کے اور نہریں سے شہد صاف کیے ہوئے

وَ لَهُمۡ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ

اور واسطے انکے میں اس سے سارے پھلوں اور بخشش سے رب انکے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بھلا! ایک جو اپنے رب کے واضح راستہ پر چلتا ہے کیا وہ اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جس کو اپنے برے عمل (شیطان) کی طرف سے بھلے کر کے دکھائے جائیں اور جنہوں نے پیروی کی اپنی خواہشوں کی۔ (۱۴) مثال اس جنت کی جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں نہریں ہیں پانی کی جس میں سڑنے کی بُو نہیں اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلا (تازہ کا تازہ ہے) اور نہریں ہیں شراب کی جس میں پینے والوں کے واسطے مزہ ہے اور نہریں ہیں صاف شہد کی اور ان کیلئے وہاں سب طرح کے میوے ہیں اور معافی ہے ان کے رب کی طرف سے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان چکے اور اس کے مقرر کئے ہوئے صاف راستہ پر چلے آرہے ہیں، وہ ان جیسے نہیں ہو سکتے جنہیں ان کے برے کام ہی اچھے لگتے ہیں اور جو اپنی خواہشوں کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، جیسے کام الگ الگ ہیں ویسے ہی ان کے بدلے بھی الگ الگ ہیں جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا، دنیا میں بھلے اور برے سبھی قسم کے لوگ ہیں، انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ بھلوں کو انعام اور بروں کو سزا ملے، یہ لوگ اپنے برے عملوں کو اچھا سمجھ کر ہی کرتے رہے اور شیطان ان کے ذہن میں ڈالتا ہے کہ تم بڑا اچھا کام کر رہے ہو اس کو مت چھوڑنا، ہر ایک کو اس کے کاموں کا ٹھیک ٹھیک بدلہ ملے، قرآن مجید نے بتا دیا کہ مرنے کے بعد برے دوزخ میں اور بھلے جنت میں جائیں گے، جنت کا حال یہ ہے کہ اس میں دنیا کی ساری مزیدار

چیزیں سارے عیبوں اور میل کچیل سے پاک کی ہوئی ملیں گی، ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان میں کوئی چیز ایسی نہ ہوگی جسے پھینکنا پڑے، دنیا میں ہر مزے کیساتھ کچھ نہ کچھ دکھ ہے جنت میں صرف مزہ ہی مزہ ہوگا اور دکھ کا تو نام بھی نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہوگی کہ جو چاہے کھاؤ پیو۔

وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ: اس جنت میں جنتیوں کیلئے ہر قسم کے پھل مہیا ہوں گے، جب کسی جنتی کا کوئی پھل کھانے کو جی چاہے گا تو اس درخت کی ٹہنی خود بخود جھک کر جنتی کے پاس آجائے گی وہ پھل توڑ کر کھا سکے گا اور پھر یہ بھی یہ پھل اتنے زیادہ ہوں گے کہ جونہی کوئی پھل توڑا جائے گا اس کی جگہ فوراً دوسرا پھل آجائے گا۔

# دوزخ کا کچھ حال

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ

کیا یہ جنتی انکی مانند ہو سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں میں آگ اور پلائے گئے وہ پانی کھولتا پس کاٹ ڈالا

اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ

آنتوں انکی کو (۱۵) اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ کان لگاتے ہیں طرف آپکی یہاں تک کہ جب نکلتے ہیں سے

عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ

پاس آپکے کہتے ہیں ان لوگوں سے جو دیئے گئے علم کیا کہا اس نے ابھی ابھی وہ

الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ

لوگ ہیں مہر لگادی اللہ نے پر دلوں انکے اور پیچھے ہوئے وہ خواہشوں اپنی کے (۱۶) اور جنہوں نے

اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

ہدایت پائی بڑھا دیا اس نے انہیں ہدایت میں اور دیدی انہیں پرہیزگاری انکی (۱۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** (کیا جنت والا) اس شخص کی مانند ہوسکتا ہے جو ہمیشہ آگ میں رہے گا اور کھولتا پانی انہیں پلایا جائے جو ان کی آنتیں کاٹ ڈالے گا۔ (۱۵) اور ان میں سے بعض ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ان سے جنہیں علم دیا گیا ہے (صحابہ سے) کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی؟ یہ وہی ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے اور جو اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں۔ (۱۶) اور جو راہ پر آئے ہیں ان کی ہدایت اس سے اور بڑھ گئی ہے اور اس ہدایت سے انہیں تقویٰ نصیب ہوا۔ (۱۷)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: کیا ان خوش قسمت لوگوں کے برابر وہ لوگ ہو سکتے ہیں جن کا ہمیشہ کا ٹھکانہ آگ ہوگا اور کھولتا پانی پینے کو ملے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر نکل پڑیں گی، اس کے بعد آنتیں پھر اپنی اصلی حالت پر آجائیں گی، پیاس کی وجہ سے وہ پھر پانی پئیں گے تو آنتیں دوبارہ کٹ جائیں گی اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا، یہ تو ان لوگوں کا بیان ہوا جو کھلے کافر ہیں ان کے علاوہ کچھ لوگ اور بھی ہیں جو ظاہر میں تو پیغمبر ﷺ کے ارشادات کان لگا کر سنتے ہیں مگر دل کہیں اور ہوتا ہے، باہر نکل کر جانے والوں سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی پیغمبر کیا کہہ رہے تھے گویا یہ جتلانا ہے کہ ہم تو ان کی بات معاذ اللہ قابل توجہ ہی نہیں سمجھتے، ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی ہے یہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں، ہمارے پیغمبر کی باتوں سے تو سیدھے راستے پر چلنے والے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان باتوں سے ان کی پرہیز گاری میں اور احتیاط کیساتھ چلنے میں اور ترقی ہوتی ہے۔

**وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ:** ان مخالفین میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کے سامنے کان رکھتے ہیں، جب آپ کی مجلس میں آتے ہیں تو ایسا ظاہر کرتے ہیں گویا کہ وہ آپ کی بات کو خوب کان لگا کر سُن رہے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ آپ کے ہاں سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو علم والے لوگوں (صحابہ) سے پوچھتے ہیں کہ اس

شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابھی کیا کہا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کی بات کی طرف توجہ نہیں کرتے، کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کی کوئی حیثیت نہیں، لہٰذا وہ مذاق کے طور پر پوچھتے ہیں کہ بھلا بتلاؤ تو اس شخص نے کیا بات کی ہے؟ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے واقعی کچھ نہ سمجھا ہو کیونکہ وہ آپ کی بات کو سُنی اَن سُنی کر رہے تھے، مجلس میں بیٹھ کر بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تو وہ اس کا مطلب کیا سمجھتے، یہ منافق لوگ تھے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ان سے خبردار کیا ہے۔

امام سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ جو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص پر پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بات کو غور سے سنے، سب سے پہلے سننا ضروری ہے جب سُن چکے تو اب دوسرے نمبر پر اُس پر غور وفکر کرے اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرے، اس کے بعد تیسرا درجہ یہ ہے کہ نصیحت کی اس بات کو اچھی طرح ذہن میں بٹھالے تاکہ بھولنے نہ پائے، اُس شخص کی چوتھی ذمہ داری یہ ہے کہ جس بات کو سُن کر سمجھا ہے اور اسے ذہن نشین کرلیا ہے اُس پر عمل بھی کرے اور پھر اس کی پانچویں ذمہ داری یہ ہے کہ نیکی کی اس بات کو دوسروں تک پہنچائے۔

جو لوگ یہ پانچ ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے بلکہ پہلے درجے میں کسی اچھی بات کو توجہ سے سنتے ہی نہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے اُن کے دل میں کوئی اچھی بات داخل ہی نہیں ہوتی، لہٰذا نہ وہ اس میں غور کرتے ہیں، نہ ذہن میں بٹھاتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل کرنے کی نوبت آتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں، پھر وہ اصل دین کے بجائے کفر، شرک پر ہی چلتے رہتے ہیں۔

اس کے برخلاف جن لوگوں نے گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ کردیتا ہے اور انہیں اس ہدایت پر چلتے ہوئے نیکی کی مزید توفیق نصیب ہوتی ہے اور اس طرح ان کے درجات بلند سے بلندتر ہوجاتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کا تقویٰ عطاء فرماتا ہے، وہ نہ صرف بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں بلکہ اس تقویٰ کی وجہ سے معمولی معمولی گناہوں کے بھی قریب نہیں

جاتے اور اس طرح وہ اس دنیا کی گندگی سے بچ کر نکل جاتے ہیں، ان میں کفر، شرک سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے حکموں پر پوری طرح عمل کرتے رہتے ہیں، یہ ہدایت پانے لوگ ہیں۔

## حقیقت کا اظہار

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ

پس نہیں راہ دیکھتے وہ مگر اس گھڑی کی کہ آجائے ان پر اچانک پس تحقیق آ گئی ہیں

اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ

علامتیں اس کی پس کہاں ہوگا لئے انکے جب آ ہی گئی وہ ان تک سمجھنا ان کا (۱۸) پس جان لے کہ واقعہ یہ ہے کہ نہیں کوئی

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَ

معبود سوا اللہ کے اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے اور واسطے مسلمان مردوں کے اور مسلمان عورتوں کے اور

ع ۸ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

اللہ جانتا ہے الٹنا پلٹنا تمہارا اور ٹھکانا تمہارا (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اب یہی ہے کہ وہ قیامت کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر اچانک آ کھڑی ہو، سو اس کی نشانیاں آ چکی ہیں، جب وہ ان پر آ پہنچے گی تو پھر ان کو نصیحت پکڑنے کا موقع کہاں ہوگا؟ (۱۸) سو! آپ جان لیں کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کی بندگی نہیں اور اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے واسطے معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے تمہارے پلٹ کا جانے کا ٹھکانہ اور تمہارا مستقل ٹھکانہ۔ (۱۹)

**لفظی تحقیق:** **مُتَقَلَّب:** کا معنی پلٹنا۔ اس سے مراد وہ حالتیں ہیں جن میں سے انسان پلٹ گزرے گا، یعنی: دنیا کی زندگی، پھر موت، پھر قبر، پھر قیامت، پھر حشر، پھر حساب کتاب وغیرہ۔

# تفسیر

کیا یہ لوگ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں کہ قیامت ان پر اچانک آپڑے، خیر اس میں بھی کچھ دیر نہیں کیونکہ اس کی علامتیں تو ظاہر ہو چکی ہیں، قیامت کے آنے کے بعد اس کا موقعہ کہاں رہے گا کہ وہ سوچیں سمجھیں۔

اس کے بعد پیغمبر ﷺ کو خطاب کر کے تمام انسانوں کو سنایا گیا ہے کہ ابھی سے قیامت کی مصیبتوں سے بچنے کی فکر کرلو، سب سے اول تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے استغفار کرو اور یہی عبادت کا خلاصہ ہے جس میں سب برابر ہیں، آگے اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ آدمی کن حالتوں میں سے گزرے گا اور آخر اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا یا جنت۔

قیامت کی سب سے بڑی نشانی پیغمبر ﷺ کی آمد ہے، تمام پیغمبر آپ ہی کی راہ دیکھتے رہے، جب آپ تشریف لے آئے تو اب قیامت ہی باقی ہے، اب نہ کوئی پیغمبر آئے گا اور نہ کوئی دوسری امت، اس کے علاوہ آخری کتاب قرآن مجید کا اترنا بھی قیامت کی نشانی ہے، چاند کا دو ٹکڑے ہونا بھی قیامت کی نشانی ہے جس کو مکہ والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، صحیح حدیث میں آتا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی ملا کر فرمایا کہ: مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے جس طرح یہ دو انگلیاں اکٹھی ہیں، ہاں! درمیان والی انگلی شہادت والی سے آگے نکلی ہوئی ہے اسی طرح میں قیامت سے ذرا آگے آ گیا ہوں، میرے پیچھے اب قیامت ہی آنے والی ہے۔

قیامت کی بعض نشانیاں تو آ چکی ہیں بعض بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونا باقی ہیں، مثلاً: صحیح حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے قریب دین کا علم اٹھالیا جائے گا اور دین کے علاوہ دوسری چیزوں کی تعلیم عام ہوگی، جہالت زیادہ ہو جائے گی، شراب نوشی عام ہوگی اور حادثوں اور جنگوں کی وجہ سے مرد کم اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی، پیغمبر ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ: جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کردیئے جائیں گے تو پھر قیامت ہی کا انتظار کرنا،

باقی بڑی بڑی نشانیوں میں دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور سورج کا مغرب سے نکلنا وغیرہ شامل ہیں، اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور پھر کوئی بھی عمل کام نہ آئے گا۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ: اے پیغمبر! آپ اپنے لئے بخشش مانگیں، اس مقام پر خلاف اولیٰ کام کو ذنب کہا گیا ہے۔

## وقت پر بزدلی کیسی؟

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ
اور کہتے ہیں وہ جو ایمان لائے کیوں نہ اتاری گئی ایک سورت پس جب اتاری گئی سورت

مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
پکی باتوں والی اور ذکر کیا گیا میں اس لڑائی کا دیکھا آپ نے ان کو میں دلوں جن کے

مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى
بیماری ہے تکتے ہیں طرف آپ کی دیکھتے ہیں مثل دیکھنے اس شخص کے کہ پر جس بیہوشی طاری کی گئی ہو موت کی پس خرابی ہے

لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا
واسطے انکے (۲۰) کہنا ماننا اور کہنا بھلی بات پس جب آ ہی پڑے کام پس اگر وہ سچائی اختیار کریں

اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾
اللہ کیساتھ البتہ ہو بہتر لئے انکے (۲۱)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اور ایمان والے کہتے ہیں کہ ایک سورت کیوں نہ اتری، پھر جب ایک جانچی ہوئی سورت اتری اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوا تو آپ ان لوگوں کو جن کے دلوں میں منافقت کا مرض ہے وہ دیکھتے ہیں آپ کی طرف جیسے کوئی مرنے کے وقت بیہوش پڑا ہوا دیکھ رہا ہوتا ہے، سو خرابی ہے ان کی۔ (۲۰) حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی ہے، پھر جب کام کی تاکید ہو پھر اگر یہ سچائی اختیار کرتے اللہ تعالیٰ کیساتھ تو ان کا بھلا ہوتا۔ (۲۱)

# تفسیر

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اس آیت سے لیکر سورت کے آخر تک منافقوں کی مذمت بیان کی گئی ہے اور ایمان والوں کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کو بہتری کی خوشخبری سنائی ہے، اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں کوئی ایسی سورت کیوں نہیں اتاری جاتی جس میں جہاد کا حکم ہو، ایمان والے کافروں اور مشرکوں کی ایذاء رسانیوں سے سخت پریشان تھے، ان کی طرف سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا، لہٰذا مسلمان چاہتے تھے کہ ان کیساتھ دو دو ہاتھ ہو جانے چاہئیں تا کہ ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ ہو جائے اور آئے دن کی پریشانی سے نجات مل جائے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مکی دور میں مسلمانوں کیلئے حکم یہ تھا، اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکے رکھو اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور عملوں کی اصلاح کرتے رہو، پھر جب مدنی دور آیا تو ایمان والے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی سورۃ نازل فرمائے جس میں جہاد کرنے کا حکم ہو، اس مقام پر اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان والوں کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم دیں، مگر ہوا کیا؟ جب کوئی مضبوط سورۃ نازل ہوئی جس میں جہاد کرنے کا حکم آ گیا تو آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری، یعنی: منافقت ہے اُن لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی شخص پر موت کی وجہ سے غشی طاری ہو جائے، اس پر گھبراہٹ طاری ہو جس کی وجہ سے اس کی شکل ہی تبدیل ہو جائے، مطلب یہ کہ جنگ کا نام سُن کر اُن پر غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں کہ یہ کیا مصیبت آ گئی۔

ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ: ان کیلئے ہلاکت ہے، یہ لوگ اپنے آپ کو جنگ سے بچانا چاہتے ہیں مگر مسلمانوں کیساتھ مفاد میں برابر کے شریک بھی ہونا چاہتے ہیں لہٰذا ان کیلئے ہلاکت ہی بہتر ہے، حیلے بہانے سے جنگ سے بچنے کے بجائے تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی اطاعت اور دستور کے مطابق اچھی بات کرنا ہی بہتر ہے نہ تو اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی نافرمانی کرنی چاہئے اور نہ زبان سے کوئی غیر معیاری بات نکالنی چاہئے،

زبان سے بلند دعویٰ کرنا اور وقت آنے پر بزدلی دکھانا ہرگز پسندیدہ کام نہیں، جو کوئی ایسا کرے گا وہ لازماً ہلاکت کے گڑھے میں گرے گا، نیز فرمایا: جب کسی معاملہ میں پختہ فیصلہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے کہ جنگ کیلئے نکلنا ہے، اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اطاعت گزاری کو سچا ثابت کریں اور جہاد سے منہ نہ موڑیں تو اسی میں ان کی بہتری ہے۔

## دلوں پر تالے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا

پس کیا توقع کی جائے تم سے کہ اگر پیٹھ پھیرو تم تو فساد کرو میں زمین اور کاٹ ڈالو

اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى

رشتہ داریاں اپنی (۲۲) یہ وہ لوگ ہیں لعنت کی جن پر اللہ نے پس بہرہ کردیا انہیں اور اندھی کردیں

اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾

آنکھیں ان کی (۲۳) کیا پس نہیں غور کرتے قرآن میں یا اوپر دلوں انکے تالے ہیں (۲۴)

**بامحاورہ ترجمہ:** پس شاید کہ اگر تم منہ موڑو گے تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنی رشتہ داریاں توڑ ڈالو گے۔ (۲۲) یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی پھر ان کو بہرہ کردیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ (۲۳) کیا وہ قرآن میں دھیان نہیں کرتے یا دلوں پر ان کے تالے پڑے ہوئے ہیں۔ (۲۴)

**لفظی تحقیق:** اَرْحَام: رشتہ داریاں۔ "رَحِمٌ" یا "رِحْمٌ" کی جمع ہے جس کے معنیٰ رشتہ داری کے ہیں۔

## تفسیر

**فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ:** پس شاید اگر تم جہاد سے منہ موڑو گے تو گویا تم زمین میں فساد کرو گے،

رشتہ داریاں بھی توڑو گے، اگر ضرورت کے وقت جنگ کے میدان میں نہ نکلے تو اس کا یہی مطلب لیا جائے گا کہ یہ زمین میں اصلاح کے بجائے فساد چاہتے ہیں، جہاد تو ہوتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو اور زمین پر امن و امان قائم ہو اور اس کے برخلاف اگر تم اس نیک مقصد میں شریک نہیں ہوتے تو ظاہر ہے کہ تم فساد پھیلانا چاہتے ہو، جہاد میں شریک ہونے کے بجائے پیچھے رہنے والے عام طور پر غلط پراپیگنڈہ کے ذریعے مسلمانوں میں بددلی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، طرح طرح کی افواہیں اڑاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ: یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، لعنت کا معنیٰ رحمت سے دوری ہوتا ہے چنانچہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہرہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے ان کے کان حق بات کو سننے سے بہرے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے، ان پر خواہشات کا اندھیرا چھا جاتا ہے وہ بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں اور ان پر ہمیشہ لعنت پڑتی رہتی ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ: کیا یہ لوگ قرآن مجید میں غور و فکر نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ جس کی وجہ سے یہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں، اگر یہ لوگ قرآن مجید پر غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ جس جہاد سے مونہ موڑ رہے ہیں اور اسے اپنے لئے ہلاکت کا سبب سمجھ رہے ہیں یہی جہاد دنیا میں امن و امان کیلئے ضروری ہے اور اس کے ذریعے ترقی کی راہیں کھلتی ہیں، اس کے برخلاف جہاد سے منہ موڑنے والوں کے دلوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور وہ زنگ آلود ہو جاتے ہیں، "سورۃ المطففین" میں ہے" ان کے برے عملوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں" (آیت ۱۴)، "سورۃ البقرہ" میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے (آیت ۷)، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں جو نیکی کی کسی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔

# منافقوں کا طریقہ

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ
بیشک جولوگ الٹے پھر گئے پر پیٹھوں اپنی کے بعد اسکے کہ ظاہر ہو چکی واسطے انکے

الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
ہدایت شیطان نے خوبصورت کردکھایا انہیں اور دیر تک زندگانی کا وعدہ کیا سے ان (۲۵) یہ بسبب اسکے کہ انہوں نے

قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ
کہا واسطے انکے جنہوں نے ناپسند کیا جو اتارا اللہ نے عنقریب پیروی کرینگے ہم تمہاری میں کچھ

الْاَمْرِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾
باتوں کے اور اللہ جانتا ہے خفیہ باتیں انکی (۲۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بیشک جولوگ الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اسکے کہ ان پر سیدھی راہ ظاہر ہو چکی، شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور دیر تک جینے کے وعدے کئے۔ (۲۵) یہ اس واسطے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے منکر ہیں ان سے کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے خفیہ مشوروں کو۔ (۲۶)

**لفظی تحقیق:** سَوَّلَ: اچھا بنا کر دکھایا۔ ماضی کا صیغہ ہے "تَسْوِيْل" سے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ منافق لوگ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کرنے کے بعد پیٹھ پھیر کر الٹے پھرے جاتے ہیں، حالانکہ ان پر بالکل واضح ہو چکا ہے کہ سچا دین اور سیدھی راہ اسلام ہی ہے، ان سے کہہ دو کہ یہ شیطان کے

بہکاوے میں آگئے ہیں، اس نے ان کے دل میں یہ خیال بنا سنوار کر بٹھا دیا ہے کہ بھلا لڑکر جان دینے سے کیا فائدہ، لڑائی میں نہ جاؤ گے تو بہت دن تک زندہ رہو گے اور موج اڑاؤ گے، ابھی تمہیں بہت دن زندہ رہنا ہے، لڑکر جان دینے میں کیا رکھا ہے، یہ شیطان کا قابو ان پر اس لئے چل گیا کہ یہ سچے دل سے ایمان نہیں لائے، فقط مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے کلمہ پڑھ لیا ہے اور چپکے چپکے یہودیوں وغیرہ سے جو قرآن مجید کو اچھا نہیں سمجھتے کہہ رکھا ہے کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مانیں گے ظاہر میں مسلمانوں کیساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی ان خفیہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ: منافقوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے یہودیوں سے کہا جو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب قرآن مجید کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم بعض معاملوں میں تمہاری بات مانیں گے، مطلب یہ کہ ہم ظاہر طور پر تو مسلمانوں کیساتھ ہیں لیکن اگر جنگ کا موقع آ گیا تو ہم تمہارے خلاف میدان میں نہیں نکلیں گے، گویا اہل کتاب کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پوشیدہ رازوں اور مشوروں کو جانتا ہے کہ وہ کس قسم کی سازش کر کے اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں، "سورۃ البقرہ" میں منافقوں کی اس دوغلی پالیسی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے ہیں اور جب وہ اسلام کے دشمنوں کے پاس جاتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مسلمانوں سے میل جول کا مقصد تو محض اُن سے مذاق کرنا ہے، ہماری تمام تر ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تمہاری ہی پارٹی کے آدمی ہیں" (آیت ۱۴)۔

## منافقوں کا انجام

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

پس کیا ہوگا	جب	وفات دینگے انکو	فرشتے	پیٹتے ہونگے وہ	چہرے انکے	اور	پیٹھیں انکی (۲۷)

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ

یہ اس وجہ سے کہ	انہوں نے	پیروی کی	اس بات کی جس نے ناراض کیا اللہ کو	اور	نفرت کرتے رہے	رضامندی سے اسکی	پس برباد کیا اس نے

ع ۹ ۷

اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ
کاموں انکے کو (۲۸) کیا گمان کیا انہوں نے کہ میں دلوں انکے بیماری ہے کہ ہرگز نہ

يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾
ظاہر کریگا اللہ دشمنیاں انکی (۲۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** پس! کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے، ماریں گے ان کے چہروں پر اور پیٹھوں پر۔(۲۷) یہ اس لئے کہ انہوں نے پیروی کی اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہے۔(۲۸) کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے خیال کرتے ہیں کہ ان کی دلی دشمنیاں اللہ تعالیٰ ظاہر نہ کرے گا؟(۲۹)

**لفظی تحقیق:** تَوَفَّتْ: وفات دینگے۔"تَوَفِّیْ" سے ماضی کا صیغہ ہے۔اَضْغَانٌ: دل میں چھپی ہوئی دشمنیاں۔"ضِغْن" کی جمع ہے جسکے معنیٰ ہیں کینہ۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ منافق لوگ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک دن مرنا ہے، جب فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں گے اور انکے چہروں اور پیٹھوں پر ماریں گے اس وقت ان کا کیا حال ہوگا؟ انہیں کچھ تو سوچنا چاہیے، یہ حالت اس لئے بنے گی کہ انہوں نے وہی باتیں اختیار کیں جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرتی ہیں اور ان باتوں سے بھاگتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، سو! اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے سارے کام برباد کر دیئے، جب تک اللہ تعالیٰ کو نہ مانیں گے ان کے نیک کاموں کا نفع انہیں آخرت میں کچھ نہ پہنچے گا۔

یہ منافق دھوکے باز اس خیال میں نہ رہیں کہ انکی مسلمانوں سے دلی دشمنی اور کینہ یونہی چھپا رہیگا، منافق لوگ ایک تو اس وجہ سے سزا کے حقدار ہیں کہ انہوں ایسی چیز کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنی اور دوسری بات یہ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضاء کو ناپسند کیا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے کاموں کو اختیار کیا، انہوں

نے ہدایت کے راستے کو چھوڑ کر کفر، شرک اور نفاق کو اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انکے تمام نیک اعمال بھی برباد ہو گئے، وجہ یہ ہے کہ عملوں کی قبولیت کا دارومدار ایمان پر ہے، جب یہ لوگ اسی سے خالی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں انکے عملوں کی کچھ قدر نہ ہوئی اور سب کے سب ضائع ہو گئے، قیامت والے دن کافروں کے ڈھیروں عمل راکھ کے ڈھیر کی طرح ہوا میں اُڑ جائیں گے کیونکہ وہ ایمان سے خالی ہوں گے۔

## صبر کی آزمائش

وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ
اور اگر ہم چاہیں پس دکھادیں ہم آپکو وہ لوگ البتہ پہچان لینگے آپ انہیں ساتھ نشانیوں انکی اور البتہ پہچان لینگے آپ ضرور انہیں

فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝۳۰ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى
میں طرز گفتگو کے اور اللہ جانتا ہے کاموں تمہارے کو (۳۰) اور البتہ آزمائینگے ہم ضرور تم کو تاکہ

نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ۝۳۱
جان لیں ہم جہاد کرنے والوں کو میں سے تم اور ڈٹنے والوں کو اور جانچ لیں خبریں تمہاری (۳۱)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ دکھلا دیں سو آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیں گے اور بات کے لب و لہجے سے آپ انہیں پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کام معلوم ہیں۔ (۳۰) اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تاکہ معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی کرنے والے ہیں اور ڈٹے رہنے والے ہیں اور تمہاری خبریں جانچ لیں۔ (۳۱)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ہم چاہیں تو وہ لوگ آپ کو دکھادیں اور آپ انہیں دیکھتے ہی چہروں کی نشانیوں اور لب و لہجے سے پہچان لیں گے کہ یہ مخلص نہیں کیونکہ مخلصوں کے بات کرنے کا ڈھنگ ہی اور ہوتا ہے،

بہر حال دنیا میں ہر ایک کا پردہ رکھنا منظور ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تم میں سے ہر ایک کے کاموں کا علم ہے۔

ہم ضرور انہیں آزمائیں گے کہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کیلئے لڑ کر جان دینے کیلئے کون تیار ہوتا ہے اور سختی اور مصیبت کے اندر کون صبر کیساتھ قائم رہتا ہے، منظور یہ ہے کہ ہر ایک کی بابت ٹھیک حالات معلوم ہو جائیں اور جس کے دل میں جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ سامنے آجائے۔

اگر چاہیں تو آپ کو دکھادیں کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے جو اسلام کے خلاف سازش کرنے میں مصروف ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ: آپ انہیں ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے کہ یہ منافق ہیں، ان کی پہچان کا دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ آپ ان کو بات کے لب ولہجہ سے پہچان لیں گے، ایسے لوگ جب بات کرتے ہیں تو کسی نہ کسی موقع پر ان کی اسلام دشمنی ظاہر ہو ہی جاتی ہے، اس کے برخلاف جو ایمان والے ہیں ان کا ایمان ان کی گفتگو ہی سے جھلکتا ہے، کبھی وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ منافقوں کی نشاندہی فرمادیتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر انہیں اپنی فراست سے پہچان لیتا ہے کہ فلاں منافق ہے، کبھی ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے انکی منافقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

اور دکھاوا کا ایمان انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا، اللہ تعالیٰ منافقوں کے عملوں کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اگر ان کی کوئی چیز مخلوق سے چھپی رہ جائے تو بہر حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے، اس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، اگر وہ دنیا میں ان کی کسی حرکت کو نہ بھی ظاہر کرے قیامت کے دن عملوں کا بدلہ دیتے وقت ان کا کفر و شرک واضح ہو جائے گا اور یہ بچ نہیں سکیں گے۔

بہر حال فرمایا کہ: ہم تمہارے حالات کو اچھی طرح آزمائیں گے، چنانچہ مجاہدین اور صابرین کی وقتاً فوقتاً آزمائشیں ہوتی رہیں، جہاں تک منافقوں کی پہچان کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مختلف موقعوں پر آزمایا، مثلاً: جنگ احد میں منافقوں کا گروہ بھی مسلمانوں کیساتھ مدینہ سے نکلا مگر وہ سارے عبداللہ بن ابی کی قیادت میں میدان جنگ میں پہنچنے سے پہلے ہی واپس لوٹ گئے، اسی طرح تبوک کی جنگ کے موقع پر بھی اسی (80) سے زیادہ منافق حیلوں بہانوں سے جنگ کیلئے نہیں نکلے، بنی مصطلق کی جنگ کے موقع پر بھی ان کی آزمائش ہوئی مگر

یہ اس میں ناکام ہوئے، انہوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی کوششیں کیں، یہ اپنے مقصد میں تو کامیاب نہ ہو سکے البتہ ان کی اپنی منافقت ظاہر ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ہم مؤمنوں اور منافقوں دونوں گروہوں کو آزمائیں گے اور ظاہر کریں گے کہ ان میں کون صبر کرنے والا اور مشقت برداشت کرنے والا ہے اور کون منافق ہے جو جان و مال کی بازی لگانے سے ڈرتا ہے۔

## نقصان کس کا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ
بیشک جنہوں نے کفر کیا اور روکا سے راہ اللہ کی اور مخالفت کی پیغمبر کی

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَ
بعد اسکے کہ ظاہر ہو چکی واسطے انکے ہدایت ہرگز نہ ضرر پہنچا سکینگے اللہ کو کچھ اور

سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا
عنقریب ملیامیٹ کر دیگا وہ عمل انکے (۳۲) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو

الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾
پیغمبر کی اور نہ برباد کرو عملوں اپنے کو (۳۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔جو لوگ منکر ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور مخالف ہو گئے پیغمبر کے، بعد اسکے کہ ان پر سیدھی راہ ظاہر ہو گئی، وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور وہ ان کے سب اعمال ضائع کر دے گا۔ (۳۲) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلو اور پیغمبر کے حکم پر چلو اور اپنے نیک عملوں کو ضائع مت کرو۔ (۳۳)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ ضدی لوگ ہمارے پیغمبر سے دشمنی کر کے اور ہمارے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستے پر

چلنے سے لوگوں کو روک کر سراسر اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے اسلام کا سیدھا راستہ مقرر کردیا ہے اور ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ واقعی اگر انسان کیلئے کوئی نجات کا راستہ ہے تو یہی ہے، ان سے کہہ دو کہ تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اس کے دین کو نہیں دبا سکتے اور نہ اس کے پیغمبر کو نیچا دکھا سکتے ہو، عنقریب تم دیکھ لوگے کہ تمہارے ان سب کاموں کا کیا حشر ہوگا، اللہ تعالیٰ تمہارے ان سب برے کاموں کو ملیا میٹ کردے گا، اسلام کا بول بالا کرے گا، اسلام سے لوگوں کو روکنے کی یہ تمہاری ساری کوششیں بیکار ثابت ہوں گی اور تم برباد ہو کر رہ جاؤ گے۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور پیغمبر کے راستے پر چلو، اگر تم کوئی اچھا کام دکھاوے کیلئے لوگوں میں اچھا بننے کیلئے یا اپنا دل خوش کرنے کیلئے یا کسی اور دنیاوی غرض کیلئے کروگے تو وہ یونہی ضائع ہو جائیں گے، گویا عمل کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری شرط ہے، سب کام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی ہدایت کے مطابق کرو ورنہ آخرت میں وہ کام کوئی فائدہ نہ دیں گے، عملوں کی بربادی کی اصل وجہ شرک ہے، جب تک کسی شخص میں شرک کا مادہ ہوگا اس کی نماز، روزہ، صدقہ، خیرات، جہاد، حج غرضیکہ کچھ بھی قبول نہیں ہوگا سب اعمال رائیگاں جائیں گے، اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو ایم مانتا تھا، نیک اعمال بھی کرتا تھا مگر بعد میں کسی وقت شرک میں مبتلا ہو گیا تو اس کی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں، اسی طرح جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کی بھی ساری نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ: یہ آیت بھی منافقین بنی قریظہ، بنی نضیر کے یہودیوں کے بارے میں اتری ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ ان منافقین کے متعلق ہے جنہوں غزوۂ بدر کے موقع پر کافروں کی امداد اس طرح کی کہ ان میں سے بارہ (12) آدمیوں نے انکے کے پورے لشکر کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا تھا، ہر روز ان میں سے ایک آدمی کافروں کے لشکر کے کھانے کا انتظام کرتا تھا۔

# صاف فیصلہ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ
بیشک جولوگ کافرہوئے اور روکاانہوں نے سے راستے اللہ کے پھر مرگئے اور وہ

كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ
کافرہی تھے پس ہرگز نہ بخشے گا اللہ انکو (۳۴) پس نہ بزدلی کرو اور نہ پکارو طرف صلح کے

وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ یَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾
اور تم ہی رہوگے بلنداوراونچے اور اللہ ساتھ ہےتمہارے اور ہرگز نہ کمی کریگاتمہارے عملوں کےثواب میں(۳۵)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ جولوگ منکر ہوئے اورلوگوں کواللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا پھر مرگئے اوروہ کافرہی رہےتو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔(۳۴) سو!تم بزدلی نہ دکھاؤاور نہ صلح کی طرف پکارو،تم ہی غالب رہوگے اوراللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہےاوروہ ہرگز کمی نہ کرے گاتمہارے عملوں کےثواب میں۔(۳۵)

**لفظی تحقیق:** لَاتَھِنُوْا: مت سست پڑو۔نہی کا صیغہ ہے(وہ ن)سے"وَھْنٌ"کے معنیٰ کمزورہوجانا، سست پڑجانا۔یَتِرَ: نقصان پہنچائیگا وہ۔مضارع ہے(وت ر)سے"وَتْرٌ"کے معنیٰ گھٹادینا۔نقصان دینا۔

## تفسیر

انسان کودنیامیں اتنا اختیار ہے کہ جوراستہ چاہے پسند کرے اورجس طرح چاہے رہے لیکن اس کیلئے فقط ایک راستہ ایسا ہے جس پر چلنے میں اسکادونوں جہان میں بھلا ہےاوراس کے علاوہ سارے راستے اس کوتباہی کی طرف لیجانے والے ہیں،قرآن مجیداسی سیدھے راستے کوواضح کرنے کیلئے آیا ہےاورحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی پر چلنے کا طریقہ سکھاتے ہیں،یہ راستہ اسلام ہےاوراسکےعلاوہ سارے راستے کفرکے ہیں،جنہوں نے خودکفرکیا وہ

اسکی بڑی سزا آخرت میں بھگتیں گے لیکن دنیا میں اگر وہ دوسروں کو زبردستی اسلام سے روکیں گے تو اکثر انہیں یہاں بھی سزا دی جاتی ہے ان آیتوں میں اسی کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہے کہ: کفر کرنے والے اگر کفر ہی کہ حالت میں مر گئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے، اگر وہ دوسروں کو بھی اسلام سے روکیں تو تم انہیں منع کرو، اور اگر وہ فساد پر اتر آئیں تو انہیں مار مار کر سیدھا کرو اور ہمت نہ ہارو اور نہ فسادیوں سے ڈر کر صلح کی درخواست کرو، جب تک وہ فساد سے باز نہ آجائیں ان کا پیچھا نہ چھوڑو، آخر تم ہی غالب رہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور اگر تم اس کا حکم مان کر زندگی بسر کرو گے تو کبھی گھاٹے میں نہ رہو گے، تم اسلام پر قائم رہو گے تو فسادی لوگ آخر کار تم سے دب کر رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خبردار کیا کہ دیکھو! کافروں کی ایذاء پہنچانے، تعداد کی زیادتی، افرادی قوت اور ساز و سامان کی زیادتی سے مت گھبراؤ، اس قدر ہمت نہ ہار بیٹھنا کہ خود انہیں صلح کیلئے بلانے لگو، مطلب یہ کہ کمزوری یا بزدلی کی وجہ سے خود صلح کی طرف نہ بلاؤ بلکہ ہمت اور حوصلے کیساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہو اور تسلی رکھو تم ہی غالب رہو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے۔

## ایمان اور تقویٰ

اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِكُمْ

اسکے سوا کچھ نہیں کہ زندگی دنیا کی کھیل ہے اور تماشہ اور اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو دے وہ تم کو

اُجُوْرَكُمْ وَ لَا یَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ

اجر تمہارے اور نہ مانگے وہ تم سے مال تمہارے (۳۶) اگر مانگے وہ تم سے مال پھر سارے کا سارا مانگے تو

تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾

بخل کرو تم اور ظاہر کردے وہ کینے تمہارے (۳۷)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔دنیا کی زندگی تو کھیل تماشہ ہے اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ تمہارا بدلہ پورا دے گا اور تم سے تمہارے مال نہ مانگے گا۔(۳۶) اگر وہ تم سے مال مانگے اور بار بار مانگے تو تم بخل کرنے لگو گے اور وہ تمہارے دل کے کھوٹ کو ظاہر کردے گا۔(۳۷)

**لفظی تحقیق:** یُحْفِ: سرہو جائے۔اصل میں "یُحْفِیْ" ہے شرط کی جزا ہونے کی وجہ سے آخر سے (ی) گرگئی "اِحْفَاءٌ" سے مضارع ہے جس کا مادہ (ح ف و) ہے "اِحْفَاءٌ" کے معنٰی بار بار طلب کرنا، تقاضہ کرنا۔

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: دنیا تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، تھوڑی دیر کا کھیل تماشہ ہے، دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اصل چیز ایمان اور بُرے کاموں سے بچنا ہے جو انہیں اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے گا، وہ تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرتا، اگر تمہیں یہ حکم ہوتا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب اللہ تعالیٰ کیلئے خرچ کردو اور پھر اسکی تاکید کی جاتی اور اس پر اصرار کیا جاتا تو تم پر بہت مشکل ہوتا اور اکثر تو کنجوسی پر کمر باندھ لیتے اور کھلم کھلا ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرنے لگتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دے کر تمہارے ہی پاس رہنے دیا تا کہ خواہ مخواہ کے بوجھ سے تنگ آ کر کہیں ایسا نہ ہو کہ دین ہی سے اکتا جاؤ، یہاں سے سمجھ میں آتا ہے کہ انسان مال و دولت کو یہ نہ سمجھے کہ میں ہی اسکا مالک ہوں اور یہ میری کمائی ہوئی ہے اور اس لئے اس پر اترانے لگے، اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے اپنی مہربانی سے دولت مجھے دے رکھی ہے یہ اس کی عنایت ہے کہ اس نے مجھ کو یہ نہیں کہا کہ تم پر اپنی ساری دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا فرض ہے۔

اگر ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارا پورا بدلہ عطاء کرے گا اور تمہارا سارے کا

سارا مال تم سے طلب نہیں کرے گا، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع آئے گا مثلاً: زکوٰۃ، ادا کرنی ہوگی، غریب محتاج کی مدد کرنا ہوگی یا جہاد میں جانا ہوگا تو اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنا کل مال خرچ کر کے خود کنگال بن جاؤ، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اپنی جائز ضرورتوں لباس، سواری، بیوی بچوں کے مناسب اخراجات برداشت کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کردو۔

وہ تمہارا سارا مال حاصل کرنے کا بھی حق رکھتا ہے اگر وہ ایسا مطالبہ کردے اور تاکیداً ایسا کرے تو تم اس امتحان میں ناکام ہوجاؤ گے، تم بخل کرنے لگو گے، یعنی: سارا مال دینے کیلئے تیار نہیں ہوگے، حالانکہ مال تو سارا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، وہ تمہارے دلوں کے کھوٹ ظاہر کردے گا اور تم ذلیل ہوجاؤ گے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے رحم فرمایا ہے اور سارا مال طلب نہیں کیا بلکہ اس کا کچھ حصہ خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

# مال خرچ کرنا

هٰٓاَنۡتُمۡ هٰٓؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡکُمۡ مَّنۡ

تم ہی | وہ لوگ ہو | بلائے جاتے ہو | تاکہ خرچ کرو | میں | راستے | اللہ کے | پس تم میں سے بعض وہ ہے جو

یَّبۡخَلُ ۚ وَ مَنۡ یَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا یَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الۡغَنِیُّ

بخل کرتا ہے | اور | جو | کنجوسی کریگا | پس سوا اسکے نہیں کہ وہ کنجوسی کریگا | اپنے | آپ سے | اور | اللہ | غنی ہے

وَ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ

اور | تم | فقیر | اور | اگر | منہ پھیر لوگے تم | لے آئیگا وہ تمہارے بدلے | ایک قوم | سوا تمہارے | پھر

ع ۴ ۱۰ ۸

لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾

نہ ہونگے وہ مانند تمہارے (۳۸)

**بامحاورہ ترجمہ:** سُن لو! تم ہی وہ لوگ ہو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کیلئے بلائے جاتے ہو، پھر تم میں کوئی ایسا ہے جو کنجوسی کرتا ہے، جو کوئی کنجوسی کرتا ہے وہ اپنے آپ سے ہی کنجوسی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم فقیر ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمہارے بدلے اور لوگ لے آئیگا پھر وہ تمہاری طرح کے (کنجوس) نہ ہوں گے۔ (۳۸)

## تفسیر

تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو تو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے، اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں تم اس کا کچھ حصہ زکوٰۃ کے طور پر دیدیا کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ سے محتاجوں پر خرچ کیا جائے، تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ اس میں بھی کنجوسی کرتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اس خرچ کرنے میں خود تمہارا دین اور دنیا کا فائدہ ہے، اگر کنجوسی کرو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔

**وَاِنْ تَتَوَلَّوْا:** اور اگر تم منہ موڑو گے، اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے لگو گے تو یاد رکھو کہ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو کھڑا کردے جو تمہارے جیسے نہیں بلکہ تم سے بھی بہتر ہوں گے، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مضبوط کردیا، انہوں نے مکمل طور پر اسلامی نظام نافذ کیا، انہوں نے دنیا میں قرآن کے نظام کو نافذ کیا تو ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو لانے کی ضرورت نہ پڑی۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ — اٰیاتُھا ۲۹ — رکوعاتھا ۴

سورۃ الفتح مدنی ہے۔ اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

# صلح کے شاندار نتیجے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
تحقیق ہم نے فتح دی لئے آپ کے فتح کھلی ہوئی (۱) تاکہ بخش دے واسطے آپ کے اللہ وہ جو پہلے ہوئے سے

ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا
گناہوں آپ کے اور جو پیچھے ہوئے اور پوری کردے نعمت اپنی پر آپ اور چلائے آپ کو راستے

مُّسْتَقِيْمًا ۝٢ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝٣
سیدھے پر (۲) اور مدد کرے آپ کی اللہ مدد زبردست (۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** ہم نے آپ کو کھلی فتح عطاء فرمائی۔ (۱) تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کرے آپ کے گناہ جو آگے ہو چکے اور جو پیچھے رہے اور آپ پر اپنا احسان پورا کردے اور آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ (۲) اور مدد کرے اللہ تعالیٰ آپ کی، زبردست مدد۔ (۳)

## تفسیر

حدیبیہ کی صلح نرالے ماحول میں ہوئی، کافروں کی ڈھٹائی اور مسلمانوں کو ہر طرح دبانے کی کوشش دیکھ

کر ہمت والے مسلمان ان کو سخت سزا دینے پر تلے ہوئے تھے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر ان سے لڑنے مرنے کیلئے تیار تھے، وہ ان کے ظلم سہتے سہتے تنگ آ گئے تھے مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور صلح ہی کو مناسب سمجھا، کافروں کی ہر بات مان لی، انہوں نے کہا کہ اپنے صلح نامے میں فقط اپنا نام لکھو اور اس کیساتھ رسول اللہ مت لکھو، آپ نے فرمایا: اچھا، انہوں نے کہا کہ دس سال صلح کی مدت میں اگر ہم میں سے کوئی تمہاری طرف آ جائے تو تم لوگ اسے واپس بھیج دو گے اور تم میں سے کوئی اگر ہمارے پاس چلا آئے تو ہم اسے واپس نہ بھیجیں گے، آپ نے فرمایا: اچھا، انہوں نے کہا اس وقت واپس چلے جاؤ اگلے سال عمرہ کرنا اور یاد رہے کہ کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، بظاہر اس صلح میں کافروں سے دبنے والی بات تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اس صلح کو بڑی شاندار فتح بتایا اور واقعی دن جوں جوں گزرتے گئے اسکے فائدے ظاہر ہوتے چلے گئے، اس آیت میں ہے کہ اے پیغمبر! اس صلح میں آپ نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا اسکے انعام میں ہم نے آپ کی ساری اگلی پچھلی خطاؤں اور بھول چوک کو معاف کیا اور ہم اپنے انعامات آپ پر پورے کر کے رہیں گے اور آپ کو سیدھے راستے سے کبھی نہ ہٹنے دیں گے اور ہماری زبردست مدد آپ کو ہر وقت حاصل رہے گی، چنانچہ یہ سب کچھ پورا ہوا، اسلام میں بے روک ٹوک لوگوں کے گروہ کے گروہ داخل ہونے لگے، اسلام عرب میں ہر طرف پھیل گیا، دشمنوں کے دلوں پر رعب بیٹھ گیا اور بڑی بڑی شاندار لڑائیاں آسانی سے فتح ہوتی چلی گئیں، یہاں تک کہ سارے عرب کے علاقے میں کوئی سر اٹھانے کے قابل نہ رہا۔

ہجرت کا چھٹا سال جا رہا تھا، ۵ھ میں احزاب کی جنگ پیش آ چکا تھا، اس سے پہلے بدر اور اُحد کی جنگیں ہو چکیں تھیں، اس کے علاوہ بھی چھوٹی موٹی جنگیں واقع ہو چکی تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں اور مکہ کے مشرکوں کے درمیان سخت کشیدگی پائی جاتی تھی، دونوں فریقوں کی ہر وقت ایک دوسرے سے جنگ رہتی تھی، مکہ کے مسلمان بھاگ بھاگ کر مدینہ طیبہ آ رہے تھے مگر مکہ کے کافر ان کو روک رہے تھے، اس دوران میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیساتھ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا فرمایا ہے، ظاہر ہے کہ

پیغمبر کا خواب تو وحی کی ایک قسم ہے اور یہ سچا ہوتا ہے اور آیت ۲۷ میں اسکی تائید بھی آرہی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب سے نہ نتیجہ نکالا کہ اسی سال عمرہ ادا فرمائیں، لہٰذا آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں عمرہ کیلئے تیاری کا اعلان فرمادیا اور آس پاس کے قبیلوں میں بھی پیغام بھیج دیا کہ ہم عمرہ کیلئے جارہے ہیں جو کوئی جانا چاہے ہمارے ساتھ جاسکتا ہے۔

ذی قعدہ کے شروع میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عمرہ کیلئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، (ہدی) قربانی کے اونٹ بھی ساتھ لئے، ذوالحلیفہ سے احرام باندھا اور لبّیک لبّیک پکارتے ہوئے سفر شروع کردیا، جاہلیت کے زمانے میں قریش کا یہ دستور تھا کہ وہ حج وعمرہ کیلئے آنے والے کسی شخص کو نہیں روکتے تھے، خواہ وہ ان کو کتنا ہی بڑا دشمن کیوں نہ ہو، اسکے باوجود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنا ایک قاصد روانہ فرمایا تاکہ قریش کو بتلادیا جائے کہ ہم لوگ عمرہ ادا کرنے کیلئے آرہے ہیں، ہمارا نہ کوئی سیاسی مقصد ہے اور نہ ہم لڑائی کی نیت سے چلے ہیں، ہم نے احرام باندھ رکھے ہیں اور قربانی کے جانور ساتھ ہیں، لہٰذا ہمارے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے، جب یہ خبر مکہ کے قریش کو پہنچی تو وہ سخت پریشان ہوئے دستور کے مطابق وہ روک بھی نہیں سکتے تھے مگر وہ یہ بھی برداشت نہیں کرتے تھے کہ مسلمان عمرہ ادا کریں۔

مسلمانوں کی جب یہ جماعت مکہ معظّمہ سے دس بارہ میل کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام پر پہنچی جسے آج کل شمیسیہ بھی کہتے ہیں تو مشرکوں کی طرف سے اطلاع ملی کہ وہ مسلمانوں کی عمرہ ادا کرنے کی اجازت دینے کیلئے تیار نہیں اور اگر مسلمان بضد ہوئے تو وہ جنگ کیلئے بھی تیار ہیں، اس موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تاکہ وہ قریش کو یقین دلاسکیں کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنا چاہتے ہیں جس کے بعد واپس چلے جائیں گے لہٰذا وہ ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ بنیں، مشرک یہ فیصلہ کرچکے تھے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیشکش کی کہ اگر وہ چاہیں تو عمرہ ادا کرسکتے ہیں مگر باقی مسلمانوں کو یہاں نہیں آنے دیں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ پیشکش قبول نہ کی اور فرمایا کہ جب تک

پیغمبر ﷺ اور باقی مسلمان عمرہ ادا نہیں کریں گے وہ بھی عمرہ ادا نہیں کریں گے۔

اس دوران میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ مکہ والوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے، یہ خبر ملنے پر پیغمبر ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا اور پھر یہ فیصلہ ہوا کہ اگر یہ خبر درست ہے تو پھر ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے، اگر چہ ہم جنگ کیلئے نہیں آئے اور نہ ہمارے پاس جنگ کا سامان ہے مگر ہم اس قتل کو برداشت نہیں کر سکتے خواہ ہم سارے کے سارے شہید ہو جائیں، چنانچہ اس مقصد کیلئے ایک درخت کے نیچے آپ نے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے اور جس کا ذکر اس سورت میں بھی آرہا ہے، اسکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط ثابت ہوئی اور مکہ والوں نے مسلمانوں کیساتھ صلح کی پیشکش کی جس کیلئے انہوں نے بڑی سخت شرطیں رکھیں جنکا ذکر حدیث شریف میں موجود ہے اور وہ یہ تھیں:

(۱)۔۔۔۔ یہ صلح دس سال کیلئے ہوگی اور اس دوران دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا اعلانیہ کوئی جنگی کاروائی نہیں کریں گے۔

(۲)۔۔۔۔ اس دوران اگر قریش کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ چلا جائیگا تو اسے واپس کر دیا جائیگا، اگر پیغمبر ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس آجائیگا تو اسے واپس نہیں کیا جائیگا۔

(۳)۔۔۔۔ عرب قبیلوں میں سے جو جس کا ساتھی بننا چاہے اسے اختیار ہوگا، یہ سُن کر قبیلہ خزاعہ نے کہا کہ ہم محمد ﷺ کیساتھ ہیں اور بنو بکر نے کہا کہ ہم قریش کیساتھ ہیں۔

(۴)۔۔۔۔ مسلمان اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال بغیر ہتھیار کے عمرہ کیلئے آئیں گے صرف ایک تلوار ساتھ ہوگی وہ بھی نیام میں۔

مسلمانوں کو یہ شرطیں بالکل پسند نہیں تھیں مگر پیغمبر ﷺ نے ان کو منظور کر لیا، اس دوران کچھ ایسے واقعات بھی پیش آئے جن سے پیغمبر ﷺ کے فیصلے کی تائید ہوتی تھی، مثلاً حدیبیہ کے مقام پر آکر پیغمبر ﷺ کی اونٹنی خود بخود رُک گئی اور کوشش کے باوجود آگے چلنے کیلئے تیار نہ ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹنی کو

اُسی ذات نے یہاں روک دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔

بہر حال! صلح کا یہ معاہدہ طے پا گیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ قربانی کے جو جانور ساتھ لائے ہیں وہ اسی مقام پر ذبح کر کے احرام کھول دیئے جائیں، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور اسکے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، راستے میں یہ سورت فتح اتری، جس میں اللہ تعالیٰ نے فتح کی خوشخبری سنائی، آپ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ: آج رات مجھ پر ایک سورت اتری ہے جو مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پیاری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورۃ تلاوت فرمائی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا غم دور ہو گیا اور وہ سمجھ گئے کہ اگر چہ معاہدہ حدیبیہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اسی میں ایمان والوں کی بہتری رکھ دی ہے، یہ ذیقعدہ ٦ ھ کا واقعہ ہے، اُس کے تین ماہ بعد یعنی ۷ ھ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیبر کی فتح عطاء فرمائی جس کی وجہ سے وہاں کی ساری زمین، باغات اور مال و دولت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے، بیعت رضوان میں شریک ہونے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پہلا انعام تھا جس سے مسلمان خوشحال ہو گئے۔

پھر اسی سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے عمرہ قضاء ادا کیا، آپ ذیقعدہ کے مہینہ میں اُنہی صحابہ کو ساتھ لے کر مکہ پہنچے جو بیعت رضوان میں شامل تھے، صلح کی شرائط کے مطابق مسلمانوں نے مکہ میں تین دن قیام کیا اور پھر واپس مدینہ چلے گئے، یہ عمرہ "عمرۃ القضاء" کہلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ میں پیش آنے والے چند واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے، واقعہ حدیبیہ کے ضمن میں بیعت رضوان کا ذکر اور پھر صلح کے عہد نامے کا ذکر بھی آیا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آنے والے خواب کا ذکر ہے ساتھ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفات بھی بیان کی گئی ہیں، اس سورۃ میں منافقوں کی مذمت بیان کی گئی ہے، اُن کی سازشوں کو ظاہر کیا گیا ہے، حدیبیہ کی طرف روانگی کے وقت آپ نے بعض دیہاتی منافقوں کو بھی چلنے کی دعوت دی تھی مگر وہ سمجھتے تھے کہ مسلمان دشمن کے گھر میں خود چل کر جا رہے ہیں یہ زندہ واپس نہیں آئیں گے، لہٰذا انہوں نے عمرہ کی ادائیگی کیلئے جانے سے انکار کر دیا، پھر جب آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو

اُنہیں مسلمانوں کی فتح کا یقین تھا لہٰذا مال حاصل کرنے کی لالچ میں انہوں نے ساتھ چلنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر پیغمبر ﷺ نے منع فرمایا اور کہا کہ ہمارے ساتھ وہی لوگ جائیں گے جو حدیبیہ کے وقت ہمارے ساتھ تھے، اس طرح یہ منافق خیبر کا مال حاصل نہ کر سکے۔

اس سورت مبارکہ میں اصلاح کے پہلو پر خاص توجہ دی گئی ہے، انفرادی طور پر اصلاح کی ابتداء عقیدے کی درستگی سے ہوتی ہے، پہلے انسان کا عقیدہ درست ہو پھر عمل اور پھر اخلاق۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ: معاہدہ حدیبیہ کو فتح مبین قرار دینے کیساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام لغزشیں معاف فرمادی ہیں جو پہلے ہو چکیں اور جو بعد میں ہوں گی، ذنب کا عام فہم معنیٰ گناہ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر چونکہ تمام گناہوں سے پاک ہوتا ہے اس لئے یہاں پر ذنب سے مراد چھوٹی موٹی لغزشیں ہیں جن کو خلاف اولیٰ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی معمولی خطاؤں سے بھی درگزر فرمادیا ہے، چونکہ یہ خطاب پیغمبر ﷺ کو ہے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے پیغمبر! آپ کو یہ معافی مبارک ہو مگر ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ آگے چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے بھی ایسی ہی خوشخبری سنادی؛ اسی لئے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ: جن لوگوں نے واقعہ حدیبیہ میں حصہ لیا اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائیگا، ان میں سے صرف ایک شخص کو مستثنیٰ کیا گیا جو سرخ اونٹ والا تھا، یہ درحقیقت منافق تھا اور اس نے بیعت بھی نہیں کی تھی۔

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ: اور تا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمت پوری کردے، اس نعمت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف پیغمبری عطاء فرمائی بلکہ آپ پر نبوت کو ختم کردیا، پھر آپ کسی ایک قوم یا کسی خاص خطہ کی طرف نہیں بھیجے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، آپ کا لایا ہوا دین ساری دنیا میں پھیلا اور قیامت تک قائم رہے گا، یہ سب انعام ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس نے اپنی نعمت آپ پر پوری کردی۔

# اللہ تعالیٰ کا فضل

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا
وہی ہے جس نے اتارا سکون کو میں دلوں ایمان والوں کے تاکہ بڑھ جائیں وہ

اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ
ایمان میں ساتھ ایمان اپنے کے اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے

اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۟ۙ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ
اللہ جاننے والا حکمت والا (۴) تاکہ داخل کرے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ
چلتی ہیں نیچے جنکے نہریں ہمیشہ رہنے والے میں اس اور دور کر دے سے ان

سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۟ۙ وَّ یُعَذِّبَ
برائیاں انکی اور ہے یہ پاس اللہ کے کامیابی بڑی (۵) اور تاکہ عذاب دے

الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ
منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو اور مشرک عورتوں کو جو گمان کرتے ہیں

بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ
ساتھ اللہ کے گمان برا پر ان دورہ ہے برائی کا اور غضب ناک ہوا اللہ پر ان

وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۟ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ
اور دھتکار دیا انہیں اور تیار کر دی واسطے انکے دوزخ اور برا ہے وہ ٹھکانا (۶) اور اللہ کے ہیں لشکر

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۟
آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ قوت والا حکمت والا (۷)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دل میں اطمینان اتارا تاکہ ان کا ایمان اور بڑھ جائے اور آسمانوں کے اور زمین کے سب لشکر اللہ تعالیٰ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے۔ (۴) تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں پہنچادے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہیں ان میں اور ان پر سے برائیاں اتار دے گا اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی کامیابی۔ (۵) اور تاکہ عذاب دے منافق مردوں کو اور منافق عورتوں کو اور شرک کرنے والے مردوں اور شرک کرنے والی عورتوں کو جو اٹکلیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر، بری اٹکلیں، ان پر پڑے چکر مصیبت کا اور اللہ غصہ ہوا ان پر، اور تیار کی ان کیلئے دوزخ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ (۶) اور اللہ تعالیٰ کے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ (۷)

**لفظی تحقیق:** دَآئِرَةُ السَّوْءِ: مصیبت کا چکر۔ دائرہ اسم فاعل ہے، دور سے کوئی چیز گول یا گھومنے والی ہے "سَوْءِ" برائی، مصیبت۔

# تفسیر

اس میں شک نہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں نے بہادری کا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر سر جھکا دینے کا حق ادا کردیا اسکی مثال دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، اپنے جذبات کو اپنے آقا کے حکم کے سامنے دبادینا کوئی آسان کام نہیں اور وہ بھی اپنے ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے اور کچھ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے، پہلی مرتبہ بیعت رضوان کے وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہادری کا بے مثال ثبوت دیا، اسکے بعد اپنی مرضی کے خلاف کافروں کیساتھ صلح کے معاملے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے آگے گردن جھکا کر فرمانبرداری ثابت کردی، ارشاد ہے کہ: ان میں سے ہر ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی نے ایمان والوں میں اطمینان اور سکون پیدا کیا اور اس سے ان کے ایمان میں اور ترقی ہوئی، یہ سکون مسلمانوں کے دلوں میں اتارا گیا اور کافروں کے دلوں میں نہیں اتارا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب دے۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکا دینا چاہئے، اللہ تعالیٰ اگر تمہیں کوئی لڑائی کا حکم دے گا تو وہ ہر طرح سے تمہاری مدد بھی کرے گا، آسمان اور زمین کی ساری قوتیں اسی کی قدرت میں ہیں اور وہ سب باتوں کا جاننے والا ہے اور ہر موقعہ کی مصلحت خوب جانتا ہے، اسکی فرمانبرداری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنت کے باغوں میں رہنے کی جگہ دے گا جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی خطاؤں اور برائیوں کو معاف کر کے ان کے نیک کاموں کو قبول فرمائے گا۔

ارشاد ہوا تھا کہ: ہم اپنے نیک بندوں کو نیک کاموں کی ہمت اور سختیاں برداشت کرنے کی طاقت عطاء فرماتے ہیں تاکہ انہیں اسکے بدلے جنت میں جگہ دیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ اسے جنت میں جگہ مل جائے۔

اس موقع پر اکثر صحابہ کرام کے دل میں سخت غم تھا کہ وہ عمرہ نہیں کر سکے مگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اس معاملہ میں بالکل مطمئن تھا کیونکہ آپ جان چکے تھے کہ اسی میں اسلام کہ بھتری ہے، باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی کمال درجے کا اطمینان حاصل تھا اور وہ اس فیصلے پر بالکل راضی تھے، اللہ تعالیٰ نے اسی بات کا ذکر کیا ہے خدا تعالیٰ کی ذات رحیم و کریم ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اور سکون ڈال دیا، اگرچہ انہیں اس فیصلے سے رنج تھا مگر پیغمبر کی فرمانبرداری کے جذبہ نے انہیں یہ فیصلہ ماننے پر مجبور کر دیا۔

اس موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی کمزور ترین شرائط قبول کیں، یہ چیزیں صحابہ کرام کیلئے پریشانی کا باعث تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جذبات میں آکر عرض کیا، حضور! کیا اسلام برحق نہیں اور ہم سچے نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں اسلام برحق ہے اور ہم سچے ہیں، پھر عرض کیا، کیا ہمارے مقتول جنت میں اور کافروں کے مقتول دوزخ میں نہیں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، پھر ہم اتنی کمزور شرطیں کیوں تسلیم کریں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور اللہ تعالیٰ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی بات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیساتھ بھی کی تو اُن کا جواب بھی یہی تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے

پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا، بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تسلی ہوگئی اور انہوں نے قربانی کر کے احرام کھول دیا۔

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ : تا کہ وہ بڑھا جائیں ایمان میں ان کے ایمان کیساتھ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایمان میں تو پہلے ہی کامل تھے مگر دلوں میں سکون واطمینان نازل ہونے کی وجہ سے ان کے ایمان اور بھی مضبوط ہوگئے اور وہ دین کیلئے ہر قربانی دینے کو تیار ہوگئے۔

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ : کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی بُرائیاں دور کردے گا، ظاہر ہے جنگ کے دوران یا دوسرے موقعوں پر انسان ہونے کے ناطے کچھ غلطیاں بھی ہوجاتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمادے گا۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ: اور اللہ تعالیٰ سزادے منافق مَردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مَردوں اور مشرک عورتوں کو، قرآن مجید کے پروگرام کی مخالفت میں منافقوں اور مشرکوں کے دونوں گروہ ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں، منافق وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں تو کلمہ توحید پڑھتے ہیں، پیغمبر کی مجلسوں میں بھی شریک ہوتے ہیں مگر جب جنگ پر جانا ہوتا ہے یا دوسری مشکل درپیش ہوتی ہے تو ان کی منافقت ظاہر ہوجاتی ہے، ان کے دل کفر سے بھرے ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ اندرونی سازشوں کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں لگے رہتے ہیں، اُدھر مشرک ہیں جو کھلم کھلا دین کی مخالفت کرتے ہیں، اس کے راستے میں ہر رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اسکے پیروکاروں کو مغلوم کرنا چاہتے ہیں۔

الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ: اللہ تعالیٰ ان منافقوں اور مشرکوں کو سزادے گا جو اللہ تعالیٰ کیساتھ بُرا گمان رکھتے ہیں، بُرے گمان سے یہی مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک نہیں مانتے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو عمرہ کیلئے ساتھ چلنے کی دعوت دی مگر انہوں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بدگمانی کی اور مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرہ ظاہر کیا، اُدھر مشرکوں کی بدگمانی یہ تھی کہ شاید مسلمان مکہ اور بیت اللہ شریف پر قبضہ ہی نہ کرلیں؛ لٰہذا انہوں نے ایمان

والوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیا اور صلح نامہ کی آڑ میں عمرہ کی ادائیگی اگلے سال پر ملتوی کرادی، اگرچہ اس میں بھی مسلمانوں ہی کی بہتری تھی مگر مشرکوں نے اپنی بدگمانی میں کوئی کثر نہیں چھوڑی۔

منافق اور مشرک بدگمانی کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بدگمانی کا بُرا چکرا نہی پر پڑے گا اور بالآخر یہی مغلوب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو غالب کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُن پر ناراض ہوا اور اُن پر لعنت اور پھٹکار کی چنانچہ یہ لوگ ملعون ہوئے، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی انہیں ناکام بنایا اور آخرت میں ان کیلئے دوزخ تیار کر رکھی ہے جو کہ لوٹ کر جانے کی بہت ہی بُری جگہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس پر بدگمانی کرنے والوں کا انجام بھی بیان فرمادیا۔

## پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرتبہ

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

بیشک بھیجا ہم نے آپکو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسنانے والا (۸) تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور

رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۹﴾

پیغمبر اسکے پر اور مدد کرو تم اسکی اور تعظیم کرو تم اسکی اور پاکی بیان کرو (اللہ کی) صبح اور شام (۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

بیشک جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے یقیناً وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا اوپر

اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى

ہاتھوں انکے پھر جو توڑ بیٹھے عہد تو یقیناً وہ توڑتا ہے عہد اوپر جان اپنی کے اور جو پورا کرے

بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع ۱ ۹

اسے جو معاہدہ کیا اس پر اللہ سے پس عنقریب دیگا اسے اجر بڑا (۱۰)

**با محاورہ ترجمہ:** ۔ہم نے آپ کو بھیجا خوشی اور ڈرسنانے والا بنا کر۔(۸) تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر یقین لاؤ اور اسکی مدد کرو اور اسکی عزت کرو اور اسکی پاکی بیان کرتے رہو صبح اور شام۔(۹) تحقیق جو

لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انکے اوپر ہے، سو! جو عہد توڑ دے تو توڑتا ہے اپنے نقصان کو اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا اللہ تعالیٰ سے، تو وہ اسکو بہت بڑا بدلہ دے گا۔ (۱۰)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: تمہارا عمرہ کیلئے سفر جس کا انجام صلح حدیبیہ ہوا بڑی خیر و برکت والا ہے اور ہم نے اے پیغمبر! آپکو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ مختلف حالتوں میں سے گزرو اور ہر حال کے مناسب لوگوں کو مفید ہدایتیں کرتے رہو اور اے انسانو! تمہارے لئے موقع ہے کہ پیغمبر کو پہچانو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اس طرح کرو کہ اسکے پیغمبر کا کہنا مانو اور اسکی بڑائی اور عظمت قائم رکھو اور صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو، آگے ارشاد ہے کہ: جو لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کسی نیک کام کے کرنے کا عہد کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں، گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر اپنی جان، اپنا مال، اپنا آرام، سب کچھ بیچ دیا، اب ہر ایک کو سمجھ لینا چاہئے کہ جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی، کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی کے حکموں پر عمل کرنا سکھانا مقصود ہے، اب جو کوئی قول و قرار سے پھر جائے گا اور اس کو توڑ ڈالے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور جو اس معاہدہ کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑا اجر دے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ: بیشک وہ لوگ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، مطلب یہ کہ جب وہ بیعت رضوان کر رہے تھے تو ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کی شفقت، مہربانی اور تائید کا ہاتھ تھا اور اس بیعت کے کرنے والوں کو اپنی رضا کی خوشخبری دی ہے اور پھر اس بیعت پر قائم رہنے کے تاکید بھی فرمائی ہے، فرمایا: یاد رکھو! پس جو کوئی اس بیعت کو توڑے گا، یعنی: اپنے اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اسکا

وبال خود اسی پر پڑے گا اور جو پورا کرے گا اس عہد کو جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "القول الجمیل" میں بیعت کی بہت سے قسمیں بیان کی ہیں، شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتابوں میں بیعت کا ذکر کیا ہے، شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیعت کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے، تو بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں، جن میں ایک بیعت "بیعتِ اسلام" ہے لوگ یہی بیعت کر کے اسلام میں داخل ہوتے تھے، دوسری بیعت ہجرت کیلئے تھی لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہجرت کر جانے کی بیعت کرتے تھے، تیسری بیعت جہاد تھی، جب جنگ کا موقع آتا تھا تو لوگ اس بات کی بیعت کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کے ارکان پر پابندی کی بیعت کی، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی بیعت اسی سلسلہ میں تھی کہ میں اسلام کے احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کروں گا اور ہر مسلمان کیساتھ خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔

بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت بھی کی کہ وہ سنت پر قائم رہیں گے اور بدعتوں سے بچتے رہیں گے، پھر عورتوں نے بھی اس بات کی بیعت کی کہ وہ شرک نہیں کریں گی، چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، نہ کسی پر بہتان لگائیں گی اور نہ نیک کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گی، اس بیعت کا ذکر "سورۃ الممتحنہ" میں موجود ہے، بیعت کی ایک قسم بیعت تبرک بھی ہے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنے آٹھ سال کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرایا، یہ بیعت تبرک تھی وگرنہ بچے کیلئے بیعت کی ضرورت نہ تھی۔

بعض اوقات بزرگانِ دین کے کسی سلسلہ میں داخل ہونے کیلئے بیعت کی جاتی ہے جسکو بیعت سلوک کہتے ہیں، جیسا کہ عام طور پر بزرگانِ دین کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے، اسکا مطلب یہ اقرار کرنا ہوتا ہے کہ ہم ارکان

دین کی پابندی کریں گے۔

ایک بیعتِ خلافت ہوتی ہے جو خلیفہ کے انتخاب کیلئے ہوتی ہے، پیغمبر ﷺ کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی اور اسی طرح دوسرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بیعت بھی ہوئی، بیعت کی یہ تمام قسمیں پیغمبر ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ اس مقام پر جس بیعت کا ذکر ہو رہا ہے وہ بیعتِ جہاد تھی، جو تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر حدیبیہ کے مقام پر کی تھی اور جس میں جان کی بازی لگا دینے کا عہد کیا گیا تھا۔

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگ کسی بزرگ کے ہاتھ پر محض دنیاوی فائدے حاصل کرنے کی بیعت کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہمارا کوئی معاملہ سلجھا دیں گے یا سفارش کر دیں گے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ رسمی بیعت ہے جس کا دینی اعتبار سے کچھ فائدہ نہیں۔

## کمزور ایمان والے

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَ

عنقریب کہیں گے واسطے آپکے پیچھے رہ جانے والے میں سے دیہاتیوں مشغول رکھا ہمیں مالوں ہمارے نے اور

أَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي

گھر والوں ہمارے نے پس گناہ بخشوا دے ہمارے کہتے ہیں وہ ساتھ زبانوں اپنی کے وہ بات جو نہیں میں

قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

دلوں انکے کہہ دیں پس کون مالک ہے واسطے تمہارے سے اللہ کسی چیز کا اگر چاہے وہ لئے تمہارے

ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾

نقصان یا چاہے لئے تمہارے نفع بلکہ ہے اللہ ساتھ اسکے جو کرتے ہو تم خبردار (۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** عنقریب کہیں گے آپ کے سامنے پیچھے رہ جانے والے دیہاتی کہ مشغول کردیا ہمیں ہمارے مالوں اور ہمارے گھر والوں نے، پس آپ بخشش طلب کریں ہمارے لئے، (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں، آپ کہہ دیجئے پس کون مالک ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی چیز کا اگر وہ ارادہ کرے تمہارے بارے میں نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے بارے میں فائدہ پہنچانے کا، بلکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اسکی خوب خبر رکھنے والا ہے۔ (۱۱)

# تفسیر

صلح حدیبیہ کے فائدے اور خوبیاں بیان کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کے حکم کی دل و جان سے فرمانبرداری کرنے والوں کی تعریف کرنے کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان کیا جاتا ہے جو منافق لوگ بظاہر اسلام میں داخل ہوگئے تھے لیکن دلی طور پر کافروں کیساتھ تھے، ان کی بابت راستہ ہی میں وحی کے ذریعہ اطلاع دی گئی کہ یہ دیہاتی لوگ آپ کے مدینہ پہنچتے ہی آپکے پاس آئیں گے کہ کیا کریں ہمارے گھر والوں کی اور ہمارے سامان کی حفاظت کرنے والا ہمارے پیچھے کوئی نہ تھا اس لئے ہم آپ کیساتھ جانے سے رہ گئے، یہ ہم سے قصور ہوا اب اے اللہ کے پیغمبر! آپ ہماری خطاء کو معاف کرا دیجئے۔

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ جھوٹے بہانے گھڑتے ہیں، ان کے دل میں یہ تھا کہ مکہ والے اب کے مسلمانوں کا خاتمہ کردیں گے اور اب وہ مدینہ واپس نہ آئیں گے، ان سے کہہ دو کہ نفع نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، تمہارے گھر پر موجود ہونے یا نہ ہونے پر اسکا دارومدار نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر ہے، یہ بہانہ بازیاں بیکار ہیں، اللہ تعالیٰ کو تمہارا حال معلوم ہے کہ تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے۔

جب مسلمان مدینہ واپس آرہے تھے تو منافقوں کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ بچ کر آرہے ہیں اب ہماری شامت آنے والی ہے، چنانچہ انہوں نے عمرہ کے سفر میں شامل نہ ہونے کے بہانے تلاش کرنے شروع کر

دیئے، مگر اللہ تعالیٰ نے انکی خبر پیغمبر ﷺ کو واپسی کے سفر کے دوران مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی کردی، چنانچہ جب آپ حدیبیہ سے چل کر بیس بائیس میل کی دوری پر آئے تو رات کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور آپ کو خوشخبری سنائی اور ساتھ ساتھ منافقوں کی بہانہ بازیوں سے بھی خبردار کردیا۔

## ساتھ کیوں نہیں گئے؟

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ

بلکہ گمان کیا تم نے کہ ہرگز نہ لوٹیں گے پیغمبر اور ایمان والے طرف گھر والوں اپنوں کے

اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَ

کبھی اور سجایا گیا یہ میں دلوں تمہارے کے اور گمان کیا تم نے گمان برا اور

كُنْتُمْ قَوْمًاۢ بُوْرًا ⑫ وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ

تھے تم لوگ تباہ ہونے والے (۱۲) اور جو نہ ایمان لایا اللہ پر اور پیغمبر اسکے پر پس تحقیق

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

تیار کر رکھا ہے ہم نے واسطے کافروں کے دہکتی آگ کا (۱۳) اور واسطے اللہ کے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑭

بخشے جسے چاہے اور عذاب دے جسے چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بلکہ تم نے گمان کیا کہ ہرگز نہیں واپس لوٹ کر آئیں گے اللہ کے پیغمبر اور ایمان والے کبھی بھی اپنے گھروں کی طرف اور ڈال دی گئی یہ بات تمہارے دلوں میں اور گمان کیا تم نے بُرا گمان اور تم لوگ تباہ ہونے والے تھے۔ (۱۲) اور جو شخص ایمان نہیں لائے گا اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر پر، پس بیشک ہم نے کفر کرنے والوں کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (۱۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی، وہ جس کو چاہے بخشتا ہے اور سزا دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ (۱۴)

# تفسیر

اس آیت میں منافقوں کی اس بدگمانی کا ذکر ہے جسکی وجہ سے یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نہیں گئے تھے، بات وہ نہیں جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں بلکہ یہ تو اس لئے نہیں گئے کہ یہ مسلمانوں کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے، یہ تو اس خیال میں تھے کہ اب کے پیغمبر اور ایمان والے مکہ والوں کے ہاتھ سے بچ کر آنے والے نہیں، انہیں اب واپس گھر آنا نصیب نہ ہوگا اور یہ لوگ یہی چاہتے تھے، انہیں یہی خیال اچھا اور ٹھیک معلوم ہوتا تھا لیکن مسلمان کامیابی کیساتھ مکہ سے واپس آئے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تباہ ہونے والے یہی منافق لوگ ہیں نہ کہ مسلمان، خیر اب اچھی طرح سُن لو کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر ایمان نہ لائے گا اسکے لئے ہم نے دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہمارے گناہ بخشوا دو تو یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے جس چاہے بخش دے، جسے چاہے عذاب دے، اگر تم نے سچے دل سے توبہ کی تو وہ تمہیں بخش دے گا وہ غفور الرحیم ہے۔

## پیچھے رہ جانے والے

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا

عنقریب کہیں گے پیچھے رہ جانے والے جب چلو گے تم طرف غنیمتوں کی تاکہ لے لو تم انہیں چلنے دو ہمیں کہ ہم بھی

نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا

پیچھے چلیں تمہارے چاہتے ہیں یہ کہ بدل ڈالیں کہا ہوا اللہ کا آپ کہہ دیں کہ ہرگز پیچھے نہ چلو گے تم ہمارے

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ

اسی طرح کہہ دیا ہے اللہ نے سے پہلے پس عنقریب کہیں گے وہ بلکہ تم حسد کرتے ہو ہم سے

بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ⑮

بلکہ ہیں وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا (۱۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اب پیچھے رہ جانے والے کہیں گے جب تم غنیمتیں لینے کیلئے چلو گے چھوڑ دو ہمیں بھی کہ ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں، یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کہا بدل دیں (اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شامل تھے وہی خیبر کو فتح کرنے جائیں گے۔) آپ کہہ دیں! ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے، اللہ تعالیٰ نے یونہی کہہ دیا ہے پھر اب یہ منافق کہیں گے بلکہ تم تو ہمارے فائدے سے جلتے ہو (نہیں ایسا نہیں) بلکہ وہ سمجھتے نہیں ہیں مگر تھوڑا سا۔ (۱۵)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہی لوگ جو آپ کیساتھ مکہ نہیں گئے تھے آپ کے پہنچتے ہی آپ سے درخواست کریں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دو، چنانچہ جب آپ اپنے ساتھیوں کیساتھ واپس تشریف لائے تو حکم ہوا کہ خیبر پر چڑھائی کر دو، وہاں مدینہ سے نکالے ہوئے یہودی رہتے تھے اور ایک سال پہلے ۵ ھ میں قریش اور انکے ساتھیوں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے اور کسی طرح مسلمانوں کو ستانے سے نہ چوکتے تھے، خندق کی لڑائی یعنی غزوۂ احزاب کی وجہ یہی یہودی تھے، خیبر کے یہودیوں میں لڑنے کی ہمت نہ تھی اور ان سے مالِ غنیمت بہت سا ملنے کی امید تھی اس لئے منافقوں نے وہاں جانا چاہا تا کہ انہیں بھی غنیمت کا حصہ ملے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حکم دیدیا تھا کہ خیبر کہ جنگ کیلئے صرف وہی لوگ جائیں گے جو صلح حدیبیہ میں حاضر تھے؛ اس لئے ارشاد ہے کہ: کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم بدلنا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کیساتھ خیبر جانے کی اجازت مانگتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی حکم دے چکا ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے، اسکا وہ یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں دیا، بلکہ تم ہم سے جلتے ہو اور حسد کی وجہ سے کہتے ہو کہ ہم نہ جائیں تا کہ کہیں ہمیں بھی غنیمت کا مال نہ مل جائے اور تمہارے حصہ میں کمی آجائے، ان سے کہہ دو کہ تم اسلام کو اور مسلمانوں کو نہیں سمجھتے، مسلمان مالِ غنیمت کیلئے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کیلئے لڑتے ہیں۔

# ابھی لڑنے کا اور موقعہ آئے گا

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ

آپ کہہ دیجئے پیچھے رہ جانے والے سے دیہاتیوں عنقریب بلائے جاؤ گے تم طرف ایک قوم لڑنے والی

شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ

سخت کے لڑو گے تم ان سے یا اسلام لائیں وہ پس اگر اطاعت کی تم نے دے گا تمہیں اللہ

اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ

اجر اچھا اور اگر پیٹھ پھیر دو گے جیسے پیٹھ پھیری تم نے سے پہلے عذاب دیگا تمہیں

عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ

عذاب دردناک (۱۶) نہیں پر اندھے کوئی گناہ اور نہ پر لنگڑے

حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

کوئی گناہ اور نہ پر بیمار کوئی گناہ اور جو اطاعت کریگا اللہ کی اور پیغمبر اسکے کی

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ

داخل کریگا اسکو باغوں میں جاری ہیں جنکے نیچے نہریں اور جو پیٹھ پھیرے گا

ع ۲ النصف ۱۰

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ

عذاب دیگا اسے عذاب دردناک (۱۷) البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ سے ایمان والوں جب

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

بیعت کی انہوں نے آپ سے نیچے درخت کے پس جان لیا جو تھا میں دلوں انکے پس اتارا

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً

اطمینان اوپر انکے اور دی انہیں ایک فتح قریب (۱۸) اور مال غنیمت بہت سا

يَّأْخُذُوْنَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٩﴾

کہ لینگے وہ اسے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا(۱۹)

بامحاورہ ترجمہ:۔ان پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیں! آئندہ تمہیں ایک سخت لڑائی والی قوم کے مقابلے کی طرف بلایا جائیگا تم ان سے لڑو گے یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں، پھر اگر حکم مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پہلے بار پلٹ گئے تھے تو تم کو ایک دردناک عذاب دے گا۔ (۱۶) اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے (جبکہ وہ پیچھے رہ کر اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کے خیر خواہ ہوں اور دشمنوں کی سازش یا پروپیگنڈے میں شریک نہ ہوں، بلکہ مسلمانوں کے لشکر کیلئے فتح اور کامیابی کی دعا کرنے والے ہوں)۔اور جو کوئی اللہ کا اور اسکے پیغمبر کا حکم مانے گا اسکو اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور جو کوئی پلٹ جائیگا اسکو دردناک عذاب دے گا۔(۱۷) تحقیق اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خوش ہوا جب وہ آپ سے بیعت کرنے لگے اس درخت کے نیچے، پھر معلوم کرلیا جو ان کے دلوں میں تھا، پھر اتارا اُن پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک قریبی فتح کا، (یعنی: خیبر کی فتح)۔(۱۸) اور غنیمتیں بہت سی جنہیں وہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔(۱۹)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان سے کہہ دو کہ اگر تم لڑنے کے ایسے ہی شوقین ہو تو ذرا صبر کرو اِس وقت تمہیں لڑائی میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملا تو کیا ہوا آگے اور بھی لڑائیاں ہونے والی ہیں اور تمہیں بڑی سخت اور لڑاکا قوموں سے جنگ کیلئے بلایا جائے گا اور اُن سے لڑائی اس وقت تک جاری رہے گی یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرلیں، وہ تمہارے امتحان کا وقت ہوگا، غنیمت کا خیال نہ ہوگا، بلکہ دنیا میں امن وامان اور اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کیلئے جنگ ہوگی، ان سخت لڑنے والی قوموں سے مراد، حنین، ہوازن اور ثقیف ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ: تم نے اس وقت کہنا مانا اور لڑائی میں شرکت کی تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا بہت اچھا اجر دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اگر اس وقت بھی اسی طرح پیٹھ دکھا گئے جیسے ابھی دکھائی تو تمہاری آخرت میں وہ حالت بنے گی کہ یاد ہی کرو گے، تمہیں ایسا عذاب ملے گا جس میں دکھ ہی دکھ ہوگا۔

مشرکوں اور کافروں سے اعلانِ جنگ ہو جائے تو معذور لوگوں، یعنی: اندھے، لنگڑے اور بیماروں پر اس میں شامل نہ ہونے پر کوئی گناہ نہیں، یہ تو مضبوط اور تندرست لوگوں کا کام ہے کہ لڑیں، جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنت کے باغوں میں داخل کرے گا جن میں ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیر لے گا اسے ایسا عذاب دیا جائیگا جس میں دکھ ہی دکھ ہے، غلامی بھی بڑی شدید قسم کی سزا ہے۔

اسکے بعد ان لوگوں کے ایمان اور سچائی کی تعریف کی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ پر جان اور مال قربان کرنے کا عہد و پیمان کیا، ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوگیا جنہوں نے پیغمبر کے ہاتھ پر بیعتِ رضوان کی، انکے دل صاف تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان عطاء کیا اور فوراً فتح خیبر اور وہاں کی غنیمتوں سے مالا مال کیا جو ان کے قبضہ میں آئیں، اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور تمام مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔

صلح حدیبیہ میں شریک مسلمانوں کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم زمین پر بہترین لوگ ہو، نیز: آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اُن میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا، اس جماعت میں جدع ابن قیس ایک منافق تھا، وہ بیعتِ رضوان میں شریک نہیں ہوا کیونکہ اسکا سرخ اونٹ گم ہوگیا تھا اور وہ اسی کی تلاش میں پھرتا رہا، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: بیعتِ رضوان میں شریک لوگوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے سوائے سرخ اونٹ والے کے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جب اوپر کی آیات میں جہاد کی

شرکت سے ہٹنے والوں کو عذاب کی سزا سنائی گئی تو کچھ معذور لوگ جو صحابہ میں سے تھے اُن کو فکر ہوئی کہ ہم تو جہاد میں شرکت کے قابل نہیں، کہیں ہم بھی اس سزا میں شامل نہ ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اندھے، لنگڑے اور بیمار کو جہاد کے حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

## آگے اور فتوحات ہوں گی

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ

وعدہ کیا تم سے اللہ نے غنیمتوں کا بہت سی کہ لو گے تم انکو پس جلدی کی واسطے تمہارے اسکی اور

كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَ لِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

روک دیئے ہاتھ لوگوں کے سے تم اور تا کہ ہو وہ نشانی واسطے ایمان والوں کے اور

يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾ وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ

تا کہ چلائے تم کو راہ سیدھی (۲۰) اور ایک اور فتح کہ نہیں قابو پایا تم نے اوپر اسکے تحقیق

اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾

گھیر رکھا ہے اللہ نے اسکو اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا (۲۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم ان کو لو گے، سو! یہ غنیمت تم کو جلدی پہنچادی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تا کہ یہ مسلمانوں کے واسطے قدرت کا ایک نمونہ ہو اور تا کہ تم کو سیدھی راہ چلائے۔ (۲۰) اور ایک اور فتح جو ابھی تک تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کر سکتا ہے۔ (۲۱)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: مسلمانو اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے ان

میں سے ایک یہ غنیمت جو فتح خیبر سے تمہیں حاصل ہوگی تمہیں ابھی ابھی عطاء کردی اور اس کا بھی بندوبست کردیا اور کافروں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ لڑائی نہ ہونے پائے اور نہ غنیمت میں کوئی اور حصہ دار ہو کیونکہ ادھر تو حدیبیہ کی صلح ہوگئی جس کی رو سے مکہ کے کافر خیبر کے یہودیوں کی مدد نہیں کرسکتے اور ادھر چڑھائی کرنے میں ان لوگوں کو شامل نہ ہونے دیا جو کہ مکہ کی طرف تمہارے ساتھ نہ نکلے تھے اور حدیبیہ کی صلح اور بیعتِ رضوان میں شریک نہ تھے، یہ اس لئے ہوا کہ فتح خیبر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مسلمانوں کیلئے ایک نمونہ بن جائے اور اس کے وعدوں پر اس کا یقین مضبوط ہوجائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اور بھی کوشش کریں اور دین کو اور بھی مضبوطی سے پکڑیں اور اس طرح سیدھی راہ پر بے تکلف چل پڑیں۔

اسکے بعد صلح حدیبیہ کا ایک اور نتیجہ یہ ہوگا کہ تھوڑے دنوں میں تم مکہ کو فتح کرلوگے، اِس وقت تم اسے فتح نہ کرسکے اور صلح کرکے واپس چلے آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس فتح کے سامان اکٹھے کردیئے ہیں اور وہ فتح اسکے قابو میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہے کرسکتا ہے۔

دراصل صلح حدیبیہ مسلمانوں کی اخلاقی فتح تھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے حق میں کمزور شرطوں کو بھی مان لیا، لوگوں کے دل میں غم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اطمینان اتار کر اس تردّد کو دور کردیا، البتہ قریبی فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو معاہدہ حدیبیہ سے چند ماہ بعد ہی مسلمانوں کو حاصل ہوگئی، خیبر مدینہ سے تقریباً ایک سو میل دور شمال کی طرف واقع تھا، یہ علاقہ بڑا سرسبز تھا، وہاں پر زرخیز زمینیں اور ہرے بھرے باغات اور کنویں تھے، یہاں کے یہودیوں نے خندق کی جنگ کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف سازش کی تھی لہٰذا مسلمانوں نے ان پر حملہ کرکے ان سے یہ علاقہ چھین لیا جس سے مسلمانوں کی مالی تنگی دور ہوگئی۔

وَكَفَّ اَيْدِىَ النَّاسِ عَنْكُمْ : اسکے علاوہ فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ یہ احسان بھی کیا کہ لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، یعنی: کافروں نے تم پر ہاتھ نہ اٹھایا، چنانچہ نہ تو حدیبیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی اور نہ ہی خیبر کے معرکہ میں کوئی زیادہ رکاوٹ پیش آئی، ایک معمولی سی جھڑپ ہوئی اور پھر یہودی مغلوب

ہو گئے، مطلب یہ کہ مسلمانوں کو جنگ کے ذریعے جانی اور مالی نقصان بھی نہ ہوا۔

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ: اس سے مراد خیبر کے کافر ہیں کہ ان کو اس جہاد میں کچھ زیادہ زور دکھانے کا موقع اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: قبیلہ غطفان خیبر کے یہودیوں کا ساتھی تھا جب اس قبیلہ نے خبر سنی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی ہے تو یہ لوگ یہودیوں کی مدد کیلئے بڑے ساز وسامان کیساتھ نکلے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور یہ اس فکر میں پڑ گئے کہ اگر ہم اس طرف گئے تو ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر ہمارے پیچھے ہمارے گھروں پر حملہ کردے اس لئے سب ٹھنڈے ہو کر بیٹھ گئے۔

وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا: اور دوسری فتح بھی جس پر ابھی تم قادر نہیں ہوئے اور یہ بعد میں حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اس فتح کا بھی احاطہ کر رکھا ہے اور وہ بھی جلد ہی حاصل ہو جائے گی، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس فتح سے مراد مکہ کی فتح ہے جو ۸ھ میں مسلمانوں کو حاصل ہوگئی اور بعض اس سے دوسری فتوحات بھی مراد لیتے ہیں جو مسلمانوں کو کم ہی عرصہ میں حاصل ہوگئیں۔

## فتح مسلمانوں ہی کی ہوتی!

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

اور اگر لڑتے تم سے جنہوں نے کفر کیا البتہ پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاتے دوست

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

اور نہ مددگار (۲۲) طریقہ اللہ کا جو تحقیق گزر چکا ہے سے پہلے اور ہرگز نہ پائیگا تو

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ

طریقے اللہ کے کوئی تبدیلی (۲۳) اور وہی ہے جس نے روکے ہاتھ انکے سے تم اور

أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ
ہاتھ تمہارے سے ان درمیان مکہ کے بعد اسکے کہ قابو دیا تم کو پر ان

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾
اور ہے اللہ جو کرتے ہو تم دیکھنے والا (۲۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیرتے، پھر نہ کوئی حمایتی پاتے اور نہ مددگار۔ (۲۲) یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہ دیکھیں گے۔ (۲۳) اور وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکا بیچ شہر مکہ کے، بعد اسکے کہ انہیں تمہارے ہاتھ میں دیدیا اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔ (۲۴)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اگر لڑائی ہوجاتی اور کافر تم سے لڑنے کیلئے نکل آتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے پھر ان کا نہ کوئی بچانے والا ہوتا اور نہ کوئی مدد کرنے والا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاعدہ یہ مقرر کر رکھا ہے کہ جب سچائی پر قائم رہنے والوں کی اور گمراہوں کی لڑائی ہوتی ہے تو ایمان والے ہی آخر کار غالب آتے ہیں اور یہ قاعدہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ رہے گا کوئی اسے نہ بدل سکتا ہے اور نہ اس میں کمی کر سکتا ہے اور زیادتی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے کیا کہ کافروں میں اور تم میں لڑائی نہ ہونے دی، دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روک دیئے اور جو کافر تم میں گھس آئے تھے اور فساد کرنا چاہتے تھے ان کو تمہارے ہاتھوں گرفتار کرادیا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے، یہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ کچھ فسادی لوگ حدیبیہ میں دنگا کرنے گھس آئے تھے، مسلمانوں نے انہیں پکڑ لیا مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ تم سے، یعنی: تمہارے قتل سے اور تمہارے ہاتھ انکے قتل سے عین مکہ کے

قریب میں، یعنی: حدیبیہ میں روک دیئے، بعد اسکے کہ تم کو ان پر قابو دیدیا تھا، حدیبیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ قریش کے پچاس آدمیوں کو صحابہ کرام نے گرفتار کرلیا تھا اور پھر کچھ اور لوگ بھی گرفتار ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے تھے جو کہ صلح کو ناکام کرنا چاہتے تھے، اس وقت اگر مسلمان ان کو قتل کردیتے تو دوسری طرف مکہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور انکے چند ساتھی جو مکہ میں روک لئے گئے تھے وہ ان کو شہید کردیتے، اسکا لازمی نتیجہ مکمل طور پر جنگ چھڑ جانا ہوتا، اگرچہ پہلی آیت میں حق تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ اگر جنگ ہو بھی جاتی تو فتح مسلمانوں ہی کہ ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلمانوں کی بڑی مصلحت اس میں تھی کہ اس وقت جنگ نہ ہو، اس لئے اس طرف مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے قیدیوں کو قتل نہ کریں، اس طرح مسلمانوں کے ہاتھ ان کے قتل سے روک دیئے، دوسری طرف قریش کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب ڈال دیا کہ انہوں نے صلح کی طرف مائل ہوکر سہیل کو اپنا نمائندہ بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجا، اس طرح حق تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کے قتل سے روک دیا۔

## کافروں کے عمل

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

یہ وہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور روک دیا تمہیں سے مسجد حرام اور

الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ

(روک دیا) قربانی کو جو رہ گئی اس سے کہ پہنچے جگہ اپنی اور اگر نہ ہوتے مرد ایمان والے اور

نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

عورتیں ایمان والیاں کہ نہیں جانتے تم انہیں اور نہ یہ خطرہ کہ کچل ڈالو گے تم انہیں پھر پہنچے گا تمہیں انکی وجہ سے

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

صدمہ انجان پن میں تاکہ داخل کرے اللہ میں رحمت اپنی جسے چاہے اگر وہ الگ ہوجاتے

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ
البتہ عذاب دیتے ہم انکو جنہوں نے کفر کیا میں سے ان عذاب دکھ والا (۲۵) جب رکھی ان لوگوں نے

كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
جو کافر ہوئے میں دلوں اپنے کے ضد ضد جاہلیت والی پس اتارا اللہ نے

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى
اطمینان اپنا پر پیغمبر اپنے اور پر مؤمنوں کے اور لازم کر دیا ان پر بول پرہیزگاری کا

وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ ع ۹ ۳ ۱۱
اور تھے وہ زیادہ حق دار اسکے اور اہل اسکے اور ہے اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا (۲۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ وہی لوگ ہیں جو کافر ہوئے اور آپ کو مسجد حرام سے روکا، روک دیا حج کی قربانی کو ذبح ہونے کی جگہ پر پہنچنے سے اور اگر نہ ہوتے مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں (مکہ میں) جن کو تم نہیں جانتے تو تم روند ڈالتے ان کو پس پہنچتی تکلیف تم کو ان کی طرف سے بغیر علم کے، اللہ تعالیٰ داخل کرلے اپنی رحمت میں جسے چاہے، اور اگر وہ لوگ ایک طرف ہوجاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔ (۲۵) جب کافروں نے اپنے دلوں میں ضد رکھی جاہلیت کی ضد، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اطمینان اپنے پیغمبر پر اور مسلمانوں پر اتارا، اور انہیں ادب کی بات پر قائم رکھا اور وہی اسکے زیادہ حق دار اور زیادہ لائق تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے۔ (۲۶)

**لفظی تحقیق:** مَعْكُوْفٌ: رُکا ہوا۔ اسم مفعول ہے (ع ک ف) سے "عَكْفٌ" کے معنیٰ روک دینا، اسی سے اعتکاف بھی بنا ہے۔ مَعَرَّةٌ: گناہ، اذیت، دکھ۔ اسم ہے (ع ر ر) سے "عَرٌّ" کے معنیٰ اونٹ کو کھجلی کی بیماری ہوجانا۔ تَزَيَّلُوْا: ٹل جاتے، علیحدہ ہوجاتے۔ ماضی کا صیغہ ہے "تَزَيُّلٌ" سے جس کا مادہ (ذ ی ل) سے "ذَيْلٌ"

جگہ سے ہٹ جانا "تَزَيَّلُ" آپس میں جدا ہو جانا، جگہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جانا۔ حَمِيَّةٌ: ضد۔ (ح م ی) سے اسم ہے "حَمْیٌ" اور "حِمَايَةٌ" کے معنیٰ بچانا، طرف داری کرنا، "حَمِيَّةٌ" وہ خیال یا جذبہ جو حمایت پر ابھارے "حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ" جاہلیت والی ضد۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: مکہ والوں نے کفر پر کمر باندھی اور اے مسلمانو! تمہیں کعبہ تک پہنچنے سے روک دیا اور قربانی کے جانور اپنی قربانی کی جگہ نہ پہنچ سکے کیونکہ اسے بھی انہوں نے روک دیا، ہم تمہیں اجازت دیدیتے کہ جاؤ ان سے لڑو، لیکن کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بھی مکہ میں ہیں جنہیں تم نہیں جانتے، خطرہ یہ تھا کہ لڑائی ہوتی تو یہ بھی تمہارے ہاتھ سے مارے جاتے اور پھر تمہیں اسکا افسوس ہوتا کہ لاعلمی میں یہ کیسی غلطی ہوئی کہ اپنے ہی بھائی بہنوں کو مار ڈالا، اس لئے ہم نے لڑائی کا حکم نہیں دیا اور حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہو گیا، اس سے ایک یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مسلمان قتل ہونے سے بچ جائیں گے اور دوسری طرف ان کافروں میں سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا بہت سے صلح کی مدت کے اندر اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا حصہ انہیں مل جائے گا۔

اگر مکہ کے مسلمان وہاں کے کافروں کیساتھ نہ رہتے ہوتے تو پھر ہم تمہیں اجازت دیدیتے کہ جاؤ مکہ کے کافروں سے لڑو، کیونکہ انہوں نے تو ایسا اندھیر مچایا کہ جہالت کی ضدوں پر اتر آئے اور اپنی شرطیں منوانی چاہیں کہ اس سال واپس جاؤ اگلے سال عمرہ کرنا اور تین دن سے زیادہ مت ٹھہرنا، پھر یہ بھی کہا کہ عہد نامہ پر بسم اللہ مت لکھوا اور اپنے نام کیساتھ رسول اللہ مت لکھو وغیرہ، یہ سب باتیں مسلمانوں کو غضب ناک کرنے والی تھیں مگر ہم نے مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا کر دیا، آپ ﷺ نے مکہ والوں کی سب باتیں مان لیں اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب اور پرہیزگاری کی بات پر مضبوطی سے جما دیا اور اس بات کے زیادہ حقدار بھی وہی

تھے اور اس کو کر بھی وہی سکتے تھے، چنانچہ ہم نے انہیں توفیق دی اور انہوں نے یہی کر کے دکھایا، اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

"سورۃ الفتح" میں واقعہ حدیبیہ کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارات ملتے ہیں، حدیبیہ کا معاہدہ طے پا جانے کے بعد بھی مشرکوں کے بعض گروہوں نے غنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا اور کچھ لوگ مختلف راستوں سے ہو کر مسلمانوں کے ٹھکانے پر پہنچے تا کہ کسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام تمام کر دیا جائے اور یہ مقصد نہ بھی پورا ہو تو کم از کم مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے ان کو تنگ تو کیا جا سکے گا، مشرکوں کے اسی منصوبے کے تحت ایک مسلمان بھی شہید ہو گیا، سکیم کے مطابق کافروں کے ستر آدمی مسلمانوں میں افراتفری پیدا کرنے کیلئے پہاڑی کی پچھلی طرف سے اترے اور انہوں نے مسلمانوں کو للکارا، اس پر کسی مسلمان نے یہ بھی کہا کہ ہمارے ساتھی ابن زُنیم کو قتل کر دیا گیا ہے، لہٰذا مسلمانو! مقابلے کیلئے نکل آؤ، ایسے موقع پر مسلمان مشتعل ہو سکتے تھے مگر ہوا یہ کہ اس سے پہلے کہ حملہ آور مزید کوئی نقصان پہنچاتے وہ سب کے سب مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کسی درخت کے پاس تھے وہاں پر چار مشرک آئے اور آپ نے اکیلے ہی سب کو قابو کر لیا، پھر یہ سارے ستر آدمی قیدیوں کی صورت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے، آپ چاہتے تو ان سے انتقام لیا جا سکتا تھا کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو شہید بھی کر دیا تھا، مگر اس وقت تک معاہدہ حدیبیہ طے پا چکا تھا اس لئے آپ نے مزید کوئی کاروائی کرنا مناسب نہ سمجھا اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا، آپ نے فرمایا! برائی کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہوئی اور اسکا دہرانا بھی انہی کی طرف سے ہوا ہے، لہٰذا انہیں چھوڑ دو، مسلمان اس موقع پر مکہ بھی فتح کر سکتے تھے مگر مصلحت اسی میں تھی کہ صلح کی پاسداری کی جائے کیونکہ یہ آگے چل کر مسلمانوں کے حق میں بہت مفید ثابت ہونے والی تھی، چنانچہ دونوں طرف سے کسی نے بھی جنگ میں پہل نہ کی۔

**اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ:** اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس وقت کی ضد اور ہٹ دھرمی کی مذمت بیان کی ہے، جبکہ ٹھہرائی کفر کرنے والوں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی

اکڑ، مشرکوں اور کافروں کی جاہلانہ حمیت کی کئی مثالیں صلح حدیبیہ کے موقع پر سامنے آئیں، مثلاً معاہدہ کے شروع میں جب پیغمبر ﷺ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھوانا چاہا تو انہوں نے اعتراض کر دیا کہ ہم کسی رحمٰن اور رحیم کو نہیں مانتے، لہٰذا پرانے دستور کے مطابق باسمہ تعالیٰ لکھا جائے، آپ نے ان کا یہ مطالبہ مانتے ہوئے یہی الفاظ لکھوا دیئے، پھر آپ نے لکھوانا چاہا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان طے پایا ہے، اس پر پھر مشرکوں کی طرف سے اعتراض ہوا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا پیغمبر مانتے تو پھر پیچھے جھگڑا کیا رہ جاتا ہے، اسکے بجائے محمد ابن عبداللہ کے الفاظ لکھے جائیں، پیغمبر ﷺ نے یہ مطالبہ بھی مان لیا۔

معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکے کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس لوٹا دیں گے اور اگر کوئی مدینہ سے بھاگ کر مکہ آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس شرط کا بھی بڑا افسوس تھا کیونکہ یہ شرطیں فریقین کی برابر کی حیثیت کے خلاف تھیں، اس وقت مشرکوں کی قید میں بہت سے مسلمان تھے مگر اس شرط کی وجہ سے انہیں رہا نہ کرایا جاسکا، مگر آگے چل کر اس شرط کا فائدہ بھی مسلمانوں کو ہی پہنچا، اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اسی جاہلانہ حمیت کا تذکرہ یہاں کیا ہے کہ وہ کس قسم کے ہٹ دھرم لوگ تھے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے دل سخت غمگین تھے کیونکہ معاہدے میں کچھ شرطیں ایسی تھیں جو مسلمانوں کے خلاف تھیں، اس پر پیغمبر ﷺ نے خوشخبری دی کہ صلح حدیبیہ کے ذریعے اسلام کو فتح حاصل ہوگئی، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، حضور! کیا یہی فتح ہے کہ ہم نے نہایت ہی کمزور شرطوں پر سمجھوتہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مومنوں پر اطمینان نازل فرمایا جس سے ان کا سارا غم دور ہوگیا اور اطاعت کا جذبہ غالب آگیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تقویٰ کی بات لازم کر دی۔

# خواب پورا ہو کر رہے گا

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ

البتہ تحقیق | سچا کر دکھایا | اللہ نے | پیغمبر اپنے کو | خواب | حقیقت کے مطابق | البتہ ضرور داخل ہونگے آپ | مسجد

الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ
حرام میں اگر چاہا اللہ نے بے خوف وخطر مونڈنے والے سروں اپنے کو اور بال چھوٹے کرنے والے

لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ
نہ ڈرتے ہوگے آپ پس جانا اس نے جو نہ جانا تم نے پس کردی پہلے اسکے

فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾
ایک فتح قریب کی (۲۷)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اپنے پیغمبر کے خواب کو حقیقت کے مطابق کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہوں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا امن کیساتھ اپنے سروں کے بال مونڈتے اور کٹواتے ہوئے بغیر کسی خوف کے، پھر جانا اس نے وہ جو تم نے نہیں جانتے، پھر اسکے قریب ہی تمہارے لئے ایک فتح مقرر کردی۔ (۲۷)

## تفسیر

حدیبیہ کی صلح کی رو سے اس سال عمرہ نہ ہوسکتا تھا؛ اس لئے حدیبیہ ہی میں قربانی کر کے اور احرام کھول کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کیساتھ واپس مدینہ تشریف لائے، اس سے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ عمرہ ادا کیا ہے اور یہ عمرہ کیوں نہ ہوا، اسکی بابت آپ نے ان سے کہا کہ تعبیر ضروری نہیں کہ فوراً ہی پوری ہوجائے، اسکے بعد یہ آیتیں اتریں ان میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے جو اپنے پیغمبر کو خواب میں دکھایا وہ بالکل سچا تھا اور واقع میں یونہی ہو کر رہے گا لیکن اس سال اس کو پورا نہ کرنے میں بہت سی مصلحتیں تھیں جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے، مکہ میں لڑائی ہونا مناسب نہ تھا اس لئے وہاں صلح ہوگئی، اب انشاء اللہ ایک سال بعد خواب کی تعبیر پوری ہوگی اور تم اطمینان کیساتھ بے خوف وخطر مکہ آؤ گے، کعبہ کے گرد جو مسجد حرام ہے اس میں داخل ہوگے اور عمرہ کے ارکان ادا کرو گے اور سارا سر منڈا کر یا بال چھوٹے کر کے احرام کھولو گے، اس وقت

مکہ پر لڑائی روک کر اسکے بدلے ایک اور فتح تمہارے لئے مقرر کی اور تم عنقریب خیبر پر چڑھائی کر کے اسے فتح کر دو گے اور وہاں سے بہت سا مال غنیمت تمہارے ہاتھ آئے گا پھر گھر میں آکر آرام سے بیٹھو گے اور حدیبیہ کی صلح کے اور بھی فائدے حاصل ہونے شروع ہو جائیں گے۔

**فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا:** اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے قریبی فتح بھی رکھ دی، یعنی: جو عمرہ ادا نہیں کر سکے اس کی قضاء دینے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قریبی فتح بھی دے گا، مطلب یہ ہے کہ عنقریب تمہیں ایک بہت بڑی فتح حاصل ہونے والی ہے جس میں تمہیں بہت سا مال و دولت، زمینیں اور باغات بھی غنیمت میں ملیں گے، اس فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد جلد ہی حاصل ہوگئی، مسلمانوں نے خیبر کے مال سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان کی تنگدستی دور ہوگئی، مسلمانوں کے دلوں سے عمرہ کی عدم ادائے گی کا غم دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس قریبی فتح کی خوشخبری بھی راستے میں ہی سنادی، بہر حال اس پیشین گوئی کے مطابق اگلے سال، یعنی ۷ ھ میں مسلمانوں نے شان و شوکت کیساتھ عمرہ ادا کیا اور باعزت واپس آئے، یہ اخلاقی فتح یا فتح مبین تھی جس کا ذکر سورۃ کے ابتداء میں آچکا ہے اور مادی فتح خیبر کی صورت میں حاصل ہوئی جس سے نا صرف علاقے میں یہودیوں کا اثر و رسوخ ختم ہوگیا، بلکہ مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال، باغ اور زمینیں بھی آئیں۔

## اسلام اور مسلمان

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى

وہی ہے جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین سچائی کے تاکہ غالب کرے اسکو اوپر

الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ

دین ہر ایک کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا (۲۸) محمد پیغمبر ہیں اللہ کے اور

الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا

جو لوگ ساتھ ہیں اسکے سخت ہیں پر کافروں نرم دل ہیں آپس میں آپ دیکھیں انہیں رکوع کرنیوالے

سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ
سجدہ کرنیوالے تلاش کرتے ہیں فضل اللہ کا اور مرضی اسکی علامت انکی میں

وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ
چہروں انکے سے اثر سجدہ کے یہ بیان ہے انکا میں تورات اور

مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ
بیان ہے انکا میں انجیل جیسے کھیتی کہ نکالا اس نے پٹھا اپنا پھر قوت دی اسے پس موٹا ہوا وہ

فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ
پھر سیدھا ہوا پر پنڈلی اپنی خوش کرتا ہے کاشتکاروں کو تاکہ غصہ دلائے ان کیساتھ کافروں کو

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ
وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے میں سے ان بخشش کا اور

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع ۱۲
ثواب کا بڑے (۲۹)

معانقہ ۵ اعند المتاخرین ۱۲

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہی ہے جس نے اپنا پیغمبر بھیجا ہدایت دیکر سچے دین کیساتھ، تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی دینے والا۔ (۲۸) محمد اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے اور جو لوگ اس کیساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، آپ ان کو دیکھیں رکوع اور سجدہ میں ڈھونڈ تے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی انکی انکے چہروں پر ہے سجدہ کے اثر سے، یہ ان کی شان ہے، "تورات" میں اور مثال انکی "انجیل" میں جیسے کھیتی اپنا پٹھا نکالتی ہے، پھر اسکو مضبوط کرتی ہے پھر وہ پٹھا اپنے تنے کے سہارے کھڑا ہو جاتا ہے، خوش کرتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ غصہ دلائے ان سے کافروں کو، اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرنے والے ہیں ان میں سے معافی کا اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔ (۲۹)

**لفظی تحقیق:** سِیْمَا: علامت، نشانی، شناخت۔ اسم ہے (س و م) سے "سِیْمَا" اور "سَوْمَةٌ" دونوں کے معنٰی خاص علامت کے ہیں جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ شَطْأٌ: ڈنٹھل۔ بیج پھوٹ کر سب سے پہلے زمین اوپر اٹھے۔ اٰزَرَ: مضبوط کیا۔ ماضی ہے "اٰزْرٌ" جو (ازر) سے بنا ہے "اٰزْرٌ" کے معنٰی قوت "اِیْزَارٌ" قوت دینا۔

# تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہی نے محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا ہے کہ انسانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں اور انہیں سچا دین دیا ہے اور اسی کو وہ سب دینوں پر غالب بھی کرے گا، کوئی اور دین اس سے بڑھ کر دنیا میں نہ ہوگا کیونکہ اس کی سچائی کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اسکی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی نہیں ہوسکتی۔

سنو! محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور ان کے ماننے والے انکے ساتھی ان لوگوں کے مقابلہ میں جو انہیں نہیں مانتے اور ان کی مخالفت کر کے انہیں ستاتے ہیں، سختی کرنے والے اور زور دکھانے والے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے کیساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع اور سجدے میں جھکے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے اسکا فضل مانگتے رہتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو، ایسے ساتھی اور کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔

محمد ﷺ کیساتھ جو لوگ ہیں (صحابہ) ان کے چہرے نماز میں سجدہ کرتے رہنے سے نورانی ہوگئے ہیں اور اسی کی وجہ سے دور سے صاف پہچانے جاتے ہیں، "تورات اور انجیل" میں ان کی یہی شان بیان کی گئی ہے، ان کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ پہلے ڈنٹھل پھوٹا پھر بڑھا پھر مضبوط ہوا پھر سیدھا بڑھنا شروع ہوا یہاں تک کہ سارا کھیت ہرا بھرا ہوگیا اور بونے والے اسے دیکھ کر باغ باغ ہوگئے اور دشمنوں کا اس سے دل جلنے لگا، یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو اسکا بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔

أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ: وہ کافروں پر بڑے سخت ہیں البتہ آپس میں مہربان ہیں، اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی بعض صفتیں بیان کیہیں کہ جب آپس کی بات ہوتی ہے تو نہایت نرم دلی کا مظاہر کرتے ہوئے ایک دوسرے کیساتھ اچھا سلوک اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہو تو سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں، ان کی ایک نشانی یہ ہے کہ آپ ان کو دیکھیں گے رکوع کرتے ہوئے اور سجدے کرتے ہوئے، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ہر وقت عبادت کرتے رہتے ہیں۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ: ان کی نشانی ان کے سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں سے ظاہر ہوگی، عام طور پر نمازی آدمی کی پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ جاتا ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ آدمی پیشانی رگڑ رگڑ کر محراب یا گٹھا بنانے کی کوشش کرے، یہاں پر چہرے کی جس نشانی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ نشانی ہرگز مراد نہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اس لئے ماتھا رگڑ کر نشان بناتا ہے کہ لوگ اسے عبادت گزار سمجھیں وہ خود منافق سمجھا جائے گا، بہرحال جس نشانی کا یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چہروں سے ظاہر ہے اس سے تواضع اور انکساری کی نشانی مراد ہے۔

صحابہ کی اس جماعت کی مثال ایک کھیتی یا پودے کی ہے جو اپنا پٹھہ نکالتی ہے پھر اسکی کمر مضبوط ہو جاتی ہے، پھر وہ موٹی ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو جاتی ہے، مطلب یہ کہ جس طرح زمین سے نکلنے والا ایک پودا نہایت ہی نرم و نازک اور کمزور ہوتا ہے مگر بعد میں وہ مضبوط ہو جاتا ہے بلکہ کڑیل درخت بن جاتا ہے اسی طرح صحابہ کی جماعت ابتداء میں بالکل کمزور تھی، اسکی تعداد بھی کم تھی مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسی جماعت کو مضبوط بنا دیا جنہوں نے قیصر و کسریٰ جیسی بڑی بڑی حکومتوں کو ختم کر دیا اور پوری دنیا میں اسلام کو غالب کیا۔

کھیتی کی مثال کے تسلسل میں فرمایا کہ: جب وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو جاتی ہے تو کھیتی والے آدمی کو خوش کر دیتی ہے، وہ راضی ہو جاتا ہے کہ اسکی محنت کام آئی اور اب وہ اسکا پھل پانے والا ہے تو فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی اس جماعت کو مضبوط بنا دیا ہے تاکہ اسکی وجہ سے کافروں کو غصہ میں ڈالے، کافر لوگ ایمان والوں کی

ترقی کو دیکھ کر جلتے تھے اور غصے کے وجہ سے ان کے چہرے سیاہ ہوجاتے تھے، اس لئے امام مالک فرماتے رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ: جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے حسد کرتا ہے، ان سے جلتا ہے، ان کے متعلق بدزبانی کرتا ہے وہ کافروں میں شامل ہوجاتا ہے، کوئی سچا مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق بدگمانی نہیں کرسکتا، یہ تو پاک لوگ تھے جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف بیان کی ہے اور انہیں آئندہ والی نسلوں کیلئے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے، آئندہ اگر کوئی انقلاب آئے گا تو وہ اسی جماعت کے نمونہ پر چل کر لایا جاسکے گا، صحابہ کا جذبہ اطاعت وفرمانبرداری، جان ومال کی قربانی اور موت کی فکر قبول کرنا ان لوگوں کا خصوصی امتیاز تھا اور انہی کے نقشِ قدم پر چلنے والے لوگ کامیاب ہوں گے۔

آیاتھا – ۱۸ سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتھا – ۲

سورۃ الحجرات مدنی ہے۔ اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# بنیادی اصول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت آگے بڑھو سامنے اللہ کے اور پیغمبر کے اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

ڈرو اللہ سے بیشک اللہ ہے سننے والا جاننے والا (۱) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت

تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ

بلند کرو آوازیں اپنی اوپر آواز پیغمبر کی اور نہ اونچی کرو اسکے سامنے باتوں میں

كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ
جیسے اونچی کرتا ہے　ایک تمہارا　دوسرے پر　کہیں　ضائع ہوجائیں　عمل تمہارے　اور　تم

لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲
نہیں　جانتے　(۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ (۱) اے ایمان والو! اپنی آوازیں بلند نہ کرو پیغمبر کی آواز کے اوپر اور اس سے اونچی آواز میں نہ بولو جیسے ایک دوسرے سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل ضائع ہوجائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۲)

## تفسیر

یہ سورت ہجرت کے نویں سال میں اتری اسکی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، فتح مکہ کے بعد ہجرت کے نویں سال آپ کی خدمت میں عرب کے قبیلے آنے شروع ہوئے اور بہت سے اسلام میں داخل ہو گئے، اس سورت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور آپ سے بات کرنے کے طریقے اور آداب سکھائے ہیں اور آپس میں برتاؤ کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے، چنانچہ سب سے پہلے مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اور جب کوئی مقدمہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو تو اسکے فیصلے کیلئے اپنی رائے مت پیش کرو، اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسکے غضب سے ڈرتے رہو وہ تمہاری سب باتیں سنتا ہے اور تمہارے سارے حالات کو جانتا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہوگا تمہارے معاملات درست نہیں ہو سکتے، جب آپ کیساتھ مجلس میں حاضر ہوں تو اونچی آواز سے نہ بولو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آواز کا بلند کرنا بے باکی اور بے پرواہی ہے اور بلند آواز سے اس طرح بات کرنا جیسے آپس میں بات کرتے ہو یہ ایک قسم کی گستاخی ہے، جب

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرو تو نرم اور دھیمی آواز سے بولو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا اونچا بولنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار ہو، اگر ایسا ہوا تو تم کہیں کے نہ رہو گے اور تمہارے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو بلکہ انتظار کرو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں، اسی طرح اگر آپ چل رہے ہوں تو کوئی آپ سے آگے نہ بڑھے، کھانے کی مجلس ہے تو آپ سے پہلے کھانا شروع نہ کرے، اگر آپ خود ہی کسی کو آگے بھیجنا چاہتے ہیں تو یہ الگ بات ہے جیسے سفر اور جنگ میں کچھ لوگوں کو آگے چلنے کا حکم دیا جاتا ہے، عالموں اور بزرگوں کے بارے میں بھی اس ادب کا خیال رکھنا چاہئے اس لئے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں وارث ہیں۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ: مسلمانوں تم رسول اللہ کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے سے بچو کیونکہ ایسا کرنے میں خطرہ ہے کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور وہ خطرہ اس لئے ہے کہ پیغمبر سے آگے بڑھنا یا ان کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کر کے غالب کرنا ایک ایسا عمل ہے جس سے پیغمبر کی شان میں گستاخی اور بے ادبی ہونے کا بھی خطرہ ہے جو پیغمبر کو تکلیف پہنچنے کا سبب ہے، اگرچہ صحابہ کرام سے یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ کوئی ایسا کام کریں جو آپ کی ایذاء کا سبب بنے لیکن بعض عمل اور کام جیسے آگے بڑھنا اور آواز بلند کرنا اگرچہ تکلیف پہنچانے کے ارادے سے نہ ہوں پھر بھی ان سے ایذاء کا احتمال ہے؛ اسی لئے اس سے منع کر دیا اور بعض گناہوں کی وجہ سے توبہ کی توفیق جاتی رہتی ہے اور بعض اوقات وہ گناہوں میں گھر کر کفر تک پہنچ جاتا ہے اور اسکے عمل ضائع ہو جاتے ہیں اور کرنے والے نے یہ کام تکلیف پہنچانے کے ارادے سے نہ کیا تھا اس لئے اسکو اسکی خبر بھی نہ ہوگی کہ اسکے سبب اسکے عمل ضائع ہو گئے۔

## صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل

اپنے پیغمبر کا ادب واحترام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر کون کرسکتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ

پیغمبر ﷺ کی ایک مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم موجود تھے، آپ کے پاس بنی تمیم کے کچھ لوگ آئے، پیغمبر ﷺ ان میں سے کسی شخص کو ان کا امیر مقرر کرنا چاہتے تھے، اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قعقاع ابن معبد رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا، دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی، اس ضمن میں دونوں حضرات کا آپس میں تکرار ہوگیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر! تم ہمیشہ میری رائے کی مخالفت کرتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بالکل ٹھیک رائے دی ہے، اس تکرار میں دونوں حضرات کی آوازیں بھی بلند ہوگئیں، پھر جب یہ آیت اتری تو دونوں حضرات اپنے اس طرزِ عمل پر سخت شرمندہ ہوئے اور پھر اسکے بعد پیغمبر ﷺ کی مجلس میں کبھی اونچی آواز سے بات نہ کی بلکہ عمر بھر اپنی آوازوں کو نیچا رکھا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کو سمجھنے کیلئے ان سے بار بار پوچھنا پڑتا تھا، آپ اس قدر محتاط ہوگئے کہ اونچا بولنے سے کہیں عمل ضائع نہ ہوجائیں۔

حضرت ثابت ابن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کی آواز بھی قدرتی طور پر بلند تھی، جب بھی بات کرتے اونچی آواز میں کرتے، جب یہ آیت اتری کہ اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل ہی ضائع ہوجائیں، تو حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اپنی آواز کی بلندی کی ڈر سے گھر میں بیٹھ گئے، کہنے لگے کہ اگر پیغمبر ﷺ کی مجلس میں میری آواز بلند ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ میرے عمل ہی ضائع نہ ہوجائیں، پیغمبر ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ثابت نظر نہیں آرہا ہے، کیا وہ بیمار ہوگیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! وہ تو میرا پڑوسی ہے مگر مجھے اسکی بیماری کی کوئی خبر نہیں، پھر جب گھر جاکر آپ کا پتہ کیا تو انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ میری آواز قدرتی طور پر بلند ہے اور مجھے اپنے منافق ہونے کا خطرہ ہے لہٰذا میں اعمال کے ضائع ہونے کے خوف سے گھر بیٹھ گیا ہوں، آپ کو اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ: اس نے آیت کا مطلب ٹھیک سے نہیں سمجھا، اسکے عمل ضائع نہیں ہوں گے اور وہ تو جنتی ہے، پھر جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: قیس کے بیٹے! کیا تمہیں یہ چیز پسند نہیں کہ تمہاری زندگی پسندیدہ

گزرے اور تم شہادت کی موت پاؤ؟ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا آپ کی زندگی تو پسندیدہ ہی تھی کیونکہ آپ کا رجوع ہمیشہ نیکی کی طرف رہتا تھا، پھر آپ کی شہادت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے زمانے میں ہوئی، مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے اور حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہم اس فوج میں شامل تھے، اس لڑائی میں بارہ سو یا سترہ سو قرآن مجید کے حافظ اور قاری شہید ہوئے اور ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد ستائیس ہزار تک پہنچتی ہے۔

## ملاقات کے آداب

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

بیشک جولوگ نیچی کرتے ہیں آوازیں اپنی پاس پیغمبر اللہ کے یہی ہیں وہ کہ

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳

امتحان لے لیا ہے اللہ نے دلوں انکے کا واسطے پرہیزگاری کے واسطے انکے بخشش ہے اور ثواب بڑا (۳)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا

بیشک وہ لوگ جو آوازیں دیتے ہیں آپکو سے باہر حجروں کے بہت سے ان میں سے نہیں

يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

عقل رکھتے (۴) اور اگر یہ ہوتا کہ وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ نکل کر آتے طرف انکی البتہ ہوتا بہتر

لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

لئے انکے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جو لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیچی آواز سے بولتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ادب کے واسطے جانچ لیا ہے، ان کیلئے معافی اور بڑا ثواب ہے۔(۳) جو لوگ آپ کو حجروں کے

باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔(۴) اور اگر وہ صبر کرتے جب تک آپ ان کی طرف نکل کر آتے تو انکے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۵)

**لفظی تحقیق:** اَلْحُجُرٰتِ: کمرے، کوٹھریاں۔ حجرہ کی جمع ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو پیغمبر ﷺ کے سامنے نیچی آواز سے ادب کیساتھ بولتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے نیک اور پرہیزگار ہونے کیلئے جانچ لیا ہے، ان کی خطائیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کیلئے بڑا ثواب تیار ہے، باہر کے لوگ اکثر آتے ہی آواز لگانا شروع کر دیتے تھے کہ باہر آیئے ہم ملنے کیلئے آئے ہیں، آپ اس وقت اندر مکان میں تشریف فرما ہوتے ان کی بابت ارشاد ہے کہ: ان میں سے اکثر ملاقات کے ادب و آداب سے بے خبر ہیں، ان سے کہہ دو کہ یہ گنوار پن چھوڑ دیں اور آپ سے ملنے کیلئے آئیں تو چاہئے کہ صبر سے مکان کے باہر انتظار کریں، جب آپ تشریف لائیں اس وقت ملاقات کریں اور ادب کیساتھ آہستہ بولیں یہی انکے حق میں بہتر ہے، پیغمبر ﷺ کو باہر سے آواز دے کر بلانا سخت بے ادبی ہے، نادانی میں ایسا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لیکن آئندہ جان بوجھ کر ایسا نہ کرنا بلکہ بتائے ہوئے قاعدے پر عمل کرنا۔

ایک دفعہ قبیلہ تمیم کا ایک وفد پیغمبر ﷺ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا، آپ اس وقت اپنے گھر میں آرام فرماتے تھے جونہی یہ لوگ وہاں پہنچے تو انہوں نے باہر سے آوازیں دینی شروع کر دیں، اے **محمد** ہمارے پاس باہر آئیں، اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ پر لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے، بیشک وہ لوگ جو آپ کو گھر کی دیواروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے، باہر سے آوازیں دیکر انہوں نے بے عقلی کی بات کی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت آپ کسی اہم کام میں مصروف ہوں یا آپ پر وحی اتر رہی ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ آرام فرما رہے ہوں اور فوری طور پر باہر نہ آ سکتے ہوں، ایسی حالت میں زور زور سے آوازیں دینا خلاف ادب ہے۔

اور اگر وہ لوگ صبر کرتے حتیٰ کہ پیغمبر ﷺ خود انکے پاس باہر نکل آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوتا، مطلب یہ کہ ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ باہر سے آوازیں دینے کے بجائے پیغمبر ﷺ کے خود باہر تشریف لانے کا انتظار کرتے یہی ادب تھا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے مفسرین لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور خود پیغمبر ﷺ کے چچازاد بھائی تھے، پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد آپ ہی کے حکم کے مطابق جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر قرآن مجید سیکھنے کیلئے جاتے تو جا کر آپ کے دروازے پر بیٹھ جاتے یا وہیں کھڑے رہتے، آپ نہ تو باہر سے آواز دیتے اور نہ دروازہ کھٹکھٹاتے، پھر جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خود گھر سے باہر تشریف لاتے تو ان سے ملاقات ہوتی۔

## ہر ایک کی مت سنو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر آئے پاس تمہارے کوئی فاسق کوئی خبر لیکر پس چھان بین کرو کہیں

تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝٦ وَ

جا پڑو کسی قوم پر انجانے سے پس ہو جاؤ تم پر اس بات جو تم نے کی پشیمان (۶) اور

اعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ

جان رکھو کہ تمہارے درمیان پیغمبر موجود ہے اللہ کا

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو کہیں کسی قوم پر نادانی سے نہ جا پڑو، پھر کل اپنے کئے پر پچھتانے لگو۔(۶) جان لو کہ تم میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر موجود ہے۔

# تفسیر

اس آیت میں ایک اور نہایت ضروری بات بتائی گئی ہے، اسکا واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق کے پاس جو نیا نیا ایمان لایا تھا ولید بن عتبہ کو بھیجا کہ ان کے حالات معلوم کرے اور ان سے زکوٰۃ وصول کر کے لائے، ولید اور بنوالمصطلق کے درمیان اسلام سے پہلے کی دشمنی چلی آ رہی تھی، ولید جب ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے بہت سے لوگ مل کر انکے استقبال کیلئے نکلے، ولید نے گمان کیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے آئے ہیں اور واپس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر چلے آئے اور کہا کہ بنوالمصطلق مرتد ہو گئے ہیں، آپ نے انہیں سزا دینے کا ارادہ کیا کہ اتنے میں انکے کچھ لوگ پہنچے اور عرض کیا کہ ہم ان کے استقبال کو نکلے تھے کوئی بری نیت نہ تھی، آپ نے خفیہ طور پر خالد بن ولید کو تحقیقات کیلئے بھیجا، انہوں نے واپس آ کر کہا کہ وہ لوگ اسلام پر قائم ہیں اور میں ان سے زکوٰۃ لے کر آیا ہوں۔

اسکے بعد یہ آیت اتری، ارشاد ہے کہ: اے ایمان والو! ہر کس و ناکس کی بات پر اعتماد مت کیا کرو، اگر کوئی قانون اسلام سے بے پرواہ شخص کوئی خبر آ کر سنائے تو اسکی تحقیقات کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسکی خبر پر یقین کر کے جلدی سے قوم پر حملہ کر بیٹھو اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ کام غلط ہوا تو پچھتانا پڑے گا، یہ نصیحت کر کے قرآن مجید نے بہت سے آپس کے جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا کیونکہ وہ اکثر غلط افواہوں کی بناء پر ہوتے ہیں، ارشاد ہے کہ: تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔

کسی خبر کی تحقیق کر لینا بہت ضروری ہے، موجودہ زمانے میں تباہی اور بربادی کی ایک وجہ اسی ضابطہ پر عمل نہ کرنا ہے، اس زمانے میں اخبارات اکثر جھوٹی خبریں شائع کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کا غیض و غضب میں آ جانا ایک فطری بات ہے، جھوٹی خبروں کی وجہ سے بدگمانی، نفرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے جو بہت بڑے جانی اور مالی نقصان کا سبب بنتی ہے۔

# پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ
اگر کہنا مانتا وہ تمہارا　بہت سے　کاموں میں　مشکل میں پھنس جاتے تم　اور　لیکن　اللہ نے　محبت ڈال دی

اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ
طرف تمہاری　ایمان کی　اور　سجادیا اسے　میں　دلوں تمہارے　اور　نفرت ڈال دی طرف تمہاری　کفر　اور

الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
گناہ　اور　نافرمانی کی　وہی ہیں　وہ　جو راہ پائے ہوئے ہیں (۷)　فضل　سے　اللہ کے

وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾
اور نعمت سے اسکی　اور　اللہ　جاننے والا　حکمت والا (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔اور بہت سے کاموں میں وہ تمہارا کہنا مانیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، پر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اس کو تمہارے دل میں بسا دیا اور تمہارے دل میں نفرت ڈال دی کفر اور نافرمانی کی، وہ لوگ نیک راہ پر ہیں۔(۷) اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ہے۔(۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کے پیغمبر موجود ہیں تو تمہیں انکی قدر پہچاننی چاہئے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی رائے کا پابند ہو، وہ تو اپنی ذاتی رائے پر بھی نہیں چلتا، وہ تو وہی کرتا ہے جسکا اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے، اس لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر وہ تمہارے رائے پر چل رہا ہوتا تو

پھر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق رہ جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہیں ایمان کی محبت دی اور وہ تمہارے دلوں کو سب سے اچھی نظر آنے لگی، اللہ تعالیٰ نے کفر، گمراہی اور نافرمانی کی تمہارے دلوں میں نفرت پیدا کردی، یادرکھو کہ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوں گے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری میں لگ گئے، جن کو یہ بات حاصل ہوگئی ان پر یقیناً اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور بڑی نعمت عطاء کی، اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو بڑی حکمتوں والا ہے۔

## جھگڑوں کا علاج

وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ

اور اگر دوگروہ میں سے ایمان والوں لڑپڑیں توصلح کرادو درمیان انکے پس اگر

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ

زیادتی کرے ایک ان میں سے پر دوسرے پس لڑو تم اس سے جو زیادتی کرے یہاں تک کہ لوٹ آئے وہ

اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ

طرف حکم اللہ کے پھر اگر لوٹ آئے وہ پس صلح کرادو ان دونوں میں ساتھ برابری کے اور

اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ⑨

انصاف کرکے بیشک اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنیوالوں کو(۹)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو تم سب اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے (یعنی: لڑائی بند کردے) پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم طرف لوٹ آیا تو ان میں عدل وانصاف کیساتھ صلح کرادو، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(۹)

# تفسیر

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے پہلا کام ایک ایسی سوسائٹی قائم کرنا ہے جس کے زور اور دباؤ سے ہر شخص سیدھی طرح رہے اور کوئی دنگا فساد وغیرہ نہ کرنے پائے اور نہ کوئی کسی پر زور جتا سکے، اس سوسائٹی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر تم میں سے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو تمہاری سوسائٹی کو فوراً آگے بڑھنا چاہئے اور سمجھا بجھا کر دونوں میں صلح کرا دینی چاہئے، لیکن اگر سیدھی طرح نہ مانیں بلکہ زور آور کمزور پر چڑھائی کردے تو ساری سوسائٹی کو زیادتی کرنے والے کو سمجھانا چاہئے اگر پھر بھی نہ مانے تو سب مل کر اسکے خلاف لڑائی کریں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کا حکم مان لے اور جھگڑا چھوڑ دے تو ان کی آپس میں صلح کرا دو جس میں کسی کو کسی سے نیچا نہ ہونا پڑے دونوں کا برابر مرتبہ رہے، ہر وقت اور ہر حالت میں انصاف کا خیال رکھو، اللہ تعالیٰ کو وہی لوگ پسند ہیں جو انصاف سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ دنیا میں جھگڑے اٹھانے والوں اور فسادیوں کے دبانے کیلئے سوسائٹی اپنی تنظیم کرے اور مل جل کر حکومت قائم کرے تاکہ فسادی لوگ خواہ اپنے ہوں یا پرائے دبائے جاسکیں، حکومت کی صورت یہ ہے کہ اپنے میں سے ایسے شخص کو جو شرع سے واقف ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اپنا سردار بناؤ اور سب اسے نیک مشورہ دینے اور جان و مال سے اس کی مدد کرنے کیلئے تیار رہیں۔

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا: اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو، اگر مسلمانوں کی جماعت میں خلیفہ وقت یا اس کا مقرر کردہ حاکم موجود ہے تو پہلی ذمہ داری اسکی ہے کہ وہ دو فریقوں کے درمیان صلح کا بندوبست کرے اور اگر حاکم موجود نہیں ہے تو پھر سارے مسلمانوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ دو گروہوں کے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑے کو مٹانے کی کوشش کریں، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اس قسم کے کئی واقعات پیش آئے جن میں آپ نے دو فریقوں کے درمیان صلح

صفائی کرادی، کئی موقعوں پر مہاجرین اور انصار کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا تو آپ نے ان کے درمیان صلح کرا کے جھگڑے کو ختم کیا، مدینہ طیبہ میں اَوس اور خزرج کے قبیلے سینکڑوں سال سے آباد تھے اور ان کی آپس میں دشمنی بھی بڑی پرانی تھی، زمانہ جاہلیت میں ان دو خاندانوں کی آپس میں معمولی معمولی باتوں پر لمبے عرصے تک لڑائیاں ہوتی رہیں، حتیٰ کہ ایک لڑائی ایک سو بیس (120) سال تک رہی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ نے ان دو قبیلوں کے درمیان تمام پرانے جھگڑوں کو ختم کرادیا، ان کی دشمنی جاتی رہی اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے لگے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا زمانہ بہترین زمانہ تھا، اسکے بعد اختلافات پیدا ہونے شروع ہوئے جو پھیلتے ہی چلے گئے اور آج تک معاملات سلجھنے کے بجائے الجھتے ہی رہے ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے صحابہ کرام میں بھی اختلافات پیدا ہوئے مگر ان کی بنیاد خودغرضی پر نہیں بلکہ اجتہاد پر تھی، اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کے حق میں اپنی رضا کا اعلان کردیا ہے لہٰذا ہم انکے اختلافات نہ چھیڑیں انہوں نے دین کیلئے عظیم خدمات انجام دیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوتاہیوں کو معاف کردیا ہے، اسی لئے ہمارے بزرگوں میں سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مجھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں یقین ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کا اختلاف خودغرضی یا ضد کی بناء پر نہیں تھا بلکہ محض اجتہادی اختلاف تھا۔

صحابہ میں سے حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی اختلاف ہوا، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اجتہادی اختلافات تھے۔

امام شافعی اور امیر المؤمنین عمر ابن عبدالعزیز کے بارے میں آتا ہے کہ جب ان سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ان لوگوں کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو پاک رکھا ہے، یعنی: ہماری تلواروں نے ان کا خون بہانے میں حصہ نہیں لیا، لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی ان کے اختلافات سے پاک رکھیں، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جہاں صحابہ کرام میں

آپس کے اختلافات کا ذکر ہو وہاں ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو روک رکھیں اور سب کو بہتری کیساتھ یاد کریں، ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی طرف سے یہی حکم دیا گیا ہے، اگر صحابہ کرام کے بارے میں زبان کھولی گئی، ان پر نکتہ چینی کی گئی یا طعن وملامت کا دروازہ کھولا گیا تو دین کا نظام درہم برہم ہو جائے گا، کیونکہ وہ لوگ دین کو دنیا میں پھیلانے والے پہلے لوگ ہیں، اگر صحابہ کرام پر سے اعتماد اٹھ گیا تو پھر نہ قرآن مجید پر اعتماد برقرار رہے گا، نہ حدیث پر اور نہ سنت پر، غرضیکہ صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ رکھنا چاہئے کہ وہ سب کے سب حق پر تھے۔

# احکام ومسائل

مسلمانوں کے دو گروہوں کی لڑائی کی چند صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ دونوں جماعتیں امام المسلمین ماتحت ہیں یا دونوں نہیں، یا ایک ہے ایک نہیں، پہلی صورت میں عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ سمجھا بجھا کر انہیں لڑائی سے روکیں، اگر سمجھانے سے باز نہ آئیں تو امام المسلمین پر اصلاح کرنا واجب ہے، اگر اسلامی حکومت کی مداخلت سے دونوں فریق جنگ سے باز آگئے تو قصاص ودیت کے احکام جاری ہوں گے اور باز نہ آئیں تو دونوں فریق کیساتھ باغیوں کا معاملہ کیا جائے اور ایک باز آگیا اور دوسرا ظلم پر جما رہا تو دوسرا فریق باغی ہے، اسکے ساتھ باغیوں کا معاملہ کیا جائے اور جس نے فرمانبرداری قبول کر لی وہ فریق انصاف کرنے والا کہلائے گا، باغیوں کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے اور مختصر جامع حکم یہ ہے کہ قتال سے پہلے ان کے ہتھیار چھین لئے جائیں گے اور ان کو گرفتار کر کے توبہ کے وقت تک قید رکھیں گے اور عین لڑائی کی حالت میں اور لڑائی کے بعد انکی عورتوں اور بچوں کو غلام اور لونڈی نہیں بنائیں اور ان کا مال مالِ غنیمت نہیں ہوگا، البتہ توبہ کرنے تک ان کے مالوں کو قبضہ میں رکھا جائے گا توبہ کے بعد واپس دیدیا جائے گا، اس آیت میں جو یہ کہا گیا ہے "فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا" یعنی: اگر بغاوت کرنے والا گروہ بغاوت اور لڑائی سے باز آجائے تو صرف جنگ بند کر دینا کافی نہیں، بلکہ آپس کی شکایتوں کو دور کرنے کی فکر کرو تا کہ دلوں سے دشمنیاں نکل

جائیں اور ہمیشہ کیلئے بھائی چارے کی فضاء قائم ہو جائے اور چونکہ یہ لوگ امام المسلمین کے خلاف بھی جنگ کر چکے ہیں اس لئے ہو سکتا تھا کہ ان کے بارے میں پورا انصاف نہ ہو؛ اس لئے قرآن مجید نے تاکید فرمائی کہ دونوں فریقوں کے بارے میں عدل و انصاف کی پابندی کی جائے۔

## آپس کا برتاؤ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ

بات یہی ہے کہ ایمان والے بھائی ہیں پس صلح کرا دو درمیان بھائیوں اپنے کے اور ڈرو اللہ سے

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ ع ۱۰ ۱۴ النّصف

تاکہ تم رحم کئے جاؤ (۱۰) اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو نہ ہنسی اڑائے ایک قوم

مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ

دوسری قوم کی ہو سکتا ہے کہ ہوں بہتر سے ان اور نہ عورتیں عورتوں کی

عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا

ہو سکتا ہے کہ ہوں بہتر سے ان اور نہ طعنہ بازی کرو ایک دوسرے پر اور نہ

تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ

چڑاؤ ساتھ برے ناموں کے گناہ ہے برا نام (رکھنا) بعد ایمان کے اور

مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

جس نے نہ توبہ کی پس وہ لوگ وہی ظالم ہیں (۱۱) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو

اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا

بچتے رہو بہت سی سے بدگمانیوں بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے اور مت

تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ
ٹٹولوایک دوسرے کو اور نہ غیبت کرے ایک تمہارا دوسرے کی کیاپسند کریگا تم میں سے کوئی ایک کہ

يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
کھائے گوشت بھائی اپنے مُردے کا پس نفرت کرتے ہوتم اس سے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ

تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾
توجہ کرنیوالا مہربان ہے(۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:** مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں دونوں کی آپس میں صلح کرادواور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہوتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(۱۰)اے ایمان والو! کوئی مرد کسی مرد سے مذاق نہ کرے شاید وہ اس سے بہتر ہواور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے مذاق کریں شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے کو عیب مت لگاؤ اور مت نام رکھوایک دوسرے کے چڑانے کو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے اور جوتوبہ نہ کرے تو وہی ظالم ہیں۔(۱۱)اے ایمان والو! تم بہت سی بدگمانیوں سے بچو بیشک بعض بدگمانی گناہ ہے اور کسی کا بھید مت ٹٹولو اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو، بھلا تم میں سے کسی کو اچھا لگتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے ،سو تم کو اس سے گھن آتی ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔(۱۲)

**لفظی تحقیق:** لَا تَلْمِزُوْٓا: مت اشارے کرو۔ نہی کا صیغہ ہے (ل م ز) سے "لَمْزٌ" اشاروں سے کسی کی بُرائی ظاہر کرنا۔ قَوْمٌ: اصل عربی میں اس سے مراد صرف مرد ہوتے ہیں جیسا کہ آیت کے آگے عورتوں کا نام الگ لینے سے ظاہر ہوتا ہے۔ لَا تَنَابَزُوْا: مت چڑاؤ۔ نہی کا صیغہ ہے، "تَنَابُزٌ" سے جس کا مادہ (ن ب ز) ہے "نَبْزٌ" بُرے نام کو کہتے ہیں، "تَنَابُزٌ" ایک دوسرے کو چڑانے کیلئے بُرا نام رکھنا۔

## تفسیر

اس آیت میں اور اگلی کئی آیتوں میں آپس میں مل جل کر رہنے کا طریقہ بتایا ہے تا کہ خوانخواہ آپس میں ان

بن نہ ہونے پائے اور اسلامی سوسائٹی جیسی ہونی چاہئے ویسی بنے، سب سے پہلے تو یہ بتادیا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد، آپس میں جھگڑا ہوتی ہی ان میں صلح کرادو ورنہ سزا ملے گی، یادرکھو! اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈر کر نیک کام کروگے تو اس کی رحمت کے امیدوار ہوسکتے ہو، اسکے بعد عام طور پر جن باتوں سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ان سے منع کیا گیا ہے، مردوں اور عورتوں دونوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے کی ہنسی نہ اڑائیں اور نہ ایک دوسرے کو حقارت کی نظر سے دیکھیں کیونکہ کیا خبر کہ جس کی ہنسی اڑا رہے ہو وہ تم سے بہتر ہو، پھر کسی کا عیب آنکھ، زبان یا ہاتھ کے اشارے سے ظاہر نہ کرو، کسی کے برے نام مت رکھو جس سے وہ چڑتا ہو۔

دیکھو! مسلمان ہوکر بدمعاش یا غنڈہ کہلانا کتنی بری بات ہے ان باتوں سے باز آجاؤ اور جو باز نہ آئے وہ ظالموں میں سے ہے، آگے ارشاد ہے کہ: بہت سی بدگمانیاں مت کیا کرو، ہر ایک کی طرف سے نیک گمان رکھو، بعض بدگمانی تو گناہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، جب اس سے کوئی فساد یا جھگڑا پیدا ہوجائے اور اکثر جھگڑے بدگمانی ہی سے پیدا ہوتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کی ٹوہ میں مت لگے رہو تا کہ اس پر دھونس جماؤ اور راز فاش کرنے کی دھمکیاں دے کر اس سے کچھ مال حاصل کیا جائے، یہ کمینہ پن ہے اور پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو، یہ ایسی بری بات ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا، جسے تم ناپسند کرتے ہو بس سمجھ لو کہ کسی شخص کی اسکی پیٹھ پیچھے برائی کرنا اسی جیسا قابل نفرت کام ہے، یادرکھو! شیطان تمہارے پیچھے ہر وقت پڑا ہوا ہے اور تمہیں برے کاموں میں پھنسائے رکھنا چاہتا ہے، اگر ان سے بچ کر رہنا ہے تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اسکے غضب سے ڈرتے رہو ورنہ پھر برائی سے بچنے کی کوئی صورت نہیں، اسکے ساتھ ہی یہ بھی یادرکھو کہ! اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کو اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ: ایمان کے بعد فسق کا نام بہت ہی برا ہے، ایمان لانے کے بعد گناہ کے کام کرنا تو جاہلیت کے زمانے کی باتیں ہیں، جب ایمان قبول کرلیا ہے تو پھر کسی کیساتھ مذاق کرنا، برے القابات سے یاد کرنا، کسی کا عیب تلاش کرنا، کسی کی نقل اتارنا، گویا فاسق بننا ہے، ایمان تو بڑی عزت والا نام

ہے، ایک ایماندار آدمی کو فاسق کہنا بہت ہی بری چیز ہے، اس سے بچنا چاہئے اور کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے آدمی فاسق بنتا ہو، فرمایا: اس قسم کے کام کرنے اور فاسق بننے کے بعد جو توبہ نہیں کرے گا، ایسی حرکات سے باز نہیں آئے گا، فرمایا: یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم اور بے انصاف ہیں، یہ ضرور اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آئیں گے، ہاں اگر مذاق اڑانے یا عیب تلاش کرنے کے بعد توبہ کرلی، آئندہ کیلئے ایسا کام نہ کرنے کا پختہ عہد کیا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ جائے گا ورنہ سزا کا حق دار ٹھہرے گا۔

**وَلَا تَجَسَّسُوْا**: اور تجسس نہ کرو، یعنی کسی کے عیب کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو کیونکہ کسی کا راز تلاش کرنا اور پھر اسے فاش کردینا بہت بری بات ہے، اس سے دلوں میں کینہ، نفرت پیدا ہوتی ہے، جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں نکلتا ہے۔

چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ کسی سے تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہو اور اپنی یا کسی دوسرے مسلمان کی حفاظت کی غرض سے تکلیف پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے۔

**وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا**: اور تم میں سے بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کی غیبت نہ کریں، حدیث شریف میں غیبت کے بارے میں آتا ہے غیبت یہ ہے کہ:

"تو اپنے بھائی کے متعلق اسکی غیر حاضری میں ایسی بات کرے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو، پوچھنے والے نے پوچھا، پیغمبر! اگر وہ عیب یا خامی واقعی اس میں پائی جاتی ہو تو پھر بھی یہ غیبت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے کہ کسی میں کوئی خامی پائی جاتی ہو اور تو اس کا ذکر اسکی غیر حاضری میں کرے اور اگر وہ عیب اس میں نہیں پایا جاتا اور تو اس کو بیان کرتا ہے تو پھر یہ بہتان ہے جو غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے"۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: میرا گزر بعض ایسے لوگوں پر ہوا جنکے ناخن تانبے کے تھے اور وہ لوگ ان ناخنوں کیساتھ اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے، میں نے حیران ہوکر جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی میں لوگوں کے گوشت کھایا کرتے

تھے، یعنی: غیبت کیا کرتے تھے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: غیبت اس قدر گھناؤنا جرم ہے کہ یہ کسی چھوٹے بچے، پاگل، کافر کے خلاف بھی نہیں ہونا چاہئے، غیبت کلام کیساتھ بھی ہوتی ہے، اشارے کیساتھ بھی، کوئی شخص زبان سے تو غیبت نہیں کرتا، مگر کسی لنگڑے کی نقل اتارتا ہے تاکہ اسکی تحقیر ہو تو یہ بھی غیبت میں داخل ہے، آنکھوں کے اشاروں سے بھی تحقیر کی جاتی ہے اور یہ بھی غیبت ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: خواہش پرست اور بدعتی لوگوں کی برائی کو ظاہر کرنا غیبت نہیں بلکہ دین کی اہم خدمت ہے، حدیث کے راویوں پر جرح کرنا بھی غیبت نہیں ہے کیونکہ اس سے دین، سنت اور شریعت کی حفاظت مطلوب ہوتی ہے، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ: بدعتی کی بدعت کو ظاہر کرنا غیبت میں شمار نہیں ہوتا، اگر کوئی فاسق آدمی کھلم کھلا فسق کی بات کرتا ہے، سمجھانے سے بھی سمجھتا نہیں تو اسکی برائی کو ظاہر کرنا جائز ہے، اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے مشورہ مانگے تو مشورہ دینے والا حقیقت کے اظہار کے طور پر عیب والی بات کو ظاہر کر سکتا ہے۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ: کیا تم میں سے کوئی شخص اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے، ظاہر ہے کہ تم اس سے کراہت ہی کرو گے، مطلب یہ کہ غیبت کرنا مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے، جس طرح کوئی شخص اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتا اسی طرح اسے کسی کی غیبت بھی نہیں کرنی چاہئے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے، اگر کوئی شخص غلطی کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکو معاف کر دیتے ہیں، اگر کوئی شخص غیبت کر بیٹھا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور آئندہ کیلئے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: آیت میں "لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ" سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص

نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے توبہ کر لی ہو، اسکے بعد اسکو اس برے عمل کے نام سے پکارنا، مثلاً: چور یا بدکار یا شرابی وغیرہ، جس نے چوری زنا، شراب سے توبہ کر لی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے ذلیل کرنا حرام ہے، حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر ذلیل کرے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔

بعض لوگوں کے ایسے نام مشہور ہو جاتے ہیں جو بُرے ہیں مگر وہ بغیر اس لفظ کے پہچانے ہی نہیں جاتے تو اسکو اس نام سے ذکر کرنے کی اجازت پر علماء کا اتفاق ہے، بشرطیکہ ذکر کرنے والے کا ارادہ اسے ذلیل کرنے کا نہ ہو، جیسے بعض محدثین کے نام کیساتھ اعرج (لنگڑا) یا احدب (کبڑا) مشہور ہے۔

حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن کا حق دوسرے مؤمن پر یہ ہے کہ اس کا ایسے نام سے ذکر کرے جو اس کو زیادہ پسند ہو؛ اسی لئے عرب میں کنیت کا رواج عام تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو پسند فرمایا، خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص صحابہ کو کچھ لقب دیئے ہیں، صدیق اکبر کو عتیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اور حضرت حمزہ کو اسد اللہ اور خالد بن ولید کو سیف اللہ فرمایا ہے۔

## ذات پات کی تردید

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ

اے لوگو! تحقیق پیدا کیا ہم نے تمہیں سے ایک مرد اور ایک عورت اور کردیا تمہیں

شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ

ذاتیں اور قبیلے تا کہ آپس میں پہچان رہے بیشک سب سے زیادہ معزز تم میں نزدیک اللہ کے سب سے بڑا متقی ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے (۱۳)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور تمہارے قبیلے بنائے تاکہ آپس میں پہچان ہو سکے، بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی بڑی عزت ہے جو پرہیز گار ہے، بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔ (۱۳)

# تفسیر

تم سب آدم کی اور حوا کی اولاد ہو، کنبہ، قبیلہ، خاندان وغیرہ ایک دوسرے کو آسانی سے پہچاننے کے مختلف ذریعے ہیں، ان کا اتنا خیال مت کرو، تم تو یہ سوچو کہ تم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہو اور سب برابر ہو، اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اگر کوئی چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا درجہ بڑھ جائے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر برے کاموں سے بچنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی سے درجہ بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو دنیا میں اس سے ڈر کر ان کاموں کے قریب نہیں جاتا جن سے اس نے منع کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی بات چھپی نہیں وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى: بیشک ہم نے پیدا کیا تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے، انسان خواہ کسی بھی رنگ اور نسل کے ہوں، کسی بھی ملک کے رہنے والے ہوں، یا کوئی بھی زبان بولتے ہوں، وہ سارے کے سارے ایک مرد اور ایک عورت، یعنی: حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کی اولاد ہیں، اب کوئی سید بنے یا پٹھان، مغل بنے یا صدیقی، فاروقی وغیرہ، مگر حقیقت میں یہ سب ایک ہی جوڑے کی اولاد ہیں۔

یہ خاندان اور قبیلے ہم نے اس لئے نہیں بنائے کہ تم اس قبیلے کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرو، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو کہ یہ فلاں قبیلے کا آدمی ہے اور یہ فلاں خاندان کا آدمی ہے، جب لوگ قبیلے کی بناء پر اپنے آپ کو بعض دوسرے لوگوں پر فوقیت دینے لگتے ہیں تو دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں، ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور پھر لڑائیاں جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم نے یہ تقسیم

محض آپس کی جان پہچان کیلئے بنائی ہے، اس سے غلط مطلب نہیں لینا چاہئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم سب آدم کی اولاد ہو اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا، لہٰذا جو لوگ اپنے باپ دادا پر فخر کرتے ہیں وہ اس حرکت سے باز آجائیں۔

# شانِ نزول

یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر اس وقت اتری جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا تو مکہ والے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے ہی وفات پاگئے، ان کو یہ بُرا دن دیکھنا نہیں پڑا اور حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کالے آدمی کے سوا کوئی دوسرا آدمی نہیں ملا کہ جو مسجد حرام میں اذان دے، ابوسفیان بولے کہ میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں کچھ کہوں گا تو آسمانوں کا مالک ان کو خبر کردے گا چنانچہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس تمام گفتگو کی اطلاع دی، آپ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا، انہوں نے اقرار کرلیا اسی پر یہ آیت اتری جس نے یہ بتلایا کہ عزت کی چیز درحقیقت ایمان اور تقویٰ ہے جس سے تم لوگ خالی ہو اور بلال کو یہ چیزیں حاصل ہیں، وہ تم سے افضل واشرف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر طواف فرمایا (تاکہ سب لوگ دیکھ سکیں) طواف سے فارغ ہوکر آپ نے یہ خطبہ دیا:

"شکر ہے اللہ کا جس نے جاہلیت کی رسموں کو اور اس کے تکبر کو تم سے دور کردیا، اب تمام انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں، ایک نیک اور متقی، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف اور محترم ہے، دوسرا فاجر، بدکار، بدبخت، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: دنیا کے لوگوں کے نزدیک عزت مال و دولت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کا۔

شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ: شعوب، شعب کی جمع ہے، بہت بڑی جماعت کو شعب کہتے ہیں جو کسی ایک اصل پر جمع ہوں، پھر ان میں مختلف قبیلے اور خاندان ہوتے ہیں، پھر خاندانوں میں بھی بڑے خاندان اور اس کے مختلف حصوں کے عربی زبان میں الگ الگ نام ہیں، سب سے بڑا حصہ شعب اور سب سے چھوٹا حصہ عشیرہ کہلاتا ہے، ابو روّاق کا قول ہے کہ شعب اور شعوب عجمی قوموں کیلئے بولا جاتا ہے جن کے نسب محفوظ نہیں اور "قبائل" عرب کے لوگوں کیلئے جن کے نسب محفوظ چلے آتے ہیں اور "اسباط" بنی اسرائیل کیلئے۔

## نسبی اور وطنی یا لسانی امتیاز میں حکمت و مصلحت تعارف کی ہے

قرآن مجید نے اس آیت میں واضح کر دیا کہ حق تعالیٰ نے اگرچہ سب انسانوں کو ایک ہی باپ اور ماں سے پیدا کر کے سب کو بھائی بھائی بنا دیا ہے مگر پھر اسکی تقسیم مختلف قوموں، قبیلوں میں جو حق تعالیٰ نے ہی فرمائے ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو تعارف اور شناخت آسان ہو جائے، مثلاً: ایک نام کے دو شخص ہیں تو خاندان کے فرق سے ان میں فرق ہو جاتا ہے اور اس سے دور اور قریب کے رشتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

## اسلام اور ایمان

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا

کہا دیہاتیوں نے ایمان لائے ہم آپ کہہ دیں نہیں ایمان لائے تم اور لیکن یہ کہو کہ فرمانبرداری اختیار کی ہم نے

وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

اور ابھی تک نہیں داخل ہوا ایمان میں دلوں تمہارے اور اگر کہا مانو گے اللہ کا اور

رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴

پیغمبر اسکے کا نہ گھٹائیگا تمہارے لئے میں سے عملوں تمہارے کچھ بھی بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** کہا دیہات والوں نے کہ ہم ایمان لائے، آپ کہہ دیں! تم ایمان نہیں لائے، پر تم کہو کہ ہم نے مخالفت چھوڑ کر فرمانبرداری اختیار کی اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے اور اسکے پیغمبر کے حکم پر چلو گے تو وہ تمہارے عملوں میں کچھ بھی کمی نہ کرے گا، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۱۴)

**لفظی تحقیق:** لَايَلِتْ: نہ گھٹائے گا۔ مضارع کا صیغہ ہے (ل ی ت) سے "لَیْتٌ" کے معنیٰ کم کرنا، گھٹانا، اصل میں "لَايَلِيْتُ" ہے، جزا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

## تفسیر

اس آیت سے اسلام اور ایمان میں فرق ظاہر ہوتا ہے، جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا وہ اسلام میں داخل ہو گیا، اب وہ اسلامی برادری کا آدمی ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، اب اسے مسلمانوں کیساتھ مل جل کر ان کی طرح رہنا چاہئے، اس کو مسلمانوں کے حقوق سارے حاصل ہو گئے لیکن ایمان جب حاصل ہوگا جب وہ کلمہ کے معنیٰ سمجھ کر دل سے اسکا یقین کرے گا اور اسکی نشانیاں اسکے برتاؤ اور عادتوں سے ظاہر ہونے لگیں گی، جو آدمی بدماغ اور اکھڑ ہو، بات بات میں لڑے، لوگوں کے عیب ڈھونڈتا رہے، انہیں ستائے، غرض وہ کرے جن سے اوپر کی آیتوں میں منع کیا گیا ہے وہ ابھی ایمان کا کچا ہے۔

اس آیت میں یہی ارشاد ہے کہ: دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، ان سے کہہ دو کہ یوں کہا کرو کہ ہم نے مخالفت چھوڑ کر فرمانبرداری اختیار کی، ابھی تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، البتہ اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی سچے دل سے فرمانبرداری کرتے رہو گے تو تمہارے دل میں ایمان کی روشنی ظاہر ہونی شروع ہو جائے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے عملوں کی قدر ہوگی اور ان کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور اس میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا، اگر اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہو گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے رہو گے تو

اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور معاف کر دے گا، وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ: اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں پورے طریقے سے داخل نہیں ہوا، جب کسی کے دل میں ایمان داخل ہو جاتا ہے تو وہ ایمان لانے کا دعویٰ نہیں کرتا، جب ایمان دل میں جڑ پکڑ جائے تو پھر آدمی نہ غیبت کرتا ہے اور نہ کسی کے عیب تلاش کرتا ہے، نہ کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرتا ہے اور نہ نسلی اعتبار سے کسی کو حقیر سمجھتا ہے، ایسا آدمی نہ تو کسی کا مذاق اڑاتا ہے اور نہ اپنی برتری کا اظہار کرتا ہے، ایماندار آدمی ایک دوسرے کو کبھی بُرے ناموں سے یاد نہیں کرتے اور نہ وہ جنگ اور نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیہات کے رہنے والوں کیلئے اعراب کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ لوگ بعض مفاد حاصل کرنے کیلئے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ ان کے دلوں میں ایمان پورے طریقے سے داخل نہیں ہوا تھا، وہ چاہتے تھے کہ انہیں مال غنیمت میں دوسروں کی نسبت زیادہ حصہ دیا جائے۔

# شانِ نزول

واقعہ اس آیت کے نزول کا امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کے مطابق یہ ہے کہ قبیلہ بنی اسد کے چند آدمی مدینہ طیبہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک سخت قحط کے زمانے میں حاضر ہوئے، یہ لوگ دل سے تو مؤمن تھے نہیں محض صدقات حاصل کرنے کیلئے اپنے اسلام لانے کا اظہار کر رہے تھے اور چونکہ واقع میں مؤمن نہ تھے اسلام کے احکام و آداب سے بے خبر اور غافل تھے، انہوں نے مدینہ کے راستوں پر غلاظت و نجاست پھیلا دی اور بازاروں میں ضرورت کی چیزوں کی قیمت بڑھا دی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایمان لانے کا جھوٹا دعویٰ کیا، دوسرے آپ کو دھوکہ دینا چاہا، تیسرے آپ پر احسان جتلایا کہ دوسرے لوگ تو ایک زمانہ تک آپ کے خلاف

جنگیں لڑتے رہے پھر مسلمان ہوئے، ہم بغیر کسی جنگ کے خود آپ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے، اس لئے ہماری قدر کرنی چاہئے، جو آپ کے سامنے ایک طرح کی گستاخی بھی تھی کہ اپنے مسلمان ہوجانے کا احسان آپ پر جتلایا اور مقصود اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کے صدقات سے اپنی مفلسی دور کریں اور اگر یہ واقعی سچے مسلمان ہی ہوجاتے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی احسان نہیں تھا، بلکہ خود اپنا ہی نفع تھا، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ان کے جھوٹے دعوے کو جھٹلا کر احسان جتلانے پر مذمت کی گئی ہے۔

# مؤمن کون ہیں؟

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا

یہی ہیں ایمان والے جو ایمان لائے اللہ پر اور پیغمبر اسکے پر پھر نہ شک کیا

وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے میں راستے اللہ کے وہی لوگ ہیں

الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي

سچے (۱۵) آپ کہہ دیں کیا جتلاتے ہو تم اللہ کو اپنا دین اور اللہ جانتا ہے جو ہے میں

السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۶

آسمانوں اور جو ہے میں زمین اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (۱۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ایمان والے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے لڑے، وہ لوگ جو ہیں وہی سچے ہیں۔ (۱۵) آپ کہہ دیں! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنا دیندار ہونا جتلاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اسکی جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں

ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔(۱۶)

## تفسیر

اس آیت میں مؤمن کی حقیقت تھوڑے سے لفظوں میں بیان کردی گئی ہے، جو اس کو یاد رکھے گا اور کوشش میں لگا رہے گا وہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوسکتا ہے، ارشاد ہے کہ: مؤمن وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کا یقین کرلیا اور پھر اسکے دل میں کوئی شک وشبہ اسمیں باقی نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ اس ساری دنیا کا رب اور مالک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اسکے آخری پیغمبر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے اور اسکے پیغمبر کے حکموں کو پورا کرنے کیلئے ہر وقت جان اور مال سے حاضر رہا، ایسے ہی لوگ ہیں جن کی بابت کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے سچائی اختیار کی اور ٹھیک راستہ پالیا۔

آگے ان لوگوں سے جو اپنے اسلام میں داخل ہونے کو اس طرح ظاہر کرتے تھے کہ گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر پر کوئی احسان کیا ہے، کہا جارہا ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو یہ جتلانا چاہتے ہو کہ تم نے دین کو اختیار کرلیا ہے، اللہ تعالیٰ کو کیا جتلاتے ہو، اس سے تو کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں چھپی ہوئی نہیں، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور ہر ایک کا حال اچھی طرح جانتا ہے، اگر تم اسلام میں سچ مچ داخل ہوگئے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ پر یا اسکے پیغمبر پر کوئی احسان نہیں تمہارا اپنا ہی بھلا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا احسان مانو!

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ

احسان جتاتے ہیں پر آپ کہ اسلام لائے وہ آپ کہہ دیں مت احسان رکھو مجھ پر اپنے اسلام لانے کا بلکہ

اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑰

اللہ احسان کرتا ہے پر تم کہ راستہ دکھایا تمہیں طرف ایمان کی اگر ہو تم سچے (۱۷)

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

بیشک اللہ جانتا ہے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھ رہا ہے اسکو جو تم کرتے ہو (۱۸)

ع ۲ ۸ ۱۴

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے، آپ کہہ دیں! مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو، بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان کرتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی راہ دکھائی، اگر تم سچے ہو۔(۱۷) اللہ تعالیٰ جانتا ہے چھپے رازوں کو آسمانوں اور زمین کے اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔(۱۸)

## تفسیر

جو لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام میں داخل ہوئے انہوں نے کچھ ایسی باتیں کیں، بلکہ منہ سے بھی کچھ ایسا کہا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ان کا آپ پر احسان ہے کہ بغیر لڑے بھڑے آپ پر ایمان لائے، اوروں کی طرح آپ کو اس پر مجبور نہیں کیا کہ ان کو دبانے کیلئے جنگ کرنی پڑے، لہٰذا ہمیں غنیمت کا مال، بیت المال یا دوسرے حقوق میں ترجیح دی جائے، ان کی بابت اس آیت میں کہا جارہا ہے کہ یہ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں، ان سے صاف کہہ دو کہ یہ تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں کہ تم نے اسلام قبول کرلیا، یہ تو تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی راہ دکھائی، اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم مسلمان ہوگئے تو اپنی خوش قسمتی پر فخر کرو کہ اسلام میں داخل ہو کر تمہیں اپنا ایمان اور اعتقاد درست کرنے کا موقع مل گیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر بڑی مہربانی ہے، اب تم ایسا کرو کہ تمہیں اسلام سے سچ مچ فائدہ پہنچے، تم صرف نام اور دکھاوے کے مسلمان نہ بنو، سچے دل سے اسلام کے مطابق عمل کرو اور یہ مت سمجھو کہ جیسے دوسرے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دے لوگے، اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی نہیں، وہ آسمان اور زمین کے بھیدوں تک کا

جاننے والا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

# سورۃ ق

ترتیب کے لحاظ سے یہ قرآن مجید کی پچاسویں سورت ہے اور اسی سے ساتویں اور آخری منزل شروع ہوتی ہے، یہ سورۃ مکہ کے قیام کے دوران اتری، اسکی پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

صحابہ کرام نے قرآن مجید کو سات منزلوں میں تقسیم کرلیا تھا، اس سورۃ مبارکہ سے ساتویں منزل شروع ہورہی ہے جو آخر قرآن تک جائے گی، قرآن مجید کی منزلوں کی تفصیل یہ ہے:

پہلی منزل میں قرآن مجید کی تین لمبی سورتیں ہیں: سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، سورۃ آلِ عمران اور سورۃ النساء ہیں۔

دوسری منزل میں پانچ سورتیں ہیں: سورۃ المائدہ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ آتی ہیں۔

تیسری منزل میں سات سورتیں ہیں: سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ یوسف، سورۃ الرعد، سورۃ ابراہیم، سورۃ الحجر اور سورۃ النحل ہیں۔

چوتھی منزل میں نو سوتیں ہیں: سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکہف، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ، سورۃ الانبیاء، سورۃ الحج، سورۃ المؤمنون، سورۃ النور اور سورۃ الفرقان ہیں۔

پانچویں منزل میں گیارہ سورتیں ہیں: سورۃ الشعراء، سورۃ النمل، سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت، سورۃ الروم، سورۃ لقمان، سورۃ الم السجدۃ، سورۃ الاحزاب، سورۃ سباء، سورۃ الفاطر اور سورۃ یٰسین ہیں۔

چھٹی منزل میں تیرہ سورتیں ہیں: سورۃ الصّٰفّٰت، سورۃ ص، سورۃ الزمر، سورۃ المؤمن، سورۃ حم السجدۃ، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیۃ، سورۃ الاحقاف، سورۃ محمد، سورۃ الفتح اور سورۃ الحجرات ہیں۔

ساتویں منزل سورۃ قٓ سے آگے آخر تک ہے، اس کو مفصلات کہا جاتا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی پینسٹھ (٦٥) سورتیں ہیں۔

پیغمبر ﷺ اس سورۃ مبارکہ کو اجتماع والی نمازوں یعنی نمازِ جمعہ اور عیدین کے موقع پر اکثر تلاوت فرمایا کرتے تھے، بعض اوقات جمعہ کے دن فجر کی نماز میں بھی یہ سورۃ پڑھ لیتے تھے، پیغمبر ﷺ کی ایک صحابیہ ام ہشام بنت حارث رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں پیغمبر ﷺ کے پڑوس میں رہائش رکھتی تھی اور ڈیڑھ دوسال تک وہاں رہی، کہتی ہیں کہ ہم اتنے قریبی پڑوسی تھے کہ ہمارا روٹی پکانے کا تنور مشترکہ تھا، صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے سورۃ قٓ پیغمبر ﷺ کی زبان سے سُن کر یاد کی، آپ یہ سورۃ جمعہ کے دن ممبر پر بھی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اٰیاتھا - ۴۵ | سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ | رکوعاتھا - ۳

سورۃ قٓ مکی ہے۔ اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

# مرکر پھر جینا ہوگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝١ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قاف قسم قرآن شاندار کی (۱) بلکہ تعجب کیا انہوں نے کہ آیا پاس انکے ایک ڈرانے والا میں سے انہی

مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝٢ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا

میں سے انہی پس کہا کافروں نے یہ چیز ہے عجیب (۲) کیا جب مرگئے ہم اور ہوگئے

تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝٣ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ

مٹی یہ لوٹنا (عقل سے) دور ہے (۳) تحقیق جانا ہم نے جتنا گھٹاتی ہے زمین میں سے ان

وَ عِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

اور پاس ہمارے کتاب ہے محفوظ کرنیوالی (۴) بلکہ انہوں نے جھٹلایا سچ کو جب وہ آیا پاس انکے

المنزل ۷

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ۝۵
پس وہیں میں ایک بات الجھی ہوئی (۵)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔قٓ، قسم ہے اس بڑی شان والے قرآن کی۔(۱) بلکہ ان کو تعجب ہو کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرسنانے والا آیا تو منکر کہنے لگے یہ تعجب کی چیز ہے۔(۲) کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہوجائیں تو پھر واپس آنا عقل سے بہت دور ہے۔(۳) ہم کو معلوم ہے جتنا زمین ان میں سے گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔(۴) نہیں بلکہ انہوں نے سچے دین کو جھٹلایا جب ان تک پہنچا وہ ایک پیچیدہ بات میں پڑے ہوئے ہیں۔(۵)

**لفظی تحقیق:** مَرِيْجٌ: الجھا ہوا، خلط ملط۔ صفت کا صیغہ ہے (م رج) سے "مَرَجٌ" کے معنیٰ مل جانا، گڈمڈ ہوجانا "مَرِيْج" ایسی بات جو صاف اور واضح نہ ہو۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن مجید جو ایک عظیم الشان کتاب ہے ہر طرح سے توجہ کے قابل ہے، اسکو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد کسی عقل مند کو اس میں شبہ نہیں رہ سکتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، جو لوگ انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ تعجب سے کہتے ہیں کہ ایک ہم ہی جیسا انسان ایسی باتیں جاننے اور سکھانے کا دعویٰ کرے جو ہم نہیں جانتے اور نہ وہ ہماری سمجھ میں آنے کے قابل ہیں۔

بھلا! مرنے کے بعد جب ہم مٹی ہوگئے تو پھر دوبارہ کیسے زندہ ہوں گے، یہ مر کر دوبارہ زندہ ہونے کی بات عقل سے دور ہے، یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمیں ان کے بدن کے ذرہ ذرہ کا علم ہے اور ہم جانتے ہیں کہ زمین نے ان کے بدن میں سے کتنا گھٹا دیا ہے اور وہ گھٹے ہوئے حصے کہاں کہاں ہیں، ایک ایک ذرہ کو جہاں کہیں بھی ہو ہم جانتے ہیں اور اسے پھر لاکر اسکی پہلی جگہ پر بٹھا سکتے ہیں، ہمارے پاس تو ایک دفتر ہے جس میں ہر چیز لکھ کر

محفوظ کردی گئی ہے، افسوس کہ ان سے سچی بات کہی گئی اور یہ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں، ان کے خیالات صاف نہیں ہیں وہ پیچیدہ اور الجھے ہوئے ہیں۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ : کافر اور مشرک جو قیامت میں مُردوں کے زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان مٹی ہو جاتے ہیں، پھر وہ مٹی کے ذرات دنیا میں پھیل جاتے ہیں، پانی اور ہوا اسکے ذرات کہاں کہاں پہنچا دیتے ہیں، قیامت میں دوبارہ زندہ کرنے کیلئے ساری دنیا میں بکھرے ہوئے اجزء کو معلوم رکھنا کہ یہ جز فلاں کا ہے، یہ فلاں کا اور پھر ہر ایک کے ذرات کو الگ الگ جمع کر دینا کس کے بس کی بات ہے، اسکا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ ہمیں انکے ذرے ذرے کا علم ہے، ہم جب چاہیں گے سب کو ایک جگہ جمع کر دیں گے۔

# قدرت کی نشانیاں (الف)

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ
کیا پس نہیں دیکھتے وہ طرف آسمان کی اوپر اپنے کیسا بنایا ہم نے اسکو اور سجایا ہم نے اسکو اور

مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ
نہیں واسطے اسکے کوئی سوراخ (۶) اور زمین پھیلایا ہم نے اسے اور ڈالا ہم نے میں اس پہاڑوں کو

وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ
اور اگائی ہم نے میں اس سے ہر قسم جوڑی خوشنما (۷) سمجھانے کیلئے اور یاددلانے کیلئے واسطے ہر

عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸
بندہ توجہ کرنیوالے کے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ کیا نہیں دیکھتے وہ اپنے اوپر آسمان کو کیسا بنایا ہم نے اس کو؟ اور رونق دی اور اس میں

کوئی سوراخ نہیں۔(٦) اور زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ ڈالے اور اس میں اگائی ہر ہر قسم کے خوشنما جوڑے۔

(٧) سمجھانے کو اور یاددلانے کیلئے اپنی طرف رجوع کرنے والے بندے کو۔(٨)

**لفظی تحقیق**: رَوَاسِیَ: گڑے ہوئے۔ "رَاسِیَةٌ" کی جمع ہے جو (ر س و) سے اسم فاعل ہے۔

بَهِیْجٍ: بارونق۔ صفت کا صیغہ ہے (ب ھ ج) سے "بهجة" رونق۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ مر کر دوبارہ جینے کا انکار کرتے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح نہیں پہچانا اور اس کی قدرت کا ٹھیک اندازہ نہیں کیا، کیا انہیں آسمان نہیں دکھائی دیتا جو ان کے سر پر ہر طرف چھایا ہوا ہے، اس میں نہ کوئی دراڑ اور نہ کوئی سوراخ، یہ شاندار چھت بغیر کسی ظاہری سہارے کے کھڑی ہے، پھر کیا یہ زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس قدر دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور اس پر بڑے بڑے بھاری بھرکم پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین ڈگمگائے نہیں اور اس میں طرح طرح کی خوشنما اور دل لبھانے والی چیزیں، پھل، پھول اور میوے وغیرہ اُگے ہوئے ہیں، یہ چیزیں ہر ایک کی آنکھوں کے سامنے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اسکی طرف جھکنے والا ہے اور اسکی طرف توجہ کرنے کیلئے تیار ہے یقیناً اس کیلئے ان چیزوں میں بہت سی باتیں نصیحت اور سوجھ بوجھ کی ہیں جنہیں انسان غفلت میں پھنس کر بھول گیا ہے، جو دل سے اللہ تعالیٰ طرف متوجہ ہوگا وہ انہیں پائے گا۔

## قدت کی نشانیاں (ب)

وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ

اور اتارا ہم نے سے آسمان پانی برکت والا پس اگایا ہم نے سے اس باغوں کو اور دانے

الْحَصِیْدِ ۙ﴿۹﴾ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ

کھیتی کٹی ہوئی کے (۹) اور کھجور کے درخت لمبے لمبے جس کیلئے خوشہ ہے تہہ بہ تہہ (۱۰) روزی واسطے بندوں کے

وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ⑪

اور زندہ کیا ہم نے سے اس زمین مُردہ کو اسی طرح ہے پھر زندہ ہوکر نکلنا(۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے باغات اُگائے اور اناج اگایا جن کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔(۹) اور لمبے لمبے کھجور کے درخت اگائے جن کا خوشہ تہہ بہ تہہ ہے۔(۱۰) بندوں کوروزی دینے کیلئے اور ہم نے اس پانی سے ایک مُردہ زمین کوزندہ کردیا اسی طرح ہوگا قبر سے نکل کھڑا ہونا۔(۱۱)

**لفظی تحقیق:** حَصِيْدِ: کٹی ہوئی کھیتی۔ سکا مصدر "حصاد" ہے۔ بٰسِقٰتٌ: لمبی۔ "بَاسِقَةٌ" کی جمع ہے جو(ب س ق) سے بنا ہے "بَسُوْقٌ" کے معنٰی بڑھنا، لمبا ہونا۔ نَضِيْدٌ: (تہہ بہ تہہ)۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: پھر اس پر غور کرو کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ہر چیز بڑھتی اور پھولتی ہے، پھر اس سے زمین میں باغ اگائے جن میں میوہ دار درخت پھلتے پھولتے ہیں اور ان سے میوہ حاصل ہوتا ہے اور غلّہ پیدا کیا جسے کھیت کاٹ کر حاصل کیا جاتا ہے، کھجور کے لمبے لمبے اونچے درختوں کو دیکھو کہ ان میں تہہ بہ تہہ خوشے لگتے ہیں، یہ سب ہم نے اپنے بندوں کیلئے رزق کا سامان کیا ہے، یہی پانی ہے کہ جب برستا ہے تو مُردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے اور مرجھائی ہوئی زمین پھر تروتازہ ہوجاتی ہے، ان سب چیزوں پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت صاف نظر آتی ہے، خاص کر پانی سے مُردہ زمین میں دوبارہ جان پڑتی دیکھ کر کسی عقل مند کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ اسی طرح انسان مُردہ ہوکر پھر زندہ ہوگا، جیسے اللہ تعالیٰ نے زمین کوزندہ کیا ایسے ہی وہ مردوں کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا۔

# منکروں کا انجام

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ
جھٹلایا سے پہلے ان قوم نوح کی نے اور والے کنویں اور ثمود نے (۱۲) اور عاد نے

وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ
اور فرعون نے اور بھائیوں لوط کے نے (۱۳) اور والوں نے جنگل کے اور قوم تبع کی نے

كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ
سب نے جھٹلایا پیغمبروں کو پس ثابت ہوا ڈرانا میرا (۱۴) کیا پس تھک گئے ہم بنا کر پہلی بار نہیں بلکہ

هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ ع ۱۵
وہ میں ہیں شک سے پیدائش نئی (۱۵)

**بامحاورہ ترجمہ:** جھٹلا چکے ہے ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنویں والے اور ثمود۔ (۱۲) اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے۔ (۱۳) اور جنگل کے رہنے والے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پھر حق ثابت ہوا میرا ڈرانا۔ (۱۴) پس کیا ہم عاجز آ گئے پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے؟ نہیں بلکہ وہ نئے سرے سے پیدا کرنے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۵)

**لفظی تحقیق:** اَصْحٰبُ الرَّسِّ: کنویں والے۔ "رَسٌّ" کے معنٰی پرانے کنویں کے ہیں "اَصْحٰبُ الرَّسِّ" کنویں والے۔ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ: ایکہ والے۔ "اَيْكَةٌ" گھنے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں، "اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ" حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ تُبَّعٌ: پیچھے پیچھے چلنے والا۔ اس کا مادہ (ت ب ع) ہے "تُبَّعٌ" سایہ کو کہتے ہیں کیونکہ وہ سورج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور یہ یمن کے پرانے بادشاہوں کا لقب بھی ہے۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا اور اسکے پیغمبر کا انکار کر کے کسی نے بھی پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بُری طرح ہلاک ہوئے، دیکھو کتنی قومیں تمہارے ملک، یعنی: عربوں کے اِرد گرد رہتی تھیں اور فرعون مصر کا بادشاہ تھا، یہ لوگ اپنی شان وشوکت اور قوت پر گھمنڈ کر کے اللہ تعالیٰ کا انکار کر بیٹھے اور اس کے پیغمبروں کا کہنا نہ مانا، بلکہ ان کو اذیتیں پہنچائیں، ان سب کا حال قرآن مجید میں سنا دیا گیا ہے، ان کا انجام دنیا میں بھی بہت بُرا ہوا اور آخرت میں بھی یہ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو جھوٹا سمجھا جو ان کے پاس سمجھانے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے کیلئے بھیجے گئے تھے اس لئے ان پر اللہ تعالیٰ کا وہی عذاب آپڑا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

یہ مکہ والوں کو عبرت دلائی جا رہی ہے کہ اگر وہ بھی پرانی قوموں کے نقشِ قدم پر چلتے رہے تو ان کا انجام بھی انہی جیسا ہوگا، اللہ تعالیٰ کو مانو، اسکے پیغمبر کے کہنے پر چلو اور مرنے کے بعد دوبارہ جینے پر ایمان لاؤ۔

ارشاد ہے کہ: ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک نہیں گئے لوگوں کا دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرنا ان کی غلط فہمی اور شک کا نتیجہ ہے ورنہ ہماری قدرت میں سب کچھ ہے۔

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ: کیا ہم پہلی مخلوق کو پیدا کر کے تھک گئے تھے اور کیا ان کو دوبارہ پیدا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں رہی تھی؟ فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں، جب تم خود اپنی پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو دوسری مرتبہ زندہ کر کے کھڑا کر دینے کا انکار کیوں کرتے ہو۔

## نامۂ اعمال کی تیاری

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو چپکے چپکے کہتا ہے اس سے نفس اسکا اور

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ
ہم زیادہ قریب ہیں طرف اسکی سے شہ رگ اسکی (۱۶) جب لکھتے رہتے ہیں دو لکھنے والے سے

الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ
دائیں اور سے بائیں بیٹھے ہوئے (۱۷) نہیں بولتا کوئی لفظ مگر پاس اسکے

رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱ وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا
ایک نگہبان تیار ہوتا ہے (۱۸) اور آئی بے ہوشی موت کی سچ مچ یہ ہے وہ کہ

كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲
تھا تو جس سے کتراتا پھرتا (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اور البتہ ہم نے انسان کو بنایا اور ہم جانتے ہیں جو باتیں اسکے جی میں آتی ہیں اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔(۱۶) جب لکھتے ہیں دو لکھنے والے ایک دائیں اور ایک بائیں بیٹھا ہوا۔(۱۷) جو کوئی لفظ بولتا ہے فرشتہ اسکے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔(۱۸) جب موت کی سختی آئے گی تو کہا جائے گا یہ وہ چیز ہے جس سے تو بچتا تھا۔(۱۹)

**لفظی تحقیق:** تُوَسْوِسُ: چپکے سے کہتا ہے۔مضارع کا صیغہ ہے (وس وس) سے "وَسْوَسَةٌ" چپکے سے کہنا، بے تکے خیالات پیدا کرنا۔ حَبْلِ الْوَرِيْدِ: شہ رگ۔وہ رگ جس کے کٹنے سے سارا خون بہہ جاتا ہے اور اس کیساتھ جان نکل جاتی ہے۔ تَحِيْدُ: کتراتا ہے، ٹلتا ہے۔مضارع کا صیغہ ہے (ح ی د) سے "حَيْدٌ" راستہ چھوڑ کر اور طرف مڑ جانا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: آدمی کو ہم نے اپنے ارادے سے پیدا کیا ہے، یہ اپنے آپ نہیں بنا اور اسکے دل میں جو

خیالات گزرتے ہیں ہمیں معلوم ہیں اور ہم تو اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، انسان کے دائیں بائیں دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہیں، دائیں طرف والا آدمی کی نیکی لکھتا ہے اور بائیں طرف والا آدمی کی برائی لکھتا ہے، آدمی جو لفظ منہ سے نکالتا ہے اسکے پاس بیٹھے ہوئے فرشتوں میں سے کوئی ایک فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے اگر نیکی کی ہے تو نیکی والا فرشتہ لکھ لیتا ہے اور اگر برائی کی ہے تو برائی والا فرشتہ لکھ لیتا ہے، وہ اسکے اعمال کی تاک میں تیار بیٹھے رہتے ہیں، ادھر اس نے کچھ کہا ادھر اس نے جھٹ سے لکھ لیا، لہٰذا انسان کو اپنی زبان سے ہمیشہ اچھی بات نکالنی چاہئے کیونکہ اسکا ایک ایک لفظ ریکارڈ ہو رہا ہے جو قیامت والے دن اسکے سامنے پیش کر دیا جائے گا، ایک وقت ایسا آتا ہے جب آدمی نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کر سکتا ہے، اس پر بیہوشی طاری ہو جاتی ہے اور موت کی علامتیں سچ مچ شروع ہو جاتی ہیں، یہ موت کا آنا یقینی ہے کیونکہ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، کہا جائیگا اے انسان یہی موت ہے جس سے تو بچتا تھا اور اِدھر اُدھر کتراتا پھرتا تھا کہ کسی طرح ٹل جائے۔

عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ: یعنی: ان میں ایک اس کے داہنی طرف رہتا ہے جو اسکے نیک عملوں کو لکھتا ہے اور دوسرا اسکے بائیں جانب جو اسکے بُرے عملوں کو لکھتا ہے، دونوں فرشتے ہر وقت ہر حال میں انسان کیساتھ رہتے ہیں، وہ بیٹھا ہو یا کھڑا، چلتا پھرتا ہو یا سو رہا ہو، صرف ایسی حالت میں جبکہ یہ پیشاب، پاخانہ یا ہمبستری کی ضرورت سے ستر کھولے ہوتا ہے تو یہ فرشتے ہٹ جاتے ہیں۔

## موت کے بعد

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ

اور پھونک ماری گئی میں صور یہ ہے دن ڈرانے کا (۲۰) اور آئیگا ہر جی

مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا

ساتھ اسکے ایک ہانکنے والا اور حال بتانے والا (۲۱) البتہ تحقیق تھا تو میں غفلت سے اس پس دور کر دیا ہم نے

عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَ قَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا

سے تجھ پردہ تیرا پس نگاہ تیری آج کے دن بڑی تیز ہے(۲۲) اور کہا اسکے ساتھی فرشتہ نے یہ ہے

مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾

جو پاس ہے میرے تیار (۲۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔پھونک ماری جائیگی صور میں (اور کہا جائیگا) یہ ہے ڈرانے کا دن۔(۲۰)اور آئیگا ہر ایک جی اس حال میں کہ اس کیساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور ایک حال بتانے والا۔(۲۱) تو اس دن سے بے خبر رہا اب ہم نے تیری آنکھ سے پردہ ہٹادیا، سو! آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔(۲۲)اور بولا اس کیساتھ والا فرشتہ، یہ ہے جو میرے پاس تیار تھا۔(۲۳)

**لفظی تحقیق:** سَآئِقٌ: چلانے والا جو پیچھے ہو۔اسم فاعل ہے (س و ق) سے "سَوْقٌ" چلانا۔شَهِيْدٌ: گواہ، حال بتانے والا۔غِطَآءٌ: پردہ جو کسی چیز کو ڈھک لے۔مادہ (غ ط و)۔حَدِيْدٌ: تیز۔"حِدَّةٌ" تیزی سے۔ عَتِيْدٌ: تیار، حاضر۔صفت کا صیغہ ہے (ع ت د) سے "عَتَادٌ" تیار ہوجانا یا تیار سامان۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب انسان کو موت آئیگی تو اسکی دنیا کی زندگی ختم ہوجائیگی، اسکے بعد جب وقت آئے گا تو صور میں پھونک ماری جائے گی، اس وقت سب لوگ جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہولناک دن شروع ہوجائے گا جس سے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ڈراتے چلے آئے ہیں، ہر شخص میدان قیامت کی طرف دوڑتا چلا جائے گا، اس طرح کہ ایک فرشتہ پیچھے سے ہانکتا ہوگا اور دوسرا اس کا اعمال نامہ لئے اس کیساتھ ہوگا جس میں اسکے چھوٹے بڑے سارے کام لکھے ہوئے ہوں گے، اس وقت ہر شخص سے کہا جائے گا کہ تو دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس دن کو بھلا بیٹھا تھا تجھ کو ہمارے پیغمبر اسی دن سے ڈراتے تھے مگر تو دھیان نہیں کرتا تھا، تیری آنکھ

پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے، آج وہ پردے سب ہٹا دیئے گئے اور تیری نگاہ تیز ہوگئی، اب تجھے وہ دن اور اسکے حولناک حالات نظر آرہے ہیں ادھر وہ فرشتے جو دنیا میں ہر وقت اس کیساتھ رہتے تھے اور جو کچھ وہ کہتا یا کرتا تھا اسے لکھتے جاتے تھے جن کا نام کرامؔ کاتبین ہے، اسکا اعمال نامہ اسکے سامنے لا حاضر کریں گے اور کہیں گے یہ تیرا اعمال نامہ ہے جو میرے پاس تیار اور موجود ہے۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا: دنیا کی زندگی میں تو آج کے دن سے غفلت میں پڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ کے ڈرانے والے پیغمبر آتے رہے اور تجھے اس دن کی ہولناکیوں سے خبردار کرتے رہے مگر تو نے اس وقت اسکی کچھ پرواہ نہ کی کیونکہ اس وقت تجھے یہ منزل نظر نہیں آتی تھی، اسکے برخلاف آج صورتِ حال یہ ہے کہ ہم نے تیری آنکھوں سے پردے ہٹا دیئے ہیں، آج تجھے وہ تمام چیزیں نظر آرہی ہیں جن کا تو دنیا میں انکار کیا کرتا تھا، آج تیری آنکھ بہت تیز ہوگئی ہے، آج تجھے فرشتے، جنت، دوزخ وغیرہ سب چیزیں نظر آرہی ہیں، اب تجھے یقین آیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور پیغمبروں نے ٹھیک بات کہی تھی، مگر آج کا پچھتاوا تیرے کسی کام نہیں آئے گا اور تجھے ذرّے ذرّے کا حساب دینا ہوگا۔

ہر انسان کیساتھ اللہ تعالیٰ نے اسکے دو ساتھی مقرر کر رکھے ہیں، ایک فرشتہ انسان کو نیکی کی تلقین کرتا ہے اور دوسرا شیطان ہے جو اسکو برائی کی تلقین کرتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: بیشک فرشتہ انسان کیلئے نیکی کی تلقین کرتا ہے، جب انسان کے دل میں نیکی کا جذبہ پیدا ہو تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکی کی تلقین کی گئی ہے، اسی طرح انسان کا دوسرا ساتھی شیطان ہے جس کے متعلق سورۃ الزخرف میں گزر چکا ہے؛ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی یاد سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اسکا ساتھی بن جاتا ہے (آیت ۳۶)، چنانچہ یہ شیطان ہمیشہ برائی کی طرف دعوت بلاتا ہے، الہٰذا جس وقت انسان کے دل میں برائی کا خیال پیدا ہو تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ شیطان نے برائی کی طرف مائل کیا ہے، شیطان کی یہ تلقین حق کو جھٹلانے اور گناہوں پر آمادہ کرنے کیلئے ہوتی ہے، جبکہ فرشتے کے تلقین حق بات کی تصدیق ہوتی ہے، یاد رہے کہ پچھلی آیت میں جن دو

فرشتوں کا ذکر ہو چکا ہے وہ ان ساتھیوں کے علاوہ ہیں اور ان کا کام صرف یہ ہے کہ ان میں سے ایک نیکی کے کام اور نیکی کی باتیں نوٹ کرتا رہتا ہے اور دوسرا برائی کے کام اور برائی کی باتیں نوٹ کرتا جاتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا حکم

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

ڈال دو تم دونوں میں دوزخ ہر کفر کرنے والے ضدی کو (۲۴) روکنے والے بھلائی سے حد سے نکل جانیوالے

مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ

شبہ ڈالنے والے کو (۲۵) جس نے ٹھہرایا ساتھ اللہ کے معبود دوسرا پس ڈال دو تم اسے میں عذاب

الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ

سخت (۲۶) بولا ساتھی شیطان اسکا اے رب ہمارے نہیں سرکش کیا میں اسے اور لیکن تھا وہی میں

ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾

گمراہی دور کی (۲۷)

**بامحاورہ ترجمہ:** تم دونوں ڈال دو دوزخ میں ہر کافر ضدی کو۔(۲۴) نیکی سے روکنے والے، حد سے بڑھ جانے والے، شبہ ڈالنے والے کو۔(۲۵) جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ اور کوئی معبود بنایا سو ڈال دو اس کو سخت عذاب میں۔(۲۶) بولا اس کا ساتھی شیطان، اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکشی میں نہیں ڈالا پر یہ خود ہی دور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔(۲۷)

**لفظی تحقیق:** مَنَّاعٍ: روکنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے (م ن ع) سے "منع" کے معنیٰ روکنا۔ مُعْتَدٍ: حد سے نکل جانے والا۔ مُرِيْبٌ: دوسرے کو شبہ ڈالنے والا۔ اَطْغَيْتُ: سرکش بنانا۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِطْغَاءٌ" سے، جس کا مادہ (ط غ ی) ہے۔ عَنِيْدٌ: ضدی۔ صفت کا صیغہ ہے (ع ن د) سے "عَنَاد" کے

معنٰی جان بوجھ کر ٹھیک بات کی مخالفت کرنا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب فرشتے ہر ایک کے سامنے اس کا نامہ اعمال رکھ دیں گے اور مجرم جرم کو قبول کر لیں گے تو دو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جو دنیا میں کفر کرتے رہے، ضد پر اڑے رہے، نیک کام سے روکتے رہے، سرکشی میں حد سے بڑھ گئے، لوگوں کو شک و شبہ میں ڈالتے رہے اور اللہ تعالیٰ کیساتھ دوسروں کو بھی معبود ٹھہراتے رہے، سب کو دوزخ کے سخت عذاب میں ڈال دو، کافر کہے گا کہ مجھے شیطان مردود نے بہکایا، شیطان کہے گا کہ اے ہمارے رب! میں نے اس شخص پر زبردستی نہیں کی تھی کہ برے کام کرو، یہ تو ایک اشارہ میں خود ہی جھٹ پٹ راستہ سے الگ ہٹ گیا اور بھٹکتے بھٹکتے بہت دور نکل گیا اور بلانے والوں کی ایک نہ سنی۔

## دونوں پر ڈانٹ پڑے گی

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾ مَا
فرمائے گا مت جھگڑو تم پاس میرے حالانکہ تحقیق پہلے ہی بھیج چکا میں طرف تمہاری ڈراوا (۲۸) نہیں

یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ نَقُوْلُ ۲ ع ۱۴ ۱۶
بدلی جاتی بات پاس میرے اور نہیں میں ظلم کرنیوالا بندوں پر (۲۹) جس دن ہم کہیں گے

لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾ وَ اُزْلِفَتِ
دوزخ سے کیا بھر گئی تو اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے (۳۰) اور قریب لائی جائیگی

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾
جنت پرہیزگاروں کے جو دور نہ ہوگی (۳۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** فرمایا: میرے پاس جھگڑا نہ کرو، میں تو تمہیں پہلے ہی عذاب سے ڈرا چکا تھا۔ (۲۸) میرے پاس بات نہیں بدلتی اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (۲۹) جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے! کیا تو بھر گئی؟ اور وہ بولے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ (۳۰) جنت متقیوں کے قریب لائی جائیگی جو دور نہیں ہوگی۔ (۳۱)

**لفظی تحقیق:** اَمْتَلَئْتِ: بھر گئی تو۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِمْتِلَاءٌ" جو (م ل ء) سے بنا ہے "مِلْءٌ" کے معنیٰ بھرنا "اِمْتِلَاءٌ" بھر جانا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب آدمی اور شیطان آمنے سامنے ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام رکھنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میرے سامنے آپس میں جھگڑا مت کرو، میں تو تمہارے پاس پہلے ہی دنیا میں پیغمبر اور کتاب بھیج کر آج کے دن کے عذاب سے ڈرا چکا ہوں، آج وہی ہوگا جو میں نے اپنی کتاب میں کہہ دیا تھا، میری بات بدلی نہیں جاتی جو کہہ دیا وہی ہو کر رہنا ہے اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا جو جیسا کوئی کریگا ویسا بھریگا۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ: لوگو! اس دن کو یاد کرو جب دوزخ سے پوچھا جائے گا کیا تو بھر چکی؟ تو وہ کہے گی کہ اور کچھ ہے تو لاؤ میرے اندر ڈال دو، ادھر جنت پرہیزگاروں سے بالکل قریب کردی جائے گی اور دور نہ رہے گی۔

وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ: اور نہیں ہوں میں بندوں پر زیادتی کرنے والا، مطلب یہ ہے کہ میرا ہر فیصلہ حق کے مطابق ہوتا ہے، مجرموں کو سزا دے کر میں نے کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ یہ سب کچھ انہی کا کیا دھرا ہے جو ان کے سامنے آرہا ہے، نہ تو کسی بے گناہ کو سزا ملے گی اور نہ کسی کی نیکی کو ضائع کیا جائے گا بلکہ ہر شخص کو اسکے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کیساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

# جنّت اور جنّت والے

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یہ ہے وہ جو تم سے وعدہ کیا جاتا تھا واسطے ہر جھکنے والے حفاظت کرنیوالے کے (۳۲) جو ڈرا رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ اِۨدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ

بن دیکھے اور آیا لیکر دل رجوع ہونیوالا (۳۳) داخل ہوائمیں ساتھ امن کے یہ ہے دن

الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾

ہمیشگی کا (۳۴) واسطے انکے ہے جو چاہیں وہ میں سے اور پاس ہمارے اور زیادہ ہے (۳۵)

**بامحاورہ ترجمہ:** یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہر ایک رجوع کرنے والے، یاد رکھنے والے کے واسطے۔ (۳۲) جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے اور دل لا یا رجوع کرنے والا۔ (۳۳) (ان سے کہا جائیگا) چلے جاؤ اس میں سلامتی کیساتھ، یہ ہے دن ہمیشہ رہنے کا۔ (۳۴) وہاں انکے واسطے وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس تو اور بھی بہت کچھ ہے۔ (۳۵)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے تھے اور گناہوں سے بچ بچ کر چلتے تھے آخرت میں جنت ان کے قریب لائی جائے گی اور ان میں اور جنت میں کچھ فاصلہ نہ رہے گا، پھر ان سے کہا جائیگا لو دیکھو یہ ہے جنت جسکا تم سے قرآن مجید میں وعدہ کیا جاتا تھا کہ یہ ان لوگوں کیلئے تیار ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کا خیال رکھتے تھے اور اسکے حکموں پر عمل کرتے تھے، ان کو کہا جائے گا اب جاؤ امن چین کیساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ کبھی اس میں سے نکالا جائے گا اور نہ اکتا کر خود نکلنا چاہو گے، کیونکہ اس میں اس کو ہر چیز ملے گی جس کی وہ

خواہش کرے گا اور جب اسے یقین ہو جائے گا کہ اسے یہاں سے نکالا نہ جائے گا تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا، اسکے بعد یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ جنت تو تمہارے لئے ہی ہے لیکن ہمارے پاس اسکے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے جو ہم عنایت کریں گے اس سے جو خوشی ہوگی اسکا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

**هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ**: یہ وہ وعدہ ہے جو ہر رجوع رکھنے والے اور (اللہ تعالیٰ کے حکموں کی) حفاظت کرنے والے کیلئے کیا جاتا تھا، یعنی: تمام فرائض وواجبات کو ادا کرنے والا، پاکیزہ اخلاق اور صحیح عقیدہ رکھنے والا، کفر شرک اور گناہوں سے بچنے والا اور عدل وانصاف والا مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور شعبی اور مجاہد نے فرمایا کہ: اوّاب وہ شخص ہے جو تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اوّاب وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اپنی مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعاء پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے وہ سب گناہ معاف فرمادیں گے جو اس مجلس میں ہوئے، دعاء یہ ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ

ترجمہ: "یا اللہ! تو پاک ہے اور تیری ہی حمد وثناء ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں"۔

**مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ**: جو بغیر دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا، اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھا، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر غور وفکر کیا، خدا تعالیٰ کی شریعت اور حکموں پر یقین کر کے اس پر عمل کیا تو گویا بن دیکھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر گیا اور اس نے نیکی کا راستہ اختیار کرلیا، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف ہی یہ بیان کی ہے کہ وہ بن دیکھے ایمان رکھتے ہیں، انہوں نے نہ خدا کو دیکھا ہے، نہ وحی کو اترتے دیکھا ہے اور نہ فرشتوں کو دیکھا ہے، وہ ان تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر پیغمبر کے بتلانے پر ایمان لائے ہیں اور یہی بن دیکھے ایمان ہے اور ایسے ہی لوگوں کی متعلق فرمایا کہ: جنت ان کے قریب کردی جائے گی، نیز: فرمایا کہ: جنت اس شخص کے بھی

قریب کر دی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والا دل لیکر حاضر ہوا، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والا وہی شخص ہوگا جو بغیر دیکھے اس پر ایمان لے آیا اور پھر اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرتا رہا اور نیکی کے کام کرتا رہا۔

لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ فِيْهَا: ان کیلئے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس ان کیلئے اور بھی بہت کچھ ہے، یعنی: ان کی خواہشات کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے بھی ان کو عطاء کرے گا، مزید سے ایک تو یہ مراد ہو سکتی ہے کہ وہاں ہر چیز خوب کثرت سے ہوگی اور اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے جنتیو! میں نے تمہیں تمام نعمتیں عطاء کر دی ہیں، کیا کچھ مزید بھی دوں؟ جنتی حیران ہو کر عرض کریں گے، پروردگار! آپ نے تو ہمیں تمام نعمتیں عطاء کر دی ہیں اب مزید کیا ہو سکتا ہے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا کر اپنا دیدار کرائیں گے، اللہ تعالیٰ کا دیدار سب نعمتوں سے بڑھ کر ہوگا، جو خوشی جنت والوں کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے ہوگی وہ کسی دوسری نعمت سے نہیں ہوگی۔

## پہلے لوگ

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

اور بہت سے ہلاک کر چکے ہم پہلے ان سے زمانے والے کہ جو سخت تھے سے ان پکڑ میں پس بھاگ دوڑ کرنے لگے

فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝۳۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ

میں شہروں کیا ہے کوئی بھاگنے کی جگہ (۳۶) بیشک میں اسکے البتہ یاددہانی ہے واسطے اسکے کہ ہے

لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝۳۷

جس کیلئے دل یا لگا دے کان اور ہو وہ حاضر دماغ (۳۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ہلاک کر چکے ہیں جن کی

قوت ان سے زیادہ تھی، پھر وہ شہروں میں اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنے لگے، کیا ہے کہیں بھاگ جانے کا ٹھکانہ۔(۳۶)
اس میں نصیحت ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا جو کوئی کان لگا کر سنے۔(۳۷)

**لفظی تحقیق:** **نَقَّبُوْا**: ڈھونڈا، جستجو کی انہوں نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "**تَنْقِیْبٌ**" سے جس کا مادہ (ن ق ب) ہے، معنیٰ کھودنا، تنقیب بہت زور سے تلاش کرنا۔ **اَلْقٰی**: ڈال دے۔ ماضی ہے "**اِلْقَاءٌ**" سے جس کا مادہ (ل ق ی) سے "**لِقَاءٌ**" ملنا "**اِلْقَاءٌ**" ملا دینا، ڈالنا "**اَلْقَی السَّمْعَ**" ڈالے کان، یعنی: کان لگا دے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو اُن کے حال سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو ان سے پہلے گزرے، ہم نے بہت سی قوموں کو ان سے پہلے تباہ کر دیا، وہ ان سے زیادہ طاقت ور لوگ تھے اور دوسروں پر بہت زور سے حملہ کرتے تھے اور ان میں دوسروں کو دبا لینے کی ان سے کہیں زیادہ قوت تھی، وہ اپنے آگے کسی کی نہ سنتے تھے، ان قوموں سے مراد، عاد، ثمود، فرعونی، کلدانی اور آشوری ہیں، انہوں نے پیغمبروں کے کہنے کی بھی پرواہ نہ کی اور سمجھے کہ یہ بھی معمولی لوگ ہیں اور ہمیں دبا کر رکھنا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے ان پر بھی ظلم وستم کرنے پر کمر باندھی، وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں اور انہیں سمجھانے آئے ہیں کہ یہ ظلم وستم چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن کر دنیا کی زندگی بسر کرو، آخر وہ کسی طرح نہ مانے تو ہم نے ان پر اپنا عذاب بھیجا اور انہوں نے گھبرا کر شہروں میں اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کیا کہ کہیں کوئی بھاگ کر بچنے کی جگہ مل جائے تو جان بچائیں، لیکن اللہ تعالیٰ سے بچ کر بھاگنے کی جگہ کہاں ملتی تھی، چنانچہ سب کے سب تباہ ہوئے، یہ بے وقوف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاتے تو ان کو دنیا میں اتنی سخت سزا نہ بھگتنی پڑتی اور آخرت کے عذاب سے بھی بچ جاتے، ان باتوں سے ان لوگوں کیلئے جو دل رکھتے ہیں یا کان لگا کر توجہ سے سنتے ہیں بڑی نصیحت ہے جو نہ مانیں گے وہ پچھتائیں گے۔

# اللہ تعالیٰ کی عبادت

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ
اور البتہ تحقیق　بنایا ہم نے　آسمانوں کو　اور　زمین کو　اور جو کچھ ہے درمیان ان دونوں کے میں　چھ　دن

وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ
اور نہ　چھوا ہمیں　کسی قسم کی　تھکن نے (۳۸)　پس صبر کریں　پر اس　جو　وہ کہتے ہیں　اور　پاکی بیان کریں

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾
ساتھ خوبی　رب اپنے کی　پہلے　نکلنے سے　سورج کے　اور　پہلے　ڈوبنے کے (۳۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں (انکے بنانے میں) اور ہم کو کچھ تھکن نہیں ہوئی۔ (۳۸) سو! آپ اس پر صبر کریں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور پاکی بیان کریں اپنے رب کی خوبیوں کیساتھ، سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔ (۳۹)

## تفسیر

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو یہ آسمان اور زمین تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں، آخر یہ کس نے بنائے، خود نہیں سوجھتا تو ہم بتاتے ہیں کہ یہ ہم نے بنائے اور چھ دن میں مکمل کئے اسکے بنانے سے ہمیں ذرا بھی تھکن نہ ہوئی، یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کا یہ خیال غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن کام کیا اور ساتویں دن (نعوذ باللہ) تھک کر آرام کیا۔

ان لوگوں کی باتیں صبر سے سنتے جاؤ لیکن اپنے کام سے غافل مت ہو، وہ کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسکی یاد میں مصروف ہو جاؤ اور سورج نکلنے سے پہلے اور پھر غروب ہونے سے پہلے مراد اس سے فجر اور عصر کی نماز ہے، ان وقتوں میں خاص طور پر اس کا ذکر کرو اور اس کی اچھی صفتیں یاد کرو اور کہو کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور ساری خوبیوں کا مالک ہے۔

اس آیت سے یہ دو تسبیحیں بھی مراد ہیں جن کے صبح وشام پڑھنے کی ترغیب حدیث میں آئی ہے، صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص صبح کے وقت اور شام کے وقت سو (100) مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرے قیامت کے دن کوئی اس سے بہتر عمل لیکر نہیں آئے گا، علاوہ اس شخص کے کہ وہ بھی یہ تسبیح اتنی یا اس سے زیادہ پڑھتا ہو۔

"صحیح بخاری" اور "مسلم" میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے دن میں سو (100) مرتبہ سبحان اللہ پڑھا اسکے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔

## قیامت آنی ہے

وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ

اور رات کے کچھ حصہ میں پس پاکی بیان کریں اسکی اور پیچھے نماز کے (۴۰) اور کان لگا کر سنیں ایک دن آئیگا کہ پکاریگا

الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ

پکارنے والا سے جگہ قریب کی (۴۱) جس دن سنیں گے چیخ سچ مچ

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ۙ

وہ ہوگا دن نکل پڑنے کا (۴۲) بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور طرف ہمارے لوٹنا ہے (۴۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور رات کے کچھ حصہ میں اسکی پاکی بیان کریں سجدوں کے بعد۔ (۴۰) اور کان لگا کر سنیں جس دن پکارنے والا پکارے گا قریب کی جگہ سے۔ (۴۱) جس دن چیخ سنیں گے سچ مچ وہ نکل پڑنے کا دن ہے۔ (۴۲) ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور سب کو ہماری طرف لوٹنا ہے۔ (۴۳)

**لفظی تحقیق:** اَدْبَارَ السُّجُوْدِ: بعد سجدہ کرنے، یعنی: نماز پڑھنے کے بعد۔ "اَدْبَارٌ" دُبُر کی جمع ہے "دُبُرٌ" کے معنیٰ پیچھے کے اور بعد کے ہیں۔

# تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: رات کا کچھ حصہ بھی نماز میں گزارو، اس میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں اور نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد وثناء کیا کرو۔

اسکے بعد قیامت کے آنے کا ذکر ہے کہ اے انسان! کان لگا کر سُن، ایک دن ہمارا فرشتہ صور پھونکے گا اور ہر شخص اسکی آواز کو ایسے سنے گا جیسے کہ اسکے پاس ہی سے آواز آرہی ہے اور یہ آواز سچ مچ کی ہوگی جس کا مطلب ہر ایک سمجھے گا کہ انسان اُٹھ کھڑا ہو آج کا دن قبروں سے نکلنے کا ہے، یاد رکھو! یہ سب کچھ اسی طرح ہو کر رہے گا، پس یقین کرو کہ ہم ہی نے پہلی بار زندہ کیا اور ہم ہی ماریں گے اور مرنے کے بعد پھر ہم ہی تم کو دوبارہ زندہ کریں گے اور تم جہاں بھی ہوگے اٹھ کر باہر میدان میں نکل کھڑے ہوگے اور پھر فرشتے سب کو ہنکارتے ہوئے ہمارے دربار میں سامنے لاکر حاضر کریں گے اور تم سب لوٹ کر ہمارے پاس آجاؤ گے۔

**وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ**: تسبیح سے متعلق مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس سے نماز کے بعد کی جانے والی تسبیحات مراد ہیں، جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو، یا پھر اس سے نوافل مراد ہو سکتے ہیں جو فرض کے بعد عام طور پر ادا کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پریشانی کے حل کیلئے دو چیزیں بتلائی ہیں، ایک صبر اور دوسرے تسبیح وتحمید، اس سلسلے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون دعاء بھی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْیَقِیْنِ مَاتُهَوِّنُ بِهٖ عَلَیْنَا مَصَائِبَ الدُّنْیَا.

ترجمہ: "اے اللہ! میں یقین میں سے اتنا حصہ مانگتا ہوں جس کی وجہ سے آپ دنیا کی مصیبتوں کو کم کردیں"۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر جس قدر یقین پختہ ہوگا اسی قدر اس بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کیساتھ درست ہوگا اور

اسے پریشانیاں کم نظر آئیں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تینتیس (33) مرتبہ "سُبْحَانَ اللهِ" تینتیس (33) مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" تینتیس (33) مرتبہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" اور ایک مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" پڑھ لیا کرے تو اسکی خطائیں معاف کردی جائیں گی اگرچہ وہ سمندر کی موجوں کے برابر ہوں۔ (رواہ البخاری ومسلم)

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ: یعنی: جس دن ایک پکارنے والا فرشتہ پاس ہی سے پکارے گا، ابن عساکر نے زید بن جابر شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: یہ فرشتہ اسرافیل ہوگا جو بیت المقدس کے صخرہ پر کھڑا ہوکر ساری دنیا کے مُردوں کو یہ خطاب کرے گا کہ:

"اے گلی سڑی ہڈیو! اور ریزہ ریزہ ہوجانے والی کھالو! اور بکھر جانے والے بالو! سُن لو! تم کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے کہ حساب کیلئے جمع ہوجاؤ"۔

یہ قیامت کی دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا بیان ہے، جس سے انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور مکان قریب سے مراد یہ ہے کہ اس وقت اس فرشتے کی آواز پاس اور دور کے سب لوگوں کو اس طرح پہنچے گی کہ گویا پاس ہی سے پکارا جارہا ہے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ آواز اس طرح سُنی جائے گی جیسے کوئی ہمارے کان میں آواز دے رہا ہے۔

## جوڑتا ہوا سے سنا دو

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾

یاد کرو وہ دن جب پھٹ پڑیگی زمین سے ان اور وہ دوڑتے ہونگے یہ اکٹھا کرنا ہے اوپر ہمارے آسان (۴۴)

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَ مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ

ہم خوب جاننے والے ہیں اسکو جو کہتے ہیں وہ اور نہیں آپ اوپر انکے زبردستی کرنیوالے پس نصیحت

۳ ع ۱۶ ۱۷

بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾

ساتھ قرآن کے اسے جوڈرے میرے ڈرانے سے (۴۵)

**بامحاورہ ترجمہ:** جس دن زمین پھٹ جائے گی اس دن وہ سب نکل پڑیں گے دوڑتے ہوئے، یہ اکٹھا کرنا ہم پر آسان ہے۔ (۴۴) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں، سو! آپ نصیحت کریں قرآن کیساتھ جو میرے ڈرانے سے ڈرے۔ (۴۵)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس دن کو ہرگز مت بھولو جس دن زمین پھٹ پڑے گی اور سب مُردے اسکے اندر سے زندہ ہوکر نکل کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے آگے اکٹھا ہونے کا حکم دے گا اور وہ سب دوڑتے ہوئے حشر کے میدان کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

یہ سب کو سمیٹ کر ایک جگہ اکٹھا کر دینا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں، بڑی آسان بات ہے، ہم سارے اگلے پچھلے لوگوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیں گے جو لوگ قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اکٹھے ہو کر حاضر ہونے کا انکار کرتے ہیں انہیں باتیں بنانے دو، ان کی ساری باتیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کا معاملہ ہمارے ساتھ ہے، ہم ان سے اچھی طرح نبٹ لیں گے، آپ کو ہم نے ان پر زبردستی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، آپ کا فرض یہ نہیں کہ ان کو مار مار کر سیدھا کرو اور اپنی بات منوا کر چھوڑو، آپ کا کام اچھی طرح سمجھا کر کہہ دینا ہے کوئی سنے یا نہ سنے، مانے یا نہ مانے؛ اس لئے آپ بس اتنا کرو کہ جو ہماری ان سزاؤں سے ڈرتا ہو جو ہم نے کافروں اور مشرکوں کیلئے بیان کی ہیں اسے قرآن مجید پڑھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دو تا کہ وہ ان سے بچنے کا سامان کر لے۔

ایاتها - ٦٠ سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّة رکوعاتها - ٣

سورۃ الذّٰریات مکی ہے۔ اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

# ہوا اور بارش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۟ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۟ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۟ۙ

قسم بکھیرنے والی ہواؤں کی اڑا کر (۱) قسم ہے اٹھانے والیوں کی بوجھ کو (۲) پھر چلنے والیاں نرمی سے (۳)

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۟ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۟ۙ وَّاِنَّ الدِّيْنَ

پھر بانٹنے والیاں حکم کے مطابق (۴) بیشک جو وعدہ کیا جاتا ہے تم سے یقیناً سچا ہے (۵) اور تحقیق انصاف

لَوَاقِعٌ ۟ؕ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۟ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۟ۙ

ہونیوالا ہے (۶) قسم ہے آسمان راستوں والے کی (۷) تحقیق تم البتہ میں ایک بات جو اختلاف والی ہے (۸)

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۟ؕ

پھرتا ہے سے اس وہی جو پھیرا گیا (۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر۔ (۱) پھر اٹھانے والی ہیں بوجھ کو۔ (۲) پھر چلنے والی نرمی سے۔ (۳) پھر بانٹنے والی حکم سے۔ (۴) بیشک جو تم سے وعدہ کیا ہے، سو! سچ ہے۔ (۵) اور بیشک انصاف ہونا ضروری ہے۔ (۶) قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔ (۷) تم ایک جھگڑے کی بات میں پڑے ہو۔ (۸) جس سے وہی باز آئے گا جو پھیرا گیا۔ (۹)

**لفظی تحقیق:** الذّٰرِيٰتِ: اڑا کر بکھیرنے والیاں۔ "ذَارِيَةٌ" کی جمع ہے جو (ذرو) سے اسم فاعل مؤنث ہے "ذَرْوٌ" اسکا مصدر ہے جو بعد میں مفعول مطلق کے طور پر مذکور ہے "ذَرْوٌ" کے معنیٰ ہیں اڑا کر پھیلا دینا، یہاں جو چار صفتیں ذکر کی ہیں ان کا موصوف "الرّیاح" ہے جو یہاں مقدر ہے۔ حُبُكِ: راستے۔ "حَبِيْكَةٌ" کی جمع ہے، جس کے معنیٰ راستہ کے ہیں "ذَاتِ الْحُبُكِ" جالدار راستوں والا، یعنی: جس میں سیاروں وغیرہ کے بیشمار اِدھر اُدھر خوشنما راستے بنے ہوئے ہیں۔

# تفسیر

یہ سورۃ مکہ میں اتری، اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں، ارشاد ہے کہ: ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ تیزی کیساتھ گرد وغبار اڑا کر اِدھر اُدھر بکھیرتی ہوئی چلنے لگتی ہیں، پھر پانی سے بھرے بوجھل بادل اٹھاتی ہیں اور اسکے بعد آہستہ آہستہ چل کر انہیں اِدھر اُدھر لے جاتی ہیں اور جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں، یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتے ہیں، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ سب باتیں جو دنیا کے شروع سے لیکر آخر تک کی بابت بتائی جاتی ہیں سب سچی ہیں اور یہاں کی ساری چہل پہل اور کاروائیوں کا ایک دن انجام ظاہر ہوگا، یعنی: قیامت قائم ہوگی اور انسانوں کو ان کے عملوں کی جزاء سزا دی جائے گی، یہ آسمان پر جن ستاروں کا جال بچھا ہوا ہے ایک دن ان کا رنگ بدلے گا اور کچھ اور ہی سماء ہوجائے گا، تم لوگوں نے قیامت کی بابت خوامخواہ آپس میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں، یہ تو اسی سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر نظام کی ایک مقرر قاعدہ کی بناء پر ابتدا ہوتی ہے اور پھر وہ ایک بات پر جا کر ختم ہوجاتا ہے، دنیا کا نظام بھی ایسا ہی ہے ایک دن ختم ہوگا اور اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا، اس کا انکار وہی کرے گا جو قسمت کا مارا ہوگا۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا: قسم ہے اڑا کر بکھیرنے والی ہواؤں کی، پھر وہ اٹھانے والی ہیں بوجھ کو، پس وہ چلنے والی ہیں نرمی سے، پھر تقسیم کرنے والی ہیں حکم سے، مفسرین کرام نے ان چار جملوں کی تفسیر دو طریقوں سے کی

ہے، بعض حضرات تو ان چاروں آیتوں سے ہواؤں کو مراد لیتے ہیں، جب یہ چلتی ہیں تو گرد وغبار اڑاتی ہیں، ان ہواؤں کی دوسری صفت ہے بادلوں کے بوجھ کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں اور پھر جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں بارش برساتی ہیں، بعض اوقات یہ نہایت نرمی کیساتھ چلتی ہیں اور لوگوں کو نہایت خوشگوار محسوس ہوتی ہیں، ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو مختلف خطوں میں تقسیم کر دیتی ہیں جن سے بارش کی تقسیم ہو کر رزق کی تقسیم کا ذریعہ بن جاتی ہیں، مطلب یہ کہ اگر یہ معنیٰ کیا جائے تو چاروں باتوں کا تعلق ہواؤں ہی سے ہے۔

البتہ بعض مفسرین نے ان چاروں آیتوں کا الگ الگ مطلب بتایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "الذّٰرِيٰتِ ذَرۡوًا" سے تو وہی ہوائیں مراد ہیں کہ جب یہ تیز چلتی ہیں تو گرد وغبار کو اڑاتی ہیں اور "حٰمِلٰتِ وِقۡرًا" سے پانی کا بوجھ اٹھانے والے بادل مراد ہیں، اس سے حاملہ عورتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں جو حمل کے دوران بچوں کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہیں اور بعض اس سے کشتیاں بھی مراد لیتے ہیں جو ایک جگہ کا بوجھ دوسری جگہ لے جاتی ہیں، "جٰرِيٰتِ يُسۡرًا" آسانی سے چلنے والی کشتیاں بھی مراد ہو سکتی ہیں اور بعض نے اس سے ستارے بھی مراد لئے ہیں جو اپنی اپنی منزل کی طرف آسانی کیساتھ چلتے رہتے ہیں اور پھر "مُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا" سے خدا کے فرشتے مراد ہو سکتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بارش اور اسکے نتیجے میں پیدا ہونے والی روزی کو بھی تقسیم کرنے پر مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا ذکر کر کے ان کو قیامت کے واقع ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَصَادِقٌ: قسم کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جوابِ قسم کے طور پر فرمایا ہے کہ: بیشک تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ البتہ سچا ہے، یہ وعدہ قیامت کے قائم ہونے کا وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیساتھ کر رکھا ہے اور جسے وہ ضرور پورے کرے گا۔

# قیامت کیا ہے؟

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝١١ يَسْـَٔلُوْنَ

برباد ہوں اٹکل چلانے والے (۱۰) وہ لوگ جو میں غفلت بھول رہے ہیں (۱۱) پوچھتے ہیں

اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٢ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝١٣ ذُوْقُوْا

کب ہے دن جزاء کا (۱۲) وہ دن جبکہ وہ پر آگ الٹ پلٹ کئے جائینگے (۱۳) چکھو

فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝١٤

چالبازیاں اپنی یہ وہ ہے کہ تھے تم جسکی جلدی کرتے (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** مارے گئے اٹکل دوڑانے والے۔(۱۰) وہ جو غفلت میں بھول رہے ہیں۔(۱۱) پوچھتے ہیں کب ہے انصاف کا دن؟(۱۲) جس دن وہ آگ پر الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔(۱۳) (کہا جایگا ان سے) اپنے کفر وشرک کا مزہ چکھو، یہ وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے۔(۱۴)

**لفظی تحقیق:** غَمْرَةٍ: منجدھار۔ پانی کا بھنور، انتہا درجہ کی مشغولیت۔

## تفسیر

مکہ کے کافر توحید کے مقابلہ میں شرک اور اللہ تعالٰی کی عبادت کے بدلے بتوں کی پوجا پیش کرتے تھے اور اپنی بات پر اتنے اڑے ہوئے تھے کہ شہر کے ناکوں پر اپنے آدمی بٹھا دیئے تھے تاکہ باہر سے آنے والوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے اور آپ کی بات سننے سے روکیں۔

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ اپنے غلط اصول اور بے بنیاد باتوں کے چکر میں پھنس کر سچی اور کام کی باتوں کو بھول گئے ہیں، ان کو قیامت یاد دلائی جاتی ہے تو ہنس کر کہتے ہیں کہ کب آئے گی وہ تمہاری قیامت، اس غفلت کا کیا

ٹھکانہ ہے، دنیا کے تھوڑے دن کے مزوں اور عیش و آرام کی خاطر ہمیشہ ہمیشہ کا دکھ اور عذاب سمیٹ رہے ہیں، ان سے کہہ دو کہ سنو! قیامت کا دن وہ ہوگا جس دن تمہیں اٹھا کر دوزخ میں پٹک دیا جائے گا اور تم اس میں بری طرح جلو گے، دکھ سے چلاؤ گے تو فرشتے کہیں گے یہ تو تمہاری اپنی کرتوتوں کی سزا اور عملوں کا بدلہ ہے، یہی وہ عذاب ہے جس کی تم دنیا میں جلدی کیا کرتے تھے اور بے پروائی سے کہتے تھے کہ آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا۔

## پرہیزگاروں کا انعام

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ⑮ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ

بیشک پرہیزگار میں ہونگے باغوں کے اور چشموں کے (۱۵) لیں گے جو دیا انہیں رب انکے نے

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ⑯ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا

تحقیق وہ تھے پہلے اسکے نیک کام کرنیوالے (۱۶) تھے وہ کہ تھوڑا تھا میں سے رات جو

يَهْجَعُوْنَ ⑰ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ⑱ وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ

سوتے تھے (۱۷) اور وقت صبح کے وہ استغفار کرتے تھے (۱۸) اور میں مالوں انکے

حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ⑲

حق تھا واسطے مانگنے والے اور مفلس کے (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** البتہ پرہیزگار لوگ جنت کے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ (۱۵) لیں گے وہ جو انہیں رب نے دیا اس سے پہلے وہ نیکی کرنے والے تھے۔ (۱۶) وہ رات کو تھوڑا سوتے تھے۔ (۱۷) اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے تھے۔ (۱۸) اور انکے مالوں میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور نہ مانگنے والوں کا۔ (۱۹)

**لفظی تحقیق:** مَايَهْجَعُوْنَ: سونا ان کا۔ "مَا" مصدرہ ہے "مَايَهْجَعُوْنَ" کا مطلب "هُجُوْعُهُمْ" ہے، یعنی: وہ ایسے تھے کہ ان کا رات کا سونا تھوڑا سا تھا کیونکہ وہ عبادت کیلئے اٹھتے تھے۔ مَحْرُوْمِ: جو لوگوں

سے مانگتے نہیں مگر محتاج ہو۔ یہ لوگ زکوٰۃ کے حق دار ہیں۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکایا اور جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے انہیں اسکے ڈر سے چھوڑا یہ لوگ متقی ہیں، ان لوگوں کو قیامت کے دن بڑا انعام ملے گا، ان میں سے ہر ایک کو رہنے کیلئے باغ دیئے جائیں گے جن کے اندر چشمے بہتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں انہیں دے رہا ہوگا اور وہ ان نعمتوں کو شکر گزاری کیساتھ دونوں ہاتھوں سے لے رہے ہوں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں گناہوں اور فضول باتوں سے بچتے رہے اور کہا کہ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اس لئے ہم انہیں چھوڑتے ہیں، وہ ان نیک کاموں کے کرنے والے ہونگے جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا، یہ وہ ہیں جو ساری رات سو کر غفلت میں نہیں گزارتے تھے بلکہ نیند چھوڑ کر راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے اور جب صبح کا وقت ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کے بخشش جانے کی دعائیں کرتے تھے اور ان کی کمائی کا ایک حصہ ان لوگوں کی مدد کیلئے نکال کر الگ رکھ دیا جاتا تھا جو ضرورت سے تنگ آکر لوگوں سے مالی امداد مانگتے تھے اور ان لوگوں کے واسطے جو مانگنے کیلئے نکل تو نہیں سکتے تھے لیکن ویسے ضرورت منداور مدد کے محتاج تھے۔

سحری کے استغفار کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ دعا کی قبولیت کا خاص وقت ہوتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی اترتی ہے، صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطاء کروں، فرمایا: یہ آوازیں برابر آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا ہے؛ اسی لئے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے متقی بندے سحریوں کے وقت اپنے پروردگار سے استغفار کرتے ہیں۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے مستحقین کا ذکر فرمایا ہے: یعنی: سائل اور محروم، سائل تو وہ ہے جو محتاج ہو اور از خود دوسروں سے سوال کرتا ہے کہ اسکی مدد کی جائے، البتہ محروم کی تعریف میں مفسرین کہتے ہیں کہ: محروم وہ شخص ہے جو خود سوال نہیں کرتا حالانکہ اس کے پاس کچھ نہیں مگر عزت نفس کی خاطر کسی کے سامنے سوال نہیں کرتا اور بعض فرماتے ہیں کہ: محروم سے مراد وہ شخص ہے جو پہلے خود بھی مالدار تھا مگر حادثے نے اسے محروم کر دیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: اگر کسی کو کوئی حادثہ پیش آ گیا، تاوان پڑ گیا تو وہ حقدار ہے، اس کی زکوٰۃ سے بھی مدد کی جا سکتی ہے۔

# اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا
اور میں زمین نشانیاں ہیں واسطے یقین لانے والوں کے (۲۰) اور میں اندر تمہارے کیا پس نہیں

تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ
دیکھتے تم (۲۱) اور میں آسمان روزی تمہاری اور جو وعدہ کئے گئے تم (۲۲) پس قسم رب کی

السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ ع ۲۲ ۱۸
آسمان اور زمین کے تحقیق وہ البتہ سچ ہے مانند اسکے کہ تم بولتے ہو (۲۳)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے واسطے۔ (۲۰) اور خود تمہارے اندر، سو! کیا تم دیکھتے نہیں۔ (۲۱) اور آسمان میں ہے تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا گیا۔ (۲۲) اور قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ بات حق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو۔ (۲۳)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: ان کا برے کاموں سے بچنا اور نیک کاموں میں لگے رہنا کسی دنیاوی غرض یا

غلط معبودوں کی خاطر نہ تھا بلکہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے ڈر سے برے کاموں سے بچتے تھے اور محض اسکی رضامندی حاصل کرنے کیلئے نیک کاموں میں لگے رہتے تھے، معلوم ہوا کہ پرہیزگاری اور نیکوکاری جس سے جنت حاصل ہوتی ہے وہی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو، ورنہ نام نمود اور دنیا کے فائدے حاصل کرنے کیلئے جو پرہیزگاری اور نیکوکاری ہوگی وہ آخرت میں کچھ کام نہ آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں زمین اور آسمان میں سب جگہ پھیلی ہوئی ہیں بلکہ خود تمہارے اپنے اندر موجود ہیں، مگر یہ نشانیاں انہی کیلئے ہیں جو یقین کرنے کیلئے تیار ہیں اور جو آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان سے ٹھیک نتیجہ نکالتے ہیں، ایسے لوگ اپنی عقل سے انہی نتیجوں پر پہنچیں گے جو قرآن مجید انہیں بتارہا ہے اور انہیں معلوم ہوجائے گا کہ جو کچھ زمین میں ہورہا ہے اسکا حکم اوپر آسمان ہی سے اترا ہے، یہاں تک کہ رزق کا دارومدار بھی محض تمہاری کمائی اور محنت پر نہیں بلکہ اسکا انتظام بھی اوپر ہی سے ہوتا ہے، یہ باتیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے، ایسے ہی سچ اور واقعی ہیں جیسے تمہارا بولنا، یعنی: جیسے تمہیں اپنے بولنے میں شبہ نہیں ایسے ہی اس میں بھی شبہ کی گنجائش نہیں۔

وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ: اور تمہاری روزی آسمان میں ہے اور وہ کچھ بھی وہیں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، ظاہری اسباب میں آسمان کی طرف سے بارش ہوتی ہے تو مردہ زمین کو نئی زندگی ملتی ہے، اسکے علاوہ رزق کا تعلق آسمان کیساتھ ہونے کا یہ مطلب بھی ہے کہ ہر چیز کا حکم تو آسمان سے ہی آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو بادل اٹھتے ہیں، بارش ہوتی ہے اور پھر روزی پیدا ہوتی ہے۔

مِثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ: بالکل اسی طرح جس طرح تم گفتگو کرتے ہو، یہ بات انسان کیساتھ خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی صلاحیت دی ہے جو انسانوں کے ساتھ لازم ہے اور جس پر کوئی بھی شک وشبہ کا اظہار نہیں کرتا تو فرمایا: جس طرح تمہارا آپس میں بات چیت کرنا بالکل حقیقت ہے اسی طرح قیامت کے متعلق بھی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے۔

انسان کے اپنے چھوٹے سے جسم میں پوری دنیا موجود ہے، اسی لئے انسان کے جسم کو چھوٹا جہان کہا جاتا

ہے کہ سارے جہان کی مثالیں انسان کے جسم میں موجود ہیں، انسان اگر اپنی ابتداء پیدائش سے لیکر موت تک پیش آنے والے حالات میں ہی غور کرنے لگے تو اسکو حق تعالیٰ گویا اپنے سامنے نظر آنے لگیں گے کہ کس طرح ایک نطفہ ماں کے رحم میں قرار پایا، پھر کس طرح سے نطفہ سے ایک جما ہوا خون بنا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنا، پھر کس طرح اس میں ہڈیاں بنائی گئیں، پھر ان پر گوشت چڑھایا گیا، پھر کس طرح اس بے جان پتلے میں جان ڈالی گئی اور وہ کس طرح اس دنیا میں آیا، پھر کس طرح ایک بے علم، بے شعور بچے سے ایک باشعور انسان بنایا گیا اور کس طرح ان کی صورتیں شکلیں مختلف بنائی گئیں کہ اربوں انسانوں میں ایک کا چہرہ دوسرے سے بالکل الگ تھلگ نظر آتا ہے، پھر ان کی طبیعتوں اور مزاجوں میں بھی اختلاف ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

## بھلوں اور بُروں کا ذکر

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ وقف لازم

کیا آئی پاس آپکے بات مہمانوں کے ابراہیم کی عزت داروں کی (۲۴) جب داخل ہوئے پاس اسکے

فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ

پس کہا انہوں نے سلام کہا سلام یہ لوگ ہیں اجنبی (۲۵) پس جلدی جلدی گیا طرف گھر والوں اپنے کے

فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾

پس آیا لیکر ایک بچھڑا تلا ہوا (۲۶) پس قریب کیا اسے طرف انکی کہا کیا نہیں کھاؤ گے تم (۲۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔(۲۴) جب اسکے پاس اندر داخل ہوئے تو بولے ہم تم کو سلام کہتے ہیں (ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں کہا) تم پر بھی سلام ہو (دل میں کہا)، یہ اجنبی لوگ ہیں۔(۲۵) پھر دوڑے اپنے گھر کو اور ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔(۲۶) پھر ان کے سامنے رکھا، کہا تم کھاتے کیوں نہیں۔(۲۷)

# تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک دن کچھ لوگ مہمان بن کر آئے اور کہا سلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا اور یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ یہاں کے نہیں کہیں باہر سے آئے ہیں جلدی جلدی گھر گئے کہ ان کھانے کا بندوبست کریں اور ایک تلا ہوا بچھڑا لے کر آئے، جب دیکھا کہ وہ کھاتے نہیں تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے، آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں؟ معلوم ہوا کہ مہمان نوازی ایک اچھا کام ہے اور خوش خلقی کی نشانی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اور لوگوں کو زبانی اچھے کاموں کی ترغیب دیتے تھے اور عملی طور پر اچھے کام کر کے دکھاتے تھے۔

# خوشخبری

فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ
پس محسوس کیا سے ان ڈر بولے مت ڈرو اور خوشخبری دی اسے ایک لڑکے

عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ
علم والے کی (۲۸) پس آئی بیوی اسکی میں پکارتی ہوئی پس پیٹا چہرہ اپنا اور

قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
بولی بڑھیا بانجھ (۲۹) بولے وہ ایسا ہی فرمادیا ہے رب آپکے نے تحقیق وہی ہے

الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾
حکمت والا جاننے والا (۳۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر ابراہیم نے دل میں ڈر محسوس کیا (فرشتے) بولے آپ ڈریں مت اور اس کو ایک علم والے بیٹے کی خوشخبری سنائی۔(۲۸) پھر سامنے سے اسکی عورت بولتی ہوئی آئی (تعجب سے) پھر اپنا ماتھا پیٹا اور

کہنے لگی بڑھیا بانجھ (جنے گی)۔ (۲۹) فرشتے بولے: آپکے رب نے یونہی کہا ہے، بیشک وہی حکمت والا جاننے والا ہے۔ (۳۰)

**لفظی تحقیق:** اَوْجَسَ: دل میں محسوس کیا۔ ماضی کا صیغہ ہے "ایجاس" سے جو (وج س) سے بنا ہے "وجس" کے معنٰی چھپ جانا "ایجاس" چھپانا، مراد یہ ہے کہ چپکے چپکے دل میں ڈرنے لگے کہ یہ کون لوگ ہیں جو کھاتے نہیں۔ صَرَّة: چیخ وپکار۔ اس کا مادہ (ص ر ت) ہے "صرۃ" زور کی آواز، اسی سے "صریر" بنا ہے۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب ان مہمانوں نے کہنے پر بھی نہ کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ان کی طرف سے خوف پیدا ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے تھے جو انسانوں کی شکل میں آئے تھے، کہنے لگے کہ ہم سے ڈرومت ہم تمہارے لئے خوشخبری لائے ہیں، تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بہت علم والا ہوگا، ان کی بیوی سارہ کہیں کونے میں کھڑی سُن رہی تھیں، یہ سُن کر کہ ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا تعجب سے چیخ کر باہر آگئیں اور تعجب سے چہرہ پر ہاتھ مارا، جیسے کہ عورتیں تعجب کے وقت مارا کرتی ہیں اور کہا کہ میں ایک بڑھیا عورت بچی جنوں گی، اس بیٹے سے مراد حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور اس سے چودہ سال پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

فرشتوں نے کہا یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے یہ تو اللہ تعالیٰ نے جو آپ کا رب ہے اس نے ہمارے ہاتھ کہلا بھیجا ہے، اسکی حکمتیں وہی جانے، وہی حکمت والا اور جاننے والا ہے۔

تفسیری روایتوں میں آتا ہے کہ: پہلے تو فرشتے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے تھے، پھر جب انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوفزدہ محسوس کر کے اپنی حقیقت کو واضح کر دیا تو اسکے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس بھُنے ہوئے گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس بچھڑے کو دوبارہ زندگی بخش دی اور وہ دوڑ کر اپنی ماں کے پاس چلا گیا، اسی دوران حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اوپر چھت کی طرف نظر اٹھائی جہاں بوسیدہ اور گلی

سڑی ہوئی لکڑیاں پڑی ہوئی تھیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بوسیدہ لکڑیاں آناً فاناً ہری بھری ہوگئیں اور ان میں پتے نکل آئے ہیں اور اس طرح وہ دوبارہ درخت کی صورت میں سامنے آگئیں، ان دو واقعات سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو یقین ہوگیا کہ جو اللہ تعالیٰ بھنے ہوئے بچھڑے کو دوبارہ زندگی دے سکتا ہے اور جو خشک لکڑیوں کو ہرے بھرے درخت میں تبدیل کرسکتا ہے وہ مجھ جیسی بوڑھی اور بانجھ عورت کو بھی بیٹا دے سکتا ہے۔

اس وقت شریف لوگوں کا دستور تھا کہ مہمان کچھ نہ کچھ مہمانی قبول کرتے اور کھاتے تھے، جو مہمانی قبول نہ کرتا اس سے خطرہ ہوتا تھا کہ یہ شاید کوئی دشمن نہ ہو جو تکلیف پہنچانے آیا ہو، اس وقت کے چوروں، ظالموں میں بھی یہ شرافت تھی کہ جس کا کچھ کھالیا پھر اس کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے، اس لئے نہ کھانا خطرہ کا سبب بنتا ہے۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ: صَرَّة کے معنیٰ غیر معمولی آواز کے ہیں، صَرِيْر قلم سے نکلنے والی آواز کو کہا جاتا ہے، مراد ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب سنا کہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دے رہے ہیں، یہ ظاہر تھا کہ بچہ بیوی سے پیدا ہوتا ہے اور بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں تو سمجھیں کہ یہ خوشخبری ہم دونوں ہی کیلئے ہے تو غیر اختیاری طور پر ان کے منہ سے کچھ الفاظ حیرت اور تعجب کے نکلے اور کہا کہ اوّل تو میں بڑھیا ہوں پھر بانجھ، یعنی: جوانی میں بھی اولاد کے قابل نہیں تھی اب بڑھاپے میں یہ کیسے ہوگا، جس کے جواب میں فرشتوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے، یہ کام یونہی ہوگا، چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ننانوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو (100) سال تھی۔

اس گفتگو میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوگیا کہ یہ مہمان اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں تو پوچھا کہ آپ کس مہم پر تشریف لائے ہیں تو انہوں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب اتارنے کا ذکر کیا کہ ان کی قوم پر پتھراؤ کیا جائے گا اور پتھراؤ بھی کچھ بڑے بڑے پتھروں سے نہیں بلکہ مٹی سے بنی ہوئی کنکریوں سے ہوگا۔

الجزء ۲۷

# فرشتوں کا اصل کام

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ
کہا (ابراہیم نے) پس کیا مقصد ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤں (۳۱) بولے تحقیق ہمیں بھیجا گیا ہے

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾
طرف ایک قوم مجرم کے (۳۲) تاکہ برسائیں ہم اوپر انکے پتھر مٹی کے (۳۳)

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا
جس پر علامت بنی ہوئی ہے نزدیک رب آپکے واسطے حد سے گزرنے والوں کے (۳۴) پس نکال لیا ہم نے جو تھا میں اس

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾
سے ایمان والوں (۳۵) پس نہ پایا ہم نے میں اس سوا ایک گھر کے مسلمانوں کے (۳۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** (ابراہیم نے) کہا اے بھیجے ہوؤ! تمہارا آنے کا مقصد کیا ہے۔ (۳۱) بولے ہمیں ایک مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔ (۳۲) تاکہ ہم ان پر کنگھر برسائیں۔ (۳۳) جن پر نشان لگے ہوئے ہیں، آپکے رب کے ہاں حد سے نکل جانے والوں کیلئے۔ (۳۴) پھر بچا نکالا ہم نے جو کوئی تھا ایمان والوں میں سے۔ (۳۵) پھر ہم نے وہاں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی گھر ہی نہ پایا۔ (۳۶)

## تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے سوال کیا کہ تمہارا یہاں آنے کا اصل مقصد کیا ہے، انہوں نے کہا ہمیں ایک برا کام کرنے والی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ ہم ان پر اوپر سے کنگھر برسائیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی نشان لگا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی فطری حدوں سے نکل جانے والوں کے تباہ

کرنے کیلئے مقرر کر چکے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ: جب قوم پر پتھراؤ ہوا تو اس سے پہلے ہم نے ایمان والوں کو حکم دیدیا کہ اس بستی سے باہر چلے جاؤ، لیکن اس شہر میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستے پر چلنے والا ایک گھر کے سوا کوئی گھر نہ تھا اور یہ گھر حضرت لوط علیہ السلام کا تھا جو اپنی قوم کو ہر طرح سمجھاتے تھے۔

## نافرمان قومیں

وَ تَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

اور چھوڑ دی ہم نے میں اس نشانی واسطے ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں عذاب دردناک سے (۳۷)

وَ فِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں نشانی ہے جب بھیجا ہم نے اسے طرف فرعون کی ساتھ سند کھلی کے (۳۸)

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَ قَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَ

پس منہ موڑا اس نے اپنے بل پر اور کہا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ (۳۹) پس پکڑا ہم نے اسے اور

جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾

لشکروں اسکے کو پس ڈال دیا ہم نے انہیں میں سمندر اور وہی ملامت کے قابل تھا (۴۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور باقی رکھی ہم نے نشانی ان لوگوں کیلئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (۳۷) اور موسیٰ کے قصہ میں نشانی ہے جب ہم نے اسے بھیجا فرعون کے پاس کھلی دلیل دے کر۔ (۳۸) پھر اس نے اپنے زور پر منہ موڑ لیا اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔ (۳۹) پھر ہم نے اسے اور اسکے لشکروں کو پکڑا، پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا اور الزام اسی پر تھا۔ (۴۰)

**لفظی تحقیق:** مُلِيْمٌ: ملامت زدہ۔ اسم فاعل ہے "اِلَامَةٌ" سے جس کا مادہ (ل وم) سے "لوم" اور

ملامت دونوں کے معنیٰ سرزنش کرنا، بُرا کہنا "اِلَامَةٌ" کے معنیٰ بُرا کہنا، جھڑکنا بھی ہے اور قابل ملامت کام کرنا بھی، یہاں دوسرے معنیٰ مراد ہیں "مُلِيْمٌ" قابل ملامت، جو ایسا کام کرے جس پر اسے جھڑکا جائے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا اور اس میں تباہی کی نشانیاں باقی رکھیں جو اب تک وہاں موجود ہیں، تاکہ انہیں دیکھ کر وہ لوگ عبرت پکڑیں جو دکھ بھرے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ایسا کام نہ کریں جس سے ایسا عذاب آیا کرتا ہے، اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

ارشاد ہے کہ: ان کے قصہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں نظر آتی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے فرعون کو سمجھانے کیلئے بھیجا کہ سرکشی چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جائے، لیکن اسے اپنی قوت اور لاؤ لشکر پر بڑا گھمنڈ تھا، اس نے موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی برتی اور انہوں نے معجزے دکھائے تو کہا یہ تو جادوگر ہے یا پھر (نعوذ باللہ) دیوانہ ہے اور اسکے دماغ میں خلل ہے جو یہ ایسی باتیں بتاتا ہے اور کہا مجھ (فرعون) سے بھی بڑا کوئی ہے۔

ارشاد ہے کہ: ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں غرق کر دیا، زیادتی اسی کی تھی ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا، اسی نے سرکشی پر کمر باندھی۔

## دوسری گنہگار قومیں

وَ فِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ

اور عاد کے قصہ میں نشانی ہے جب بھیجی ہم نے پر ان آندھی منحوس (۴۱) نہیں چھوڑتی

مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَ فِيْ ثَمُوْدَ

کوئی چیز کہ گزرے پر اس مگر کر ڈالے اسے مانند چورا کے (۴۲) اور میں ثمود

اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

جب کہا گیا سے ان فائدہ اٹھالو کچھ وقت تک (۴۳) پس منہ موڑا سے حکم رب اپنے کے

فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ

پس پکڑ لیا انہیں چیخ نے اور وہ دیکھ رہے تھے (۴۴) پس نہ رہی طاقت کھڑے ہونے کی

وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ

اور نہ تھے وہ بدلہ لینے والے (۴۵) اور (تباہ کیا) قوم نوح کی کو سے پہلے اس تحقیق وہ

ع كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

تھے لوگ نافرمان (۴۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور عاد کے قصہ میں نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے برکت آندھی بھیجی۔(۴۱) کسی چیز کو نہیں چھوڑتی جس پر وہ گزرے مگر اس کو چورے کی طرح کر ڈالتی ہے۔(۴۲) اور ثمود کے قصہ میں نشانی ہے جب ان سے کہا فائدہ اٹھالو ایک وقت تک۔(۴۳) پس منہ موڑا انہوں نے اپنے رب کے حکم سے، پھر پکڑا انہیں چیخ نے اور وہ دیکھ رہے تھے۔(۴۴) پھر نہ رہی ان میں طاقت کھڑے ہونے کی اور نہ ہوئے کہ بدلہ لیں۔(۴۵) اور نوح کی قوم کو ہلاک کیا اس سے پہلے، تحقیق وہ نافرمان لوگ تھے۔(۴۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی پہچان اسکی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بہت آسان ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو باوجود سمجھانے کے نہ مانا ان کا انجام اچھا نہ ہوا، عاد کی قوم بڑی سرکش تھی، اسکی جو حالت ہوئی اس میں نافرمانوں کیلئے سبق ہے اور ان کے برے عملوں کی وجہ سے ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی جس میں سوا تباہی اور بربادی کے کچھ نہ تھا، جس چیز پر وہ گزری اسے گلی ہوئی ہڈیوں کی طرح چورا چورا کر دیا اور وہ سب بالکل دنیا سے مٹ گئے،

اسی طرح ثمود کی قوم کا بھی برا حال ہوا، انہیں کہہ دیا گیا تھا کہ تین دن کے اندر اندر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ اور زیادہ شیطان پن پر کمر باندھ لی، آخر ان پر ایک کڑک آئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مر کر گر پڑے، ہلنے جلنے تک کی طاقت نہ رہی اور نہ کچھ کرتے بن پڑا، ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی ہم نے تباہ کیا انہوں نے بھی نافرمانی کی تھی۔

اس سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کی قسم اٹھا کر کی تھی، قسم ہے بکھیرنے والی ہواؤں کی جو گرد وغبار کو اڑاتی ہیں، یہ ہوا ہی ہے جو مختلف حالتوں میں روزانہ ہمارے سامنے آتی ہے، جب یہ تیز ہوتی ہے تو آندھی بن جاتی ہے، گرم ہو تو لو، اور جب ٹھنڈی ہو تو ہر چیز کو ٹھنڈا کرتی چلی جاتی ہے، پھر یہی ہوا، جب نرمی اور آہستگی سے چلتی ہے تو بادِ نسیم بن کر انسانوں، جانوروں اور پودوں کیلئے خوشگوار بن جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے میری مدد مشرقی ہوا صباء کیساتھ فرمائی ہے، جنگِ احزاب کے موقع پر جب کافروں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا اور مدینے کے مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مشرق کی طرف سے ٹھنڈی ہوائیں چلائیں جس سے دشمن کے خیمے اکھڑ گئے اور وہ جم نہ سکے اور بالآخر انہیں مدینہ کا گھیراؤ چھوڑ کر بھاگنا پڑا، اللہ تعالیٰ نے مشرقی ہوا کے ذریعے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اسکے برخلاف عاد کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے مغرب سے دبور (گرم ہوا) مسلط کی جس نے ان کا مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا۔

## آنکھیں کھولو!

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ الْاَرْضَ

اور آسمان بنایا ہم نے اسے ساتھ قوت کے اور تحقیق ہم البتہ کشادگی پیدا کرنیوالے ہیں (۴۷) اور زمین

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

بچھایا ہم نے اسے پس کیا ہی اچھا بچھانے والے ہم (۴۸) اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ
تاکہ تم سوچو سمجھو (۴۹) پس دوڑو طرف اللہ کی تحقیق میں تمہیں سے طرف اسکی ڈرانے والا ہوں

مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ
کھلا (۵۰) اور مت ٹھہراؤ ساتھ اللہ کے معبود دوسرا تحقیق میں تمہیں سے طرف اسکی

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥١﴾
ڈرانے والا ہوں کھلا (۵۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم نے آسمان کو قوت کیساتھ بنایا اور بیشک ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔(۴۷) اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو! کیا خوب بچھانے والے ہیں ہم۔(۴۸) اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔(۴۹) سو! دوڑو اللہ تعالیٰ کی طرف میں تمہیں اسکی طرف سے کھول کر ڈراتا ہوں۔(۵۰) اور اللہ تعالیٰ کیساتھ اور کسی کو معبود مت ٹھہراؤ، میں تمہیں اسکی طرف سے ڈرسناتا ہوں کھول کر۔(۵۱)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم نے ہماری قدرت دیکھ لی کہ ہم نے نافرمانوں کو کیسا تباہ کیا، ان کو خیال بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اس قدر طاقت ہے کہ جس کا اندازہ کسی کو نہیں، ہر سرکش قوم کو اس طرح ہلاک کیا کہ اسے گمان بھی نہ تھا کہ یہ بھی تباہی کا ذریعہ ہوسکتا ہے، پھر ہماری قدرت کا کچھ اندازہ اس سے کرلو کہ ہم نے آسمان جیسی بڑی چیز اپنی قوت اور قدرت سے بناڈالی، ہم اس سے بھی بڑی چیزیں بناسکتے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ ہم میں بڑی وسیع طاقت ہے، پھر زمین کو بچھونا بنایا، اس سے سمجھو کہ ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں، پھر ہر چیز کو بناکر اسکے مقابل کی چیز بنائی، مثلاً: گرم سرد، اونچی نیچی، مزیدار بے مزہ، اس سے تم خود ہی سوچ کر سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ جب سب کچھ ہمارا ہے تو پھر ہماری ہی طرف آنا چاہئے، ہمارا انکار مت کرو اور نہ ہمارا کوئی شریک ہمارے برابر کا مانو،

دونوں باتوں کا انجام برا ہے۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ : پس اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو، مراد یہ ہے کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کیساتھ اپنا تعلق درست کرو۔

## ایسا ہی پہلوں نے کیا

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا

اسی طرح نہیں آیا انکے پاس جو سے پہلے ان کوئی پیغمبر مگر کہا انہوں نے

سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾

جادوگر ہے یا دیوانہ (۵۲) کیا وصیت کی انہوں نے اسکی نہیں بلکہ وہ لوگ ہی سرکش تھے (۵۳)

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿٥٤﴾ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى

پس منہ موڑلیں سے ان پس نہیں آپ ملامت کیے گئے (۵۴) اور نصیحت کریں پس بیشک نصیحت کرنا

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾

فائدہ دیتا ہے ایمان والوں کو (۵۵) اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر تاکہ وہ عبادت کریں میری (۵۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آیا اس کو یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔(۵۲) کیا ایک دوسرے کو یہی وصیت کر رہے ہیں بلکہ یہ لوگ ہی سرکش ہیں۔(۵۳) آپ ان کی طرف سے منہ موڑلیں اب آپ پر کوئی الزام نہیں۔(۵۴) اور نصیحت کریں کہ نصیحت کرنا ایمان والوں کے کام آتا ہے۔ (۵۵) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو (کسی اور کی نہیں بلکہ) اپنی ہی عبادت کیلئے پیدا کیا۔(۵۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی بات نہیں سنتے اور نہ اللہ تعالیٰ کو اسکی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر

پہچانتے ہیں اور نہ قرآن مجید کے کہنے سے دھیان کرتے ہیں، یہی حال ان لوگوں کا تھا جو ان سے پہلے گزرے، ان میں سے اکثر ایسے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جادوگر یا دیوانہ کہہ کر ٹال دیا کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مرتے مرتے ایک دوسرے کو کہہ جاتے ہیں کہ خبردار! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں کی بات نہ سننا، خیر! وصیت تو کیا کرتے البتہ شرارت اور ڈھٹائی میں ایک ہی جیسے ہیں، جیسے پہلوں نے سرکشی کی ایسے ہی یہ بھی سرکشی کرتے ہیں، بہرحال اے پیغمبر! آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اب اگر یہ نہ مانیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں، آپ سمجھانے کا حق ادا کر چکے، آپ ان کی طرف سے منہ موڑ لیں اور ان لوگوں پر توجہ کریں جو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ کی بات توجہ سے سنتے ہیں اور ان سے امید کی جاتی ہے کہ وہ سُن کر حق بات مان لیں گے، ایسے لوگوں کو آپ کا سمجھانا کام دے گا اور ان کو اس سے نفع پہنچے گا۔

انہیں زندگی کا مقصد سمجھا دو اور کہہ دو کہ ہم نے دو قسم کی مخلوق کو خصوصی سمجھ عطاء کی ہے اور وہ جن اور انسان ہیں، ان دونوں کو باقی مخلوق کی طرح اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے قانون اور قاعدوں کا پابند تو رہنا ہی ہے لیکن چونکہ ان میں عقل اور ارادہ اوروں سے زیادہ موجود ہے اس لئے انہیں چاہئے کہ اس عقل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں اور ارادہ کر کے اسکے حکموں پر عمل کریں، انہیں عقل اور سمجھ اسی لئے دی ہے کہ وہ اس سے صحیح نتیجے نکالیں اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس نے ہماری رہنمائی کیلئے اپنے پیغمبر بھیجے جن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں۔

# بندگی کرو

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ

نہیں چاہتا میں　سے ان　کوئی　کمائی　اور　نہیں چاہتا میں　کہ　مجھے کھلائیں (۵۷)　بیشک

اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اللہ وہی روزی دینے والا ہے قوت والا مضبوط (۵۸) پس تحقیق ان لوگوں کا جنہوں نے ظلم کیا

ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ

بھرا ڈول ہے مانند ڈول ساتھیوں انکے پس نہ جلدی کریں مجھ سے (۵۹) پس تباہی ہے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳

واسطے انکے جنہوں نے کفر کیا سے دن انکے جس کا وعدہ کئے جاتے ہیں (۶۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** میں ان سے روزی کمانا نہیں چاہتا اور نہ ہی چاہتا ہوں کہ مجھے کھلائیں۔(۵۷) بیشک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا اور مضبوط قوت والا ہے۔(۵۸) سوان گناہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسے اسکے ساتھیوں کا ڈول بھرا، اب مجھ سے جلدی نہ کریں۔(۵۹) کافروں کیلئے ہلاکت ہے اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے۔(۶۰)

**لفظی تحقیق:** ذَنُوْبِ: ڈول جو پانی سے بھر چکا ہو یا بھرنے کے قریب ہو "ذَنُوْبٌ" کہلاتا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: میں اپنے بندوں سے یہ نہیں چاہتا کہ مجھے روزانہ کچھ نہ کچھ کما کر دیں یا میرے لئے کھانا کھلانے کا بندوبست کریں، جیسا کہ تم اپنے غلاموں سے چاہتے ہو، تمہارے نزدیک بندگی یہ ہے کہ تمہارا غلام تمہیں روزانہ کچھ کما کر لا دے تاکہ تمہاری ضرورتیں پوری ہوں، مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، میں تو ان سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے حکم پر چلیں اور دنیا میں میرا مقرر کیا ہوا راستہ اختیار کریں، ان کی ساری ضرورتیں بھی میں ہی پوری کروں گا کیونکہ مجھ میں قوت اور اختیار دونوں موجود ہیں اور دونوں پورے اور مکمل ہیں۔

جو مجھے نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور ظالموں کا ڈول بھرنے والا ہے اور اب ڈوبا ہی

چاہتا ہے تو اب مجھ سے سزا دینے کی جلدی مت کرو، وہ دن وعدہ کے مطابق آکر رہے گا اور جب سر پر آجائے گا تو کچھ بنائے نہ بنے گا۔

**ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ:** وہ تو خود ساری مخلوق کو رزق پہنچاتا ہے اور مضبوط طاقت کا مالک ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اسے نہ کسی کی عبادت کی ضرورت ہے نہ خدمت کی، بلکہ عبادت کرنے میں خود بندے کا اپنا ہی فائدہ ہے۔

**ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ:** انکے ڈول انکے ساتھیوں کے ڈولوں کی طرح ہیں، جب کوئی ڈول پانی میں ڈالا جاتا ہے اور وہ پانی سے بھر جاتا ہے تو پھر اوپر نہیں تیرتا بلکہ ڈوب جاتا ہے، مطلب یہ کہ انکی طرح انکے پرانے ساتھیوں کو بھی پورا پورا موقع دیا گیا مگر وہ کفر، شرک اور گناہوں سے باز نہ آئے جس کی وجہ سے ان کے ڈول بھر گئے اور پھر ڈوب گئے، اب ان کا بھی یہی حال ہے، گناہوں کی وجہ سے انکے ڈول بھی ڈوب رہے ہیں مگر یہ ٹس سے مس ہونے کیلئے تیار نہیں، لہٰذا ان کا حشر بھی پہلے لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا۔

| اٰیاتھا ـ ۴۹ | سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتھا ـ ۲ |
|---|---|---|

سورۃ الطور مکی ہے۔ اس میں اُنچاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

# اللہ تعالیٰ کی قدرت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّ الْبَيْتِ

قسم ہے طور کی (۱) اور کتاب لکھی ہوئی کی (۲) میں کاغذ پھیلے ہوئے کے (۳) اور بیت

الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ
معمور کی (۴) اور چھت اونچی اٹھائی ہوئی کی (۵) اور سمندر جوش مارتے ہوئے کی (۶) تحقیق

عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ
عذاب رب آپکے کا البتہ واقع ہونیوالا ہے (۷) نہیں اسکا کوئی دفع کرنیوالا (۸) جس دن تھرتھرائیگا

السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰
آسمان تھرتھرانا (۹) اور چلیں گے پہاڑ چلنا (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:** قسم ہے طور کی۔(۱) اور لکھی ہوئی کتاب کی۔(۲) کشادہ ورقوں میں ہے۔(۳) اور بیت المعمور کی۔(۴) اور اونچی چھت آسمان کی۔(۵) اور کھولتے ہوئے سمندر کی۔(۶) بیشک آپکے رب کا عذاب ہوکر رہے گا۔(۷) اس کا ہٹانے والا کوئی نہیں۔(۸) جس دن آسمان تھرتھرائے گا۔(۹) اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔(۱۰)

**لفظی تحقیق:** كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ: لکھی ہوئی کتاب۔ قرآن مجید یا لوحِ محفوظ۔ رَقٍّ: جھلی۔ اس کو ورق کی طرح بنا کر اس پر لکھا کرتے تھے۔ اَلسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اونچی چھت۔ اس سے مراد آسمان ہے۔ مَسْجُوْرِ: کھولتا ہوا۔

# تفسیر

یہ سورۃ مکہ میں اتری اس میں انچاس (۴۹) آیتیں اور دو رکوع ہیں، ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ان عظیم الشان چیزوں کو دیکھ کر سمجھ لو کہ وہ بڑی قدرت والا ہے، یہ سب کارخانہ پیدا کر کے انسان کو اس میں چھوڑ دیا تا کہ وہ اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور دنیا میں اسی طرح زندگی بسر کرے جیسے اس نے حکم دیا، اسے سمجھ لینا چاہئے کہ جو کچھ وہ یہاں کرے گا اسکی جزا سزا پورے طور سے قیامت کے دن ملے گی، اچھی طرح کان

کھول کر سُن لو کہ! اللہ تعالیٰ کا عذاب بدکاروں کو پہنچ کر رہے گا، اس کو آنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی، اگر اس سے بچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھ کر اس پر ایمان لاؤ اور ان کی باتوں کو بالکل سچ مانو، قیامت کا منظر بڑا ڈراونا ہوگا، آسمان لرزنے اور کپکپانے لگے گا، اس کا لرزہ اس زور کا ہوگا کہ وہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیگا، پہاڑ جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور ہوا میں روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ ایک دن اسکی ہر چیز بگڑ کر رہے گی، اسکے بعد نیا انتظام ہوگا اور انسان اپنے عملوں کا حساب دینے کیلئے حشر کے میدان میں حاضر ہوگا۔

## گنہگاروں کا حال

وقف لازم

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝١٢

پس خرابی ہے اس دن واسطے جھٹلانے والوں کے (۱۱) جو کہ وہ میں بحث کرتے ہیں مذاق کرتے ہوئے (۱۲)

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

وہ دن کہ دھکیلے جائینگے طرف آگ دوزخ کے دھکے دیکر (۱۳) (کہا جائیگا) یہ ہے وہ آگ کہ تھے تم

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝١٤ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝١٥

جسے جھوٹ سمجھتے (۱۴) کیا پس جادو ہے یہ یا تم نہیں دیکھتے (۱۵)

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا

گھس جاؤ اسمیں پس صبر کرو تم یا نہ صبر کرو تم برابر ہے پر تمہارے اور کچھ نہیں

تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ

بدلہ دیا جارہا ہے تمہیں اس کا جو تھے تم کرتے (۱۶) بیشک پرہیزگار میں باغوں کے ہیں اور

نَعِيْمٍ ۝١٧ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ

نعمتوں کے (۱۷) شغل کرتے ہوئے ساتھ اسکے جو دیا انہیں رب انکے نے اور بچالیا انہیں رب انکے نے

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

عذاب دوزخ کے سے (۱۸) کھاؤ اور پیو رچتا پچتا بدلے اسکے جو تھے تم کرتے (۱۹)

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

تکیہ لگائے اوپر تختوں کے برابر برابر بچھے ہوئے اور بیاہ دیا ہم نے انہیں حوروں بڑی آنکھوں والیوں سے (۲۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** سو! خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے۔(۱۱) جو بحث کرتے ہیں صرف شغل کیلئے۔(۱۲) جس دن دھکیلے جائیں گے دوزخ کی طرف دھکے دیکر۔(۱۳) (اور کہا جائیگا) یہ ہے وہ آگ جسے تم جھوٹ جانتے تھے۔(۱۴) اب بھلا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھتا نہیں۔(۱۵) چلے جاؤ اندر پھر تم صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تمہارے لئے، وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے۔(۱۶) پرہیزگار باغوں اور جنت کی نعمتوں میں ہوں گے۔(۱۷) وہ خوش ہوں گے اس کیساتھ جو انکو انکے رب نے دیا ہوگا اور انکے رب نے انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔(۱۸) کہا جائے گا ان سے کھاؤ اور پیو خوشگوار (پھل اور میوے) ان نیک کاموں کے بدلے جو تم کرتے تھے۔(۱۹) تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے تختوں پر برابر برابر قطار باندھ کر اور بیاہ دی ہم نے انہیں حوریں بڑی بڑی آنکھوں والیاں۔(۲۰)

**لفظی تحقیق:** خَوْضٍ: ڈوب جانا۔ یہاں بکواس اور فضول باتیں بنانا مراد ہے، جس میں لوگ لگے ہوئے یا ڈوبے رہتے ہیں۔ یُدَعُّوْنَ: دھکیلے جائیں گے۔ مضارع مجہول ہے (د ع ع) سے اسکا مصدر "دَعٌّ" ہے جو اسکے بعد مذکور ہے، اسکے معنٰی ہیں دھکے دے دے کر آگے بڑھانا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب وہ دن آئے گا لوگ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے بتایا تھا اور قرآن مجید نے سمجھایا تھا وہ بالکل ٹھیک اور درست تھا، لیکن یہ لوگ آج ان باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ

من گھڑت باتیں ہیں، جھوٹ کا پلندا ہیں، ان کو سنتے ہیں اور منہ موڑ کر چل دیتے ہیں اور فضول باتوں میں مشغول ہوجاتے ہیں، طرح طرح کی جھوٹی باتوں سے جی بہلاتے ہیں، موت کی فکر نہیں کرتے اور فضول باتوں میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں، مرنے کے بعد ان لوگوں کی شامت آئے گی، فرشتے دھکے دے دے کر انہیں دوزخ کے آگ کی طرف لے جائیں گے اور جب وہ آگ کی پاس پہنچ جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا، دیکھتے ہو یہی وہ آگ ہے جس کو تم دنیا میں جھوٹ اور من گھڑت بات سمجھتے تھے، لو یہ تمہارے سامنے موجود ہے، اب بتاؤ کہ! کیا یہ کوئی نظر بندی یا جادو کا کھیل ہے، دنیا میں تم ہمارے پیغمبر کو جادوگر داور ان کی باتوں کو جھوٹ اور من گھڑت بتاتے تھے، اب بتاؤ کہ! یہ کیا ہے، اب بھی ویسے ہی اندھے بنے رہو گے جیسے دنیا میں تھے، اچھا اب اسکے اندر جاؤ صبر کرو یا چیخ و چلاؤ، بہر حال! تمہیں اسی میں رہنا ہے۔

دوزخ والوں سے کہا جائے گا کہ یہ عذاب اور دکھ اور کچھ نہیں تمہارے ہی ان کاموں کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے، دوسری طرف اچھے کام کرنے والے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے دنیا میں کفر و شرک اور گناہوں سے بچتے تھے انہیں جنت کے باغوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر نعمت موجود ہوگی، وہ ان چیزوں کو خوشی خوشی کھا پی رہے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دیں، انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ کے عذاب سے بچالیگا، ان سے کہا جائے گا خوب کھاؤ پیو تمہیں کھانے سے پینے سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، یہ لوگ تختوں پر تکیہ لگائے آرام سے بیٹھے ہوں گے اور ان کی شادی ایسی حوروں سے کردی جائے گی جن کی خوبصورت اور بڑی بڑی آنکھیں ہونگی۔

## ایمانداروں کی اولاد

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا

اور | جو لوگ | ایمان لائے | اور | پیچھے چلی انکے | اولاد انکی | ساتھ ایمان کے | ملا دینگے ہم

بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

ساتھ انکے | اولاد انکی کو | اور | نہ | کم کرینگے | سے | عملوں انکے | سے | ذرا بھی

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ
ہر شخص ساتھ اسکے جو کمایا اس نے پھنسا ہوا ہے (۲۱) اور مدد کرینگے ہم انکی ساتھ میوے

وَّ لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾
اور گوشت کے سے اس جو وہ چاہیں گے (۲۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد انکی راہ پر چلی ایمان کیساتھ، ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچائیں گے اور انکے نیک عملوں سے ہم نے کوئی کمی نہیں کی ہر آدمی اپنی کمائی میں گرفتار ہے۔ (۲۱) اور ہم مدد پہنچائیں گے ان کو پھلوں اور گوشت سے جو وہ چاہیں گے۔ (۲۲)

**لفظی تحقیق:** اَلَتْنَا: گھٹایا ہم نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِلَاتَةٌ" سے جو (ل ی ت) سے بنا ہے "لَيْتٌ" کے معنیٰ کم دینا، گھٹا دینا "اِلَاتَةٌ" کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔ رَهِيْنٌ: گروی رکھا ہوا۔ یہ "رَهْنٌ" سے اسم مفعول ہے۔ اِمْدَاد: مدد دینا۔ اس سے مراد لگاتار دیتے رہنا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکے حکم کے مطابق چلے اور پھر انکی اولاد اور انکے رشتہ دار بھی انہی کی طرح ایمان لاکر نیک کام کرتے رہے تو ہم ان کی ایسی اولاد کو جنت میں ان کیساتھ ملا دیں گے گو انکے عمل اپنے ماں باپ کے عمل کی طرح زیادہ شاندار نہ ہوں اور یہ ہمارا فضل ہوگا اور اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ ہم ان ماں باپ کے عملوں میں سے کچھ لے کر انہیں گھٹا دیں گے اور انکی اولاد کو دیدیں گے، نہیں بلکہ انکے ماں باپ کے عمل ویسے ہی رہیں گے جیسے تھے، ان میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی، یہ محض انکو خوش کرنے اور اطمینان دینے کیلئے ہوگا کہ انکے ایماندار بچوں اور ماں باپ کو ان کیساتھ ملا دیا جائے گا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی وہی اولاد اس کیساتھ ہوگی جو ایمان والی ہوگی اور جہاں تک ہوسکا ہوگا انکے قدم بہ قدم چلی ہوگی، لیکن جو بے ایمان اور

بدکار ہوں گے انکو ان سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور وہ وہاں ہوں گے جہاں انکی بے ایمان اور بدعملی انہیں لے جائے گی، اسی مطلب کو آگے یہ کہہ کر واضح کر دیا گیا ہے ہر شخص اپنے عملوں میں گرفتار ہوگا جہاں اسکے اعمال اسے لیجائیں گے وہیں اسے جانا پڑے گا، آگے ارشاد ہے کہ ہم انکی پسند کی چیزیں میوے اور گوشت جو وہ چاہیں گے انہیں لگا تار پہنچاتے رہیں گے، کبھی کوئی چیز انکی پسند کی ان سے روکی نہ جائے گی۔

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ: اور ہم ان کو پھلوں کی مدد پہنچاتے رہیں گے، کسی پھل کے ختم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ دوسرے موسم تک انتظار کرنا پڑے، بلکہ ہر قسم کے پھل ہمہ وقت موجود رہیں گے، جونہی کوئی جنتی کسی درخت سے پھل اتار کر کھائے گا اسکی جگہ فوراً ہی دوسرا پھل آجائے گا۔

## جنتیوں کی خوش طبعی

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ

چھینا جھپٹی کرینگے میں اس اس پیالے کی کہ نہیں بکواس میں اس اور نہ گناہ میں پھنسانا (۲۳) اور

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَ اَقْبَلَ

گھومیں گے آس پاس کم عمر لڑکے انکے گویا وہ موتی ہیں چھپائے ہوئے (۲۴) اور متوجہ ہوگا

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ

بعض انکے طرف بعض کی بات چیت کرتے ہوئے (۲۵) کہیں گے تحقیق ہم تھے پہلے اس سے میں

اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

گھروالوں اپنے ڈرنے والے (۲۶) پس احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچالیا ہمیں عذاب سے گرم ہوا کے (۲۷)

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ ع ۲۸/۱ ۳

بیشک تھے سے پہلے پکارتے تھے اسکو بیشک وہی ہے اچھا برتاؤ کرنیوالا مہربان (۲۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہ ایک دوسرے سے پیالے چھینیں گے، اُس شراب کے کہ جس میں نہ بکواس ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالے گی۔ (۲۳) اور پھرتے ہیں انکے پاس کم عمر لڑکے، گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر۔ (۲۴) اور بعض، بعض کی طرف متوجہ ہوں گے آپس میں ایک دوسرے سے سوال پوچھتے ہوئے۔ (۲۵) اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں میں ڈرتے رہتے تھے پھر ہم پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور ہمیں عذاب سے بچالیا۔ (۲۶) ہم اسکو پہلے ہی پکارتے تھے، بیشک وہی ہے اچھا برتاؤ کرنے والا مہربان۔ (۲۷)

**لفظی تحقیق:** **مَكْنُوْنٌ:** غلاف میں چھپایا ہوا۔ اسم مفعول ہے (ک ن ن) سے "كَنٌّ" کے معنیٰ ڈھانکنا، چھپانا "مَكْنُوْنٌ" ڈھانک کر چھپایا ہوا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنتیوں کے سامنے شراب سے بھرے ہوئے جام پیش کئے جائیں گے اور وہ ہنسی دل لگی کے طور پر شراب سے بھرے ہوئے پیالے ایک دوسرے سے چھینیں گے، وہ شراب ایسی ہوگی کہ جس کی وجہ سے عقل زائل نہ ہوگی، نہ اس کو پی کر بکواس کرنے لگیں گے اور نہ گناہ اور بیہودہ کاموں کی طرف رغبت ہوگی اور کم عمر لڑکے ان کے آس پاس گھوم رہے ہوں گے جو ایسے صاف ستھرے ہوں گے گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں جن کو گرد وغبار نے چھوا ہی نہیں، جنتی ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے پوچھ گچھ کریں گے۔

**وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ:** ان کے آس پاس چھوٹے بچے گھومیں پھرینگے جن سے جنت والوں کی خوشیوں میں اضافہ ہوجائے گا، یہ ایسے خوبصورت اور پیارے بچے ہوں گے گویا کہ وہ غلاف میں محفوظ کئے ہوئے موتی ہیں، یہ ایسے صاف شفاف اور گرد وغبار سے پاک ہوں گے گویا کہ انہیں غلافوں میں بند کر کے رکھا گیا ہو، جس طرح حور جنت کی مخلوق ہے اسی طرح غلمان بھی خالص جنتی مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ جنت والوں کی خدمت کیلئے پیدا فرمائیں گے۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ: وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر پوچھیں گے اور کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم دنیا میں اپنے گھروں میں اس بات سے ڈرتے تھے کہ پتہ نہیں آگے چل کر کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، ہمیں ہر وقت آخرت کی فکر لگی رہتی تھی کہ وہاں ناکام نہ ہو جائیں، دراصل یہی فکر تھی جو اہل جنت کو جنت میں لانے کا سبب بنی، اس فکر کی بناء پر وہ اپنے آپ کو گناہوں اور نافرمانی سے بچاتے رہے، اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی اطاعت کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس مقام تک پہنچ گئے، پھر جنت میں پہنچ کر کہیں گے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا اور ہمیں لُو کے عذاب سے بچا لیا، مطلب یہ کہ جنتی لوگ جنت میں پہنچ کر اپنی کسی کارکردگی پر فخر کرنے کے بجائے اسے اللہ تعالیٰ کا احسان مانیں گے کہ اس نے ہمیں عذاب سے بچا کر راحت کے مقام میں پہنچا دیا۔

پھر کہیں گے اس سے پہلے، یعنی: دنیا کی زندگی میں ہم اسی پروردگار کو پکارا کرتے تھے، یعنی: ہر مشکل میں اسی کی مدد مانگتے تھے، اپنی حاجت اسی کے سامنے پیش کرتے تھے اور اسی کی حمد وثناء میں مصروف رہتے تھے، لہٰذا اس نے ہم پر بڑا ہی احسان فرمایا۔

# مخالفوں کی بوکھلاہٹ

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾

پس نصیحت کریں پس نہیں آپ ساتھ مہربانی رب اپنے کی جادوگر اور نہ دیوانے (۲۹)

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا

کیا کہتے ہیں یہ ایک شاعر ہے ہم انتظار کر رہے ہیں پر اس حادثہ موت کے کا (۳۰) (آپ) کہہ دیں تم انتظار کرو

فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ

پس میں بھی ساتھ تمہارے انتظار کرنے والوں میں سے ہوں (۳۱) کیا حکم دیتی ہیں عقلیں انکی اسی کا

اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

یا وہ ایک قوم ہے ڈھٹائی کرنیوالی (۳۲) کیا کہتے ہیں خود بنالایا ہے نہیں بلکہ نہیں ایمان لاتے وہ (۳۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پس! آپ انہیں نصیحت کرتے جائیں، آپ اپنے رب کے فضل سے نہ جادوگر ہیں اور نہ دیوانے۔(۲۹) کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانہ کی مصیبت کے منتظر ہیں۔(۳۰) آپ کہہ دیں منتظر رہو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔(۳۱) کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں یا یہ لوگ حد سے نکلے ہوئے ہیں۔(۳۲) کیا یہ کہتے ہیں کہ قرآن یہ خود بنالایا ہے، کوئی نہیں بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے۔(۳۳)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ تو یونہی باتیں بناتے رہیں گے کبھی آپ کو جادوگر اور کبھی مجنون کہیں گے، ان کی پرواہ نہ کریں اور ان کو اچھی باتیں سمجھاتے رہیں۔

یہ کافر اور مشرک کہتے ہیں تھوڑے دن میں اور شاعروں کی طرح یہ بھی زمانے کے حادثات کا شکار ہو جائے گا، آپ ان سے کہہ دیں کہ اچھا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں، دیکھو! آگے ہوتا کیا ہے، کیا ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو ان کو ایسی ہی باتیں سوجھتی ہیں یا ان کی فطرت میں ضد اور سرکشی ہے، بھلا! اس قرآن مجید کی بابت ان کا یہ کہنا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے کہ یہ تو اس نے خود گھڑ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام لگا دیا ہے، کیسی نادانی کی بات ہے، بات یہ ہے کہ یہ ایمان ہی نہیں لاتے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ: کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ (نعوذ باللہ) شاعر ہیں اور ساتھ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہم اس کیساتھ زمانے کی گردش کا انتظار کرتے ہیں، ایسا کہنے سے مشرکوں کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ شاعر ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں جو اپنا وقت گزار جاتے ہیں، ان کی زندگی میں لوگ ان کی واہ واہ کرتے ہیں پھر زمانہ گزرنے کیساتھ ساتھ وہ لوگوں کے دلوں سے اُتر جاتے ہیں، ان کا یہ غلط خیال تھا کہ پیغمبر ہونے کا یہ دعویدار

محض شاعر ہے جو زمانے کیساتھ خود ہی ختم ہوجائے گا لہٰذا ہمیں اسکے پیچھے پڑنے کے بجائے اسکے خود بخود ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہئے۔

اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیغمبر! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ بیشک تم انتظار کرو اور بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں، گویا تم میرے بارے میں انتظار کرو اور میں تمہارے بارے میں انتظار کرتا ہوں، عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کون کامیاب ہوتا ہے اور کون ناکام ہوتا ہے؟ کس کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے اور کس کا لایا ہوا دین قائم رہتا ہے۔

اَمۡ تَاۡمُرُهُمۡ اَحۡلَامُهُمۡ بِهٰذَاۤ: کیا ان لوگوں کی عقلیں ان کو اس قسم کے حکم دیتی ہیں کہ تم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی باتیں بنا کر ان کے ذمے لگاؤ؟ مطلب یہ کہ ان لوگوں کی یہ باتیں تو عقل کے بھی خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تو مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند ہوتا ہے، اس کی گفتگو، اس کا اخلاق اور اس کا کردار سب اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں، وہ تو دوسرے لوگوں کیلئے بہترین نمونہ ہوتا ہے مگر یہ لوگ ایسی گھٹیا باتیں کررہے ہیں، کیا یہ لوگ عقل سے خالی ہوگئے ہیں جو پیغمبر کے بارے میں گھٹیا باتیں کرتے ہیں، پھر یہ بات کہ یہ لوگ سرکش ہوچکے ہیں اور اس سرکشی کی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جادوگر کہتے ہیں، کبھی دیوانہ اور کبھی شاعر۔

# آخر انکار کی وجہ کیا ہے؟

فَلۡيَاۡتُوۡا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ۝۳۴ اَمۡ خُلِقُوۡا

پس چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اس جیسی اگر ہیں وہ سچے (۳۴) کیا بنادیئے گئے وہ

مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ۝۳۵ اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

بغیر کسی چیز کے یا وہی بنانے والے ہیں (۳۵) کیا انہوں نے پیدا کئے آسمان

وَالۡاَرۡضَ ۚ بَلۡ لَّا يُوۡقِنُوۡنَ ۝۳۶ اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ

اور زمین بلکہ نہیں یقین لاتے وہ (۳۶) کیا پاس انکے ہیں خزانے رب آپکے کے

اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ

یا وہی سب کے مختار ہیں (۳۷) کیا پاس انکے کوئی سیڑھی ہے سنتے ہوں جس پر چڑھ کر

فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾

پس چاہئے کہ لے آئے سننے والا ان کا کوئی سند کھلی ہوئی (۳۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر چاہئے کہ کوئی بات اس طرح کی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔(۳۴) کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں بغیر کسی چیز کے یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں (اپنے آپ کو)۔(۳۵) کیا آسمانوں کو اور زمین کو انہوں نے بنایا؟ بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔(۳۶) کیا انکے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی سب کے مختار ہیں۔(۳۷) کیا انکے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ سُن آتے ہیں، پس چاہئے کہ لے آئیں سننے والے ایک دلیل کھلی ہوئی۔(۳۸)

**لفظی تحقیق:** مُصَيْطِرُوْنَ: بااختیار۔"مُصَيْطِر" کی جمع ہے، اسکی اصل سطر ہے اس میں (ی) بڑھا کر رباعی کرلیا ہے اور (س) کو (ط) کے قریب ہونے کہ وجہ سے (ص) سطر کے معنیٰ لکھنا "سَيْطَرَةٌ" کے معنیٰ حکم چلانا "مُسَيْطِرٌ" حکم چلانے والا بااختیار حاکم۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اگر یہ قرآن مجید کو سچ مچ پیغمبر کا خود گھڑا ہوا سمجھتے ہیں تو یہ بھی عربی بولنے والے ہیں کوئی اس جیسی کتاب بنا کر دکھا دیں، کیا ان کا یہ خیال ہے کہ یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ اپنے آپ کو خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے؟ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پھر تو یوں سمجھو کہ یہ ایمان نہ لانے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں، یا یہ بات ہے کہ آپ کے رب کے خزانے ان کے قبضہ میں آگئے ہیں یا انہوں نے اپنی قوت کے بل پر ان سب چیزوں پر قبضہ کرلیا ہے، یہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں

بناتے ہیں تو کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ غیب کی باتیں سُن آتے ہیں، اگر یہ بات ہے تو وہ سیڑھی پر چڑھ کر غیب کی باتیں یا کوئی اور کھلی ہوئی سند پیش کریں کہ یہ سچ مچ غیب کی باتیں ہیں، جو وہ سُن کر آیا ہے ورنہ بے دلیل دعویٰ قبول نہیں ہوتا۔

## غلط خیالات

اَمۡ لَهُ الۡبَنٰتُ وَ لَكُمُ الۡبَنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ

کیا واسطے اسکے بیٹیاں ہیں اور واسطے تمہارے بیٹے ہیں؟ (۳۹) کیا مانگتے ہیں آپ اجرت سو! وہ

مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿۴۰﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۱﴾

تاوان میں دبے جاتے ہیں (۴۰) کیا پاس اسکے غیب کی بات ہے سو! وہ لکھ لیتے ہیں (۴۱)

اَمۡ يُرِيۡدُوۡنَ كَيۡدًا ؕ فَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هُمُ الۡمَكِيۡدُوۡنَ ﴿۴۲﴾

کیا ارادہ رکھتے ہیں داؤ کا پس جو لوگ کافر ہیں وہی داؤ میں آتے ہیں (۴۲)

اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ﴿۴۳﴾

کیا واسطے اسکے کوئی معبود ہے سوا اللہ کے پاک ہے اللہ سے اس جو وہ شرک کرتے ہیں (۴۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** کیا اس کیلئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے؟ (۳۹) کیا آپ ان سے کچھ بدلہ مانگتے ہیں، سو! ان پر تاوان کا بوجھ ہے۔ (۴۰) کیا ان کو غیب کی خبر ہے، سو! وہ لکھ رکھتے ہوں۔ (۴۱) کیا کچھ داؤ کرنا چاہتے ہیں، سو! جو کافر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں۔ (۴۲) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے، وہ اللہ ان چیزوں سے پاک ہے جسے وہ اسکا شریک ٹھہراتے ہیں۔ (۴۳)

**لفظی تحقیق:** مَغۡرَمٍ: تاوان، ڈنڈ۔ وہ چیز یا پیسہ جو زبردستی کسی کو دینا پڑے۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں نے اپنے لئے تو بیٹے پسند کیے اور اللہ تعالیٰ کے نام بیٹیاں لگادیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ٹھیک طور پر سمجھا ہی نہیں، کیونکہ وہ اسے (نعوذ باللہ) اپنے سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں؛ اس لئے اسکے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے، اے پیغمبر! کیا یہ آپکی بات اس لئے نہیں سنتے کہ آپ ان سے سنانے کی اجرت طلب کرتے ہیں جس سے وہ بوجھل ہوئے جارہے ہیں یا یہ غیب کی باتوں سے واقف ہیں اور انہیں انہوں نے لکھ رکھا ہے؛ اس لئے یہ آپ کی بات سننا ضروری نہیں سمجھتے، کیا یہ چاہتے ہیں کہ مکروفریب اور دھوکے بازی سے حق کو دبادیں، سوانہیں یادرکھنا چاہئے کہ ان سب داؤ پیچ کا وبال خود انہی پر پڑنے والا ہے، یہ حق کو کیا دباتے خود ہی دب جانے والے ہیں، کیا ان کا یہ خیال ہے کہ انکے کوئی اور معبود ہیں جو ان کی حمایت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالیں گے، توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہوسکتا ہے، انکے شرک سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا، وہ ویسا ہی بے مثال ہے جیسے ہمیشہ سے ہے۔

## یہ لوگ ماننے والے نہیں

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

اور اگر دیکھ لیں ایک ٹکڑا سے آسمان گرتا ہوا تو کہنے لگیں بادل ہے

مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾

تہہ پر تہہ (۴۴) پس چھوڑ انکو یہاں تک کہ جاملیں دن سے اپنے وہ کہ میں جس بیہوش کیے جائینگے (۴۵)

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

جس دن نہ کام آئیگا سے ان داؤان کا کچھ اور نہ وہ مدد کیے جائینگے (۴۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا تو کہیں گے کہ یہ بادل ہے تہہ بہ تہہ جما ہوا۔ (۴۴) پس! ان کو چھوڑ دیں یہاں تک کہ یہ ملیں اپنے اُس دن سے جس دن وہ کڑک سے بے ہوش ہو جائیں گے۔(۴۵) جس دن نہیں بچائے گی ان کو انکی تدبیر کچھ بھی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔(۴۶)

**لفظی تحقیق:** **مَرْكُوْمٌ:** موٹا، تہہ بہ تہہ۔(رک م) سے اسم مفعول ہے "رَكْمٌ" کے معنٰی ایک دوسرے پر تہہ بہ تہہ جما کر اکٹھا اور موٹا کر دینا۔ **يُصْعَقُوْنَ:** بے ہوش کر کے گرا دیئے جائیں گے۔

# تفسیر

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ: انکی سرکشی اور ڈھٹائی کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کے کہنے کے مطابق وہ سب کچھ کر بھی دیا جائے تو بھی یہ نہ مانیں گے اور نہ ماننے کا کوئی نہ کوئی بہانہ نکال لیں گے، منکر لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ٹالنے کیلئے اپنے خیال میں مشکل سے مشکل شرط لگا دیتے تھے کہ اگر فلاں بات ہو جائے تو ہم جانیں کہ تم سچے ہو، مثلاً: کہتے تھے کہ ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑے۔

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ: اگر ان کی یہ شرط پوری کر دی جائے اور ایک ٹکڑا آسمان کا ان پر گرنے لگے اور یہ آنکھوں سے دیکھ لیں کہ ہاں سر پر آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گر رہا ہے تو بھی یہ نہیں مانیں گے، اس وقت بھی یہ کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ یہ ایک تہہ بہ تہہ بادل ہے، معمول کے مطابق بارش برسا کر چھٹ جائے گا، بھلا! ایسے لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ یہ سیدھا راستہ اختیار کر لیں گے؛ اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ: انہیں انکے حال پر چھوڑ دو، یہ سمجھانے سے نہ مانیں گے انکو جو یہ چاہیں کرنے دو، آخر ایک دن انکے سر پر آنے والا ہے جب یہ زور کی کڑک سے بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، انکی یہ چالیں، انکے داؤ گھات سب رکھے رہ جائیں گے، نہ ہوشیاری سے کام بنے گا اور نہ بھاگتے بن پڑے گی، ان کا نہ کوئی ساتھی ہوگا اور نہ کہیں سے انہیں مدد ملے گی۔

# ان کی اس سے پہلے بھی بُری حالت بنے گی

وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ
اور واسطے انکے جنہوں نے ظلم کیا عذاب ہے پہلے اسکے اور لیکن بہت سے انکے

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ
نہیں جانتے (۴۷) اور صبر کریں واسطے حکم رب اپنے کے پس تحقیق آپ سامنے ہیں آنکھوں ہماری کے اور

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ
تسبیح کریں ساتھ خوبیوں رب اپنے کہ جس وقت کھڑے ہوں آپ (۴۸) اور میں سے رات پس پاکی بیان کریں اسکی

وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲
اور پیچھے ستاروں کے (۴۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** اوران ظالموں کیلئے اس سے ورے ایک عذاب ہے پر ان میں سے بہت سے نہیں جانتے۔(۴۷) اور آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں، آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور پاکی بیان کریں اپنے رب کی خوبیوں کیساتھ جس وقت آپ کھڑے ہوں۔(۴۸) اور کچھ رات میں اسکی پاکی بیان کریں ستاروں کے پیچھے۔(۴۹)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: وہ عذاب تو ان پر قیامت کے دن پڑے گا لیکن اس سے پہلے دنیا ہی میں ان کی بُری حالت بننے والی ہے، یہ اپنی غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اوران میں سے بہت سے نہیں جانتے کہ دنیا میں یہ ان کی شیطانی زیادہ دن نہیں چلے گی۔

اے پیغمبر! آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کا صبر کیساتھ انتظار کرو، ہم آپ کو برابر دیکھ رہے ہیں اور ہم آپ کی حفاظت کریں گے، آپ اپنے رب کی عبادت اور حمد وثناء میں لگے رہو، خاص کر جب آپ مجلس سے اٹھو اور جب رات کو جاگ کر کھڑے ہوں تو کچھ وقت عبادت میں لگاؤ اور صبح کو جب تارے پیٹھ پھیر کر غائب ہوں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

وَ اِنَّ لِلَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا: اور بیشک جن لوگوں نے ظلم کیا اور سب سے بڑا ظلم کفر اور شرک ہے، ان کیلئے اس سے پہلے بھی ایک عذاب ہے، آخرت کا عذاب تو قیامت کے بعد ہوگا لیکن اس سے پہلے اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، یہ عذاب کبھی ایمان والوں کے ہاتھوں شکست کی صورت میں آتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں ہوا اور کبھی قحط سالی کے ذریعے آتا ہے، کبھی دشمن غلبہ حاصل کر کے غلامی میں مبتلا کر دیتا ہے اور کبھی کوئی آسمانی یا زمینی عذاب آتا ہے۔

فَاِنَّکَ بِاَعۡیُنِنَا: آپ کے تمام حالات ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، ہم آپ کی کسی تکلیف سے غافل نہیں ہیں، لہٰذا آپ بے حوصلہ نہ ہوں، اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو مغلوب کر دے گا، ایسے ہی موقع پر صبر کی ضرورت ہوتی ہے، کسی بھی تکلیف سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ صبر کریں، نہ صرف آنے والی تکلیف پر صبر کریں بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کے ہر کام پر صبر کریں۔

آپ اپنے پروردگار کی حمد وثناء بیان کریں اسکی تعریف کیساتھ جبکہ آپ کھڑے ہوتے ہیں، کھڑا ہونے سے مجلس سے کھڑا ہونا بھی مراد ہوسکتا ہے اور نماز کیلئے کھڑا ہونا بھی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ جو مسلمان کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں بھیجتا وہ مجلس اس کیلئے نقصان کا سبب ہوتی ہے، اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہر مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: جو شخص کسی مجلس سے اٹھتے وقت یوں کہے: ”سُبۡحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمۡدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُکَ وَ اَتُوۡبُ اِلَیۡکَ“ تو یہ کلمہ اس مجلس کی تمام کوتاہیوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

رات کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کریں، اس سے تہجد کی نماز بھی مراد لی جاسکتی ہے جو عام طور پر سو کر اٹھنے کے بعد ادا کی جاتی ہے اور ستاروں کے پشت پھیر کر چلے جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، بعض مفسرین اس سے فجر کی نماز مراد لیتے ہیں، کیونکہ اس وقت ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے گویا وہ جارہے ہوتے ہیں، بعض نے اس سے فجر کی دو سنتیں مراد لی ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ حمد وثناء بیان کرنی چاہئے۔

ایاتها - ۶۲ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتها - ۳

سورۃ النجم مکی ہے۔ اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

# محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے اور آخری پیغمبر ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ②

قسم ستاروں کی جب وہ غائب ہونے لگے (۱) نہیں گمراہ ہوا ساتھی تمہارا اور نہ راستہ سے ہٹا (۲)

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④ عَلَّمَهٗ

اور نہیں بولتا سے خواہش نفسانی (۳) نہیں وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے (۴) سکھایا اسے

شَدِيْدُ الْقُوٰى ⑤ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ⑥ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ⑦

سخت قوتوں والے نے (۵) زوردار نے پس سیدھا ہوا (۶) اور وہ ساتھ آسمان کے بلند کنارے کے تھا (۷)

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰٓى

پھر قریب آیا پھر اور بڑھا (۸) پس تھا بقدر دو کمانوں کے یا اور بھی قریب (۹) پس وحی کی

اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ⑩
طرف بندے اپنے کے جو وحی کی (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:** قسم ہے ستاروں کی جب غائب ہونے لگیں۔(۱) تمہارا ساتھی نہ ہی بہکا اور نہ بے راہ ہوا۔(۲) اور وہ اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بولتا۔(۳) یہ تو بھیجا ہوا حکم ہے جو اسکی طرف بھیجا جاتا ہے۔(۴) اس کو سکھلایا ہے سخت قوت والے۔(۵) زوردار نے پھر سیدھا بیٹھا۔(۶) اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔(۷) پھر نزدیک ہوا اور قریب لٹک آیا۔(۸) پھر دو کمان کے برابر فرق رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک۔(۹) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی بھیجی جو بھیجی۔(۱۰)

**لفظی تحقیق:** هَوٰى: گرا، نیچے اترا۔ ماضی کا صیغہ ہے (ھ و ی) سے اسکا مصدر "هُوِیٌّ" ہے، جس کے معنٰی ہیں اونچی جگہ سے نیچے چلے جانا، نگاہ سے غائب ہوجانا۔ غَوٰى: غوایۃ سے "غَوَایَةٌ" کے معنٰی مقصد کی طرف کا سیدھا راستہ چھوڑ دینا۔ مِرَّةٍ: قوت۔ اِسْتَوٰى: ہر عضو اپنی جگہ جمایا۔ مراد یہ ہے کہ اصلی شکل میں ظاہر ہوا۔ تَدَلّٰى: نیچے لٹک آیا۔ ماضی ہے "تدلّی" سے جس کا مادہ (د ل و) سے "دَلْو" ڈول کو کہتے ہیں "تدلّی" ڈول کا پانی کے قریب کنویں میں پہنچنا، مراد یہ ہے کہ وہ قریب آتا گیا۔ قَابَ: (مقدار) (ق و ب) سے "قَابَ قَوْسَيْنِ" دو کمانوں کی مقدار کے برابر۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ستارے قاعدہ کے مطابق نکلتے اور غائب ہوتے ہیں اور کبھی اپنی راہ سے بے قاعدہ نہیں ہٹتے، اسی طرح یہ تمہارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے مقصد بھٹکے پھرتے ہیں اور نہ مقصد کی طرف جانے والی سیدھی راہ سے الگ ہوتے ہیں، یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، جو کچھ یہ کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی وحی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ وحی ان کے پاس ایک فرشتے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے بھیجی جو بڑی قوت

والے مضبوط اور توانا ہیں، وہ ان کے سامنے اپنی اصل شکل میں آسمان کے اونچے کنارے پر ظاہر ہوئے، پھر قریب اور پھر اور قریب پہنچے یہاں تک کہ درمیان میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انکے ذریعے اپنے بندے محمد ﷺ کی طرف جو وحی بھیجنی تھی بھیجی۔

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی: اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو سکھلانے والا یعنی وحی لانے والا زبردست قوتوں کا مالک ہے، وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا وہ بڑے زور والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اس کو پہچانتا ہے کہ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لانے پر مامور ہیں، لہٰذا وہ جو کچھ بھی لاتا ہے وہ شک وشبہ سے پاک اور بالکل برحق بات ہوتی ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام عام طور پر انسانی شکل میں وحی لے کر پیغمبر ﷺ کے پاس آتے تھے مگر آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دو دفعہ ان کی اصل شکل میں بھی دیکھا ہے، پہلی رویت کے متعلق فرمایا پھر وہ سیدھا ہوا اور وہ بلند کنارے پر تھا، یہ پیغمبری کے شروع زمانہ کا ذکر ہے آپ نے دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام کرسی پر بیٹھے ہیں اور آپ کے جسم سے زمین اور آسمان کی ساری فضاء پُر ہے، آپ پر خوف طاری ہوگیا، جسم کپکپا رہا تھا، آپ اسی حالت میں گھر تشریف لے آئے، بہرحال جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھنا پیغمبر ﷺ کی خصوصیت ہے کسی اور پیغمبر نے ان کو اصلی حالت میں نہیں دیکھا اور پیغمبر ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ معراج کے موقع پر اصلی شکل میں دیکھا تھا۔

ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰی وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی: یہ جبرائیل امین کی دوسری صفت قوت وطاقت کی زیادتی بیان کرنے کیلئے ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ وحی لانے والے فرشتے کے کام میں کوئی شیطان دخل انداز ہو سکتا ہے، کیونکہ جبرائیل امین اتنے قوی ہیں کہ شیطان انکے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور "فَاسْتَوٰی" کے معنیٰ ہیں برابر ہوگئے، مراد یہ ہے کہ اوّل جب جبرائیل امین کو دیکھا تو وہ آسمان سے اتر رہے تھے، اُترنے کے بعد بلندی پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اُفق کیساتھ اعلیٰ کی قید میں یہ حکمت ہے کہ اُفق کا وہ حصہ جو زمین کیساتھ ملا ہوا نظر آتا ہے وہ

عموماً نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے؛ اس لئے اُفق بلند پر جبرائیل امین کو دکھایا گیا۔

**فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى:** "قَاب" کمان کی لکڑی جہاں دستہ پکڑنے کا ہوتا ہے اور اس کے مقابل کمان کی ڈور (تانت) ہوتی ہے، ان دونوں کے درمیانی فاصلہ کو "قَاب" کہا جاتا ہے، جس کا اندازہ تقریباً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے، یعنی: دو کمانوں کے قاب فرمانے کی وجہ عرب کی ایک خاص عادت ہے کہ دو آدمی اگر آپس میں معاہدہ صلح اور دوستی کا کرنا چاہیں تو جیسی اسکی ایک علامت ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی معروف ومشہور ہے اسی طرح دوسری دوسری علامت جس سے دوستی کو ظاہر کیا جاتا تھا یہ تھی کہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کر لیتے اور کمان کی ڈور دوسرے کی طرف، اس طرح جب دونوں کمانوں کی ڈوریں آپس میں مل جاتیں تو یہ دوستی کا اعلان سمجھا جاتا تھا، اس قرب کے وقت ان دونوں شخصوں کے درمیان دونوں قوسوں کے قاب کا فاصلہ رہتا تھا، یعنی: تقریباً دو ہاتھ ایک گز۔

## سب کچھ ٹھیک دیکھا

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫
نہیں جھوٹ کہا دل نے اسے جو دیکھا (۱۱) کیا پس جھگڑتے ہو تم اس سے اوپر اسکے جو دیکھا (۱۲)

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا
اور البتہ تحقیق دیکھا اس نے اسکو اترتے ایک اور بار (۱۳) نزدیک بیری کے جو انتہائی حد پر ہے (۱۴) پاس اسکے

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ
جنت ہے رہنے کی (۱۵) جب ڈھانک رہا تھا بیری کو جو ڈھانک رہا تھا (۱۶) نہیں مڑی

الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ⑱
نگاہ اور نہ حد سے بڑھی (۱۷) البتہ تحقیق دیکھا اس نے سے نشانیوں رب اپنے کی بہت بڑی (۱۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جھوٹ نہیں کہا پیغمبر کے دل نے جو کچھ دیکھا اسکے بارے میں۔(۱۱) کیا تم اس سے جھگڑا کرتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔(۱۲) اور اس نے اسے اترتے ہوئے دیکھا ہے ایک بار اور بھی۔(۱۳) سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔(۱۴) اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔(۱۵) جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو چھا رہا تھا۔ (۱۶) اور بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔(۱۷) بیشک اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں۔(۱۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت آنکھوں سے دیکھا اسے ان کے دل نے غلط نہیں بتایا بلکہ کہا کہ آپ کی آنکھ اس وقت بالکل ٹھیک دیکھ رہی تھی اور یہ واقعی جبرائیل فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آتے ہیں، اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا اور پھر انہوں نے قریب ہو کر آپ کو وحی پہنچائی اور پیغمبر کے دل کو پورا اطمینان ہو گیا کہ یہ جو کچھ ہوا اور دیکھا سب سچ تھا، تو پھر اب اسکی بابت فضول بحث کیوں کرتے ہو اور جھگڑے کیوں نکالتے ہو اور مان کیوں نہیں لیتے کہ واقعی ایسا ہوا ہے جیسا پیغمبر نے کہا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک دفعہ اور اصلی شکل میں دیکھا ہے اور وہ معراج کی رات سدرۃ المنتہٰی کے قریب تھا، جو نیچے سے اوپر پہنچنے کی انتہائی حد کے پاس بیری کا ایک درخت ہے اور اسی کے قریب آرام سے رہنے کی جنت ہے، اس وقت اس درخت کو ایسے نور نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا جس کا بیان نہیں کیا جا سکتا، بس! وہ تھا جیسا تھا، اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نہ ترچھی ہوئی، نہ ٹیڑھی اور نہ حد سے آگے بڑھی بس! سیدھی اسی چیز تک پہنچ کر رک گئی جسے دکھانا منظور تھا، اس وقت آپ نے اپنے رب کی قدرت اور اسکے جمال کے وہ نمونے دیکھے جو عظمت اور شان میں سب سے بڑے تھے۔

اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی: جبکہ ڈھانپ لیا سدرہ کو اس چیز نے جس نے اس کو ڈھانپ لیا، جب

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو اس وقت سدرہ پر خاص قسم کا نور تھا اور اس درخت کے پتوں پر سنہری پروانے جگمگا رہے تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کی تعریف بیان نہیں کرسکتا جو اس وقت سدرہ پر تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ساری کیفیت اپنے پیغمبر کو دکھادی اور یہ مشاہدہ ایسا واضح تھا کہ نہ تو نگاہ اِدھر اُدھر ہوئی اور نہ ہی حد سے بڑھی، بلکہ آپ نے نہایت اطمینان کیساتھ یہ پوری کیفیت دیکھی، آپ نے اپنے پرودگار کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کی جڑ چھٹے آسمان پر ہے جبکہ اسکی بلندی ساتویں آسمان سے اوپر نکلی ہوئی ہے، یہ کوئی عجیب قسم کا درخت ہے جسے انسانوں کیساتھ خاص نسبت ہے، اس درخت کے ہر پتے پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے تسبیح کررہے تھے اور سنہری پروانے جگمگا رہے تھے، اس درخت کو سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اسے اوپر اور نیچے کے درمیان ایک حد کی حیثیت حاصل ہے، اس سے آگے کی کیفیت کو کوئی نہیں جانتا، اوپر سے جو حکم آتا ہے وہ یہیں رہ جاتا ہے اور نیچے کسی دوسری کیفیت کیساتھ آتا ہے، اسی طرح نیچے سے جو چیز اوپر کی طرف جاتی ہے وہ بھی اسی درخت پر آکر ختم ہوجاتی ہے۔

## ذرا اِن بتوں کو دیکھنا

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾

کیا پس دیکھا تم نے لات کو اور عزیٰ کو (۱۹) اور منات کو تیسری پچھلی (۲۰)

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

کیا تمہارے لئے نر اور کیلئے اس مادہ (۲۱) یہ اس صورت میں بانٹ ہے ظالمانہ (۲۲)

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ

نہیں یہ مگر نام رکھ لیا ہے ان کا تم نے اور باپ دادا تمہارے نے نہیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ
اتاری اللہ نے اسکی کوئی سند نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی اور

مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ
جو چاہیں دل

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بھلا! تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو۔(۱۹) اور تیسری پچھلی منات کو۔(۲۰) کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کیلئے بیٹیاں۔(۲۱) یہ تو بہت ٹیڑھی تقسیم ہے۔(۲۲) یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری، محض اٹکل پر اور اپنے جی کی خواہش پر چلتے ہیں۔

**لفظی تحقیق: ضِيْزٰى:** ٹیڑھی، راستہ سے ہٹی ہوئی، ظالمانہ۔صفت مؤنث کا صیغہ ہے (ض ی ز) سے "ضیز" کے معنیٰ ہیں ٹیڑھا پن اور کجی۔

## تفسیر

لات، عزیٰ، منات وہ عورتوں کے نام پر بت تھے جن کو عرب پوجا کرتے تھے، لات طائف والوں کی، عزیٰ قریش اور کنانہ وغیرہ کی اور منات مدینہ کے اوس اور خزرج کے بت تھے، ان میں سے لات اور عزیٰ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول تھے اور منات دور والوں کا بت تھا اس لئے تیسرے درجے کا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان اور اسکی بڑی عظمت والی نشانیوں کا بیان کر کے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین و آسمان میں دیکھیں اور انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر یقین کیا، اب ان بتوں کا بیان ہے جنہیں عرب پوجتے تھے، ارشاد ہے کہ: ذرا ان بتوں کو دیکھو! جنہیں یہ لوگ پوجتے اور اللہ تعالیٰ کی (نعوذ باللہ) بیٹیاں کہتے ہیں، یہ بے جان پتھر پوجنے کے قابل ہو سکتے ہیں، تماشہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں، یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے، اوّل تو اسکی اولاد ہونا ناممکن ہے اور پھر وہ بھی معاذ اللہ بیٹیاں، حقیقت یہ ہے کہ یہ محض چند

نام ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں جوانہوں نے اوران کے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کبھی یہ نہیں بتایا، نہ اسکی کوئی سند اس نے قطعاً اتاری، یہ محض انکی خیالی باتیں ہیں اور انکے دل کی بے جا خواہشیں جو اس رنگ میں ظاہر ہو رہی ہیں، ان بیکار باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔

کوئی اس کو چومتا چاٹتا کہتا کہ اپنے زمانے میں لات ایک اچھا آدمی تھا، بعض کہتے ہیں کہ یہ شخص ستو اور گھی وغیرہ بیچا کرتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حاجیوں کو ستو وغیرہ پلایا کرتا تھا جس کی وجہ سے اسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے اس کا نام لات مشہور ہو گیا، پھر جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کا مجسمہ بنالیا اور اسکی پوجا شروع کر دی۔

عزّیٰ عورت کے نام کا بت تھا، اسکے اِرد گرد درخت تھے جن کے نیچے اس دیوی کی پوجا ہوتی تھی، مشرکوں کا عقیدہ تھا کہ اسکی دہلیز میں دو بوتلیں رکھی ہوئی ہیں، ایک خیر کی اور دوسری شر کی، لوگ ان بوتلوں سے اپنا اپنا حصہ وصول کرتے تھے اور اس مقصد کیلئے وہاں نذر و نیاز پیش کرتے تھے، بعض کو خیر و شر دونوں میں سے حصہ ملتا تھا، خیر و شر کا اس طرح کا تصور یونانیوں میں بھی پایا جاتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید فرمائی۔

تیسرے بت منات کے متعلق "مسلم شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ یہ مشلل کے مقام پر سمندر کے قریب رکھا ہوا تھا، اسکے پجاری زیادہ تر مدینہ کے لوگ تھے اور یہاں آکر وہ عجیب وغریب حرکتیں کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں یہ لوگ اساف اور نائلہ بتوں کے نام پر احرام باندھتے تھے اور ان کے نام کے نعرے مارتے ہوئے صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے، پھر جب اسلام غالب ہوا اور حج اور عمرہ کے طواف کیساتھ ساتھ صفا و مروہ کی سعی کا حکم ہوا تو مدینہ والوں نے کچھ حرج محسوس کیا، وہ سمجھتے تھے کہ ہم تو ان بتوں کی وجہ سے صفا و مروہ کا طواف کرتے تھے مگر اب اس کا کیا جواز رہ گیا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری: بیشک صفا اور مروہ تو اللہ تعالیٰ کے شعائر ہیں، لہٰذا حج و عمرہ کرنے والے انکی سعی بھی کریں (سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۸)، بتوں والی خرابیاں تو مشرکوں نے بعد میں پیدا کی تھیں جن کا حقیقت کیساتھ کوئی تعلق نہیں، بہر حال منات کی پوجا عمرو بن لحی کے دور سے شروع

ہوئی جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پانچ سو سال پہلے گزرا تھا۔

## اپنی خواہش چھوڑ دو

وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا
اور البتہ تحقیق آچکی پاس انکے رب انکے سے ہدایت (۲۳) کیا انسان کومل جاتا ہے جو

ع ۵ (۲۵)
تَمَنّٰىؗ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰى۠﴿۲۵﴾ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی
وہ چاہے (۲۴) پس لئے اللہ کے ہے آخرت اور دنیا (۲۵) اور بہت سے فرشتے میں

السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ
آسمانوں نہیں کام دیتی سفارش انکی کچھ مگر بعد اسکے کہ اجازت دے

اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْضٰى﴿۲۶﴾
اللہ جس کیلئے وہ چاہے اور پسند کرے (۲۶)

بامحاورہ ترجمہ:۔ اوران کے پاس انکے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے۔(۲۳) کہیں آدمی کو وہ ملتا ہے جو وہ چاہے۔(۲۴) سو! اللہ تعالیٰ کیلئے ہے سب بھلائی پچھلی اور پہلی۔(۲۵) اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں کہ کچھ کام نہیں آتی انکی سفارش مگر جب اللہ تعالیٰ حکم دے جس کیلئے چاہے اور پسند کرے۔(۲۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان سے اور ان سے پہلے انکے باپ دادا سے جو غلطی ہوئی تو اسکی بنیاد جہالت اور نادانی پر تھی، انہیں کوئی صحیح راستہ بتلانے والا نہیں تھا اور جوان کا جی چاہتا تھا کرتے تھے لیکن اب تو انہیں خواب غفلت سے باہر آنا چاہئے، اب تو ان کے پاس کوئی عذر نہیں کہ ایسی غلط باتوں میں پھنسے رہیں، اب تو ان کے رب نے

ان کے پاس ہدایت بھیج دی اور اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو قرآن مجید دیکر انہیں حکم دیدیا کہ انہیں یہ کتاب پڑھ کر سنادو اور ساتھ ہی اس پر عمل کر کے بھی دکھادو، اب بھی کیا یہی کہے جائیں گے کہ یہی دیویاں ہمارے کام بنائیں گی اور ہماری مدد کریں گی؟ ان سے کہہ دو بات یہ نہیں ہے کہ انسان جو سوچے اسے وہ مل بھی جائے، سنو! یہ ساری باتیں بے بنیاد ہیں، ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو کچھ دنیا میں ملے گا وہ اسی کے فضل اور مہربانی سے ملے گا اور آخرت میں بھی جو کچھ دے گا وہی دے گا اور تم نے جو یہ خیال دل میں جمالیا ہے کہ یہ دیویوں کے بت اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تو فرشتوں کی بھی سفارش نہیں چلتی، تو بت کس گنتی میں ہیں، آسمانوں میں بہت سے فرشتے اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبے والے ہیں لیکن انکی مجال نہیں کہ اسکی بارگاہ میں سفارش کر کے کسی کو کچھ دلوا دیں، وہ اگر سفارش کر سکتے ہیں تو صرف اسی وقت جب اللہ تعالیٰ انہیں اجازت دے کہ ہاں سفارش کرو اور اس وقت بھی وہ صرف اسی کی سفارش کر سکتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور چاہتا ہو کہ اس کیلئے سفارش سنی جائے۔

**اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی**: کیا یہ ضروری ہے کہ انسان کو وہی کچھ مل جائے جس کی وہ تمنا کرے؟ فرمایا: ہرگز نہیں! پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کوئی انسان خواہش کرتا ہے تو اس کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا چیز مانگ رہا ہے اور کیا وہ اس کے حق میں بہتر ہے یا نقصان دہ؟ انسان نہیں جانتا کہ اس کیلئے کونسی خواہش فائدہ مند ہے، اگر غلط خواہش کرے گا تو ممکن ہے کہ اس کیلئے وہی لکھی جائے اور پھر وہ نقصان میں پڑ جائے، اس لئے انسان کو ہمیشہ اچھی چیز کی خواہش کرنی چاہئے۔

**فَلِلّٰہِ الۡاٰخِرَةُ وَ الۡاُوۡلٰی**: آخرت کا اور اس دنیا کا سارا اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، اس نے یہ اختیار مخلوق میں کسی کو نہیں دیا، لہٰذا انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی حاجت اور مشکل کشائی کیلئے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کریں۔

# فرشتوں کو غلط سمجھا

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ
بیشک جو لوگ نہیں ایمان لاتے پر آخرت البتہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے نام رکھنا

الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ
عورت کا سا (۲۷) اور نہیں انہیں اسکا کوئی علم نہیں پیروی کرتے وہ مگر گمان کی

وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ
اور بیشک گمان نہیں کام دیتا سے حق بات کچھ (۲۸) پس منہ موڑیں سے

مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾ؕ
جو پھر جائے سے یاد ہماری اور نہ چاہے مگر زندگی دنیا کی (۲۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں جیسے رکھتے ہیں۔ (۲۷) اوران کو اسکی کچھ خبر نہیں محض گمان پر چلتے ہیں اور گمان حق بات میں کچھ کام نہیں آتے۔ (۲۸) سو! آپ ان سے منہ موڑ لیں جو ہماری یاد سے منہ موڑے، وہ لوگ اور اور کچھ نہیں چاہتے سوا دنیا کی زندگی کے۔ (۲۹)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ جو آخرت کو نہیں مانتے انہیں اسکی فکر تو ہوتی نہیں کہ مرنے کے بعد ہماری ہر بات کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور منہ سے اگر ایسی بات نکل گئی تو اسکی پکڑ ہوگی اور سب سے زیادہ پکڑ اس بات کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں اچھی طرح کیوں نہ پہچانا، اس کیساتھ گستاخی سے کیوں پیش آئے، اگر ان کو اپنی عقل سے کچھ نہیں سوجھتا تو پیغمبر کے سمجھانے سے تو سمجھنا چاہیئے اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر تو انکی آنکھیں کھل جانی

جاہئیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور انکے ویسے ہی نام رکھتے ہیں جیسے عورتوں کے رکھے جاتے ہیں، انہیں ذرا خبر نہیں یہ وہ کیا کر رہے ہیں، جو منہ میں آیا بک دیا، بھلا! صحیح بات گمانوں سے کہاں حاصل ہوتی ہے، اصلی بات تو جاننے والا ہی بتا سکتا ہے، ارشاد ہے کہ: اے ہمارے پیغمبر! جب یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے اور اپنی ہی بے تکی ہانکے جاتے ہیں اور ہماری باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے، ان کے نزدیک جو کچھ ہے دنیا ہی ہے، جو کچھ کرتے ہیں یہیں کے آرام حاصل کرنے کیلیے کرتے ہیں اب انکی باتوں کی پرواہ مت کریں آپ کو جو کہنا تھا کہہ چکے، بس! اب یہ جانیں اور ان کا کام۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ: بیشک وہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھتے ہیں، مطلب یہ کہ منکرین قیامت کے بارے الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، مثلاً: یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور انکی مائیں جنیاں ہیں، گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ ثابت کیا ہے، فرمایا: یہ ایسی فضول باتیں کرتے ہیں حالانکہ ان کو اس بات کا کچھ علم نہیں ہے، ایسے لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں، یہ تو محض گمان کا اتباع کر رہے ہیں اور گمان کا خاصہ یہ ہے کہ یہ حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا، پیغمبر ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ: لوگو! اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ کیونکہ بدگمانی جھوٹی بات ہوتی ہے۔

# اُن کی پہنچ یہیں تک ہے

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

یہیں تک ہے پہنچ انکے علم کی بیشک رب آپکا وہی خوب جانتا ہے اسے جو بہکا

عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی

سے راستے اسکے اور وہی خوب جانتا ہے اسکو جس نے راہ پائی (۳۰) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ میں ہے

السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا

آسمانوں اور جو میں ہے زمین تاکہ بدلہ دے انہیں جنہوں نے برے کام کئے اسکا جو

عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ﴿۳۱﴾
انہوں نے کیا اور بدلہ دے انہیں جنہوں نے اچھے کام کئے اچھابدلہ (۳۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** بس! یہی تک ان کے علم کی پہنچ ہے، تحقیق آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے اسے جو اسکی راہ سے بہکا اور وہی خوب جانتا ہے اسے جو راہ پر آیا۔ (۳۰) اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، تا کہ وہ بُرائی والوں کو انکے کئے کا بدلہ دے اور بھلائی والوں کو انکی بھلائی کا اچھا بدلہ دے۔ (۳۱)

**لفظی تحقیق:** **مَبْلَغُ:** پہنچنے کی جگہ، انتہاء۔ اسم ظرف اور مصدر میمی ہے (ب ل غ) سے "بلوغ" کے معنی پہنچنا "مَبْلَغُ" کے معنی پہنچ یا پہنچنے کی حد۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان لوگوں نے اپنی زندگی کا مقصد فقط دنیا ہی کی زندگی کو ٹھہرالیا ہے، ان کی عقل اس سے اوپر نہیں جاتی، ان کے نزدیک جو کچھ ہے یہی دنیا ہے، بس رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں کہ ہمیں یہاں کی زندگی کی سہولتیں ملیں، اللہ تعالیٰ کو جو آپ کا رب ہے خوب معلوم ہے کہ کون گمراہ ہے اور کون راہ پر ہے، انہوں نے دنیا کو سمجھا ہی نہیں، ہر چیز آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، انسان کو یہاں اس لئے رکھا ہے کہ دیکھیں کون بُرے کام کرتا ہے اور کون نیک اور اچھے کام اختیار کرتا ہے۔

ہر انسان کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد اسکے عملوں کی جانچ پڑتال ہوگی، جن لوگوں نے بُرے کام کئے ہوں گے ان کو سزا ملے گی اور جنہوں نے اچھے کام کئے ہوں گے انہیں اسکا بہت اچھا بدلہ ملے گا۔

## اچھے لوگ

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ
وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے مگر تھوڑا سا قصور

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ

بیشک رب آپکا کشادہ بخشش والا ہے وہ خوب جانتا ہے تمہیں جب پیدا کیا تمہیں

مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا

سے زمین اور جب تھے تم چھپے ہوئے میں پیٹوں ماؤں اپنی کے پس مت

تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾ ع ۲

صاف ستھرا کہو اپنے آپ کو وہی خوب جانتا ہے اسے جس نے پرہیزگاری کی (۳۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہ لوگ جو کہ بچتے ہیں بُرے کاموں اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی، بیشک آپ کے رب کی بخشش بہت بڑی ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب تمہیں زمین سے بنا نکالا اور جب تم ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، سو اپنی خوبیاں مت بیان کرو، وہ خوب جانتا ہے جو تم میں سے کفر و شرک سے بچ نکلا۔ (۳۲)

**لفظی تحقیق:** اَللَّمَمَ: بھڑ جانا، چھو جانا۔ اسکا مادہ (ل م م) ہے "اَلَمَّ" کے معنٰی قریب پہنچ گیا "لَمَمٌ" اسی سے حاصل مصدر ہے، مراد یہ ہے کہ گناہ کے قریب پہنچنا۔ اَجِنَّةٌ: بچے جو ماں کے پیٹ میں ہوں۔ "جنین" کی جمع ہے جس کا مادہ (ج ن ن) ہے "جَنٌّ" کے معنٰی چھپ جانا "جنین" بچے کو کہتے ہیں جب تک وہ ماں کے پیٹ میں ہو۔

# تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: ان لوگوں کو جنہوں نے اچھے کام کئے اچھا بدلہ ملے گا، یہاں اسکا بیان ہے کہ اچھے کام کرنے والوں سے کون مراد ہیں؟ ارشاد ہے کہ: اچھے کام کرنے والے وہ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں سے بچتے ہیں، بڑے بڑے گناہوں مثلاً قتل، لوٹ مار، بدکاری، چوری وغیرہ یا وہ

چیز جس سے گناہوں کی طرف رغبت ہو، شراب خوری، ناچ گانا وغیرہ، جو لوگ ان گناہوں سے دور بھاگتے ہیں اور کبھی جان بوجھ کر ان میں نہیں پڑتے وہ نیک لوگ ہیں، ان سے اگر چھوٹے موٹے قصور ہو جائیں تو وہ معاف کر دیئے جائیں گے، ان سے بچے بغیر آدمی نیک نہیں ہوسکتا خواہ وہ زبان سے کہتا پھرے کہ میں اچھا ہوں۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اچھا کون ہے اور بُرا کون ہے، اپنی بابت ڈینگیں مت مارو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا وہی ہے جو گناہوں سے بچے۔

کبیرہ گناہوں کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کیساتھ ہے، اگر انسان سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرمادیتا ہے البتہ حقوق العباد سے متعلقہ گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک خود حق والا معاف نہ کرے، یاد رہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی سزا سنائی ہے یا جس گناہ پر کوئی حد جاری ہوتی ہے جیسے ڈاکہ، قتل وغیرہ یا ایسا گناہ جس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے یا جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ناراضگی اور غضب کا اظہار فرمایا ہے وہ بھی کبیرہ گناہ میں شمار ہوتا ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى: وہ خوب جانتا ہے اس شخص کو جو تقویٰ والا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی اچھے کام کی توفیق دی یا کسی میں کوئی خوبی رکھ دی ہے تو اس پر اترانا نہیں چاہئے، اپنے آپ کو پاکباز نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے کوئی اچھا کام کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

## غلط خیال والوں کو تنبیہ (الف)

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ

کیا پس دیکھا آپ نے اسے جس نے منہ پھیرا (۳۳) اور دیا کچھ تھوڑا سا اور رُک گیا (۳۴) کیا پاس اسکے

عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ

علم ہے غیب کا پس وہ دیکھ رہا ہے (۳۵) کیا نہیں خبر دیا گیا ساتھ اسکے جو ہے میں صحیفوں

مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
موسیٰ کے (۳۶) اور ابراہیم جس نے پورا کر دیا قول (۳۷) کہ نہ اٹھائیگا کوئی اٹھانے والا

اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ
بوجھ دوسرے کا (۳۸) اور یہ کہ نہیں واسطے انسان کے مگر جو کوشش کرے وہ (۳۹) اور یہ کہ

سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾
کوشش اسکی عنقریب دیکھی جائیگی (۴۰) پھر بدلہ دیا جائیگا اسکو بدلہ پورا (۴۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بھلا! آپ نے دیکھا اسے جس نے منہ پھیر لیا۔(۳۳) اور دیا تھوڑا سا اور سخت نکلا (روک دیا)۔(۳۴) کیا اسکے پاس غیب کا علم ہے، سو! وہ دیکھتا ہے۔(۳۵) کیا اسے اسکی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔(۳۶) اور ابراہیم کے صحیفوں ہیں جو قول میں پورا اترا۔(۳۷) کہ کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔(۳۸) اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے کمایا۔(۳۹) اور بیشک اسکی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔(۴۰)

**لفظی تحقیق:** اَکْدٰی: رک گیا۔ ماضی کا صیغہ ہے "اکدٰی" سے جو (ک دی) سے بنا ہے "کدٰی" کے معنیٰ ہاتھ روک لینا، بخل کرنا۔

# تفسیر

دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اسلام کی باتوں پر تھوڑا بہت یقین کیا اسکے بعد دل سخت کر لیا یا تھوڑا سا دیدیا اور پھر پتھر دل بن گئے اور ہاتھ کھینچ لیا، ایسا ہی ایک شخص ولید بن مغیرہ تھا کہ اسلام لانا چاہتا تھا لیکن نہ لایا، کسی نے اس سے کہا کہ کیوں اپنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑتا ہے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں، دوسرے نے جواب دیا کہ مجھے اتنی رقم لادے تیرے بدلے میں عذاب بھگت لوں گا، اس نے کچھ تو دیدیا

لیکن بعد میں پتھر بن کر بیٹھ گیا، ایسے لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ کیا یہ غیب کی بات جانتا ہے جو اس نے یقین کرلیا کہ میرے بدلے دوسرا عذاب بھگت لے گا، اس سے کہہ دو کہ کیا تو نے باتیں نہیں سنیں جو موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھیں، ابراہیم علیہ السلام تو قول کے پکے تھے اور جو کہتے تھے اسے پورا کرکے چھوڑتے تھے، وہاں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے اور اب پھر اسے قرآن مجید میں بھی دہرایا جاتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جو کرے گا سو بھرے گا، ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے اسے قیامت میں اس کا بدلہ ملے گا جو دنیا میں کر جائے گا، اسکی دوڑ دھوپ اور کوششیں ساری قیامت کے دن جانچی جائیں گی اور اسے ان کا پورا پورا بدلہ ملے گا؛ اس لئے ہر شخص کو اسلام کا فرمانبردار ہونا چاہئے اور جو نیک کام اسلام نے بتائے ہیں انہی کے کرنے کہ کوشش کرنی چاہئے۔

**وَ اَعْطٰى قَلِيْلًا وَّ اَكْدٰى**: اور بہت تھوڑا دیا اور بڑا سخت نکلا، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ شخص تھوڑا سا ایمان کی طرف مائل ہوا مگر اس کا دل پھر سخت ہو گیا۔

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ: اس شخص سے مراد ولید ابن مغیرہ اور اسی قسم کے دوسرے مشرک ہیں، ولید ابن مغیرہ کے متعلق آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنتا تھا تو بعض اوقات اسکے دل میں اسلام کی طرف جھکاؤ پیدا ہو جاتا تھا، کفر اور شرک کی سزا سن کر کبھی کبھی وہ ڈر جاتا تھا لیکن دوسرے مشرکوں کے کہنے سے دین کی طرف سے منہ موڑ لیتا تھا، کدیہ اس چٹان کو کہتے ہیں جو کنواں وغیرہ کھودتے وقت درمیان میں آجاتی ہے اور جو اتنی سخت ہوتی ہے کہ اسکا توڑنا مشکل ہوتا ہے تو یہاں پر "اَكْدٰى" کا معنیٰ یہی کیا گیا ہے، وہ سخت نکلا، یعنی: ایمان لانے پر بڑا سخت ثابت ہوا۔

**اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى**: کیا اس کو نہیں پہنچی وہ خبر جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم کے صحیفوں میں بھی ہے جنہوں نے اپنے قول کو پورا کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے "تورات" جیسی عظیم کتاب عطاء فرمائی، ہو سکتا ہے کہ "تورات" کے علاوہ آپ کو بعض صحیفے

بھی ملے ہوں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الاعلیٰ" میں بھی کیا ہے، یہ بات پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے، یعنی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ "تورات" کے مختلف ابواب کو ہی صحیفے کہا گیا ہو، جیسے قرآن مجید کی ہر سورت ایک مکمل صحیفہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے قول واقرار کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ اپنے ہر عہد و پیمان کو پورا کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی پورے اترے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی: کیا آپ کو وہ بات پہنچی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے؟ اور وہ یہ بات ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اٹھانا پڑے گا، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: جب کوئی شخص اسلام کی طرف رغبت کرتا اور وہ ایمان لانے کے قریب ہوتا تو بڑے بڑے کافر اور مشرک اس کو روکنے کی کوشش کرتے اور کہتے کہ تم اپنے دین پر قائم رہو اور ایمان والوں کے بقول اگر تم پر کوئی گناہ لازم آیا تو اس کا بوجھ ہم اٹھالیں گے، بعض اوقات وہ اس کیلئے کچھ مال بھی وصول کر لیتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس غلط عقیدے کا رد فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا حتیٰ کہ قریبی رشتہ دار، باپ، بیٹا، ماں یا بیوی بھی ایک دوسرے کے کام نہ آسکیں گے۔

"اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" اور "وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى: پہلی آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا اپنے سوا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، بوجھ سے مراد گناہ کا بوجھ اور اسکا عذاب ہے، مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کا عذاب دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا، نہ کسی کو اختیار ہوگا کہ وہ دوسرے کا عذاب اپنے سر لے لے، قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں اسکا بیان اس طرح آیا ہے، اگر کوئی گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا شخص لوگوں سے درخواست کرے گا کہ میرا کچھ بوجھ تم اٹھالو تو کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ اسکے بوجھ کا کچھ حصہ اٹھا سکے۔

اس آیت میں اس شخص کے خیال کی بھی تردید ہوگئی جس کا ذکر شانِ نزول میں آیا ہے کہ وہ مسلمان ہوگیا

تھا یا ہونے والا تھا اسکے ساتھی نے اسے ملامت کی اور اس کی ضمانت لی کہ قیامت میں تجھ پر کوئی عذاب ہوا تو وہ اپنے سر لے کر تجھے بچالوں گا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسے معاملے کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی امکان نہیں کہ کسی کے گناہ میں کسی دوسرے کو پکڑ لیا جائے۔

دوسرا حکم ہے کہ جس طرح کوئی دوسرے کا عذاب اپنے سر نہیں لے سکتا اسی طرح کسی کو یہ بھی حق نہیں کہ کسی دوسرے کے عمل کے بدلے خود عمل کر لے اور وہ اس عمل سے بری ہو جائے، مثلاً: ایک شخص دوسرے کی طرف سے فرض نماز ادا کر دے یا دوسرے کی طرف سے فرض روزہ رکھ لے اور وہ دوسرا اپنے فرض نماز روزے سے بری ہو جائے یا یہ کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایمان قبول کر لے اور اسے اس کو مؤمن قرار دیا جائے۔

یہ دونوں حکم اگرچہ دوسرے پیغمبروں کی شریعتوں میں بھی تھے مگر حضرت موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کی خصوصیت شاید اس بناء پر کی گئی کہ ان کے زمانہ میں یہ جاہلانہ رسم جاری ہو گئی تھی کہ باپ کے بدلے میں بیٹے کو اور بیٹے کے بدلے میں باپ کو یا بھائی بہن وغیرہ کو قتل کر دیا جاتا تھا، ان دونوں بزرگوں کی شریعتوں نے اس جاہلیت کی رسم کو مٹایا تھا۔

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی: یعنی: صرف ہر شخص کی ظاہری سعی کافی نہیں، اللہ تعالیٰ کے دربار میں سعی کی اصل حقیقت بھی دیکھی جائے گی کہ وہ اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے یا دنیا کی غرض اس میں شامل ہے۔

## غلط خیال والوں کو تنبیہ! (ب)

وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰی ﴿۴۳﴾

اور یہ کہ طرف رب آپکے کی پہنچنا ہے (۴۲) اور یہ کہ اسی نے ہنسایا اور رلایا (۴۳)

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ

اور یہ کہ وہ اسی نے موت دی اور زندہ کیا (۴۴) اور یہ کہ اسی نے پیدا کیا جوڑا نر

وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ

اور مادہ (۴۵) سے ایک قطرہ جب وہ ڈالا جائے (۴۶) اور یہ کہ پر اس پیدائش

الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿۴۸﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ

دوسری (۴۷) اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور خزانہ دیا (۴۸) اور یہ کہ وہی ہے پروردگار

الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾

شعریٰ کا (۴۹) اور یہ کہ وہ تباہ کیا اس نے عاد پہلے کو (۵۰)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور یہ کہ آپ کے رب کی طرف سب کو پہنچنا ہے۔(۴۲) اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔(۴۳) اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔(۴۴) اور یہ کہ اسی نے جوڑا بنایا نر اور مادہ کا۔ (۴۵) ایک قطرے سے جب ٹپکایا جائے۔(۴۶) اور یہ کہ اسی پر دوسری دفعہ اٹھانا۔(۴۷) اور یہ کہ اسی نے دولت دی اور خزانہ دیا۔(۴۸) اور یہ کہ وہی ہے رب شعریٰ کا۔(۴۹) اور یہ کہ اسی نے ہلاک کیا پہلے عاد کو۔(۵۰)

**لفظی تحقیق:** تُمْنٰى: بہائی جائے۔ مضارع مجہول مؤنث ہے "اِمْنَاءٌ" سے جس کا مادہ (م ن ی) ہے "مَنْیٌ" کے معنیٰ بہانا، اتارنا، "اِمْنَاءٌ" کے معنیٰ بھی یہی ہیں۔ اَقْنٰى: خزانہ دیا۔ جس کا مادہ (ق ن ی) ہے "قَنْیٌ" کے معنیٰ کمانا "اِقْنَاءٌ" کمائی کی طاقت دینا، مالدار کرنا "قُنْيَةٌ" کمایا ہوا مال ذخیرہ کرنا۔ الشِّعْرٰى: ایک بڑے ستارے کا نام ہے جسے عرب پوجتے تھے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: سب کو آخر اللہ تعالیٰ ہی کے پاس پہنچنا ہے، وہی ہر ایک کو اسکے کیے کا پھل دے گا، وہی ہنساتا اور وہی رلاتا ہے، وہی مارتا اور وہی زندہ کرتا ہے، اسی نے ایک قطرہ سے جب وہ ماں کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا اور وہی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، اسی نے اپنے رحم وکرم سے تمہیں مال و

دولت دی اور کمائی کی قوت عطاء کی اور یہ ستارہ شعریٰ جس کو بعض عرب نے پوجنا شروع کر دیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ اسی کے اثر سے انہیں ملتا ہے اور جو کچھ ملتا ہے اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، اسی نے ہود کی قوم عاد کو اسکی نافرمانی اور کفر کی سزا میں تباہ و برباد کیا، اسی طرح جو اسکی نافرمانی کرے گا آخر کار تباہ برباد ہوگا۔

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى: ہر ایک کی انتہاء آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہے، اس دنیا کی زندگی کو پورا کرنے کے بعد ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر حساب کتاب کی منزل طے کرنی ہے اور پھر اسکے مطابق ہر اچھے یا برے عمل کا بدلہ پانا ہے بیشک آخری فیصلہ وہیں ہوگا۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى: اور خدا تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے جسکو چاہا امیر بنادیا اور جسکو چاہا محتاج بنادیا، مطلب یہ ہے کہ جب پیدا کرنے والا وہی ہے تو روزی دینے والا بھی وہی ہے، وہ جس کو چاہتا ہے زیادہ دیکر دولت مند بنادیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیکر محتاج بنادیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو برابر نہیں بنایا، نہ تو شکل وصورت ایک جیسی ہے اور نہ دماغی اور جسمانی قوتیں ایک جیسی ہیں۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى: اور بیشک شعریٰ ستارے کا بھی رب وہی ہے، شعریٰ بہت بڑا روشن ستارہ ہے، اس کا ایک نام جوزا بھی ہے، اس کو شعریٰ عبورا اور شعریٰ غمیصہ بھی کہتے ہیں، ان دو اقسام میں سے عبور زیادہ روشن اور غمیصا نسبتاً کم روشن ہے، اس ستارے کو شعریٰ یمانیہ اور شعریٰ ثانیہ کے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے، یہ زیادہ تر موسم بہار میں یمن کے علاقے میں دکھائی دیتا ہے، رومی، یونانی، عرب اور دوسری قومیں اس ستارے کی پجاری تھیں، اللہ تعالیٰ نے اسی بات کی تردید کیلئے یہاں فرمایا کہ جس ستارے کو تم معبود کا درجہ دے رہے ہو اس کا پیدا کرنے والا بھی میں ہی ہوں، یہ ستارہ نہ کسی کا حاجت روا اور نہ مشکل کشاء ہے، اس میں معبود ہونے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

# غلط خیال والوں کو تنبیہ!(ج)

وَ ثَمُوْدَاْ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا
اور تباہ کیا ثمود کو پس نہ باقی چھوڑا (۵۱) اور قوم نوح کی سے پہلے ان تحقیق وہ تھے

هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا
وہ زیادہ ظالم اور سرکش (۵۲) اور موتفکہ کو دے پٹخا (۵۳) پس اوپر سے گرا اس پر جو

غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾
گرا (۵۴) پس ساتھ کونسی نعمتوں کے رب اپنے کی شک میں پڑیگا تو (۵۵)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور ہلاک کیا ثمود کو پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا۔(۵۱) اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو ہلاک کیا، وہ تو اور بھی ظالم اور سرکش تھے۔(۵۲) اور الٹی ہوئی بستی کو پٹخ دیا۔(۵۳) پھر آپڑا اس پر جو آپڑ۔(۵۴) اب تو اپنے رب کی کیا کیا نعمتیں جھٹلائے گا۔(۵۵)

**لفظی تحقیق:** ثَمُوْدَ: عاد کی پچھلی قوم۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ اَلْمُؤْتَفِكَةَ: اوندھی گرنے والی بستیوں کا اکٹھا کرنا جن میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بستی تھی۔ اٰلَآءُ: نعمتیں۔ "اِلًّی" کی جمع ہے، جس کا مادہ (ال ی) ہے، "اِلٰی" اور "اُلٰی" نعمت اور مہربانی سے کچھ دینے کو کہتے ہیں۔ تَتَمَارٰی: شک کرے گا تو۔ مضارع ہے "تَمَارِی" سے جو اصل میں "تَمَارُی" تھا تعلیل کے بعد "تَمَارِی" ہو گیا، اس کا مادہ (م ر ی) ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ثمود نے جو عادِ اخریٰ کہلاتا ہے کیونکہ پہلے عاد کے بعد اُبھرا اور اسی کی طرح سرکشی شروع کردی، جب وہی رویہ اختیار کیا تو صالح کو ہم نے اپنا پیغمبر مقرر کر کے انکو سمجھانے کیلئے بھیجا لیکن جب ان کے

سمجھانے کو وہ خاطر میں نہ لائے تو ہم نے ان کو انکی سرکشی کی سزا میں تباہ کردیا اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا اسی طرح ان سے پہلے نوح کی قوم کو ہم نے ان کے بُرے کاموں کی سزا دی اور ان کو تباہ کردیا، یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم انکو ہمیشہ دکھ اور تکلیف پہنچاتی رہی، یہی لوگ تھے جنہوں نے آپس میں آدمیوں کے درجوں میں فرق کیا، مالدار سردار بن کر بیٹھ گئے اور محنتیوں اور مزدوروں کو ذلیل قرار دیدیا، یہ ان کا سب سے پہلا جرم تھا، وہ سب سے ڈھیٹ اور ضدی بھی تھے۔

آگے ارشاد ہے کہ: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بدمعاشی اور بدکاری پر کمر باندھی تو ہم نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے اور ان کا نام ونشان تک نہ رہا، ارشاد ہے کہ: دنیا کو شرک سے پاک کرنا ہماری بڑی نعمت ہے کیونکہ اسکے بغیر دنیا کا قائم رہنا ناممکن ہے، اسی میں اچھے کام کر کے دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتے ہیں، اگر لوط کی قوم کو تباہ نہ کیا جاتا تو آج تم نہ ہوتے، پھر اللہ تعالیٰ کا شکر اور فرمانبرداری کیوں نہیں کرتے۔

## اب بھی سمجھ لو

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا

یہ ہے ایک ڈرانے والا سے ڈرانے والوں پہلوں (۵۶) قریب آگئی آنے والی گھڑی (۵۷) نہیں لئے اسکے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾

سوائے اللہ کے کوئی کھولنے والا (۵۸) کیا پس اس بات سے تم تعجب کرتے ہو (۵۹)

وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا

اور ہنستے ہو اور نہیں روتے (۶۰) اور تم کھیل کرتے ہو (۶۱) پس سجدہ کرو

لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾ السجدة

لئے اللہ کے اور عبادت کرو (۶۲)

ع ۳ النجم ۷ السجدة ۱۲

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ پہلے ڈرسنانے والوں میں سے ایک ڈرسنانے والا ہے۔(۵۶) آپہنچی آنے والی۔(۵۷) اللہ تعالیٰ کے سوا اسکو کوئی ہٹانے والا نہیں۔(۵۸) کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے۔(۵۹) اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں۔(۶۰) اور تم کھیل کرتے ہو۔(۶۱) سو! اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ کرو اور اسکی بندگی کرو۔(۶۲)

**لفظی تحقیق:** اَزِفَتْ: قریب آلگی۔ ماضی کا صیغہ ہے"اَزَفٌ" کے معنیٰ قریب آجانا ہیں، اسی سے "اٰزِفَةٌ" ہے جو قیامت کا نام ہے۔ کَاشِفَةٌ: کھولنے والا۔ یہ "عَافِیَةٌ" کی طرح مصدر ہے اور یہاں مصدر بمعنیٰ فاعل ہے، یعنی: کھولنے والا۔ سٰمِدُوْنَ: کھلاڑیاں کرنے والے۔ یہ "سامد" کی جمع ہے جو (س م د) سے اسم فاعل ہے، اسکا مصدر "سُمُوْدٌ" ہے جسکے معنیٰ ہیں غرور کرنا، بے پروائی سے گانے لگنا، منکر جب قرآن مجید کی یہ باتیں سنتے تو ہنستے اور مذاق اڑانے لگتے تھے۔

## تفسیر

ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری پیغمبر ہیں اور انسانوں کو برے کاموں کے نتیجوں سے ڈرانے آئے ہیں اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے، جس میں سب کتابوں کی ساری کام کی باتیں جمع کردی ہیں، کیا اسکی باتیں سُن کر تم تعجب کرتے ہو اور انہیں سُن کر ہنستے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رونے کا مقام ہے، یاد رکھو! قیامت آنے ہی والی ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسکی اصلی حالت یا اسکے آنے کا صحیح وقت کوئی اور بتا سکتا ہے، یہ منافقت جو تم نے اختیار کررکھی ہے چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ اور صرف اسی کی بندگی اختیار کرو۔

**اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ:** کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ قیامت اچانک آجائے گی؟ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا چونکہ تمہیں اسکا یقین نہیں ہے، لہٰذا تم ہنستے ہو اور روتے نہیں، اگر تمہیں اسکی ہولنا کیوں کی خبر ہوتو

تم یقیناً رونے لگو کہ پتہ نہیں کیا معاملہ پیش آئے گا، مگر تم تو کھیل رہے ہو، دنیا کی زندگی اور اسکے عیش و آرام میں لگے ہوئے ہو اور قیامت کا احساس تک نہیں ہے، حقیقت میں تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔

"صحیح بخاری" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "سورۂ نجم" کی اس آیت پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آپ کیساتھ سب مسلمانوں اور مشرکوں نے اور تمام جنوں اور انسانوں نے سجدہ کیا اور "بخاری و مسلم" ہی کی دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے "سورۂ نجم" کی تلاوت فرمائی اور اس میں سجدہ تلاوت ادا کیا اور آپ کیساتھ ساری مجلس نے بھی سجدہ کیا، ایک قریشی بوڑھے کے علاوہ جس نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر پیشانی سے لگائی اور کہا کہ مجھے یہی کافی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: پھر میں نے اس شخص کو کفر کی حالت میں مرا ہوا دیکھا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مسلمانوں کو تو سجدہ کرنا ہی تھا جو مشرک اس وقت حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی کچھ ایسی حالت غالب کر دی کہ سب سجدہ کرنے پر مجبور ہو گئے، گو اُس وقت ان کا سجدہ کفر کے سبب کچھ ثواب نہ رکھتا تھا مگر وہ بھی اپنا ایک اثر یہ چھوڑ گیا کہ بعد میں ان سب کو اسلام و ایمان کی توفیق ہو گئی، صرف ایک آدمی کفر پر مرا جس نے سجدہ نہیں کیا تھا۔

آیاتھا – ۵۵ سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتھا – ۳

سورۃ القمر مکی ہے۔ اس میں پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں

# منکروں کا ڈھیٹ پن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

| | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| اِقْتَرَبَتِ | السَّاعَةُ | وَ | انْشَقَّ | الْقَمَرُ | ① | وَ | اِنْ | يَّرَوْا | اٰيَةً |
| قریب آ گئی | قیامت | اور | پھٹ گیا | چاند | (۱) | اور | اگر | دیکھیں وہ | نشانی |

يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْٓا

منہ موڑلیں اور کہیں جادو ہے گزرنے والا (۲) اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی

اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ

خواہشوں اپنی کی اور ہر کام ٹھہرا ہوا ہے (۳) اور البتہ تحقیق آچکی ہیں ان تک میں سے

الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥

خبروں یہی کہ میں اس ڈانٹ ہے (۴) دانائی پوری پس نہ فائدہ دیا ڈرانے والوں نے (۵)

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

پس منہ موڑلیں سے ان

وقف لازم

**بامحاورہ ترجمہ:۔** قیامت پاس آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔(۱) اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھیں تو منہ موڑلیں اور کہیں جادو ہے پہلے سے چلا آتا ہے۔(۲) اور جھٹلایا اور اپنی خواہشوں پر چلے، اور ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔(۳) اور ان کے پاس خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں ڈانٹ ہے۔(۴) پوری عقل کی بات ہے پھر ڈر سنانے والوں کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔(۵) سو! آپ ان کی طرف سے منہ موڑلیں۔

## تفسیر

یہ سورۃ مکہ میں اتری، اسکی پچپن آیتیں اور تین رکوع ہیں، دنیا کا نظام باقاعدہ چلتے دیکھ کر انسان کو یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے، جس نے خوب سمجھ کر اس پر غور کر کے ہر پُرزہ اپنی اپنی جگہ پر بٹھا دیا ہے اور وہ ایک مقرر طریقہ سے چل رہا ہے، دن رات کا برابر ایک دوسرے کے پیچھے آنا جانا، سورج اور چاند کا اپنے وقت پر نکلنا اور غائب ہونا، وقت پر خوشگوار ہواؤں کا چلنا اور قاعدہ کے مطابق زمین کا خشک ہو جانے کے بعد ہرا بھرا ہو جانا، ان سب باتوں کی طرف توجہ دلا کر انسان سے کہا گیا ہے کہ انکے اور اپنے بنانے والے رب کو

پہچانے، پھر اس نظام کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے، زلزلے آتے ہیں، طوفان آتے ہیں، وبائیں آتی ہیں، یہ سب اس بات کی نشانیاں ہیں کہ یہ سب کچھ ایک وقت میں ختم ہو جائے گا، پیغمبروں کے معجزے بھی بتاتے ہیں کہ دنیا کو چلتا دیکھ کر مغرور نہ ہو جانا کہ یہ کارخانہ یونہی چلتا رہے گا۔

ارشاد ہے کہ: قیامت کو بس آیا ہی سمجھو، پیغمبر کے اشارے سے چاند کا پھٹ جانا قیامت کی یقینی علامت ہے، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ صحیح بات نہیں سمجھتے اور ایسی نشانیوں کو آتا جاتا جادو قرار دے کر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، پیغمبروں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں اور اپنی خواہشیں پوری کرنے میں لگے رہتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ ہر چیز اپنے وقت پر آ کر رہے گی اور اگر پھر بھی ان کے کان نہ کھلیں تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیں اور جو سنے اسے سنا دیں۔

## قیامت کو کیا ہوگا؟

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ

وہ دن | کہ پکارے گا | پکارنے والا | طرف | ایک چیز | ناگوار گے (۶) | جھکی ہوئی | آنکھیں انکی

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِيْنَ

نکلیں گے | سے | قبروں | گویا وہ | ٹڈیاں ہیں | پھیلی ہوئی (۷) | دوڑتے ہوئے

اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨ كَذَّبَتْ

طرف | اس پکارنے والے | کہتے جائینگے | کافر | یہ | دن ہے | سخت (۸) | جھٹلایا

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّ

سے پہلے ان | قوم | نوحؑ نے | پس جھوٹا بتایا | بندے ہمارے کو | اور | بولے | دیوانہ ہے | اور

ازْدُجِرَ ۝٩ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝١٠

اسے جھڑکا گیا (۹) | پس پکارا اس نے | رب اپنے کو | کہ میں | بے بس ہوں | پس آپ بدلہ لیں (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جس دن پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔(۶) آنکھیں جھکائے نکل پڑیں گے قبروں سے جیسے پھیلی ہوئی ٹڈیاں۔(۷) دوڑتے جائیں گے اس پکارنے والے کے پاس، کہتے جائینگے کافر یہ دن بڑا سخت ہے۔(۸) ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے، سو جھوٹا کہا ہمارے بندے کو اور بولے دیوانہ ہے اور اُسے جھڑکا گیا۔(۹) پھر پکارا اس نے اپنے رب کو کہ میں عاجز ہو گیا ہوں آپ بدلہ لیں۔(۱۰)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کا دن جسے یہ لوگ اب کچھ نہیں سمجھتے وہ دن ہوگا کہ ایک پکارنے والا پکارے گا کہ چلو میدان حشر کی طرف جو ایسی ہولناک جگہ ہوگی کہ انہوں نے پہلے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی، ڈر کے مارے آنکھیں جھکائے اپنی اپنی جگہ سے نکل کھڑے ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح پھیل جائیں گے اور اس بلانے والے کی آواز پر دوڑتے چلے جائیں گے اور منہ سے کہتے جائیں گے یہ دن تو بڑا سخت ہے، خیر! قیامت کو تو عذاب بھگتنا ہی پڑے گا مگر ڈھیٹ کافروں پر دنیا میں بھی مصیبتیں پڑ چکی ہیں۔

ان سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے سرکشی کی، حضرت نوح علیہ السلام کے سمجھانے پر بھی کچھ دھیان نہ کیا اور کہا یہ تو (نعوذ باللہ) پاگل، دیوانہ شخص ہے یہ کہہ کر انہیں جھڑکا گیا، حضرت نوح علیہ السلام ان کی یہ تکلیفیں سہتے رہے آخر مجبور ہو کر اپنے رب کو پکارا کہ میں تو ان لوگوں سے عاجز آ گیا ہوں، یہ کسی طرح میری نہیں سنتے اب آپ ہی ان سے بدلہ لیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کے مقام منیٰ میں تشریف رکھتے تھے، مکہ کے مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیغمبری کی نشانی مانگی، یہ واقعہ ایک چاندنی رات کا ہے، حق تعالیٰ نے یہ کھلا ہوا معجزہ دکھلا دیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف چلا گیا اور دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں پہاڑ نظر آنے لگا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب حاضرین سے فرمایا کہ "دیکھو اور شہادت دو" جب سب لوگوں نے صاف طور پر یہ معجزہ دیکھ لیا تو یہ

دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے، اس کھلے ہوئے معجزہ کا انکار تو کسی آنکھوں والے سے ممکن نہ ہوسکتا تھا، مگر مشرک کہنے لگے کہ محمد سارے جہان پر جادو نہیں کر سکتے، دوسرے ملک سے آنے والے لوگوں کا انتظار کرو وہ کیا کہتے ہیں، بیہقی اور ابوداؤد اور طیالسی کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ بعد میں تمام آنے والے مسافروں سے ان لوگوں نے تحقیق کی تو سب نے ایسا ہی چاند کے دو ٹکڑے دیکھنے کا اعتراف کیا۔

## نافرمانوں کا انجام

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ

پس کھول دیئے ہم نے دروازے آسمان کے ساتھ پانی زور سے گرنے والے کے (۱۱) اور جاری کر دیئے ہم نے زمین کے

عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَ حَمَلْنٰهُ عَلٰى

چشمے پس مل گیا پانی پر کام جو طے پا چکا تھا (۱۲) اور سوار کیا ہم نے اسے اوپر

ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ

والی تختوں اور میخوں والی (۱۳) چلتی تھیں آنکھوں کے سامنے ہماری بدلہ لینے کو اس کا جو تھا

كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَ لَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ

جھٹلایا گیا (۱۴) اور البتہ تحقیق کر دیا ہم نے اسے نشانی پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا (۱۵) پس کیسا

كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۱۶﴾

رہا عذاب میرا اور ڈرانا میرا (۱۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے ٹوٹ کر برسنے والے۔ (۱۱) اور زمین سے چشمے بہا دیئے، پھر مل گیا سب پانی زمین و آسمان کا اس کام کے پورا کرنے کیلئے جو پہلے طے پا چکا تھا۔ (۱۲) اور ہم نے نوح کو سوار کر دیا تختوں اور کیلوں سے بنائی ہوئی کشتی پر۔ (۱۳) جو چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے

اس کی طرف سے بدلہ لینے کو جس کی قدر نہ کی جاتی تھی۔(۱۴) اور بنا دیا ہم نے اس کو نشانی پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔(۱۵) کیسا رہا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔(۱۶)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب نوح علیہ السلام کی قوم کی سرکشی بڑھ گئی تو انہوں نے ہمیں پکارا، ہم نے آسمان کے دہانے کھول دیئے اور وہاں سے موسلا دھار پانی گرنا شروع ہو گیا، ادھر زمین سے جوش مار کر چشمے پھوٹ پڑے اور اوپر اور نیچے کے دونوں پانی جمع ہو گئے اور زمین سمندر بن گئی، سب چیزیں اور آدمی ڈوب گئے، فقط حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی ایک کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے، جو انہوں نے بڑے بڑے تختوں کو کیلوں سے ٹھونک کر پہلے سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق بنا رکھی تھی اور باقی سب ڈوب گئے اور ہم نے اس کشتی اور طوفان کے واقعہ کا ذکر باقی رکھا تاکہ لوگ اس سے عبرت پکڑیں، کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے جو سمجھے کہ میرا عذاب اور ڈرانا ایسا ہوتا ہے۔

## منکروں کا انجام (الف)

وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ

اور البتہ تحقیق آسان کر دیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنےوالا (۱۷) جھٹلایا

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

عاد نے پس کیسا ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا (۱۸) تحقیق بھیجی ہم نے پر ان

رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ

ہوا سخت میں دن منحوس گزر جانے والے میں (۱۹) اکھاڑتا تھا آدمیوں کو

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ﴿۲۱﴾

گویا وہ تنے ہیں کھجور کھوکھلی کے (۲۰) پس کیسا ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا (۲۱)

ع ۲۲ ۸ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾

اور البتہ تحقیق آسان کردیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا (۲۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم نے قرآن کو آسان کردیا نصیحت کیلئے، پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔

(۱۷) جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا۔ (۱۸) ہم نے ان پر تند ہوا بھیجی منحوس گزر جانے والے دن میں۔ (۱۹) اکھاڑ مارا لوگوں کو گویا کہ وہ کھوکھلی کھجور کے تنے ہیں۔ (۲۰) پس! کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ (۲۱) اور ہم نے قرآن کو آسان کردیا نصیحت کیلئے، کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ (۲۲)

**لفظی تحقیق:** مُدَّكِرٌ: نصیحت کرنے والا۔ اسم فاعل ہے "اِدِّكَارٌ" سے جو ذکر سے بنا ہے، اصل میں "اِذْتِكَارٌ" ہے، باب افتعال سے (ت) کو حسب قاعدہ (د) کرلیا اور (د) اور (ذ) کو باہم ادغام کردیا اس طرح "مُدَّتَكِرٌ، مُدَّكِرٌ یا مُذَّكِرٌ" ہوگیا۔ مُنْقَعِرٌ: کھڑا ہوا۔ اسم فاعل ہے "اِنْقِعَارٌ" سے جو (ق ع ر) سے بنا ہے "قَعِرٌ" کے معنیٰ پچھاڑ دینا "اِنْقِعَارٌ" بچھڑ جانا، اکھڑ کر گر پڑنا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت ماننے کو تیار ہو، اے لوگو، دیکھو! عاد نے ہماری نافرمانی کی ہم نے ان پر عذاب بھیجا اور وہ سخت عذاب تھا، ان پر آندھی کا ایک سخت طوفان آیا وہ دن ان کیلئے بڑا منحوس تھا، جو گزر گیا، اب اوروں کیلئے یہ منحوس نہیں ہے، اس آندھی نے آدمیوں کو اٹھا اٹھا کردے پٹخا اور وہ موٹے تازے اور لمبے ہونے کی وجہ سے ایسے نظر آئے جیسے کھجور کے تنے اکھڑے ہوئے پڑے ہوں، اس سے عبرت حاصل کرو، قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت ماننے

کیلئے تیار ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد اللہ تعالیٰ نے عاد کی قوم کا حال بیان کیا ہے، عاد کی قوم نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے دو ہزار چھ سو (2600) سال بعد اللہ تعالیٰ نے عاد کی قوم کو خوب ترقی عطاء فرمائی، اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے چار سو (400) سال تک اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی، اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا مگر وہ لوگ کفر و شرک پر اڑے رہے، ان میں غرور و تکبر جیسی بیماریاں تھیں، جب یہ لوگ کسی طرح بھی سیدھی راستے پر آنے کیلئے تیار نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز و تند ہوا بھیجی جو سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلسل چلتی رہی اور اس نے تمام نافرمانوں کو ہلاک کر دیا۔

## منکروں کا انجام (ب)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ
جھٹلایا ثمود نے ڈرانے والوں کو (۲۳) پس کہنے لگے کیا ایک آدمی میں سے ہم اکیلا پیروی کریں ہم اسکی

اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ
تحقیق ہم اس وقت البتہ میں ہیں گمراہی اور جنون میں (۲۴) کیا ڈالی گئی نصیحت پر اسی کے سے

بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ
درمیان ہم سب کے بلکہ وہ جھوٹا ہے تکبر کرنیوالا (۲۵) عنقریب جان لینگے کل کون ہے جھوٹا

الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَ اصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾
تکبر کرنیوالا (۲۶) تحقیق ہم بھیجنے والے ہیں اونٹنی آزمائش کو ان کی پس دیکھتے رہیں انہیں اور برداشت کریں (۲۷)

**بامحاورہ ترجمہ:** ثمود نے ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا۔ (۲۳) پھر کہنے لگے ہم اپنے میں سے ایک اکیلے آدمی کے کہنے پر چلیں گے تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ (۲۴) کیا ہمارے درمیان صرف اسی پر (وحی

کی ذریعہ ) نصیحت ڈالی گئی ہے بلکہ وہ جھوٹا ہے تکبر کرنے والا۔(۲۵)اب کل کو جان لیں گے کون ہے جھوٹا تکبر کرنے والا۔(۲۶)ہم ان کی آزمائش کیلئے اونٹنی بھیجتے ہیں، سو! آپ انہیں دیکھتے رہیں اور صبر کرتے رہیں۔(۲۷)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس طرح ثمود کی قوم نے سرکشی کی اور اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی، انہوں نے انہیں سمجھایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں، اللہ تعالیٰ کو مانو اور میری سنو، کہنے لگے کیا خوب! ہمارے ہی جیسا آدمی اور وہ بھی بے یار و مددگار، اگر ہم اس اکیلے آدمی کی بات مانیں تو کیا ہماری عقل ماری گئی ہے، کوئی آسمان کا فرشتہ ہوتا یا سردار یا بادشاہ ہوتا تو اور بات تھی، کیا ہم میں ایک یہی رہ گیا تھا کہ اسے ہمارے سمجھانے والا مقرر کیا گیا؟ کہنے لگے کہ یہ جھوٹا اور فریبی ہے بڑھ چڑھ کر باتیں بناتا ہے۔

ارشاد ہے کہ: عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا، فریبی اور تکبر کرنے والا کون ہے، ان کی آزمائش کیلئے ہم اونٹنی بھیجیں گے، اے صالح! آپ صبر کیساتھ ان کی حالت دیکھتے رہیں۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ: ثمود کی قوم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا تھا مگر جب انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: انہوں نے ہمارے پیغمبروں کو جھٹلایا، اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کو جھٹلانا تمام پیغمبروں کو جھٹلانا ہے کیونکہ سارے پیغمبروں کی تعلیم ایک ہی رہی ہے۔

## منکروں کا انجام (ج)

وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

اور خبر دے انہیں کہ پانی کی بانٹ ہے درمیان انکے ہر پینے کی باری حاضری کا وقت ہے(۲۸)

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ

پس پکارا انہوں نے ساتھی اپنے کو پس وار کیا پس کاٹ ڈالا(۲۹) پس کیسا ہوا عذاب میرا اور

نُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ
ڈرانا میرا (۳۰) تحقیق ہم بھیجی ہم نے پران چیخ ایک ہی مرتبہ پس ہوگئے جیسے چورا

الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾
باڑ لگانے والے کا (۳۱) اور البتہ تحقیق آسان کردیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا (۳۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** خبر دیں انہیں کہ پانی کی باری انکے درمیان مقرر ہے (اور ہر فریق کو اپنی باری پر ہی حاضر ہونا ہے)۔ (۲۸) پھر انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا، پھر اس نے وار کیا (اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں)۔ (۲۹) پھر کیسا ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا۔ (۳۰) ہم نے ان پر ایک چیخ بھیج دی پس ہو گئے روندی ہوئی باڑ کے چورے کی طرح۔ (۳۱) اور ہم نے قرآن آسان کر دیا نصیحت کیلئے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ (۳۲)

**لفظی تحقیق:** **مُحْتَضِرٌ**: حاضر ہونے کا مقام یا وقت۔ اسم ظرف ہے "اِحْتِضَارٌ" سے جو (ح ض ر) سے بنا ہے، حضور اور احتضار دونوں کے معنٰی حاضر ہونا ہیں "مُحْتَضَرَ" مصدر بھی ہوسکتا ہے۔ **تَعَاطٰی**: وار کیا۔ ماضی کا صیغہ ہے "تَعَاطِیْ" سے جو اصل میں "تَعَاطُوٌ" ہے، تعلیل کے بعد "تَعَاطِیْ" ہوگیا اس کا مادہ "عَطْوٌ" ہے، جس کے معنٰی لے لینے کے ہیں "تَعَاطِیْ" کسی کام کو کر ڈالنا۔ **عَقَرَ**: کاٹ ڈالا۔ "عَقَرٌ" کے معنٰی تلوار سے پاؤں کاٹ ڈالنا۔ **اَلْمُحْتَظِرُ**: باڑ لگانے والا۔ اسم فاعل ہے "اِحْتِظَارٌ" جو (ح ظ ر) سے بنا ہے، حظر اور احتظار دونوں کے معنٰی کسی چیز کے اردگرد باڑھ لگانا۔ **هَشِيْمِ**: جو باڑھ میں چورا ہو کر بکھر جائے۔ صفت کا صیغہ ہے (ھ ش م) سے جس کے معنٰی توڑنا ہے، یہاں فصیل بمعنٰی مفعول ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان کی فرمائش کے مطابق چٹان سے دس ماہ کی گابھن اونٹنی نکالی گئی اور کہہ دیا گیا کہ پانی

پلانے کی باری مقرر کرلو، ایک دن تمہارے جانور پیئیں اور دوسے دن یہ اونٹنی پئے گی، باری کا خیال رکھو، یہ تقسیم اس طرح کی گئی تھی کہ ایک دن اکیلی اونٹنی پانی پئے اور دوسرے دن باقی سارے جانور، ثمود کے مال داروں پر یہ بات مشکل گزری، ان کے جانور پیاسے رہنے لگے کیونکہ اونٹنی سارا پانی پی جاتی تھی، آخران میں سے ایک شخص اونٹنی کو مارنے پرآمادہ ہوگیا، اس نے اونٹنی پر وار کیا اور اسکی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب آیا اورایک زور کی چیخ آئی اور وہ سارے گرکر مر گئے، ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرو، اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے۔

## منکروں کا انجام (د)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا
جھٹلایا قوم لوط کی نے ڈرانے والوں کو(۳۳) تحقیق بھیجا ہم نے پران پتھراؤ کرنیوالی ہوا

اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ
سوا گھروالوں لوط کے بچادیا ہم نے انہیں صبح سویرے(۳۴) فضل سے طرف اپنی اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ہم

نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَ لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا
اس کو جو شکر کرے(۳۵) اور البتہ تحقیق ڈرادیا تھا اس نے انکو پکڑ سے ہماری پس جھگڑے پیدا کئے

بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْيُنَهُمْ
ڈرانے میں (۳۶) اور البتہ تحقیق طلب کیا سے مہمانوں اسکے کو پس مٹاڈالی ہم نے آنکھیں انکی

فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿۳۷﴾
پس چکھو عذاب میرا اور ڈرانا میرا(۳۷)

بامحاورہ ترجمہ:۔لوط کی قوم نے ڈرسنانے والوں کو جھٹلایا۔(۳۳) ہم نے ان پر پتھراؤ کرنے والی

آندھی بھیجی، سوا لوط کے گھرانے کے، ان کو ہم نے بچا دیا پچھلی رات سے۔ (۳۴) اپنے فضل سے، ہم یونہی بدلہ دیتے ہیں اسے جو حق مانے۔ (۳۵) اور اس نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا پھر ٹھکرانے لگے ڈرانے کو۔ (۳۶) اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے انسانوں کی شکل میں مہمان بن کر آئے تو وہ اسکے مہمانوں کو بُری نیت سے لینے لگے، پس! ہم نے انکی آنکھیں مٹا دیں اور کہا: اب چکھو! میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ (۳۷)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی اسی طرح سرکشی کی، انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کا کہنا نہ مانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والے جو کہتے چلے آئے تھے اسے جھوٹ سمجھا، آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ دیا گیا کہ آپ صبح ہوتے ہی اس شہر سے باہر چلے جانا اور اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لے جانا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں بچالیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور شکرگزار بندے تھے اور جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مصیبتوں سے بچا لیتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی لیکن وہ ان کے ڈراوے کو خاطر میں نہ لائے اور اس میں بہانے بنانے لگے، انہوں نے چاہا اور کوشش کی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو جو انسانوں کی صورت میں فرشتے تھے ان سے چھین لیں، ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں اور وہ اِدھر اُدھر دھکے کھاتے پھرتے رہے، پھر ان کو عذاب نے آ پکڑا اور ان کا وہی انجام ہوا جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا۔

## منکروں کا انجام (۵)

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي

اور البتہ تحقیق | صبح آ گیا ان پر | سویرے | عذاب | مقرر کیا ہوا (۳۸) | پس چکھو | عذاب میرا

ع ۲ ۱۸ ۹

وَ نُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾
اور ڈراوا میرا (۳۹) اور البتہ تحقیق آسان کردیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا (۴۰)

وَ لَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا
اور البتہ تحقیق آئے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے (۴۱) جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں ساری کی ساری کو

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ
پس پکڑا ہم نے انہیں پکڑنا زبردست قابو کرنیوالے کا (۴۲) کیاانکار کرنیوالے تمہارے بہتر ہیں سے اُن

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾
یا لئے تمہارے معافی نامہ ہے میں کتابوں (۴۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور صبح سویرے ان پر عذاب پڑا جو طے شدہ تھا۔ (۳۸) (کہا گیا ان سے) اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا۔ (۳۹) اور ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۴۰) اور فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے پہنچے۔ (۴۱) فرعون والوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں پکڑا، پکڑنا زبردست قابو میں کرنے والے کا۔ (۴۲) کیا تمہارے کافر بہتر ہیں ان سے یا تمہارے لئے معافی نامہ لکھا ہوا ہے کتابوں میں؟ (۴۳)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: صبح سویرے ان پر عذاب آپڑا اور یہ عذاب ان کیلئے پہلے ہی مقرر ہو چکا تھا، یعنی: اگر سمجھانے سے انہوں نے اپنی بری عادتوں سے توبہ نہ کی تو ان کی بستیاں اوپر اٹھا کر الٹی کر دی جائیں گی اور اوپر سے ان پر پتھر برسائے جائیں گے جنہیں ہوا اڑا کر لائے گی، یہی عذاب تھا جو ان کیلئے مقرر ہو چکا تھا اور یہی وہ مصیبت تھی جس سے انہیں ڈرایا جا رہا تھا، اب اسے چکھو اور اپنے کئے کی سزا بھگتو۔

ارشاد ہے کہ: قرآن کے اندر ایسی ہی عبرتناک باتیں کھول کھول کر بیان کردی گئی ہیں جن کو سمجھنا مشکل نہیں، جو دھیان لگائے گا بات پالے گا البتہ جو سنے ہی نہیں اور دھیان ہی نہ دے تو اس کا کیا علاج، اسی طرح مصر کے فرعونوں اور ان کے لوگوں نے سرکشی اختیار کی اور غلط راستے پر چل پڑے ان کے پاس ڈرانے والے پیغمبر آئے اور انہیں خبردار کرنے کیلئے بہت سے نشانیاں دکھائی گئیں، لیکن انہوں نے سب کو جھوٹا کہا، آخر ہم نے انہیں سخت سزا دی فرعون اور اس کے سارے لشکر سمندر کی تہہ میں ڈوب کر مر گئے، کیا اس وقت جو انکار پر تلے ہوئے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقتور ہیں یا ان کیلئے پچھی کتابوں میں کوئی استثناء لکھا ہوا ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا۔

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ: ہم نے پکڑا ان کو زبردست قوت والے کا پکڑنا، تمام قوتوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اس سے بڑھ کر پکڑ کس کی ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایسے عذاب میں پکڑا کہ جس سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے، دنیا میں سمندر کی موجوں کی نذر ہوئے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، لہٰذا فرمایا کہ: ہم نے انہیں بڑی سخت پکڑ میں جکڑ لیا، یہ پانچ واقعات اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مختصر انداز سے بیان کردیئے ہیں تاکہ عرب کے مشرک اور بعد میں آنے والے لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کو مان لیں۔

اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ: کیا تمہارے یہ کافر پہلی قوموں کے کافروں سے بہتر ہیں؟ وہ تو تم سے مال و دولت اور جسمانی قوت میں بڑھے ہوئے تھے، پھر تم کس بناء پر اپنے آپ کو ان سے بہتر سمجھتے ہو۔

اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ: یا پھر پچھلی کتابوں میں تمہیں سزا سے بری قرار دیدیا گیا کہ تم جو چاہے کرتے پھرو آخرت میں تم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی، یہ خیال یہودیوں میں بھی پایا جاتا ہے وہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ بھی کریں، ہماری پکڑ نہیں ہوگی۔

# جتھے پر مت اتراؤ

اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِیۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ

کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے ہیں انتقام لینے والے (۴۴) عنقریب شکست دیجائیگی لشکر کو

وَ یُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوۡعِدُهُمۡ وَ السَّاعَةُ

اور پھیریں گے وہ پیٹھ (۴۵) بلکہ قیامت وعدہ کا وقت ہے اُنکا اور قیامت

اَدۡهٰی وَ اَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوۡمَ

زیادہ مصیبت والی ہے اور زیادہ کڑوی (۴۶) بیشک مجرم لوگ میں ہیں گمراہی اور پاگل پن (۴۷) جس دن

یُسۡحَبُوۡنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوۡهِهِمۡ ؕ ذُوۡقُوۡا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

گھسیٹے جائینگے میں آگ پر چہروں اپنے چکھو چھونا آگ کا (۴۸)

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾

بیشک ہم ہر چیز جسے پیدا کیا ہم نے ساتھ اندازہ کے (۴۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** کیا کہتے ہیں یہ لوگ ہم سب بدلہ لینے والے ہیں۔(۴۴) عنقریب شکست دیجائے گی اس مجمع کو اور یہ پشت پھیر جائیں گے۔(۴۵) بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بڑی ہیبت ناک اور کڑوی چیز ہے۔(۴۶) بیشک مجرم لوگ گمراہی اور جنون میں ہیں۔(۴۷) جس دن گھسیٹا جائے گا ان کو دوزخ کی آگ میں چہروں کے بل (اور کہا جائیگا) چکھو آگ کا جلانا۔(۴۸) بیشک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے ایک اندازے کیساتھ۔(۴۹)

**لفظی تحقیق:** اَدْھٰی: زیادہ مصیبت والی۔(د ھ ی) سے "دَاھِیَةٌ" کے معنٰی مصیبت "اَدْھٰی" اس سے بڑھ کر مصیبت۔ اَمَرُّ: زیادہ کڑوا۔ "مُرٌّ" کے معنٰی کڑوا "اَمَرّ" اور بھی بڑھ کر کڑوا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس پر مغرور نہ ہونا کہ ہماری جماعت بہت بڑی ہے اور ہم مقابلہ میں غالب رہیں گے، یہ جماعت تو عنقریب بکھرنے والی ہے اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے، چنانچہ بدر کی جنگ اور احزاب کی جنگ میں یہی ہوا۔

ارشاد ہے کہ: اسکے بعد پھر قیامت کا دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ مصیبت سے بھرا اور کہیں زیادہ ناگوار ہوگا، سنو! یہ لوگ جو اس وقت شرک سے باز نہیں آتے گمراہ لوگ ہیں اور اپنی دھن میں پاگل بنے ہوئے ہیں، انہیں کچھ نہیں سوجھتا کہ آگے کیا ہونے والا ہے، جس دن آگ میں چہرے کے بل ڈال کر انہیں گھسیٹا جائے گا اس دن ان کو پتہ چلے گا اور ان سے کہا جائیگا لو اب چکھو! آگ کی لپٹیں اور تیزی، یقین جانو کہ! یہ سب باتیں ہو کر رہیں گی، ہمارے علم میں ہر چیز کا اندازہ اور ظاہر ہونے کا وقت سب کچھ پہلے سے موجود ہے اور سب کچھ اسی کے مطابق ہو کر رہے گا۔

ہم نے ہر چیز کو ایک ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے، کافر کہتے تھے کہ جس قیامت سے ہمیں ڈراتے ہو وہ آ کیوں نہیں جاتی؟ اور جس دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہو وہ آ کیوں نہیں جاتی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی تقدیر کے مطابق واقع ہوتی ہے، کوئی چیز وقت سے پہلے نہیں آتی۔

## جزا سزا مقرر ہو چکی ہے

وَ مَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَآ

اور نہیں حکم ہمارا مگر ایک ہی مرتبہ طرح جھپکنا آنکھ کا (۵۰) اور البتہ تحقیق تباہ کر دیئے ہم نے

اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾

پہلوں تمہارے کو پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا (۵۱) اور ہر چیز کہ کیا انہوں نے اسکو میں صحیفوں کے ہیں (۵۲)

وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ

اور ہر چھوٹا اور بڑا پہلے ہی لکھا ہوا ہے (۵۳) تحقیق پرہیزگار میں باغوں

وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

ع ۳ ۱۵ ۱۰

اور نہروں کے ہیں (۵۴) میں ٹھکانے مضبوط کے نزدیک بادشاہ قدرت والے کے (۵۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور نہیں ہے ہمارا کام قیامت کے بارے میں مگر آنکھ جھپکنے کی طرح۔(۵۰) اور ہم تمہارے پہلے والوں کو برباد کر چکے، پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔(۵۱) اور جو کام انہوں نے کئے ہیں وہ صحیفوں میں لکھے ہوئے ہیں۔(۵۲) اور ہر چھوٹا بڑا لکھا جا چکا۔(۵۳) بیشک متقی لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔(۵۴) ایک عمدہ مقام میں بیٹھے ہوں گے قدرت والے بادشاہ (اللہ) کے پاس۔(۵۵)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہمارے علم میں ہر چیز کی شکل وصورت، جگہ، وقت سب پہلے سے ہی موجود ہیں، جب وقت آتا ہے تو ہم ایک لفظ کُن کہہ دیتے ہیں اور وہ ہو جاتی ہے بالکل ایسے جیسے آنکھ جھپکائی اور جو سامنے تھا ایک دم نظر آ گیا، اسی طرح ہم نے ایک دفعہ کُن کہا اور اسی وقت جو ہونا تھا ہو گیا، تم ہمارے علم اور قدرت کا انکار کرتے ہو حالانکہ ہم نے اگلی قومیں عاد، ثمود اور فرعون کی قوم تباہ کر ڈالی، اگر اب بھی کوئی اس سے سبق حاصل نہ کرے تو اس کا کیا علاج، خوب سمجھ لو کہ یہ جو کچھ کر رہے ہیں برابر نامۂ اعمال میں لکھا جا رہا ہے اور ایک دن انکے عمل ہی کیا ہر چھوٹی یا بڑی اور ہر کام چھوٹا ہے یا بڑا لکھا ہوا موجود ہوگا، اسکے مطابق پرہیزگار لوگ جنت کے باغوں اور نہروں میں رہیں گے، اور جو ان کی جگہ ہوگی وہ واقعی اور مستقل ہوگی اور وہ اس شہنشاہ کے قریب ہوں گے جو سب سے زیادہ قوت اور قدرت والا ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ: ہم نے تمہارے جیسے بہت سے گروہ پہلے ہی ہلاک کر دیئے ہیں، اگر تم

بھی انہی کی راہ پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکو گے، یہ واقعات تمہاری عبرت کیلئے بیان کئے جاتے ہیں تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا جو پہلی قوموں کی ہلاکت کے واقعات سے عبرت حاصل کر کے اسکے پیغمبروں پر ایمان لے آئے اور تقدیر اور قیامت پر یقین کرے۔

# سورۃ الرحمٰن

یہ سورۃ مکہ میں اتری، اسکی ۷۸ آیتیں اور تین رکوع ہیں، اس سورۃ کا نام "رحمٰن" ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اس میں اسکی برکتیں اور تاثیریں جو سارے جہان میں پھیلی ہیں تفصیل کیساتھ گنوائی گئیں ہیں، یہ سورۃ ان کافروں کے جواب میں اتری جن سے کہا گیا تھا کہ "رحمٰن" کو سجدہ کرو، انہوں نے کہا ہم "رحمٰن" سے واقف نہیں تیرے کہنے سے کیسے سجدہ کرلیں؟ اس کا کیا مطلب ہے کہ کبھی تو تُو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور اسے سجدہ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ "رحمٰن" کو سجدہ کرو، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جسے تو کہے ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں۔

اس سے پہلے "سورۃ القمر" میں زیادہ تر مضامین سرکش قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب آنے کے متعلق تھے؛ اسی لئے ہر ایک عذاب کے بعد لوگوں کو خبردار کرنے کیلئے یہ جملہ "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ" بار بار کہا گیا اور اسکے بعد ایمان و اطاعت کی ترغیب کیلئے دوسرا جملہ "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" بار بار لایا گیا ہے۔

"سورۃ رحمٰن" میں اس کے مقابلے میں زیادہ تر مضمون اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان میں ہے؛ اسی لئے جب کسی خاص نعمت کا ذکر فرمایا تو ایک جملہ لوگوں کو خبر کرنے اور شکر کی ترغیب دینے کیلئے فرمایا: "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" اور پوری سورۃ میں یہ جملہ اکتیس (31) مرتبہ دہرایا گیا ہے؛ اس لئے وہ بھی فصاحت اور بلاغت کے خلاف نہیں، خصوصاً قرآن کریم کی ان دونوں سورتوں میں جس جملے کو بار بار دہرایا گیا ہے حقیقت کے اعتبار سے ہر ایک جملہ ایک نئے مضمون کی وجہ سے دہرایا گیا ہے، کیونکہ "سورۂ قمر" میں ہر نئے عذاب کے بعد اسکے متعلق "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ" آیا ہے، اسی طرح "سورۂ رحمٰن" میں ہر نئی نعمت کے بیان کے بعد "فَبِاَيِّ

اَلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ " آیا ہے کہ تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

آیاتھا - ۷۸ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتھا - ۳

سورۃ الرحمٰن مدنی ہے۔ اس میں ایک اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں

## اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴
بے حد مہربان نے (۱) سکھایا قرآن (۲) پیدا کیا انسان کو (۳) سکھایا اسکو بولنا (۴)

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶
سورج اور چاند ساتھ ایک حساب کے ہیں (۵) اور گھاس اور درخت سجدہ کرتے ہیں (۶)

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸
اور آسمان بلند کیا اسکو اور قائم کیا ترازو (۷) کہ نہ گڑبڑ کرو میں ناپ تول (۸)

وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَ الْاَرْضَ
اور قائم کرو وزن کو ساتھ انصاف کے اور نہ گھٹاؤ تول (۹) اور زمین

وَ ضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱
اور رکھا اسکو واسطے مخلوق کے (۱۰) میں اس میوہ ہے اور کھجوریں غلافوں والی (۱۱)

وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳
اور دانے بھس والے اور پھول خوشبودار (۱۲) پس کونسی نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۱۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بے حد مہربان اللہ نے ۔(۱) سکھایا قرآن ۔(۲) پیدا کیا انسان کو ۔(۳) پھر سکھلایا اس کو بات کرنا ۔(۴) سورج اور چاند کیلئے ایک حساب ہے۔(۵) اور گھاس اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔(۶) اور آسمان کو اونچا کیا اور ترازو رکھی ۔(۷) کہ زیادتی نہ کرو تول میں ۔(۸) اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور تول کر گھٹاؤ مت ۔(۹) اور زمین کو بچھایا مخلوق کے واسطے۔(۱۰) اس میں میوے ہیں اور کھجوریں جن کے پھل پر غلاف ہیں ۔(۱۱) اور اس میں اناج ہے جس کیساتھ بُھس ہے اور پھول ہیں خوشبودار ۔(۱۲) پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۱۳)

**لفظی تحقیق:** بِحُسْبَان: قاعدہ کیساتھ۔ یعنی: ان کا نکلنا، غروب ہونا، بڑھنا، گھٹنا، سب ایک قاعدے اور حساب سے ہے۔ اَلنَّجْمُ: زمین سے اگنے والی وہ چیزیں جو تنادار نہیں جیسے گھاس بیلیں اور پودے وغیرہ۔ اَکْمَامِ: میوہ کے اوپر کا غلاف۔ " کِمٌّ " کی جمع ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہی رحمٰن ہے جس نے انسان کو بولنا سکھایا اور قرآن مجید کی تعلیم دی، سورج اور چاند قاعدے سے بنائے، چھوٹے بڑے درخت اسی کے آگے جھکتے ہیں اور اسکے مقرر کئے ہوئے قاعدے کے پابند ہیں، آسمان کو بلند کیا اور اسکے اجزا کو برابر تول دیا تا کہ تم بھی اسی طرح ترازو سے تول کر کام کرو اور تول میں کمی یا زیادتی نہ کرو، زمین کو مخلوق کیلئے بچھا دیا اس میں میوے، کھجوریں غلاف دار اور غلّہ بھوسے والا اور خوشبودار پھول پیدا کر دیئے، اب تم انسانوں اور جنوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کا انکار کرو گے۔

**اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ:** فرمایا: خدائے رحمٰن وہ بے حد مہربان ذات ہے جس نے انسان کو قرآن مجید سکھایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سارے پیغمبروں کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطاء کیا ہے لیکن مجھے جو خاص معجزہ عطاء فرمایا گیا ہے وہ قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کے ذریعے نازل فرمایا جو

روحانی اور علمی معجزہ ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا، انسان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطاء فرمائی جو کہ انسان کو دوسرے جانداروں سے ممتاز کرتی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو انسان بھی دوسرے جانداروں کی طرح گونگا ہوتا، نہ اپنی خوشی اور غم کا اظہار کر سکتا اور نہ کسی سے اپنی تکلیف بیان کر پاتا اور نہ کسی سے نیکی کی کوئی بات کہہ سکتا۔

اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ: سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں سورج کا نظام قائم کر کے مخلوق پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے، دن رات کی تبدیلی، تیز روشنی اور مدھم روشنی، سردی اور گرمی، بہار اور خزاں، سب سورج اور چاند کی وجہ سے ہیں۔

وَ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ: اور پودے اور درخت اسکو سجدہ کر رہے ہیں، درخت نباتات کی وہ قسم ہے جس کا مضبوط تنا ہوتا ہے اور پھر آگے اسکی شاخیں اور پتے وغیرہ ہوتے ہیں، البتہ نجم سے مراد وہ پودے یا جڑی بوٹیاں ہیں جنکا تنا نہیں ہوتا بلکہ وہ زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں، فرمایا: یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتی ہیں۔

وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ: اور آسمان کو بلند کیا اور اس میں ترازو کو رکھ دیا، اتنی بڑی چیز کو بغیر ستونوں کے کھڑا کر دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامت ہے، بعض لوگ اس مقام پر میزان سے عقل مراد لیتے ہیں جس سے نیکی اور بدی کو یا صحیح اور غلط کا جانچا جاتا ہے، تاہم صحیح بات یہ ہے کہ اس مقام پر میزان سے مراد ترازو ہی ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور اس میں ترازو مقرر کیا اور فرمایا: ترازو میں سرکشی اختیار نہ کرو، یعنی: حد سے نہ بڑھو اور وزن کو انصاف کیساتھ قائم رکھو اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، بظاہر آسمان کی بلندی اور ترازو کے درمیان کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر ہو رہا ہے تو انہی انعامات میں ترازو بھی ایک اہم انعام ہے جو کہ عدل و انصاف کی علامت ہے، ترازو سے صرف تولنے والا ترازو مراد نہیں بلکہ اس

میں ماپ تول کے تمام پیمانے گز، میٹر، لیٹر، کلوگرام وغیرہ شامل ہیں، جس طرح ناپ تول میں کمی زیادتی نہیں کرنی چاہئے اسی طرح زندگی کے ہر معاملہ میں عدل وانصاف کو قائم رکھنا چاہئے۔

وَ الْاَرْضَ وَ ضَعَهَا لِلْاَنَامِ :اللہ تعالیٰ نے زمین کو مخلوق کیلئے بنایا اور بچھایا ہے، اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے لوگوں کے چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے کیلئے اس کو ہموار بنایا ہے، یہ نہ تو اتنی نرم ہے کہ انسان اس میں دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت ہے کہ کھیتی باڑی اور دوسری ضروریات کیلئے کام نہ آسکے، لوگ اپنی ضرورت کیلئے اس کو آسانی سے کھود سکتے ہیں، اس کی مٹی کو عمارتوں کی تعمیر میں استعمال کرتے ہیں اور اس سے لوہا، کوئلہ، تیل، پانی اور دوسری بہت سی معدنیات نکالتے ہیں جو معاشرتی زندگی کیلئے نہایت ہی کارآمد ہیں، اب مخلوق میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جنات، جانور، کیڑے مکوڑے، درندے، پرندے اور ہزاروں قسم کے پانی کے جانور بھی شامل ہیں۔

وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ :اور بھوسے والے دانے اور خوشبودار پودے بھی اسی زمین کی پیداوار ہیں، اناج کی مختلف قسموں کے دانے بھوسے کے اندر بند ہوتے ہیں جنہیں اتار کر غلّہ حاصل کیا جاتا ہے اور پھر یہی بھوسہ اور چھلکا جانوروں کی خوراک بن جاتا ہے، "ریحان" کا عام معنیٰ تو خوشبودار پودا ہی ہوتا ہے، تاہم اس سے رزق بھی مراد لیا جاتا ہے جس میں ہر قسم کا اناج اور پھل بھی آجاتے ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ :ان تمام زمینی اور آسمانی نعمتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں سے فرمایا کہ: تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے، ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

## پیدائش

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ

پیدا کیا | انسان کو | سے | بجتی مٹی | مانند ٹھیکری کے (۱۴) | اور | پیدا کیا | جن کو

مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ
سے شعلہ آگ کے (۱۵) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۱۶) مالک

الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾
دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا (۱۷) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۱۸)

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾
جاری کئے دو دریا کہ ملتے ہیں (۱۹) درمیان انکے ایک آڑ ہے کہ نہیں توڑ پاتے دونوں (۲۰)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۲۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** بنایا آدمی کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے۔ (۱۴) اور بنایا جن کو آگ کی لپٹ سے۔ (۱۵) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۱۶) دو مشرقوں اور دو مغرب کا مالک۔ (۱۷) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۱۸) چلایا دو سمندروں کو جو آپس میں ملتے ہیں۔ (۱۹) ان دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ ایک کا پانی دوسرے میں داخل نہیں ہوتا۔ (۲۰) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۲۱)

**لفظی تحقیق:** صَلْصَالٍ: خشک مٹی۔ ایسی سوکھی جو کھن کھن بجے۔ مَارِجٍ: خالص شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔ مَشْرِقَیْنِ: یعنی: گرمی اور سردی کیلئے الگ الگ سورج نکلنے کی جگہ۔ مَرَجَ: جاری کیا۔ ماضی کا صیغہ ہے (م ر ج) سے "مَرْجٌ" کے معنٰی چھوڑ دینا، آزادی سے بہنے دینا۔ بَرْزَخٌ: روک۔ دو چیزوں کے درمیان آڑ جو دونوں کو الگ الگ رکھے۔

## تفسیر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور جن کو اس لئے پیدا کیا کہ اسکی عبادت کریں، عبادت کے معنٰی ہیں اللہ تعالیٰ کو

پہچان کرا سکے سامنے جھک جانا، آسمان اور زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے سب اس لئے ہے کہ انسان انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو پہچانے کہ اس نے یہ سب چیزیں ہمارے فائدے کیلئے پیدا کیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اسی لئے ہو رہا ہے کہ! اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھ کر انسان اور جن اسکا اقرار کریں اور اس پر ایمان لا کر اسکی مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی گزاریں۔

انسان اور جن کو اسی لئے پیدا کیا اور دونوں کی پیدائش دو چیزوں سے ہوئی، انسان کو مٹی سے اور جن کو آگ کے خاص شعلہ سے بنایا، پھر ہر موسم میں سورج کو الگ الگ جگہوں سے نکالا اور چھپایا تا کہ موسم کی تبدیلیوں سے زمین میں مختلف چیزیں پیدا ہوں، پانی کو میٹھا اور کھارا بنایا تا کہ دونوں سے مختلف قسم کے فائدے حاصل ہوں اور سمندر میں دونوں قسم کے پانی موجود ہیں لیکن ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے، آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے، سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں بیشک ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر انکی نسل کو پھیلا دیا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو صحیح حدیث کے مطابق فرشتے کو حکم دیا کہ زمین کے ہر حصے سے تھوڑی تھوڑی مٹی لیکر اس سے آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار کیا جائے جس کی تعمیل کی گئی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: انسانوں کی مختلف رنگتیں، انکی نرم اور سخت مزاجی وغیرہ مختلف مٹیوں کے اثرات کی وجہ سے ہیں، چنانچہ اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار کر کے رکھ دیا گیا جب وہ خشک ہو گیا تو اس میں کھنکھناہٹ کی کیفیت پیدا ہو گئی جس کا اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے۔

## سمندروں کے فائدے

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نکلتے ہیں | میں سے ان دونوں | موتی | اور | مونگا | (۲۲) | پس کیا کیا | نعمتیں | رب اپنے کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَ لَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾

تم دونوں جھٹلاؤ گے(۲۳) اور لئے اسی کے ہیں کشتیاں اونچی اونچی میں سمندر مانند پہاڑوں کے(۲۴)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّ يَبْقٰى

پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے(۲۵) ہر شخص جو زمین پر ہے فناء ہونیوالا ہے(۲٦) اور باقی رہیگا

وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾

چہرہ رب آپکے کا جو بزرگی اور عظمت والا ہے (۲۷) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے(۲۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** نکلتے ہیں ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے۔(۲۲) پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۲۳) اور اسی کے ہیں پہاڑوں جیسے اونچے اونچے جہاز۔(۲۴) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۲۵) جو کوئی زمین پر ہے فناء ہونے والا ہے۔(۲٦) اور باقی رہے گی ذات آپ کے رب بزرگی اور عظمت والے کی۔(۲۷) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۲۸)

**لفظی تحقیق:** اَلْمُنْشَئٰتُ: بلند کئے ہوئے۔ "مُنْشَاَةٌ" کی جمع ہے جو اسم مفعول مؤنث ہے "اِنْشَاء" سے جس کا مادہ (ن ش ء) "نَشَاءٌ" کے معنٰی بڑھنا، اونچا ہونا "اِنْشَاء" کے معنٰی بڑھانا، اونچا کرنا، یہاں یہی مراد ہے۔ وَجْهٌ: (چہرہ) وہ حصہ جو سامنے نظر آئے اور سب چیزوں کو ڈھانپ لے، اس سے مراد اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔

## تفسیر

انسان دنیا کی ظاہری چیزوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری ہیں؛ اس لئے میں ان کے لینے کی کوشش کروں گا اور کسی اور کو نہ لینے دوں گا، یہی وہ خیال ہے جو آخر کار انسان کی تباہی کا باعث ہوگا، قرآن

مجید اس خیال سے انسان کو ہٹانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، اے انسان انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو پہچان اور اسکی بندگی میں لگ جا۔

اس سورت میں خاص اسی پر زور دیا گیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں کے فائدے کیلئے بنایا ہے، ان چیزوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے رب کا احسان ماننے اور اسکا شکر ادا کرنے میں لگے رہنا چاہئے۔

ارشاد ہے کہ: دریا اور سمندر سے موتی اور مونگا نکلتا ہے اور بڑے بڑے اونچے پہاڑ کی طرح کے جہاز ان پر چلتے ہیں یہ سب اے انسان تیرے فائدے کیلئے ہیں لیکن ان میں دل نہ لگا اور اپنے رب کو یاد رکھ ایک دن یہ سب چیزیں ختم ہو جائیں گی اور صرف آپکے عظمت اور جلال والے رب کی ذات باقی رہے گی۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ: ان دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں، مونگا سمندر میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے جس میں جانوروں کی طرح زندہ مادہ ہوتا ہے، اس درخت کو کاٹ کر حیوانی مادہ الگ کر لیا جاتا ہے، پھر اس میں سرخ پتھر کی طرح کا مادہ نکلتا ہے جس کو مختلف دوائیوں میں استعمال کیا جاتا ہے، نیز: یہ مادہ زیب وزینت کے کام بھی آتا ہے۔

موتی عام طور پر کھارے پانی میں ہوتے ہیں، موتیوں کی پیدائش کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سمندروں میں بڑے سیپیوں کا منہ کھلا ہوتا ہے اور اگر موسم بہار کی بارش کا کوئی قطرہ ان سیپیوں کے اندر چلا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی قدرت سے موتی بنا دیتا ہے جسے لوگ نکال کر زینت کیلئے یا دوائیوں میں استعمال کرتے ہیں، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ: جو کچھ بھی زمین پر ہے وہ فناء ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق انسان، جانور، پرندے، کیڑے مکوڑے اس زمین پر آباد ہیں اور اسی زمین سے پیدا ہونے والا روزی رزق استعمال

کرتے ہیں، اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس نے جو چیز بھی اس زمین پر پیدا کی ہے وہ سب ایک نہ ایک دن فناء ہونے والی ہیں، ایک وقت آئے گا جب ان میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔

# مخلوق کی بے بسی

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾

سوال کرتے ہیں اس سے جو ہے میں آسمانوں اور زمین ہر وقت وہ میں ہے شان (۲۹)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾

پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۳۰) عنقریب فارغ ہو جائینگے لئے تمہارے اے دونوں مخلوق جنوں اور انسانوں (۳۱)

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ

پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۳۰) اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

اگر ہو سکے تم سے کہ باہر چلے جاؤ سے کناروں آسمانوں کے اور زمین کے

فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

تو باہر چلے جاؤ نہیں باہر نکلو گے مگر ساتھ قوت کے (مگر قوت ہے نہیں) (۳۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جو کوئی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اسی سے مانگتے ہیں اور ہر دن وہ ایک شان میں ہوتا ہے۔ (۲۹) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۳۰) ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہارے لئے اے جنوں اور انسانوں! (۳۱) پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۳۲) اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو نکل بھاگو، بغیر طاقت کے نہیں نکل سکتے (اور طاقت ہے نہیں)۔ (۳۳)

**لفظی تحقیق:** ثَقَلٰنِ: دو بڑی بھاری مخلوق۔ "ثَقَلٌ" کا تثنیہ ہے، اس سے مراد آدمی اور جن ہیں جو ذمہ دار ہونے کی وجہ سے بڑی بھاری مخلوق ہیں۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: زمین وآسمان میں جتنی زندہ مخلوق ہیں سب اپنی اپنی ضرورتوں کیلئے اسی سے سوال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر وقت انکی ضرورتیں پوری فرماتا رہتا ہے، بیمار کرنا، تندرست کرنا، بڑھانا، گھٹانا، کسی سے لے لینا، کسی کو دیدینا یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان ہے، اسکے بعد دنیا کے کام ایک دن ختم ہوجائیں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کی ایک نئی شان ہوگی، حساب، کتاب، جزا سزا کا دور شروع ہوگا اور وہاں اللہ تعالیٰ کی اور ہی شان نظر آئے گی، اسکے بعد سارے جنوں اور انسانوں کو ارشاد ہے کہ آسمان اور زمین پر ہر جگہ ہماری حکومت ہے، تم میں سے کسی میں بھی یہ طاقت نہیں کہ ہماری سرحدوں سے باہر جاسکو، اگر کسی کا خیال ہو کہ وہ آسمان اور زمین کی حد سے باہر نکل سکتا ہے تو وہ کوشش کرکے دیکھ لے اور باہر نکل سکتا ہے تو نکل جائے۔

**كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ:** وہ ہر دن ایک نئی شان میں ہوتا ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق ہر وقت اور ہر لمحہ ایک نئی شان کو ظاہر کرتا ہے، کسی کو زندگی بخشتا ہے تو کسی کو بیماری میں مبتلا کردیتا ہے، کسی کو بڑھا دیتا ہے اور کسی کو گھٹا دیتا ہے، کسی کے گناہ بخش دیتا ہے، کسی کی مصیبت دور کردیتا ہے، کسی کو ترقی عطاء کرتا ہے اور کسی کے درجات بلند کردیتا ہے، کہیں خوشحالی عطاء کرتا ہے اور کہیں قحط برپا کردیتا ہے، تمام اختیارات اسی کے پاس ہیں جنہیں وہ اپنی مصلحت کے مطابق استعمال کرتا ہے۔

**يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ:** اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ! اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے کہ تم میری نافرمانی کرکے میری پکڑ سے بچ نہیں سکتے، میری بادشاہت تو آسمانوں اور زمین میں ہے اگر تم میں ہمت ہے تو

میری پکڑ سے بھاگ کر دکھاؤ تاکہ تم بچ سکو، پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا، یاد رکھو! تم نہیں بھاگ سکتے مگر طاقت کیساتھ اور طاقت تمہارے پاس موجود نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے جنوں اور انسانو! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ ہم کہیں بھاگ جائیں گے اور اس طرح موت کے فرشتے سے بچ جائیں یا میدانِ حشر سے بھاگ کر نکل جائینگے اور حساب کتاب سے بچ جائینگے تو اپنی قوت آزما دیکھو، اگر تمہیں اس پر قدرت ہے کہ آسمان و زمین کے دائروں سے باہر نکل جاؤ گے تو نکل کر دکھلاؤ، یہ کوئی آسان کام نہیں، اس کیلئے تو بڑی قوت و قدرت درکار ہے، لہٰذا نہ تو تم ملک الموت سے بچ سکتے ہو اور نہ حشر کے میدان سے بھاگ کر حساب کتاب سے بچ سکتے ہو۔

# قیامت کی سختیاں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ

پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۳۰) چھوڑ دیے جائیں پر تم دونوں شعلے سے

نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

آگ اور تانبے پس نہ بدلہ لے سکو گے تم (۳۵) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۳۶)

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

پس جب پھٹ جائیگا آسمان پس ہو جائے سرخ جیسے رنگا ہوا چڑا (۳۷) پس کیا کیا نعمتیں

رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۳۶)

**با محاورہ ترجمہ:۔** پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۳۴) تم پر آگ کے صاف اور دھواں ملے ہوئے شعلے چھوڑے جائیں گے پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے۔ (۳۵) پس! تم دونوں اپنے

رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۳۶) پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو ہو جائے گا سرخ (شاید یہ رنگ اس لئے ہو کہ علامت غضب کی ہے۔) رنگے ہوئے چمڑے کے جیسا۔ (۳۷) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۳۸)

**لفظی تحقیق: شُوَاظٌ:** شعلہ۔ دھویں دار شعلہ کو کہتے ہیں، اس کا مادہ (ش و ظ) ہے "شَوْظٌ" کے معنٰی بھڑکنے کے ہیں۔ نُحَاسٌ: شعلہ کیساتھ کا دھواں۔ اسکا مادہ (ن ح س) "نَحْسٌ" گھٹیا چیز کو کہتے ہیں، اسی سے "نُحَاسٌ" بنا ہے جو تانبے کو کہتے ہیں۔ دِهَان: سرخ رنگا ہوا چمڑا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: سرکش لوگوں پر خواہ وہ جن ہوں یا انسان آگ کے بھڑکتے ہوئے خالص شعلے چھوڑے جائیں گے اور دھواں بھی انکے گرد بھر جائے گا اور ان سے نہ بچ سکیں گے اور نہ وہ بدلہ لے سکیں گے، یہ آسمان ایک دن پھٹ جائے گا اور اسکی رنگت رنگے ہوئے چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گی اور ان سزاؤں کی خبر بھی تمہارے حق میں نعمت ہے تاکہ انکی پریشانی سے بچنے کا سامان کرلو جو ایمان اور نیک عملوں کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے۔

**يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ:** تم دونوں پر آگ اور دھویں کے شعلے پھینکے جائیں گے، یعنی: اگر کوئی جن یا انسان خدا تعالٰی کی پکڑ سے بھاگ کر بچنا چاہے گا تو اس پر آگ اور دھواں پھینکا جائے گا جس کی وجہ سے کوئی مجرم بھاگ نہیں سکے گا۔

دیانند سرسوتی آریہ سماج ہندوؤں کا لیڈر تھا، اس نے اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں "تورات، انجیل" اور "قرآن" پر بہت سے اعتراض کئے ہیں، کتاب کے چودھویں باب میں "قرآن مجید" کی اسی آیت "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں کا خدا بھی عجیب ہے کہ ایک طرف تو جنوں اور انسانوں پر آگ کے شعلے اور دھوں پھینکنے کا رعب دے رہا ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی کس کس

نعمت کو جھٹلاؤ گے، بھلا! آگ اور دھواں پھینکنے میں کونسی نعمت رکھی ہے جس کا انکار ممکن نہیں؟ اسکے جواب میں شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ قرآن پر جواب لکھا ہے کہ کسی کو عذاب کی خبر دینا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ اس طرح کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ذریعہ سے اپنا بچاؤ کرسکتا ہے اور اگر یہ اطلاع نہ دیجائے تو ہوسکتا ہے کہ وہ شخص اس مصیبت میں مبتلا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ نے آگ اور دھویں کا ذکر کر کے جنوں اور انسانوں کو خبردار کر دیا ہے کہ قیامت والے دن تو تم بھاگ نہیں سکو گے، لہٰذا دنیا کی زندگی میں ایمان اور توحید کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچ جاؤ۔

دنیا کا بھی یہ دستور ہے کہ جس ملک میں طوفان یا سیلاب وغیرہ آنے کا خطرہ ہو وہاں کے لوگوں کو پہلے ہی خبردار کر دیا جاتا ہے کہ اپنا بچاؤ کرلو ورنہ طوفان کی نذر ہوجاؤ گے، تو اطلاع کرنا بھی نعمت ہے وگرنہ لوگ طوفان یا سیلاب کی زد میں آکر ہلاک ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات مالی نقصان بھی ہوتا ہے، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کا خبردار کرنا بھی ایک نعمت ہے، امام محمد بن ابوبکر عبدالقادر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: کسی کی سزا کو موخر کر دینا یا مصیبت کو ٹال دینا بھی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں بسا اوقات مصیبت کو ٹال دیتا ہے اور فوری سزا نہیں دیتا بلکہ اسے موخر کر دیتا ہے یہ بھی اس کا احسان ہی ہے، اسی طرح پہلے سے اطلاع دیدینا اور آنے والی آفت سے خبردار کر دینا بھی اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔

## بچنے کا سامان کرلو

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ

پس اس دن جب یہ ہوگا نہ پوچھے جائینگے سے گناہوں اپنے انسان اور نہ جن (۳۹) پس کیا کیا

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ

نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۴۰) پہچانے جائینگے مجرم لوگ علامتوں اپنی سے پس پکڑے جائینگے

بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ
ساتھ پیشانی کے بالوں کے اور پاؤں کے (۴۱) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی جھٹلاؤ گے تم دونوں (۴۲) یہ

جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا
دوزخ ہے کہ جھوٹ قرار دیتے تھے اس کو مجرم لوگ (۴۳) گھومیں گے وہ درمیان اسکے

وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾
اور درمیان کھولتے گرم پانی کے (۴۴) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۴۵)

وقف لازم ۲ ع ۱۲

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر اس دن کسی انسان سے اور جن سے اسکے گناہوں کے بارے میں پوچھ نہ ہوگی۔ (۳۹) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۴۰) گناہگار اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے پھر پکڑے جائیں گے پیشانی کے بالوں سے اور پاؤں سے۔ (۴۱) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۴۲) یہ دوزخ ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ (۴۳) پھریں گے وہ لوگ دوزخ اور کھولتے پانی کے درمیان۔ (۴۴) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (۴۵)

**لفظی تحقیق:** اٰنٍ: گرم کھولتا پانی۔ اس کا مادہ (ا ن ی) سے "اَنْیٌ" کے معنٰی سخت گرم ہونا "اٰنِی" اسی سے اسم فاعل ہے، وقف کی وجہ سے (ی) گر گئی۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت میں بدکاروں کے چہرے اور حلیہ ہی سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ مجرم ہیں، انکی پہچان کیلئے سوال کی ضرورت نہ ہوگی، البتہ ان کو لاجواب کرنے کیلئے ان سے سوال ہوگا، کسی کی پیشانی کے بال اور کسی کی ٹانگیں پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ لو یہ ہے! وہ دوزخ جسے تم دنیا میں ایک جھوٹی اور بناوٹی بات سمجھتے تھے، پھر وہ دوزخ کی آگ کے چکر لگائیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی میں

گھومیں گے، ان باتوں سے ابھی سے خبردار کیے دیتے ہیں تاکہ ان سے بچنے کا سامان کرلو اور یہ اطلاع تمہارے لئے ایک نعمت ہے۔

**يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ:** مجرم لوگ اپنی نشانیوں سے پہچان لئے جائیں گے، مطلب یہ ہے کہ ان سے پوچھنے کہ ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ انکے گناہوں کی سیاہی انکے چہروں سے ظاہر ہوگی۔

جس طرح مجرم لوگ اپنی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے اسی طرح ایمان والے بھی بعض نشانیوں سے پہچانے جائیں گے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: میری امت کے لوگ وضو کے اعضاء کی سفیدی سے پہچانے جائیں گے، صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! حشر کے میدان میں آپ اپنی امت کے لوگوں کو کیسے پہچانیں گے؟ تو فرمایا: اگر کسی شخص کے بہت سے گھوڑے ہوں جن میں پنج کلیان بھی ہوں تو اُن کو کیسے پہچانا جاتا ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ایسے گھوڑے اپنے چہرے اور چاروں پاؤں کی سفیدی سے پہچانے جاتے ہیں، اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگوں کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں وضو کرنے کی وجہ سے روشن ہوں گے، لہٰذا میں انہیں آسانی سے پہچان لوں گا۔

"مسلم شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اذان دینے والوں کی گردنیں قیامت کے دن بلند ہوں گی اور اس طرح مؤذن لوگ پہچانے جاسکیں گے، گردنیں لمبی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اونٹ کی طرح لمبی ہوں گی بلکہ ان پر خاص قسم کی نورانیت چھائی ہوگی جس سے یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ مؤذن ہیں جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرتے رہے اور لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے رہے۔

**يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ:** پھر وہ چکر لگائیں گے دوزخ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان، جب آگ کی شدت سے پیاس محسوس ہوگی تو پانی کی طرف دوڑیں گے مگر وہ کھولتا گرم پانی ہوگا، "سورۃ محمد" میں ہے کہ جب وہ پانی کا ایک گھونٹ پئیں گے تو وہ اس قدر گرم ہوگا کہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر نیچے پھینک دے گا، وہ پھر اپنی اصلی حالت میں آجائیں گی پھر پانی پئے گا اور پھر وہی حالت ہوگی۔

# اچھوں کا انجام

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
اور واسطے اسکے جوڈرا کھڑا ہونے سے پاس رب اپنے کے دو باغ ہیں (۴۶) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾
تم دونوں جھٹلاؤ گے (۴۷) بہت سی شاخوں والے (۴۸) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۴۹)

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾
ان دونوں میں دو چشمے ہیں جو بہتے ہیں (۵۰) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۵۱)

فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾
ان دونوں میں ہر میوہ کی دو قسم ہیں (۵۲) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۵۳)

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَيْنِ
تکیہ لگائے ہوئے پر بچھونوں استر اُنکے سے سبز ریشم اور پھل دونوں باغوں کے

دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾
قریب ہونگے (۵۴) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۵۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جو کوئی اپنے رب کے پاس کھڑا ہونے سے ڈرا اُس کیلئے دو باغ ہیں۔(۴۶) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۴۷) جن میں بہت سی شاخیں ہیں۔(۴۸) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۴۹) ان دو باغوں میں دو چشمے بہتے ہیں۔(۵۰) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۵۱) ان دو باغوں میں ہر قسم کا میوہ ہوگا۔(۵۲) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۵۳) بچھونوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر سبز ریشم کے ہوں گے اور

میوہ ان باغوں کا جھک رہا ہوگا۔(۵۴) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۵۵)

**لفظی تحقیق:** ذَوَاتَانِ: والیاں۔ ذات کی جمع ذوات کا تثنیہ ہے "اَفْنَان" کی طرف مضاف ہے جو "فَنَنٌ" کی جمع ہے "فَنَنٌ" ٹہنی، شاخ، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا "ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ" ہوگیا، جسکے معنیٰ ہیں شاخوں والے۔ بَطَآئِنُ: استر۔ "بِطَانَةٌ" کی جمع ہے، اسکا مقابل "ظِهَارَةٌ" ہے جسکے معنیٰ "اَبْرَا" ہیں۔ اِسْتَبْرَقٍ: تافتہ ایک قسم کا ریشمی دبیر کپڑا۔

# تفسیر

برے کام کرنے والوں کا ذکر پہلے ہو چکا اب پرہیزگاروں کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ: جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے دنیا میں برے کاموں سے بچتے رہے اُن کو دو باغ ملیں گے، جن میں پھیلی ہوئی شاخوں والے گھنے درخت ہوں گے اور جن میں دو چشمے اور قسم قسم کے میوے ہوں گے، جنت والے ان باغوں میں مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، ان مسندوں کے استر موٹے ریشمی کپڑے کے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ "اَبْرَا" اور بھی بڑھیا ہوگا، ان دونوں باغوں کے پھل اتنے اونچے نہ ہوں گے کہ توڑنے میں دقت ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نیک لوگوں کو ملیں گی لیکن شرط یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ دو جنتوں میں سے ایک کا ساز وسامان یعنی: فرنیچر، برتن، آرائش کا سامان وغیرہ چاندی کا ہوگا اور دوسرے کا سونے کا ہوگا، گویا دو جنتوں میں اس قدر تفاوت ہوگا، ظاہر ہے چاندی کے ساز وسامان کی اپنی کیفیت ہوگی جو سفید ہوگی اور سونے کی دوسری شان ہوگی، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہوگا۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ: وہ دونوں باغ گھنی شاخوں والے ہوں گے، ظاہر ہے کہ باغ کا حسن درختوں سے ہوتا ہے اور درختوں کا حسن ان کی شاخوں، پتوں، پھولوں اور پھلوں سے ہوتا ہے اور پھر یہ ہے کہ گھنے باغات زیادہ خوش کرنے والے ہوتے ہیں۔

فِيهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ: ان باغوں کی ایک اور خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ ان میں چشمے بہتے ہوں گے اور وہ ایسا نفیس پانی ہوگا کہ جو نہ کبھی باسی ہوگا اور نہ اس میں بُو پیدا ہوگی، ان چشموں کا پانی ہمیشہ میٹھا، خوشگوار اور تروتازہ ہوگا، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ: یہ دو چشمے سلسبیل اور کوثر ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ: وہ ایسے بچھونوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے جن کا استر موٹے ریشم کا ہوگا، مطلب یہ کہ ان کے بستر نہایت اعلیٰ اور نفیس قسم کے ہوں گے، یہ ریشم وغیرہ کی مثال تو اس دنیا میں پائی جانے والی اشیاء کی نسبت سے ہے ورنہ جنت کی ہر چیز بے مثال ہوگی اور آج ہم اسکی عمدگی کا تصور بھی نہیں کرسکتے، اور ان باغوں کے پھل قریب ہی ہوں گے، جنتی بستر پر آرام کررہا ہے اور اسکا جی چاہا کہ کوئی پھل کھائے تو اسے اٹھ کر کہیں جانا نہیں پڑے گا کہ جا کر پھل توڑ لائے یا کسی خادم کو حکم دے کہ اس کیلئے پھل مہیا کرے، بلکہ ان باغوں کے پھل اتنے قریب ہوں گے کہ کسی بھی جنتی کو ہاتھ بھی نہیں بڑھانا پڑے گا بلکہ پھل خود بخود اسکے قریب آجائے گا، پس! تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

## پاکیزہ بیویاں

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ

میں ان | عورتیں ہیں | نیچی نگاہ والیاں | نہیں | ان کو چھوا کسی | آدمی نے | سے پہلے ان | اور

لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

نہ کسی جن نے (۵۶) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۵۷) گویا کہ وہ ہیں یاقوت

وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ

اور مرجان (۵۸) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۵۹) نہیں بدلہ

الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

اچھے کام کرنے کا مگر اچھا بدلہ (۶۰) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۶۱)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ان میں عورتیں ہونگی نیچی نگاہ والیاں ،نہیں ہاتھ لگایا ان کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے نہ کسی جن نے ۔(۵۶) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۵۷) گویا کہ یاقوت اور مرجان ہیں ۔(۵۸) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۵۹) کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور ہے (ہرگز نہیں) ۔(۶۰) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۶۱)

**لفظی تحقیق:** لَمْ يَطْمِثْ: نہیں چھوا۔مضارع منفی ہے (ط م ث) سے "طمث " کے معنیٰ چھونا، ٹھہرنا، قریب پہنچ جانا، یعنی: کبھی کوئی ان کے قریب تک بھی نہ گیا ہوگا۔

## تفسیر

نیک مرد کی خوشی اس وقت پوری ہوتی ہے جب اسکے پاس ایسی بیوی ہو جو حیادار ہو، اسکے سوا کسی اور کی طرف نہ دیکھنے والی ہو؛ اس لئے جنت میں اسکی خوشی پوری کرنے کیلئے ایسی عورتیں دی جائیں گی جن کا کام صرف اپنے مرد کو خوش کرنا ہوگا، وہ کنواری اور حیادار ہوں گی، نہ وہ کسی اور مرد کی طرف نگاہ اٹھائیں گی اور نہ اپنے مرد کی اور بیویوں سے جھگڑیں گی، انکی خوشی اپنے مرد کی خوشی میں ہوگی، وہ یاقوت اور مرجان کی طرح ہی خوش رنگ اور صاف شفاف ہونگی، اس کے بعد ارشاد ہے کہ: دنیا میں نیک کام کرنے کا بدلہ اسکے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ آخرت میں نیکوں کو انعام واکرام سے مالا مال کیا جائے، پھر تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ: یعنی: نیکی کا بدلہ نیکی کی صورت میں ہی ملے گا، اگر دنیا میں نیک نیتی کیساتھ اچھے عمل کئے تو اُن کی جزا بھی اچھی ہوگی۔

## دو اور باغ

| | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| وَ | مِنْ | دُوْنِهِمَا | جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ | فَبِاَيِّ | اٰلَآءِ | رَبِّكُمَا | | تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ |
| اور | ان | دو کے سوا | دو باغ اور ہیں (۶۲) | پس کیا کیا | نعمتیں | رب اپنے کی | | تم دونوں جھٹلاؤ گے (۶۳) |

مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ

گہرے سبز رنگ (۶۴) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۶۵) میں ان دونوں دو چشمے ہیں

نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ

جوش مارتے ہوئے (۶۶) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۶۷) میں ان دونوں میوے ہیں

وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِیْهِنَّ

اور کھجوریں اور انار (۶۸) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۶۹) میں ان

خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾

بہت اچھی خوبصورت عورتیں ہیں (۷۰) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۷۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اوران دو کے سوا دو باغ اور ہیں ۔(۶۲) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۶۳) گہرے سبز رنگ جیسے سیاہ۔(۶۴) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۶۵) ان دونوں میں دو چشمے ہیں ابلتے ہوئے ۔(۶۶) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۶۷) ان دونوں باغوں میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ۔(۶۸) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۶۹) ان سب باغوں میں اچھی خوبصورت عورتیں ہیں ۔(۷۰) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔(۷۱)

**لفظی تحقیق:** **مُدْهَآمَّتٰنِ:** گہرا سبز۔ "مُدْهَآمَّةٌ" کا تثنیہ ہے جو "ادھیمام" سے اسم فاعل مؤنث ہے، اس کا مادہ (د ھ م) "دَھْمَةٌ" کے معنیٰ سیاہی کے ہیں اسی سے "اَدْھَمُ" بنا ہے جو مشکی گھوڑے کو کہتے ہیں "مُدْهَآمَّةٌ" سے مراد یہاں گہرا سبز ہے جو دور سے کالا نظر آئے۔ **نَضَّاخَتٰنِ:** اچھل کر نکلنے والے پانی کا چشمہ۔ "نَضَّاخَةٌ" کا تثنیہ ہے جو (ن ض خ) سے مبالغہ کا صیغہ ہے "نَضْخٌ" کے معنیٰ چشمہ کا زور سے ابلنا۔ **خَیْرٰتٌ:** بہت اچھی۔ "خَیْرَةٌ" کی جمع ہے، ہر وہ چیز جس میں بہت سے خوبیاں ہوں۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنتیوں کو دو باغوں کے علاوہ دو اور باغ ملیں گے جن میں گھنے سایہ دار درخت ہوں گے، جو گہرے سبز رنگ کے ہوں گے اور دو چشمے زور سے اچھل اچھل کر بہہ رہے ہوں گے، ہر قسم کے میوے سے لدے ہوئے درخت ہوں گے، کھجور اور انار بکثرت ہوں گے اور ساری خوبیوں والی خوبصورت عورتیں ہوں گی جن کے ہونے سے خوشیاں ہوں گی، اب بتلاؤ کہ! اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے اس نے تمہارے لئے ہر چیز مہیا کردی ہے، پھر شکر گزار نہ ہونے کا کیا معنیٰ؟

# خوبصورت خواتین

حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾

خوبصورت نیچی نگاہ والیاں میں خیموں (۷۲) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۷۳)

لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا

نہیں چھوا اُن کو کسی آدمی نے سے پہلے ان اور نہ کسی جن نے (۷۴) پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی

تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

تم دونوں جھٹلاؤ گے (۷۵) تکیہ لگائے ہوئے پر مسند سبز کے اور قیمتی بچھونے نفیس (۷۶)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ

پس کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی تم دونوں جھٹلاؤ گے (۷۷) برکت والا نام رب آپ کے کا بڑائی والا

ع ۳ / ۱۳

وَ الۡاِکۡرَامِ ﴿۷۸﴾

اور بزرگی والا (۷۸)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔خوبصورت نیچی نگاہ والیاں جنت کے خیموں میں ہوں گی۔(۷۲) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۷۳) نہیں ہاتھ لگایا اُن کو کسی انسان اور جن نے ان سے پہلے۔(۷۴) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۷۵) تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سبز تختوں پر اور قیمتی بچھونوں پر۔(۷۶) پس! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(۷۷) بڑی برکت ہے آپکے رب کے نام کی جو بڑائی والا اور عظمت والا ہے۔(۷۸)

**لفظی تحقیق:** رَفْرَفٍ: مسند۔ ریشمی باریک کپڑا "رَفْرَفٌ" کہلاتا ہے، نیز: اسکے معنیٰ بچھونے اور فرش کے بھی ہیں۔ عَبْقَرِيٍّ: تخت، مسند۔ ہر چیز جو بڑی کاری گری سے بنائی گئی ہو، یہاں اس سے مراد بچھونا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنت کوئی خالی سنسان جگہ نہ ہوگی بلکہ وہاں تو خوبصورت موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور جو اپنے اپنے خیموں میں رہنے والی ہوں گی اور پاکیزہ اور صاف ستھری ایسی کہ ان کو جنتیوں سے پہلے کسی آدمی یا جن چھوا بھی نہیں ہوگا، وہاں یہ جنت میں جانے والے لوگ قیمتی ریشمی گدوں پر اور عمدہ بچھونوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آرام کا سامان تیار کر رکھا ہے اور یہ سب اسی کے نام کی برکت ہے، دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں اسی کی رحمت سے ہیں، کیا ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو۔

## عام اعلان

اس سورت میں انسانوں کو خبردار کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ غفلت میں زندگی بسر کرنے کا نتیجہ تمہارے لئے

براہوگا،سب سے پہلے تم عقل سے کام لیکر اللہ تعالیٰ کو پہچانو اور یقین کرو کہ تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے،اسی نے اپنی رحمت سے تمہیں پیدا کیا اور آسمان و زمین اور اسکے اندر کی ساری چیزیں سورج، چاند، تارے، سمندر، دریا، درخت، غلّہ، پھل، پھول، میوے، سردی گرمی، بارش وغیرہ سب تمہارے فائدے کیلئے بنائے، اوّل تو اپنی ہی بناوٹ میں غور کرو اسی کے اندر تمہیں اسکی قدرت اور حکمت کی بے شمار نشانیاں ملیں گی، پھر اپنے اِردگرد کی چیزوں پر نظر کرو، تم خود اور یہ سب چیزیں ایک دن فناء ہوجائیں گی فقط اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی اور اسکے بعد پھر ایک نئی شان سے ظاہر ہوگی۔

جنت میں ساری آرام کی چیزیں تیار ہوں گی اور ان میں وہ لوگ جائیں گے جنہوں نے اپنی زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزاری ہوگی، اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو برا بتایا ہے ان سے بچتے اور جن چیزوں کو اچھا بتایا انہیں کرتے رہے ہوں گے،ان کیلئے چار جنتیں تیار ہیں جن میں صاف ستھری کھانے پینے کی چیزیں اور خوبصورت اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

جنت کی عورتوں کی جو صفتیں اس سورت میں بیان کی گئی ہیں اس سے آج کل کی عورتوں کو سبق لینا چاہئے اور وہی صفتیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں جنہیں عورتوں کیلئے اچھا بتایا گیا ہے، مثلاً: شرم وحیاء کیساتھ گھر میں رہنا اور اپنی ہٹ دھرمی سے مَردوں کیلئے تکلیف کا سبب نہ بننا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: جنت میں دو قسم کی عورتیں ہوں گی، ایک تو یہ حوریں ہوں گی جن کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے، یہ نہایت ہی پاکیزہ اور حیادار ہوں گی اور اللہ تعالیٰ ان کو جنتی مردوں کیلئے جنت ہی میں پیدا فرمائے گا، ان کے علاوہ اس دنیا کی ایمان والی اور نیکوکار عورتیں بھی جنت میں ہوں گی جو حوروں سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہوں گی۔

اٰیاتھا - ۹۶ سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتھا - ۳

سورۃ الواقعہ مکی ہے۔اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں

# قیامت کا حال

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾

جب آپڑے گی آپڑنے والی (۱) نہیں ہونے میں اسکے کچھ جھوٹ (۲) نیچا کرنیوالی اونچا اٹھانے والی (۳)

اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتۡ

جب ہلائی جائے زمین ہلایا جانا سخت (۴) اور توڑ دیے جائینگے پہاڑ ریزہ ریزہ (۵) پس ہو جائینگے

هَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّكُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ

غبار پھیلا ہوا (۶) اور ہو جاؤ گے تم قسمیں تین (۷) پس والے داہنے کیا خوب ہیں

اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾

والے داہنے (۸) اور والے بائیں کیا ہی برے ہیں والے بائیں (۹)

وقف لازم

**بامحاورہ ترجمہ:** جب آپڑے گی آپڑنے والی (قیامت)۔ (۱) نہیں ہے اسکے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ۔ (۲) بعض کو پست کرنے والی، بعض کو بلند کرنے والی۔ (۳) جب ہلنے لگے زمین کپکپا کر۔ (۴) اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ (۵) پس! ہو جائیں اڑتا ہوا غبار۔ (۶) اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے۔ (۷) پھر داہنے والے کیا خوب ہیں داہنے والے۔ (۸) اور بائیں والے کیا ہی برے لوگ ہیں بائیں والے۔ (۹)

**لفظی تحقیق:** وَاقِعَةٌ: ہونے والی۔ اسم فاعل ہے (وق ع) سے، یہاں واقعہ سے مراد قیامت ہے۔

رَجٌّ: ہلا دینا۔ اسکا مادہ (ر ج ج) ہے "رُجَّتْ" اسی سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ بَسٌّ: ریزہ ریزہ کردینا۔ "بُسَّتْ" اسی سے ماضی مجہول ہے، یعنی: ایسے ہوجائیں گے جیسے: روغن میں لت پت کیے ہوئے ستو"بَسٌّ" کے اصل معنٰی یہی ہیں۔ مُنْبَثٌّ: بکھرا ہوا۔ اسم فاعل ہے"اِنْبِثَاثٌ" سے جس کا مادہ (ب ث ث) ہے"بَثٌّ" کے معنٰی پھیلانا، بکھیرنا"اِنْبِثَاثٌ" اسکا لازم ہے، یعنی: پھیل جانا، بکھر جانا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: قیامت کو نہ بھولو وہ یقیناً آکر رہیگی، کچھ لوگوں کو پست اور ذلیل کردیگی اور کچھ لوگوں کا درجہ بلند کردیگی، زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائینگے، انسانوں کا یہ حال ہوگا کہ انکے تین گروہ بن جائینگے، ایک وہ جن کا اعمال نامہ انکے دائیں ہاتھ میں دیا جائیگا اور وہ جنہیں اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا، پہلے لوگ عرش کے دائیں طرف جمع ہونگے اور دوسرے اسکی بائیں طرف، تیسرے گروہ کا ذکر آگے آیگا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے مفسرین اور محدثین اور مورخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ موت کے مرض میں مبتلا ہوئے تو خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انکی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ نے پوچھا: آپ کو کس چیز کی تکلیف ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مجھے میرے گناہوں اور غلطیوں کی زیادہ تکلیف ہے، پھر پوچھا: آپ کی خواہش کیا ہے؟ یعنی: آپ کو کیا چیز چاہئے؟ انہوں نے کہا مجھے میرے پروردگار کی رحمت کی ضرورت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: کیا میں آپ کیلئے کسی طبیب کا انتظام نہ کردوں، انہوں نے فرمایا کہ: طبیب ہی نے مجھے بیماری میں مبتلا کیا ہے، مطلب یہ تھا کہ حقیقی طبیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بیماری بھی اسی کے حکم سے آئی ہے، لہٰذا اور کس طبیب کو بلائیں گے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: کیا میں تمہارے لئے کسی عطیئے کا حکم نہ دوں؟ کہنے لگے: مجھے تو اسکی ضرورت نہیں، فرمایا: یہ وظیفہ آپکے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ کو میری بچیوں کی فاقہ کشی کا خطرہ ہے حالانکہ میں نے اپنی بچیوں کو تلقین کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات "سورۃ الواقعہ" پڑھ لیا کریں، کیونکہ میں نے پیغمبر ﷺ سے سُن رکھا ہے کہ جو شخص ہر رات "سورۃ الواقعہ" کی تلاوت کر لیا کرے گا اس کو کبھی رزق کی تنگی نہیں ہوگی، بہر حال! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کامل الایمان انسان تھے ان کو پیغمبر ﷺ کی بات پر یقین تھا، لہٰذا انہوں نے اپنی بچیوں کو بھی یہی تربیت دی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے تابعین سے بھی منقول ہے کہ اپنی اولادوں کو "سورۃ الواقعہ" سکھلاؤ، کیونکہ یہ "سورۃ الغناء" ہے اور اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ غناء عطاء کرتا ہے اور فاقہ سے بچاتا ہے، اگر کسی کی ظاہری حالت کمزور ہو تو "سورۃ واقعہ" کے پڑھنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہ کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔

**خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ:** یہ قیامت پست کرنے والی بھی ہے اور بلند کرنے والی بھی ہے، یہ قیامت مشرکوں، کافروں اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو دوزخ کی پستیوں میں اتار دے گی، جبکہ ایمان، تقویٰ اور نیکی کرنے والوں کو بلند درجات تک پہنچائے گی، گویا قیامت بعض کو پست کرنے والی اور بعض کو بلند کرنے والی ہے۔

**وَ كُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً:** اے انسانو! تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے، ان میں سے دو گروہ کامیاب ہوں گے اور تیسرا گروہ ناکام ہوگا، آگے گروہوں کی تفصیل بھی آرہی ہے، "ترمذی شریف" کی روایت میں پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ: قیامت والے دن تمام ایمان والوں کی ایک سو بیس (120) صفیں ہوں گی، جن میں سے اسی (80) صفیں صرف اس امت کی اور باقی چالیس (40) صفیں تمام امتوں کی ہوں گی، پھر آگے جنت والے دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک گروہ وہ ہوگا جو نیکی میں بہت آگے بڑھنے والے ہیں اور دوسرا گروہ داہنے طرف والوں کا ہوگا جو پہلوں سے ایک درجہ کم ہوں گے مگر جنت والوں میں سے ہوں گے، تیسرے گروہ اصحابِ شمال کا ہوگا جو ناکام ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔

**فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ:** پس! دائیں ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے، اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف فرمائی ہے کہ یہ کامیاب لوگ ہوں گے، بعض فرماتے ہیں کہ: دائیں ہاتھ والے وہ

لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے روحوں سے وعدہ لیتے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف سے نکالا تھا، یہ مؤمن ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے وہ لوگ ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے نکالا گیا تھا، یہ کافر اور مشرک لوگ ہوں گے، معراج والی حدیث میں بھی آتا ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تو آپ نے انکے دائیں اور بائیں بہت سے لوگوں کو دیکھا، جب حضرت آدم علیہ السلام اپنی دائیں طرف دیکھتے تو مسکرا دیتے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو غمگین ہو جاتے، پوچھنے پر بتلایا گیا کہ دائیں طرف والے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے مؤمن لوگ ہیں جبکہ بائیں طرف والے کافر ہیں، حضرت آدم علیہ السلام ان لوگوں کے دوزخی ہونے پر غمگین ہیں اور دائیں طرف کے جنت والوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جنت والوں کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں اور دوزخ والوں کو بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا، جنت والوں کو دائیں طرف روانہ کیا جائیگا جبکہ دوزخ والوں کو بائیں جانب بھیجا جائے گا۔

## بڑے درجہ والے

وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ

اور جنہوں نے پہل کی وہ اوّل رہینگے (۱۰) وہ لوگ اللہ کے نزدیک ہیں (۱۱) میں باغوں

النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

نعمت کے (۱۲) جماعت سے پہلوں (۱۳) اور تھوڑے سے میں سے پچھلوں (۱۴)

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ

پر تخت جواہر جڑے (۱۵) تکیہ لگائے پر ان آمنے سامنے (۱۶) چکر لگائینگے

عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ

پاس انکے نوعمر ہمیشہ نوعمر رہنے والے (۱۷) لئے ہوئے پیالے اور صراحیاں اور پیالے

مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ﴿١٩﴾

سے جاری چشمہ کے (۱۸) نہ سر بھاری ہوگا سے اس اور نہ بہکیں گے (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** آگے بڑھنے والے تو آگے بڑھنے والے ہی ہیں۔(۱۰) وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں۔(۱۱) نعمتوں والی جنتوں میں۔(۱۲) ایک جماعت پہلوں میں سے ہوگی۔(۱۳) اور تھوڑے پچھلوں میں سے ہونگے۔(۱۴) بیٹھے ہونگے موتی اور جواہرات سے جڑے ہوئے تختوں پر۔(۱۵) تکیہ لگائے ہوں گے ان تختوں پر آمنے سامنے۔(۱۶) لئے پھرتے ہوں گے انکے پاس خدمت گار لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔(۱۷) پیالے اور صراحیاں لے کر اور پیالے شفاف شراب کے لئے پھرتے ہوں گے۔(۱۸) جس سے نہ سر میں درد ہوگا اور نہ بہکیں گے۔(۱۹)

**لفظی تحقیق:** اَلسّٰبِقُوْنَ: آگے بڑھنے والے۔ مراد یہ ہے کہ جنھوں نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر اپنے پیغمبر کو مانا اور اسلام لائے وہ آخرت میں بھی پہلے درجہ میں ہوں گے۔ ثُلَّةٌ: بہت سارے۔ اسم ہے (ث ل ل) سے "ثُلَّةٌ" آدمیوں کی بڑی جماعت۔ مَوْضُوْنَةٌ: جڑاؤ۔ اسم مفعول ہے (وض ن) سے "وَضْنٌ" کے معنٰی سونے کی تاروں سے بنانا اور جواہر جڑنا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو سب سے پہلے ایمان لائے انکے درجے سب سے بلند ہوں گے، ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا، ان میں پہلے زمانہ والے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور پچھلوں کی کم نعمت سے بھرپور باغوں میں سونے سے بنے ہوئے جڑاؤ تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، کم عمر لڑکے جو ہمیشہ کم عمر ہی رہیں گے انکے سامنے صاف شراب کے پیالے اور صراحیاں لے کر پھر رہے ہوں گے جس کو پی کر نہ سر میں درد ہوگا اور نہ بہکی بہکی باتیں کریں گے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ: پہلوں میں یہ گروہ زیادہ ہے اور پچھلوں میں ان کی تعداد تھوڑی ہوگی، پہلے اور پچھلے لوگوں سے متعلق مفسرین کرام کی مختلف رائے ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ: پہلوں سے مراد پہلی امتیں ہیں، یعنی: پہلی امتوں کے نیکی میں سبقت کرنے والے لوگ زیادہ ہوں گے جبکہ اس آخری امت میں انکی تعداد کم ہوگی، دوسری طرف اس آخری امت کو تمام پہلی امتوں پر فضیلت بھی بخشی گئی ہے، آخری امت کے افضل ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں مگر ان میں سابقین کی تعداد پہلی امتوں کی نسبت کم ہوگی، اصل بات یہ ہے کہ سابقین میں اوّلین لوگ پیغمبر ہیں، پھر صدیق اور شہید ہیں، کیونکہ سارے پیغمبر اس گروہ میں شامل ہیں لہٰذا ان کی تعداد کا بڑھ جانا کچھ تعجب کی بات نہیں جبکہ آخری امت کا تو ایک ہی پیغمبر ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ: سابقین سے اگلی امتوں کے لوگ مراد نہیں بلکہ اسی امت کے اوّلین اور آخرین لوگ مراد ہیں، اسکا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ کے پہلے دور کے لوگوں میں سابقین کی تعداد زیادہ ہے اور پچھلے دور کے لوگوں میں نسبتاً کم۔

بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ: سابقین کے گروہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے، یہ لوگ آگے پیچھے نہیں ہوں گے بلکہ سیدھے ایک ہی قطار میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں داخل ہوں گے، ایسے لوگ پہلوں میں تو بہت ہوں گے مگر پچھلوں میں ان کی تعداد کم ہوگی۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ: تکیہ لگا کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، ہر جنتی ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوگا اور کسی ایک کی دوسرے کی طرف پیٹھ نہیں ہوگی، ظاہر ہے کہ کسی کی طرف پشت کر کے بیٹھنا اچھا نہیں لگتا، لہٰذا جنت میں یہ کیفیت کہیں نہیں ہوگی بلکہ سب ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے اور سب نہایت ہی خوشی میں ہونگے۔

# جنت کی نعمتیں

وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢١﴾
اور میوہ اُسمیں جو وہ پسند کریں (۲۰) اور گوشت پرندوں کا ایسا جو وہ چاہیں (۲۱)

وَ حُوْرٌ عِيْنٌ ﴿٢٢﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿٢٣﴾ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا
اور حوریں بڑی آنکھوں والیاں (۲۲) مانند نمونوں موتیوں کے سیپی میں چھپے (۲۳) بدلہ اس کا جو تھے وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِيْمًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا قِيْلًا
کرتے (۲۴) نہیں سنیں گے میں اس نکمی بات اور نہ گناہ کی (۲۵) مگر بول

سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ
سلام سلام (۲۶) اور والے داہنے کیا والے ہیں داہنے (۲۷) میں

سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾
بیریوں بغیر کانٹوں کی (۲۸) اور کیلے تہہ بہ تہہ (۲۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور میوہ جو وہ پسند کرلیں۔(۲۰) اور پرندوں کا گوشت جس قسم کو جی چاہے۔(۲۱) اور خوبصورت گوری عورتیں بڑی آنکھوں والیاں۔(۲۲) جیسے: موتی کے دانے ہوں اپنے غلاف کے اندر۔ (۲۳) یہ بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔(۲۴) نہیں سنیں گے وہاں بکواس اور نہ گناہ کی بات۔(۲۵) مگر ایک بات سلام سلام۔(۲۶) اور داہنے والے، کیا خوب ہیں داہنے والے۔(۲۷) وہ بغیر کانٹوں والی بیریوں میں ہوں گے۔(۲۸) اور وہ تہہ بہ تہہ کیلوں کے درختوں میں ہوں گے۔(۲۹)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان مقرب اونچے درجے والوں کو میوے بھی ملیں گے اور وہ وہی میوے ہوں گے جنہیں وہ

پسند کرتے ہوں گے یا پسند کریں گے اور جس پرندے کا جس قسم کا گوشت وہ چاہیں گے انہیں ملے گا، ان کو خوبصورت گورے رنگ اور بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت بیویاں ملیں گی اور وہ ایسی پاک صاف ہوں گی، جیسے: سیپی کے اندر موتی ہوتا ہے اور یہ سب کچھ ان نیک کاموں کا بدلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے تھے، جنت کے اندر فضول باتیں ان کے کانوں میں نہ پڑیں گی، نہ وہ ایسی باتیں کہیں گے یا سنیں گے جن کو سن کر گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو، بے حیائی کا ذکر اور فحش باتیں سننے میں نہ آئیں گی، ہر طرف مبارک سلامت کی آوازیں آئیں گی، آگے داہنے والوں کا ذکر ہے، یہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوں گے، انکے گرد بغیر کانٹوں کی بیریاں اور کیلے کے گچھے دار درخت پھیلے ہونگے۔

وَاَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡيَمِيۡنِ: اصحابِ یمین، دراصل مومنین و متقین اور اولیاء اللہ ہیں لیکن مغفرت یا شفاعت کے بعد گناہگار مسلمان بھی ان کیساتھ مل جائیں گے، اور بعض کو عذاب ہوگا مگر اپنے گناہ کا عذاب بھگتنے کے بعد یہ بھی گناہ سے پاک صاف ہو کر اصحابُ الیمین کے گروہ میں شامل ہو جائیں گے، کیونکہ گنہگار مؤمن کیلیے دوزخ کی آگ درحقیقت عذاب نہیں بلکہ گناہوں سے پاک صاف کرنے کیلیے ہے۔

## عیش کا سامان

وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۝۳۰ وَّ مَآءٍ مَّسۡكُوۡبٍ ۝۳۱ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ ۝۳۲

اور سایہ لمبا (۳۰) اور پانی بہتا ہوا (۳۱) اور میوہ بہت سا (۳۲)

لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّ لَا مَمۡنُوۡعَةٍ ۝۳۳ وَّ فُرُشٍ مَّرۡفُوۡعَةٍ ۝۳۴ اِنَّاۤ

نہ توڑا گیا اور نہ روکا گیا (۳۳) اور بستر اونچے (۳۴) تحقیق

اَنۡشَاۡنٰهُنَّ اِنۡشَآءً ۝۳۵ فَجَعَلۡنٰهُنَّ اَبۡكَارًا ۝۳۶ عُرُبًا اَتۡرَابًا ۝۳۷

پیدائش دی ہم ان عورتوں کو اچھی پیدائش (۳۵) پس کر دیا ہم نے انکو کنواری (۳۶) پسندیدہ ہم عمر (۳۷)

ع ۳۱ ۱۴

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۹ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۴۰

واسطے والوں داہنے کے (۳۸) بہت سے پہلوں میں ہونگے (۳۹) اور بہت سے پچھلوں میں سے ہونگے (۴۰)

وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝۴۱

اور والے بائیں کیسے ہیں والے بائیں (۴۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور لمبا سایہ۔(۳۰) اور بہتا ہوا پانی۔(۳۱) بہت سے میوے۔(۳۲) نہ ان کا موسم ختم ہوگا اور نہ ان سے منع کیا جائے گا۔(۳۳) اور بچھونے اونچے۔(۳۴) ہم نے ان عورتوں کو اچھا بنایا۔(۳۵) پھر ہم نے ان کو کنواری کردیا۔(۳۶) پیار کرنے والی ہم عمر بنادیا۔(۳۷) داہنے والوں کے واسطے۔(۳۸) ایک گروہ ہوگا پہلوں میں سے۔(۳۹) اور ایک گروہ پچھلوں میں سے۔(۴۰) اور بائیں والے کیسے بُرے ہیں۔(۴۱)

**لفظی تحقیق:** عُرُبًا: محبوبہ۔ "عُرُوْبٌ" کی جمع ہے، وہ عورت جسے دیکھ کر خاوند کو پیار آئے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ لوگ جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے انہیں ایسے باغ ملیں گے جن میں سرسبز بغیر کانٹے کی بیریوں کے درخت ہوں گے اور گھنے کیلوں کے یا کسی لذیذ پھل کے پیڑوں کے جن پر اوپر تلے تہہ بہ تہہ پھل لگے ہوں گے، وہاں کا سایہ دور دور تک پھیلا ہوا ہوگا، پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں گے اور بہت سارے میووں سے باغ لدا ہوگا، نہ وہ میوے ختم ہوں گے اور نہ انکو توڑنے سے روکا جائیگا اور نہ ان کا موسم ختم ہوگا بلکہ سدا بہار رہوں گے جو کہ ہر وقت موجود ہوں گے، یہاں اونچے اونچے تخت ان کیلئے بچھے ہوں گے جن پر تکیئے لگے ہوں گے اور وہ ان پر آرام سے بیٹھے ہوں گے، وہاں ان کی دنیا والی بیویاں بھی ہوں گی جنہیں نئے سرے سے پیدا کیا گیا ہوگا، ساری بوڑھی عورتیں جوان ہو جائیں گی اور ہمیشہ

کنواری اور چست چالاک رہیں گی، اپنے خاوند کی پیاری اور پسندیدہ ہوں گی، یہ سب داہنے جانب والوں کیلئے کیا جائے گا، ان میں بہت سے پہلے لوگوں میں سے اور بہت سے پچھلوں میں سے ہوں گے، یہی وہ جماعت ہے جس میں سارے ایماندار نیک کام کرنے والے شامل ہوں گے، آگے بائیں جانب والوں کا ذکر ہے، ارشاد ہے کہ: ان بائیں جانب والوں کا حال کیا پوچھتے ہو اسکے تو سننے سے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ: اور جنت والے لمبے سایوں میں ہوں گے، وہاں پر نہ دھوپ ہوگی، نہ اندھیرا اور نہ ہی سردی اور گرمی، بلکہ درختوں کے سائے میں نہایت ہی خوشگوار موسم ہوگا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جنت میں اتنے بڑے بڑے درخت ہوں گے کہ ایک تیز رفتار گھڑسوار سو (100) سال تک بھی اسکے سائے کو پار نہیں کرسکے گا۔

وَ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ: اصحاب یمین بہتے ہوئے پانی میں ہوں گے، مطلب یہ ہے کہ جنت میں پاکیزہ پانی ہمیشہ جاری رہے گا اور اس میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے: جنت میں جانے والے مرد اور عورتیں ہمیشہ جوانی کی حالت میں رہیں گے اور وقت گزرنے کیساتھ ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، فرمایا: جنتی مردوں کے چہروں پر داڑھی اور بدن کے کسی حصہ پر بال نہیں ہوں گے، ان کی آنکھیں ایسی ہوں گی گویا کہ سرمہ لگایا ہوا ہے، تینتیس (33) سال کے ہوں گے، جنتیوں کا قد اپنے دادا حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، یہ ان لوگوں کے انعاموں کا ذکر ہے جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا۔

## دوزخیوں کا حال

فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا

میں گرم بھاپ اور کھولتے پانی (۴۲) اور سایہ سے گہرے دھویں (۴۳) نہ ٹھنڈا اور نہ

كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ
آرام دہ (۴۴) تحقیق وہ تھے پہلے اس سے خوشحال (۴۵) اور تھے اَڑے ہوئے

عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا
پر ایک گناہ بڑے (۴۶) اور تھے وہ کہا کرتے کہ جب ہم مرگئے اور ہوگئے

تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾
مٹی اور ہڈیاں کیا سچ مچ ہم دوبارہ زندہ کئے جائینگے (۴۷) کیا باپ دادا ہمارے پہلوں کو بھی (دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔) (۴۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** (دوزخی لوگ) تیز بھاپ میں اور کھولتے پانی میں۔(۴۲) اور دھویں کے سایہ میں (ہونگے)۔(۴۳) جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ ہوگا۔(۴۴) وہ لوگ اس سے پہلے خوشحال تھے۔(۴۵) اور اَڑے ہوئے تھے ایک بڑے گناہ پر۔(۴۶) اور کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہوچکے، کیا ہم زندہ کرکے دوبارہ اٹھائے جائینگے۔(۴۷) اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائینگے۔(۴۸)

**لفظی تحقیق:** سَمُوْمٍ: گرم ہوا۔ یہاں اس سے مراد وہ بھاپ ہے جو جلد کے مساموں میں گھس جائیگی اور بدن کو جھلس دیگی۔ حَمِيْمٍ: دھواں۔ اس کا مادہ (ح م م) سے "حُمَّةٌ" کالے سیاہ رنگ کو کہتے ہیں۔ يَحْمُوْمٍ: کالا سیاہ دھواں۔ كَرِيْمٌ: دل خوش کرنے والا۔ صفت کا صیغہ ہے (ک ر م) سے "كَرَامَةٌ" شفقت، مہربانی "كَرِيْمٌ" ہر وہ شخص یا چیز جو دل کو خوش کرے اور راحت پہنچائے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: دوزخ والے گرم ہوا اور بھاپ اور کھولتے پانی میں جھلس رہے ہوں گے، کالا سیاہ دھواں جو دوزخ سے اٹھ کر ان پر چھایا ہوا ہوگا، جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ ہوگا، وہ ایک بڑے گناہ، یعنی: کفر وشرک پر

اَڑے ہوئے تھے، یہ لوگ قیامت کا ذکر سُن کر کہتے تھے کہ کہیں مر کر بھی کوئی جیا ہے جب ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں اور وہ بھی گل سڑ گئیں تو ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی، ہمارے باپ دادا مدتوں سے مرے پڑے ہیں آج تک کوئی ان میں سے دوبارہ زندہ ہو کر نہ آیا تو ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے۔

## اعتراض کا جواب

قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ

آپ کہہ دیں بیشک پہلے اور پچھلے (۴۹) البتہ اکٹھے کئے جائینگے پر وقت

يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾

ایک دن مقرر (۵۰) پھر تحقیق تم سے اے گمراہ لوگو! جھٹلانے والو (۵۱)

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾

البتہ کھانے والے ہونگے سے ایک درخت زقوم کے (۵۲) بھرنے والے ہونگے سے اس پیٹوں (۵۳)

فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿۵۵﴾

پھر پینے والے ہونگے پر اس سے کھولتے پانی (۵۴) پھر پینے والے ہونگے سخت پیاسے اونٹ کا سا پینا (۵۵)

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۵۶﴾

یہ مہمانی ہے انکی دن بدلے کے (۵۶)

**بامحاورہ ترجمہ:** آپ کہہ دیں! اگلے اور پچھلے۔ (۴۹) سب اکٹھے کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت پر۔ (۵۰) پھر تم اے بھٹکنے والو، جھٹلانے والو۔ (۵۱) البتہ کھاؤ گے زقوم کے ایک درخت سے۔ (۵۲) پھر اس سے پیٹ بھرو گے۔ (۵۳) پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ (۵۴) پھر پیو گے پیاسے اونٹ کی طرح۔ (۵۵) یہ انکی مہمانی ہے بدلے کے دن۔ (۵۶)

**لفظی تحقیق:** اَلْهِيْمِ: سخت پیاسے اونٹ۔ جمع ہے "اَهْيَمُ" اور "هَيْمَاءُ" کی جو صفت کے صیغے ہیں، "اهیم" جس کے معنیٰ سخت پیاسے کے ہیں، اونٹ کی پیاس بہت تیز ہوتی ہے کیونکہ وہ بہت دن کے بعد پانی پیتا ہے؛ اس لئے جب پیتا ہے تو بہت پیتا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ان سب لوگوں سے جو مر کر دوبارہ جینے اور قیامت کا انکار کرتے ہیں کہہ دو کہ پہلے اور پچھلے جتنے مر چکے ہیں سب دوبارہ زندہ ہو کر قیامت کے دن ٹھیک وقت پر ایک جگہ جمع کئے جائیں گے، اس میں انکار کرنے والے اور ماننے والے سب ہوں گے، لیکن انکار کرنے والے اچھی طرح کان کھول کر سُن لیں کہ وہ گمراہ ہیں، کیونکہ وہ سچ بات کو جھوٹ سمجھتے ہیں، ان کا حشر بہت بُرا ہونے والا ہے کہ انہیں ایک کانٹے دار درخت جو سیہنڈ، یعنی: تھوہر جیسا ہوگا کھانے کو ملے گا اور بھوک میں اسے کھائیں گے اور پیٹ بھریں گے کیونکہ اور کچھ بھی وہاں نہ ہوگا، پھر اسکے اوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا اور وہ پیاسے اونٹوں کی طرح اسے پئیں گے کیونکہ بھوک اور پیاس دونوں کی شدت ہوگی، دنیا میں خوشی خوشی دندناتے پھرتے ہیں آخر ایک دن مرنا ہے، پھر مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور ایک بدلے کا دن آنا ہے اور اس دن انکی مہمانی یہی ہوگی۔

## قدرت کی نشانیاں

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾

ہم نے ہی پیدا کیا تمہیں پس کیوں نہیں تصدیق کرتے (۵۷) کیا پس دیکھا تم نے اسے جو تم ٹپکاتے ہو (۵۸)

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ

کیا تم پیدا کرتے ہو اسے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں (۵۹) ہم نے ٹھہرا دی درمیان تمہارے

الْمَوْتَ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ
موت اور نہیں ہم پیچھے رہ جانیوالے (۶۰) اس سے کہ بدل کرلے آئیں تم جیسے

وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ
اور پیدا کریںگے تمہیں ایسی حالت میں کہ نہیں تم جانتے (۶۱) اور البتہ تحقیق جان چکے ہو تم پیدائش

الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
پہلی پس کیوں نہیں نصیحت حاصل کرتے (۶۲)

**بامحاورہ ترجمہ:** ہم نے تمہیں بنایا پس کیوں نہیں سچ مانتے۔(۵۷) بھلا دیکھو! جو پانی تم (عورتوں کے رحم میں) ٹپکاتے ہو۔(۵۸) اب تم اسے بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔(۵۹) ہم ٹھہرا چکے ہیں تم میں مرنا اور ہم عاجز نہیں۔(۶۰) اس بات سے کہ تمہاری طرح کے لوگ بدلے میں آئیں اور اٹھا کر کھڑا کریں تمہیں جہاں تم نہیں جانتے۔(۶۱) تم جان چکے ہو پہلی پیدائش پھر نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔(۶۲)

**لفظی تحقیق:** تُمْنُوْنَ: ٹپکاتے ہو۔ مضارع کا صیغہ ہے "اِمْنَاءٌ" سے جس کا مادہ (م ن ی) ہے "مَنِیٌّ" نطفہ "اِمْنَاءٌ" نطفہ رحم میں پہنچانا، یہاں یہی مراد ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھو اور ہمیں مانو، دیکھو! تمہارے پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں، کبھی خیال بھی کیا کہ تم نطفہ رحم میں ٹپکا کر الگ ہوجاتے ہو اب ماں کے رحم (بچہ دانی) میں اس سے بچہ کو کون بناتا ہے، ظاہر ہے کہ ہم ہی اپنی قدرت سے بناتے ہیں تمہیں اسکے بنانے میں کوئی دخل نہیں، ہمیں نے بنایا اور ہمیں نے تمہارے لئے موت مقرر کردی، ہم اس سے بالکل عاجز نہیں کہ تمہیں یہاں سے کہیں اور لیجائیں اور تمہاری جگہ اور مخلوق تمہارے ہی جیسی بسا دیں، آگے ارشاد ہے کہ: تم جانتے ہو اور اب بتانے سے بھی تمہیں معلوم ہوگیا

کہ ہم نے ہی تمہیں پہلی بار پیدا کیا، اب تم اس سے کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ ہم نے تمہیں جیسے پہلی بار بنایا ایسی ہی دوبارہ بھی بنا سکتے ہیں، سوچ سمجھ کا کام یہی ہے کہ جو چیزیں معلوم ہو چکیں انہی سے نامعلوم چیزوں کا بھی کسی قدر پتہ لگا لو، پھر کوئی وجہ نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب ہو یا اس کا انکار کیا جائے، غرض اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو اور یقین کرو کہ مرنے کے بعد تم دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ: ہم نے پیدا کیا ہے تم کو اب تم اس بات کو سچ کیوں نہیں مانتے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس سے کوئی بھی عقل مند انکار نہیں کر سکتا، جب سب چیزوں کا مالک وہی ہے تو پھر وہ موت دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے، اگر یہ بات سمجھ میں آتی ہے تو پھر تم ان باتوں کو سچ کیوں نہیں مانتے، بھلا تم ان چیزوں کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟

فرمایا: ہم نے تمہیں پیدا کیا، ایک خاص وقت تک زندگی دی اور پھر ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کر دیا، ایک مقررہ وقت پر ہر شخص کو موت آجائے گی اور پھر جہان کی مجموعی موت کیلئے بھی وقت مقرر ہے، جب یہ پوری دنیا ختم ہو جائے گی اور پھر حساب کتاب کی منزل آئے گی، ہم ان کاموں کے کرنے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں اور اس کام سے عاجز آنے والے نہیں بلکہ ہم اس کام کو لازماً پورا کر کے رہیں گے۔

## اور نشانیاں دیکھو

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ

کیا پس دیکھا تم نے | جو | تم بوتے ہو (۶۳) | کیا | تم | اگاتے اسے | یا | ہم ہیں

الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾

اگانے والے (۶۴) | اگر | چاہیں | البتہ کر ڈالیں اسے | ریزہ ریزہ | پس ہو جاؤ تم | حیران (۶۵)

اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ

کہ ہم تاوان بھرنے والے ہیں (۶۶) | بلکہ | ہم تو | بالکل ہی محروم کر دیئے گئے (۶۷) | کیا پس دیکھا تم نے | پانی کو

اَلَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ءَ اَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ

جو تم پیتے ہو (۶۸) کیا تم نے اتارا ہے سے بادلوں یا

نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿۶۹﴾

ہم ہیں اتارنے والے (۶۹)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔بھلا دیکھو تو! جو تم بیج بوتے ہو۔ (۶۳) کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے۔ (۶۴) گر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کر دیں، پھر تم سارا دن باتیں بناتے رہو۔ (۶۵) کہ ہمارا تو نقصان ہو گیا۔ (۶۶) بلکہ ہم تو محروم ہی ہو گئے۔ (۶۷) بھلا دیکھو تو! پانی کو جو تم پیتے ہو۔ (۶۸) کیا تم نے اسے بادلوں سے اتارا یا ہم ہیں اتارنے والے۔ (۶۹)

## تفسیر

ان آیتوں میں توجہ دلائی جا رہی ہے کہ دنیا میں تمہاری زندگی برقرار رکھنے کیلئے سامان بھی ہمیں نے پیدا کئے ہیں، مثلاً: زمین سے غلّہ وغیرہ کا پیدا کرنا، اس میں بھی تمہارا کام فقط اتنا ہے کہ بیج زمین میں ڈال دیتے ہو آگے تم کچھ نہیں کر سکتے اور نہ تمہارے بس میں اور کچھ کرنا ہے، ہمارے حکم اور قدرت سے زمین سے اس کا بیج پھوٹتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے، اگر ہم چاہیں تو کچھ بھی نہ ہو یا پیدا ہوتے ہی سوکھ کر جھڑ پڑے اور ریزہ ریزہ ہو کر خاک میں مل جائے اور تم حیرت میں تکتے رہ جاؤ اور کہنے لگو کہ افسوس! محنت یونہی گئی، بونے جوتنے کا خرچ بھی مفت کا ہی رہا اور ہمارے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا، دیکھا تم نے جیسا حال بچہ کی پیدائش میں ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو پیدا ہو ورنہ کچھ بھی نہ ہو، ایسا ہی غلّہ وغیرہ کے اگنے کا حال ہے، اب اپنی دوسری ضرورت کی چیز پانی کی طرف دیکھو، اسے بادلوں سے ہم برساتے ہیں یا تم برساتے ہو۔

# ایک اور نشانی

لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ﴿۷۰﴾ اَفَرَءَيْتُمُ
اگر چاہیں ہم البتہ کریں اسے کھارا پس کیوں نہیں شکر کرتے تم (۷۰) کیا دیکھا تم نے

النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴿۷۱﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ
آگ کو جسے تم سلگاتے ہو (۷۱) کیا تم نے پیدا کیا درخت اس کا یا ہم ہیں

الْمُنْشِـُٔوْنَ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴿۷۳﴾
پیدا کرنے والے (۷۲) ہم کیا ہم نے اسے یاددہانی اور سامان واسطے مسافروں کے (۷۳)

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴿۷۴﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴿۷۵﴾ ع ۲ ۱۵
پس پاکی بولیں ساتھ نام رب اپنے کے جو بڑا ہے (۷۴) پس میں قسم کھاتا ہوں ساتھ گرنے کے تاروں کے (۷۵)

وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴿۷۶﴾
اور بیشک وہ البتہ قسم ہے اگر تم سمجھو بڑی (۷۶)

**بامحاورہ ترجمہ:** اگر چاہیں ہم اس کو کھارا کر دیں پھر کیوں نہیں احسان مانتے۔(۷۰) بھلا دیکھو تو! آگ کو جسے تم سلگاتے ہو۔(۷۱) کیا اس کا درخت تم نے پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔(۷۲) ہم ہی نے تو وہ درخت بنایا نصیحت اور فائدے کی چیز مسافروں کیلئے۔(۷۳) پاکی بیان کریں آپ اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا ہے۔(۷۴) سو! میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں۔(۷۵) اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔(۷۶)

**لفظی تحقیق:** اَلْمُقْوِيْنَ: جنگل میں اترنے والے مسافر۔ "مُقْوٍ" کی جمع ہے جو اصل میں "مُقْوِیٌ" تھا "اِقْوَاءٌ" سے تعلیل کے بعد "مُقْوٍ" ہو گیا، اسکا مادہ (ق و ی) ہے "اَلْقَوَاء" چٹیل زمین کو کہتے ہیں جس میں

گھاس درخت وغیرہ کچھ نہ ہو"اَقْوَاءِ" کے معنیٰ جنگل میں ٹھہرنا۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم سارے پانی کو کھارا بنا دیتے تو کیا ہوتا، تمہیں شکر گزار ہونا چاہئے کہ پانی کو میٹھا بنایا، آگے ارشاد ہے کہ: تم نے آگ کو بھی دیکھا ہے جسے تم لکڑی پر لکڑی گھسا کر نکالتے ہو، عرب میں چقماق خاص درخت سے بنتا تھا، کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا یا ہم نے، ظاہر ہے کہ ہم نے پیدا کیا اور جنگل بیابان میں رہنے یا جانے والوں کیلئے آگ بنانے کی سہولت پیدا کردی، اب تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو جو بزرگ و برتر ہے، آگے ایک اور بڑی نعمت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ قرآن مجید ہے جو ستاروں کی طرح اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے جسکی آیتیں وقتاً فوقتاً موقع کی ضرورت کے مطابق اتاری جاتی ہیں۔

## قرآن مجید کیا ہے؟

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا
بیشک وہ البتہ قرآن ہے قدر والا (۷۷) میں ایک کتاب چھپا کے رکھا ہوا (۷۸) نہیں چھوتے اسے مگر

الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ
پاک صاف لوگ (۷۹) اتارا گیا سے رب جہانوں کے پالنے والے (۸۰) کیا پس ساتھ اس کلام کے

اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾
تم سستی کرتے ہو (۸۱) اور بناتے ہو روزی اپنی یہ کہ تم جھٹلاتے ہو (۸۲)

فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾
پس کیوں نہیں ہوتا جب کہ پہنچ جائے جان حلق تک (۸۳) اور تم اس وقت تک دیکھ رہے ہوتے ہو (۸۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بیشک یہ قرآن مجید عزت والا ہے۔(۷۷) لکھا ہوا ہے ایک چھپی ہوئی کتاب (لوحِ محفوظ) میں۔(۷۸) نہیں چھوتے اسکو مگر خوب طہارت والے (جو حدث اصغر اور اکبر دونوں سے پاک ہو)۔ (۷۹) اتارا ہوا ہے جہانوں کے رب کی طرف سے۔(۸۰) اب کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو۔(۸۱) اور جھٹلانے کو اپنی روزی بناتے ہو۔(۸۲) پھر کیوں مدد نہیں کرتے تم کسی کی جب دل غم کے مارے حلق کو پہنچ جاتے ہیں۔(۸۳) اور تم اس وقت محض دیکھ رہے ہوتے ہو۔(۸۴)

**لفظی تحقیق:** مُدْهِنُوْنَ: ٹال مٹول کرنے والا۔ اسم فاعل ہے "اِدْهَانٌ" سے جس کا مادہ (د ھ ن) ہے "دھن" تیل کہتے ہیں "اِدْهَان" تیل لگا کر ملنا، خیال نہ کرنا، کوئی اہمیت نہ دینا۔

## تفسیر

قرآن مجید میں سے بس انہیں یہی نصیب ہوا کہ اسے جھٹلاتے ہیں، پہلے تاروں کے چھپنے اور نکلنے کی طرف توجہ دلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ اسی طرح یہ قرآن مجید بھی ٹھہر ٹھہر کر اتارا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ بڑے مرتبہ والا ہے اور ہر ایک کو نفع پہنچاتا ہے اور یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جس کو فقط پاک صاف لوگ ہی ہاتھ لگاتے ہیں، اسے سارے جہانوں کے پالنے والے نے نازل کیا ہے، تمہیں کچھ اور نصیب نہ ہوا، سوا سکے کہ اس کو جھٹلاتے رہو، جس وقت موت کی شدت سے کلیجے منہ کو آتے ہیں تو تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے جبکہ تم دیکھ رہے ہوتے ہو۔

**اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ:** "مُدْهِنُوْنَ ، اِدْهَان" سے مشتق ہے جس کے لغوی معنیٰ تیل کی مالش کرنے کے ہیں اور تیل مالش سے اعضاء نرم ہو جاتے ہیں؛ اس لئے نرم کرنے اور ناجائز مواقع میں نرمی برتنے کے معنٰی اور نفاق کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا۔

**فَلَوْ لَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ:** اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مرنے کے بعد تمہیں زندہ نہیں کیا جا سکتا اور تم اتنے

قوی اور بہادر ہو کہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے باہر ہو تو ذرا اپنی قوت اور قدرت کا امتحان یہی کر دیکھو کہ اس مرنے والے کی روح کو نکلنے سے بچا لو یا نکلنے کے بعد اس میں لوٹا دو اور جب تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو پھر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے باہر سمجھنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرنا کس قدر بے عقلی کی علامت ہے۔

## تمہیں سوجھتا نہیں

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴿۸۵﴾ فَلَوْ

اور ہم زیادہ قریب ہیں اسکے سے تم اور لیکن تم نہیں دیکھتے (۸۵) پس کیوں

لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴿۸۷﴾

نہیں اگر ہو تم خود مختار (۸۶) لوٹا لاتے اسے اگر ہو تم سچ کہنے والے (۸۷)

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ

پس جو اگر ہو وہ میں سے قرب کے مرتبہ والوں (۸۸) پس راحت اور رزق ہے اور باغ

نَعِيْمٍ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ

نعمت کا (۸۹) اور جو اگر ہو وہ سے والوں داہنے (۹۰) پس سلام تیرے لئے

مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴿۹۱﴾

میں سے داہنے والوں (۹۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ہم تم سے زیادہ اسکے قریب ہیں پر تم دیکھتے نہیں۔(۸۵) پھر کیوں نہیں، اگر تم کسی کے حکم میں نہیں ہو۔(۸۶) تو لوٹا لاتے اسی کی جان کو اگر تم سچے ہو۔(۸۷) سو! جو اگر وہ ہوا مقرب لوگوں میں۔(۸۸) تو راحت ہے اور روزی ہے اور نعمت کا باغ۔(۸۹) اور اگر وہ ہوا داہنے والوں میں سے۔(۹۰) تو اسے کہا جائیگا سلام پہنچے تجھے داہنے والوں سے۔(۹۱)

**لفظی تحقیق:** مَدِيْنِيْنَ: زیر حکم۔ "مَدِيْنٌ" کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے (د ی ن) سے "دین" کے معنٰی زیر فرمان کرنا، محکوم بنانا۔ رَيْحَانٌ: رزق۔ اسم ہے (ر و ح) سے "روح" کے معنٰی خوشی اور راحت "رَيْحَانٌ" سامان عیش، فراخ روزی۔

# تفسیر

اب اس مرنے والے کا حال سنو! اگر وہ بڑے اور قریب کے مرتبے والا ہے تو پھر اس کیلئے راحت اور آرام کی عمدہ چیزیں ہیں اور نعمتوں سے بھرا ہوا باغ ہے اور اگر داہنے والوں میں ہے تو پھر اسے ہر طرف سے مبارکباد، سلامت کی آوزیں سنائی دیں گی اور کہا جائے گا کہ تو بے فکر رہ تو داہنے والوں میں ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ: ہم تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اس مرنے والے کے، ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی اسکے زیادہ قریب ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کو انسان کی اندرونی اور بیرونی حالت پر بھی مکمل قدرت حاصل ہے، کوئی چیز اسکی قدرت سے باہر نہیں اگر یہ بات ہے تو پھر تم کیسے سمجھتے ہو کہ تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا، یعنی اس دنیا کی کارکردگی کے متعلق پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور نہ ہی تمہیں جزا یا سزا ملے گی، فرمایا: اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنے عزیز کے جسم سے نکلنے والی روح کو واپس کیوں نہیں لوٹا لیتے، اگر ہمت ہے تو اسے موت کے منہ سے نکال کر دکھاؤ، ظاہر ہے کہ اگر تم یہاں بے بس ہو تو پھر جب عملوں کے بدلے کی منزل آئے گی تو اس کو اور اپنے آپ کو سزا سے نہیں بچا سکو گے۔

نزع کے وقت مریض بھی بے بس ہوتا ہے، جب جان حلق میں آکر اٹک جاتی ہے تو وہ آنے والوں کے منہ کی طرف دیکھ ہی سکتا ہے، وہ انہیں ایسی نگاہ سے دیکھ رہا ہوتا ہے کہ جس کا مقصد پورا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے، اس وقت مریض اور عیادت کرنے والے سب بے بس ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں، اب اس روح کو کوئی بھی واپس نہیں لوٹا سکتا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بے بسی کی حالت بیان کر کے انہیں اپنی

کمزوری پر غور کرنے کو کہا ہے اور فرمایا ہے کہ: ان حالات میں تم اسکی توحید اور عملوں کی جزا سزا کا کیسے انکار کر سکتے ہو، آگے اللہ تعالیٰ نے عملوں کے حساب کتاب کے نتیجے میں اپنے مقربین کی جزا کا ذکر کیا ہے اور انسانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ بھی ایمان اور نیکی کو اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

**فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ**: پھر اگر وہ مرنے والا آدمی اپنے عقیدہ اور عملوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہے تو پھر اس کیلئے راحت، روزی اور نعمت کے باغ ہیں، حکم ہوگا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس مقام کی طرف چلے جاؤ، وہاں تمہارے لئے آرام وراحت کا پورا سامان ہوگا۔

"تفسیر کبیر" میں لکھا ہے کہ جس آدمی کے دل میں صحیح ایمان اور صحیح عقیدہ ہوگا، وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہے اور اسکے پیغمبر کی اطاعت کرتا ہے تو اس کا دل کفر وشرک سے پاک ہوگا، ایسے شخص کو کمال درجے کی راحت اور دل کا سکون عطاء ہوگا، کیونکہ اسکے صحیح عقیدے کا تعلق اسکے دل کیساتھ تھا اور جو شخص زبان سے کلمہ توحید اور کلمہ شہادت ادا کرتا رہا، یعنی: اسکی زبان بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہی تو اسکے بدلے میں اسے پاکیزہ روزی نصیب ہوگی اور جس شخص کے عمل نیک ہوں گے اسے اسکے عملوں کی بدولت نعمت کے باغوں میں جگہ ملے گی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے دوسرے کامیاب گروہ داہنے والوں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے، ان کو ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا، یہ لوگ اگر چہ مقربین کے درجہ سے کم ہوں گے مگر یہ بھی کامیاب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حق دار ہوں گے، ایسے لوگوں کیلئے ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی۔

## جھوٹا سمجھنے والے

وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾

اور جو اگر ہو وہ سے جھٹلانے والوں گمراہوں (۹۲) پس مہمانی ہے کھولتے پانی کی (۹۳)

وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ

اور ڈال دینا آگ میں (۹۴) بیشک یہ البتہ یہی ہے ٹھیک ٹھیک یقینی (۹۵) پس پاکی بیان کریں

ع ۳ / ۲۲ / ۱۶

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٩٦﴾

ساتھ نام رب اپنے بڑے کی (۹۶)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اور اگر وہ گروہ جھٹلانے والوں اور بہکنے والوں میں سے ہوا۔ (۹۲) تو اس کیلئے مہمانی ہے کھولتے پانی کی۔ (۹۳) اور آگ میں داخل کر دینے کی۔ (۹۴) بیشک یہی بات ہے سچی اور یقینی۔ (۹۵) پس! پاکی بیان کریں اپنے عظیم رب کے نام کی۔ (۹۶)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اگر مرنے والا شخص ایسا ہے کہ پیغمبر اور قرآن مجید کی بتائی ہوئی باتوں کو جھوٹا سمجھتا ہے اور سیدھے راستے سے بھٹکا ہوا ہے تو اس کیلئے کھولتا ہوا پانی تیار ہے جس سے اسکی مہمانی کی جائے گی اور پھر اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ: یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے بالکل یقینی اور صحیح بات ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اگر کسی کو یہ باتیں غلط معلوم ہوتی ہیں تو ہوا کریں، ہوگا وہی جو "قرآن مجید" میں کہہ دیا گیا ہے اور جو پیغمبر نے خوب کھول کھول کر بتا دیا؛ اس لئے اگر آخرت کے عذاب سے بچنا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی پاکی بیان کیا کرو اور اسکی عظمت اور بڑائی دل میں بٹھاؤ۔

"سورۃ الواقعہ" ختم ہوئی، اس میں انسان کو مرنے کے بعد کا حال خوب واضح طور پر سمجھا دیا گیا ہے، جو لوگ اسلام کو اپنا دین ٹھہرا چکے انہیں چاہئے کہ جو باتیں انہیں "قرآن مجید" میں بتائی گئی ہیں ان پر پورا یقین کریں اور کوئی عادت ایسی نہ ڈال لیں جس سے "قرآن مجید" میں منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے آخرت کی زندگی تباہ ہوتی ہے۔

"قرآن مجید" کی باتوں کو اگر ماننا ہے تو سیدھی طرح مانو، یہ مت کرو کہ جو تمہارا جی چاہتا ہے اسکو مانے

چلے جاؤ اور "قرآن مجید" کے معنیٰ توڑ موڑ کر اپنی مرضی کے مطابق بنالو، آخر مرنا ہے اور مرنے کے بعد حساب کتاب ہونا برحق ہے، پھر یا تو جنت میں ٹھکانہ ہوگا یا دوزخ میں جگہ ملے گی، ان دو کے سوا اور کوئی صورت نہیں اسکا یقین اچھی طرح کرلو۔

ایاتها ـ ۲۹ | سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتها ـ ۴

سورۃ الحدید مکی ہے، اس میں انتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی صفتیں (الف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①
تسبیح کرتا اللہ کی جو کچھ میں ہے آسمانوں اور زمین اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا (۱)

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى
واسطےاس کے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ② هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ
ہر چیز کے قدرت رکھتا ہے (۲) وہی ہے پہلا اور پچھلا اور ظاہر اور چھپا ہوا

وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۳) وہی ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور

الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا
زمین میں چھ دن پھر قائم ہوا پر عرش جانتا ہے جو

يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ

اندر جاتا ہے میں زمین اور جو نکلتا ہے سے اس اور جو اترتا ہے سے آسمان

وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

اور جو چڑھتا ہے میں اس اور وہ ساتھ ہے تمہارے جہاں کہیں ہو تم اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَى

اسکو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے(۴) اسی کی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور طرف

اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۵﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ

اللہ کی لوٹتے ہیں سب کام (۵) داخل کرتا ہے رات کو میں دن اور داخل کرتا ہے دن کو

فِي الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۶﴾

میں رات اور وہ جاننے والا ہے بات دلوں کی (۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمتوں والا ہے۔(۱) اسی کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔(۲) اور وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔(۳) وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر قائم ہوا، جانتا ہے جو اندر جاتا ہے زمین کے اور جو اس سے نکلتا ہے، اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے۔(۴) آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی کیلئے ہے اور سب کام اللہ ہی تک پہنچتے ہیں۔(۵) داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور وہی دلوں کی بات کا جاننے والا ہے۔(۶)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا میں جو کچھ ہے خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں اسکی حالت بتا رہی ہے کہ اسکے اندر کچھ نہ کچھ کمی ہے، اس کمی سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، جو بولنا جانتے ہیں وہ زبان سے بھی کہتے ہیں "سبحان اللہ" جسکا مطلب بالکل یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس کمی سے پاک قرار دیتا ہوں جو مجھ میں ہے، پس وہ سب سے زبردست اور مرتبہ میں سب سے بلند ہے اور ہر ایک رازوں کا جاننے والا ہے؛ اسی لئے آسمان اور زمین میں اسی کی بادشاہت ہے، زندہ کرنا اور مارنا اسی کا کام ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے، اسکی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، سب سے پہلا بھی وہی ہے اور سب سے آخر بھی وہی رہے گا، سب سے اوپر بھی وہی ہے، اس کو ہر چیز کا علم ہے کوئی ایسی چیز نہیں جو اسے معلوم نہ ہو، یہ آسمان اور زمین جو تم دیکھ رہے ہو یہ اس نے چھ دن میں بنائے اور ساری دنیا کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔

زمین کے اندر پانی اور بیج جو کچھ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور اس میں جو کچھ نکلتا ہے مثلاً: کھیتی درخت وغیرہ اسے بھی وہ جانتا ہے، آسمان سے بارش وغیرہ یا شریعت کے جو حکم وحی کے ذریعے نیچے اترتے ہیں اور بندوں کے اچھے اور برے اعمال جنہیں فرشتے لیکر اوپر چڑھتے ہیں سب اسے معلوم ہیں اور تم جہاں ہو، جس حال میں ہو وہ تمہارے ساتھ موجود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ برابر دیکھتا ہے، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں اور نہ تم اس سے چھپا سکتے ہو، تم اس سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے کیونکہ آسمانوں اور زمین میں ہر جگہ اسی کی بادشاہت ہے اور آخرکار ہر بات کا فیصلہ وہی کرے گا، یہ اسی کی قدرت میں ہے کہ کبھی دن گھٹتا ہے اور رات بڑی ہوجاتی ہے اور کبھی رات گھٹ جاتی ہے اور دن بڑا ہوجاتا ہے اور تمہاری نیتیں، ارادے اور دل کے اندر کی باتیں وہ اچھی طرح جانتا ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا: وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو

چیز زمین سے نکلتی ہے، زمین میں داخل ہونے والی چیزوں میں بارش کا پانی، پودوں کے بیج اور مرنے والے انسان ہیں، اس سے نکلنے والی چیزوں میں پانی، تیل، گیس، سونا، چاندی، لوہا، کوئلہ، غلّہ، سبزیاں، پھل اور پھول ہیں، غرضیکہ ہر قسم کی معدنیات زمین ہی سے نکلتی ہیں اور ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

## "سورۂ حدید" کی بعض خصوصیات

پانچ سورتوں کو حدیث میں "مُسَبِّحَاتْ" کہا گیا ہے، جس کے شروع میں "سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ" آیا ہے، ان میں سے پہلی یہ سورت حدید ہے، دوسری حشر، تیسری صف، چوتھی جمعہ، پانچویں تغابن۔

"ابوداؤد، ترمذی، نسائی" میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے، ابن کثیر نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ: وہ افضل آیت "سورۂ حدید" کی یہ آیت ہے:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞"

ان پانچ سورتوں میں سے تین، یعنی: "حدید، حشر، صف" میں تو لفظ "سَبَّحَ" آیا ہے اور آخری دو، یعنی: "جمعہ" اور "تغابن" میں "یُسَبِّحُ" آیا ہے، اس میں اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور ذکر ہر زمانے، ہر وقت میں جاری رہنا چاہئے۔

## شیطانی وسوسوں کا علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے معاملہ میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۞"

# اللہ تعالیٰ کا حکم

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ
ایمان لاؤ　اللہ پر　اور　پیغمبر اسکے پر　اور　خرچ کرو　میں سے اس　کہ کیا اس نے تمہیں　نائب

فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷
میں اس　پس وہ جو　ایمان لائے　میں سے تم　اور　خرچ کیا انہوں نے　واسطے انکے ثواب ہے　بڑا (۷)

وَ مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا
اور　کیا ہوگیا　تمہیں　کہ نہیں　ایمان لاتے　اللہ پر　اور　پیغمبر پر　حالانکہ بلا رہا ہے تمہیں　کہ ایمان لاؤ

بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸
رب اپنے پر　اور　تحقیق　لے چکا ہے　وہ عہد تمہارا　اگر　ہو تم　ماننے والے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے پیغمبر پر اور دو اُس مال میں سے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں نائب بنایا ہے (یعنی: پہلے یہ مال دوسروں کے پاس تھا اب تمہیں دیدیا ہے۔) اس سے خرچ کرو، پس! تم میں جو ایمان لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کیلئے بہت بڑا ثواب ہے۔(۷) اور انہیں کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور پیغمبر تمہیں بلاتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور وہ تم سے پکّا عہد لے چکا ہے اگر تم ماننے والے ہو۔(۸)

**لفظی تحقیق:** مُسْتَخْلَفِيْنَ: خلیفہ بنا کر تمہیں۔ "مُسْتَخْلَفٌ" کی جمع ہے جو "اِسْتَخْلَافٌ" سے اسم مفعول ہے، اس کا مادہ (خ ل ف) "خِلَافَةٌ" کسی کی جگہ کام کرنا "اِسْتَخْلَافٌ" کے معنیٰ کوئی کام کرنے کیلئے اپنا نائب مقرر کرنا۔

# تفسیر

اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اسکے بھیجے ہوئے پیغمبر کو مانو، تم سب اسکے بس میں ہو اور کہیں بھی جا کر اس سے چھپ نہیں سکتے، تو اب سوا اسکے اور کیا رہ گیا کہ اسکا حکم مانو اور اپنا مال جیسے وہ فرمائے خرچ کرو، یاد رکھو! جو کچھ تمہارے پاس ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے، تم سے پہلے یہ مال دوسروں کے پاس تھا وہ اس کو چھوڑ کر چل دیئے، اب اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ تمہیں نائب بنایا ہے، اس میں سے جو کچھ تم ایمان لا کر خرچ کرو گے اس کا تمہیں بہت بڑا اجر ملے گا، تمہارے ایمان نہ لانے کی کوئی وجہ نہیں، جب پیغمبر بھی تم سے صاف صاف یہی کہہ رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ اور تم پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اسکا اقرار بھی کر چکے ہو کہ ہم آپ کو اپنا رب مانتے ہیں اور پھر پیغمبر سے بھی تم بیعت کر چکے ہو کہ ہم جان و مال سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے، اب اگر تم واقعی ایمان لے آئے ہو تو اسکے حکم پر چلو۔

**وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ**: اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلوں کا نائب بنایا ہے، مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس جو مال و دولت ہے وہ تمہاری اپنی کمائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہلے لوگوں کی جگہ یہ مال عطاء فرمایا ہے جن کے تم نائب ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ مال گزرے ہوئے لوگوں کو دیا تھا پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے قبضہ میں دیدیا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال ہے، لہٰذا اس مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرو۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں جس عہد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے دو عہد مراد ہو سکتے ہیں، پہلا عہد تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے روحوں سے لیا تھا، یہ عہد الست کہلاتا ہے اور اسکا ذکر "سورۃ الاعراف" میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کو ان کی پشت سے نکال کر سوال کیا تھا! کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ (آیت ۱۷۲)، تو سب کا جواب تھا: "بَلٰى"، کیوں نہیں! آپ ہی ہمارے رب ہیں، اگر دنیا میں آ کر کوئی

شخص اس عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب نہیں مانتا تو اسکو اس انکار پر عذاب ہوگا، یہ ایسا عہد ہے کہ جس کو سارے پیغمبر یاد کرتے چلے آئے ہیں۔

دوسرا عہد میثاق النبی کہلاتا ہے جس کا ذکر "سورۃ آلِ عمران" میں کیا گیا ہے "وَ اِذۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ (آیت ۸۱)" اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے پختہ عہد لیا، پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آیا جو تصدیق کرنے والا ہے اسکی جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اسکی مدد کرو گے، پھر تم نے عہد کیا کہ ایسا ہی کریں گے۔

اس عہد سے تمام پیغمبروں کے امتیوں کو یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ جس چیز پر تمہارے پیغمبر سے ایمان لانے کا عہد لیا گیا اُس پر ایمان لانا امتیوں پر فرض ہے، لہٰذا اس عہد کی پیشین گوئیوں کے مطابق تمام امتوں اور خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں پر لازم آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ اور آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان لے آئیں۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ: اگر تم مؤمن ہو، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کلام اُن کافروں سے ہو رہا ہے جن کے مؤمن نہ ہونے پر تنبیہ اس سے پہلے آچکی ہے، پھر ان کو یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ اگر تم مؤمن ہو۔

جواب یہ ہے کہ کافر اور مشرک بھی اللہ تعالیٰ پر تو ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے، بتوں کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ ہم انکی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری سفارش کریں گے تو مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جو تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہو اگر تمہارا یہ دعویٰ سچا ہے تو پھر ایمان کی صحیح صورت اختیار کرو جو اسکے بغیر نہیں ہوسکتی کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کیساتھ اسکے پیغمبر پر بھی ایمان لاؤ۔

## اللہ تعالیٰ کی عطائیں

هُوَ الَّذِيۡ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبۡدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخۡرِجَكُمۡ مِّنَ

وہی ہے | جو | اتارتا ہے | پر | بندے اپنے | آیتیں | کھلی | تا کہ نکالے تمہیں | سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ مَا
اندھیروں طرف روشنی کے اور بیشک اللہ تعالیٰ ساتھ تمہارے البتہ شفقت کرنیوالا مہربان ہے (۹) اور کیا

لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ
ہوگیا تمہیں کہ نہیں خرچ کرتے میں راستے اللہ کے اور لئے اللہ کے ہے میراث آسمانوں

وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ
اور زمین کی نہیں برابر میں سے تم وہ جس نے خرچ کیا سے پہلے

الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ
فتح مکہ اور لڑائی کی

**با محاورہ ترجمہ:۔** وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا مہربان ہے۔ (۹) کیا ہوا تمہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کی میراث ہے آسمانوں اور زمین میں (یعنی: قیامت آنے کے بعد ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔)، برابر نہیں تم میں جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور کافروں سے لڑائی کی۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کیلئے پیغمبر بھیجا اور واضح آیتیں اتاریں، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اگر اب بھی تم گمراہی میں پھنسے رہو تو بڑے تعجب کی بات ہے، اچھی طرح سمجھ لو کہ مال کا اصلی مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے، انسان اسے یہیں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس رہ جاتا ہے، جنہوں نے سخت ضرورت کے وقت مال خرچ کیا وہ ان سے بہتر ہیں جنہوں نے خرچ تو کیا لیکن

اس وقت جب شدید ضرورت نہ رہی۔

**هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ:** اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں اتارتا ہے، یہاں بندے سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور واضح آیات سے مراد "قرآن مجید" کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر پر اپنی آخری کتاب کی آیتیں نازل فرمائیں، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے، "قرآن مجید" کے اتارنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ انسانوں کو کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لے آئے، کفر، شرک، لہو لعب اور گناہ سب اندھیرے ہیں، عقیدہ، روح اور دماغ میں بھی تاریکی پائی جاتی ہے، "قرآن مجید" چاہتا ہے کہ تمہیں ان تمام اندھیروں سے نکال باہر کیا جائے اور تمہارے دلوں میں ایمان اور توحید کی شمع روشن کر دی جائے جس سے تم رسم و رواج کی تاریکیوں سے نکل کر سنت کی روشنی کی طرف آجاؤ، غرضیکہ "قرآن مجید" زندگی کے ہر موڑ پر انسان کی راہنمائی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسکی تشریح کرتا ہے اور تمام چیزوں کو کھول کر واضح کرتا ہے۔

**وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ:** اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا بہت زیادہ ذکر ہے، مدینے کے ابتدائی دور میں مالی قربانی کی بہت ضرورت تھی، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، یاد رکھو! آسمانوں اور زمین کی ساری میراث تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، انسان مرجاتے ہیں تو سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہوتا ہے اور وہی اس کا وارث ہے، جب مالک حقیقی بھی وہی ہے اور تمہارے بعد وارث بھی وہی ہے تو پھر اس کا مال اسکے حکم کے مطابق خرچ کیوں نہیں کرتے؟ ایسا کرنا تم کو بوجھل کیوں معلوم ہوتا ہے؟ تمہیں تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اسکے حکم کے مطابق خرچ کرو، تاکہ اسکی رضا حاصل ہو اور دین کے کام بھی پورے ہوں۔

**لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ:** یعنی: مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لے آئے اور مؤمن ہو کر اللہ تعالیٰ

کی راہ میں مال خرچ کیا، دوسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کیا، یہ دونوں قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں بلکہ ثواب کے اعتبار سے ان میں فرق ہے، فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے اور جہاد کرنے والے اور خرچ کرنے والے ثواب کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں۔

فتح مکہ سے پہلے جو لوگ ایمان لائے خصوصاً اسلام کے شروع کے وقت میں جب اسلام وایمان کو ظاہر کرنا اپنی جان کی بازی لگانے اور اپنے گھر بار کو ہلاکت کیلئے پیش کردینے کے برابر تھا، یہ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جنہوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور پھر پیغمبر ﷺ کی مدد اور دین کی خدمت میں اپنے جان و مال کو لگایا انکے ایمان اور عمل کو دوسرے لوگ نہیں پہنچ سکتے۔

رفتہ رفتہ حالات بدلتے گئے اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہوتی گئی یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر پورے عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی، اس وقت جیسا کہ "قرآن مجید" میں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج ہو کر داخل ہوں گے، اسکا ظہور ہوا کیونکہ بہت سے لوگ اسلام کی سچائی پر تو یقین رکھتے تھے مگر دشمنوں کی ایذاؤں کے خوف سے ایمان نہیں لاتے تھے اور مکہ کے فتح ہونے کا انتظار کرتے رہے، اب انکی رکاوٹ دور ہوگئی تو وہ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے۔

# اصل چیز ایمان ہے

أُولَٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ أَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ
وہ لوگ زیادہ بڑے ہیں درجہ میں سے اُن جنہوں نے خرچ کیا بعد اسکے اور لڑائی کی

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑩ ع ۱۷
اور ہر ایک سے وعدہ کیا ہے اللہ نے بھلائی کا اور اللہ سے اس جو تم کرتے ہو خبردار ہے (۱۰)

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ
کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو قرض اچھا پس دگنا کردیگا وہ اسے لئے اسکے

وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾ یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور لئے اسکے ثواب ہے عزت والا (۱۱) جس دن دیکھے تو ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو

یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ

کہ دوڑتی ہے روشنی انکے سامنے ہاتھوں ان کے اور داہنی طرف انکی

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ان لوگوں کا درجہ ان سے بڑا ہے جنہوں نے اسکے بعد خرچ کیا اور مشرکوں سے لڑائی کی اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے اچھائی (جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ (۱۰) کون ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پھر وہ اسکو اسکے واسطے دگنا کر دے گا اور اس کیلئے عزت والا اجر و ثواب ہوگا۔ (۱۱) جس دن تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے کہ انکی روشنی انکے آگے اور انکی داہنی طرف دوڑتی ہوگی۔

## تفسیر

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل مقبول ہے جو ایمان کیساتھ ہو ورنہ وہ آخرت میں کسی کام نہ آئے گا، لوگ خیرات کرتے ہیں لیکن اگر وہ اس لئے نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے بلکہ نام و نمود یا کسی دنیا کے فائدے کیلئے کرتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ اس سے دنیا کا فائدہ ہو جائے لیکن مرنے کے بعد اسکا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، پھر یہ بھی سوچ لینا چاہئے کہ جتنا ایمان ہوگا اتنا ہی عملوں کا فائدہ ہوگا۔

جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے مال اللہ تعالیٰ کے واسطے دیا ان کا یقین کامل تھا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے پاس طاقت کے ظاہری اسباب کچھ بھی نہ تھے، محض اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کر کے انہوں جان و مال خرچ کئے، وہ ان سے درجہ میں بڑھ کر ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی فتح آنکھوں سے دیکھ لی اور پھر جان قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے، یوں ہر ایک ایمان رکھنے والا اللہ تعالیٰ کیلئے جب بھی خرچ کرے گا اس کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہی ہوگا۔

# ایمان کا پھل

یہ ہرگز مت سمجھنا کہ کوئی کام جو تم کرو گے وہ بیکار ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کو تمہارے چھوٹے اور بڑے ہر کام کی خبر ہے، اچھے کام کا بدلہ اچھا ہوگا اور بُرے کام کا بدلہ بُرا ہوگا اور سنو! یہ جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کیلئے خرچ کرتے ہو اسکو یوں سمجھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہے ہو۔

اس خرچ کرنے میں فقط اسے راضی کرنے کا خیال رکھو اور غنیمت سمجھو کہ اس نے تمہیں اس کا موقعہ دیا کہ تم اسکا حکم مان کر اسے خوش کرو، تم اگر یہ قرض خوشی سے کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور ٹال مٹول کے بغیر دو گے تو وہ اسے کئی گنا کر کے واپس کرے گا، دنیا میں بھی تمہیں اسکی بدولت کامیابی نصیب ہوگی اور مالا مال ہو جاؤ گے اور آخرت میں اس کا ایسا بدلہ ملے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اور اپنی قسمت پر ناز کرو گے۔

آخرت کے دن پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا لیکن وہاں اندھیرا اتنا زبردست ہوگا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھے گا، اس وقت ایمان والوں کا ایمان انکے کام آئے گا اور ان کو اپنے سامنے کی طرف اور دائیں طرف اسکی بدولت روشنی ہی روشنی نظر آئے گی جو ان کیساتھ آگے بڑھے گی، چنانچہ وہ اس روشنی میں راستہ دیکھتے ہوئے پل صراط پر سے گزر جائیں گے، سامنے جو روشنی ہوگی وہ ایمان اور یقین کی ہوگی اور دائیں طرف کی روشنی ان نیک کاموں کی ہوگی جو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر ایمان لا کر قرآن مجید کے مطابق کئے ہوں گے، یہ روشنی کافروں کو نصیب نہ ہوگی۔

# آخرت کی کامیابی

| خٰلِدِيْنَ | الْاَنْهٰرُ | مِنْ تَحْتِهَا | تَجْرِيْ | جَنّٰتٌ | الْيَوْمَ | بُشْرٰىكُمُ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ہمیشہ رہیں گے | نہریں | نیچے جنکے | کہ بہتی ہیں | باغات ہیں | آج | خوشخبری تمہارے لئے |

فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

میں اس | یہ بات | یہی ہے | کامیابی | بڑی | (۱۲) | جس دن | کہیں گے | منافق مرد

وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ

اور | منافق عورتیں | سے ان جو | ایمان لائے | انتظار کرو ہمارا | کہ حاصل کریں روشنی | سے | نور تمہارے

قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ

کہا جائیگا | واپس جاؤ | پیچھے کی طرف اپنی | پس ڈھونڈو | روشنی

**بامحاورہ ترجمہ:۔** خوشخبری تم کو آج کے دن تمہارے لئے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں، یہی ہے بات بڑی کامیابی کی۔ (۱۲) جس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہ کچھ دیر انتظار کرو کہ ہم بھی روشنی لے لیں تمہاری روشنی میں سے، کہا جائیگا ان سے پیچھے دنیا میں لوٹ جاؤ، پھر وہاں اپنے لئے روشنی ڈھونڈو۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس دن ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنے ایمان اور نیک کاموں کی روشنی میں پل صراط سے گزرنا شروع کریں گے، ان کو اس دن خوشخبری یہ دیجائے گی کہ تمہارے لئے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور تم انہی باغوں میں ہمیشہ رہو گے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اس لئے کہ جو خوش نصیب جنت میں پہنچ گیا اسکی ساری مرادیں یقیناً پوری ہوگئیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے پل صراط سے گزر ہی نہ سکیں گے، شروع ہی میں کٹ کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے مگر جو لوگ منافق تھے، یعنی: ظاہر میں مسلمانوں سے ملے ہوئے تھے مگر دل سے انکے

دشمن تھے انہیں انکی ظاہری حالت کے لحاظ سے پلِ صراط پر سے گزرنے کی اجازت دیجائے گی اور وہ وہاں بھی ایمان والوں کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہیں گے لیکن ایمان والے جلدی جلدی آگے بڑھ جائیں گے اور یہ اندھیرے میں رہ جائیں گے، اس وقت وہ ایمان والوں کو پکاریں گے کہ ٹھہر جاؤ ہم بھی تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں، ان سے کہا جائیگا کہ تم واپس جاؤ (دنیا میں) اور وہاں سے روشنی لیکر آؤ، دوسروں کی روشنی سے تم یہاں فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

## الگ کر دیا گیا

فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ

بنا کر دیجائیگی | درمیان انکے | ایک دیوار | کہ جسکا ایک دروازہ ہوگا | اندر اسکے | میں اس | رحمت ہوگی | اور

ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ؕ⑬ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ

باہر اسکا | طرف اسکے | عذاب ہوگا (۱۳) | پکاریںگے وہ منافق انہیں | کیا نہ | تھے ہم | ساتھ تمہارے

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ

کہیں گے ہاں تھے تو | مگر تم | فریب دیا تم نے | اپنے آپ کو | اور | راہ دیکھی تم نے | اور شک میں پڑ گئے

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ⑭

اور بہکایا تم کو | آرزوؤں نے | یہاں تک کہ آگیا | حکم | اللہ کا | اور | بہکایا تمہیں | نام اللہ کے سے | بہکانے والے نے (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پس! کھڑی کردی جائے گی انکے بیچ میں ایک دیوار جس میں ایک دروازہ ہوگا جسکے اندر کی طرف رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ (۱۳) پکاریں گے وہ ایمان والوں کو، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، ایمان والے کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو دھوکے میں ڈالا اور راہ دیکھتے رہے (ہم پر مصیبت پڑنے کی) اور دھوکے میں پڑے اور بہک گئے اپنے خیالوں پر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچا اور

تم کو بہکا دیا اللہ تعالیٰ کے نام سے اس بہکانے والے شیطان نے۔ (۱۴)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: منافق لوگ ایمان والوں کو پکار رہے ہوں گے کہ ٹھہر جاؤ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے لو اتنے میں ان منافقوں اور ایمان والوں کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا، ایمان والے تو اس دروازے میں سے اندر کی طرف چلے جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت ہوگی اور منافق باہر کھڑے رہ جائیں گے، اس باہر کے رخ کی طرف عذاب ہی عذاب ہوگا۔

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ: منافق مؤمنوں کو پکار کر کہیں گے کہ آج تم ہمیں اپنے نور کا کچھ حصہ دینے کیلئے تیار نہیں، بھلا! یاد تو کرو کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے یعنی ہم تو اکٹھے ہی گھر میں یا پڑوس میں یا ایک ہی گاؤں، قصبے میں رہتے تھے، پھر آج تم ہمیں کس طرح چھوڑ کر جا رہے ہو؟ مؤمن جواب دیں گے کہ بلا شبہ ہم اکٹھے ہی رہتے تھے لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے فساد میں ڈال رکھا تھا، تم نے دنیا میں اخلاص کیساتھ ایمان قبول نہ کیا، خالی زبانی کلمہ پڑھتے رہے اور دل میں کفر چھپائے رکھا، ظاہر ہے کہ کفر، شرک اور بداعتقادی کے فتنے بدترین فتنے ہیں، تم نے ایمان کے بجائے منافقت کو اختیار کیا اور انتظار کرتے رہے کہ کب سچے مسلمانوں پر مصیبت پڑے، تم ہر جنگ کے موقع پر یہی امید لگائے رکھتے تھے کہ اب کی بار مسلمان ضرور ختم ہو جائیں گے اور اسی بناء پر تم نے کافروں، مشرکوں اور یہودیوں کیساتھ ساز باز کر رکھی تھی اور تم شک میں پڑے ہوئے تھے کہ پتہ نہیں مسلمان سچے ہیں یا نہیں اور پتہ نہیں کہ یہ کامیاب بھی ہوں گے یا یونہی ختم ہو جائیں گے، تمہیں جھوٹی آرزوؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا۔

اے منافقو! تمہیں اللہ کے بارے میں بڑے دھوکے باز، یعنی: شیطان نے دھوکے میں رکھا، وہ بڑا دھوکے باز ہے جو ہر طریقے سے دھوکہ دے کر انسانوں کو گمراہ کرتا ہے۔

# اب مسلمانوں کی باری ہے

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّ لَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
پس آج کے دن نہ لیا جائیگا سے تم فدیہ اور نہ سے ان لوگوں جنہوں نے کفر کیا

مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ
ٹھکانہ تمہارا آگ ہے وہی ساتھی ہے تمہاری اور بُرا ہے ٹھکانہ (۱۵) کیا نہیں آیا وقت

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ
لئے ان کے جو ایمان لائیں کہ جھک جائیں دل انکے لئے یاد اللہ کی کے اور جو اترا ہے

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ
سچا دین اور نہ ہوں مانند ان لوگوں کے جنہیں دی گئی کتاب سے پہلے ان

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ
پس لمبی ہوگئی لئے انکے مدت پس سخت ہوگئے دل انکے اور بہت سے میں سے ان

فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ
نافرمان ہیں (۱۶) جان رکھو کہ اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو بعد مرجانے اسکے تحقیق

بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ
بیان کردیں ہم نے لئے تمہارے نشانیاں تاکہ تم عقل سے کام لو (۱۷) بیشک صدقہ دینے والے مرد اور

الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ
صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے قرض دیا اللہ کو قرض اچھا دگنا کردیا جائیگا لئے انکے

وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾
اور لئے انکے ہے بدلہ عزت والا (۱۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** سو! آج تم سے فدیہ قبول نہ ہوگا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہی تمہارے لائق ہے اور بُری جگہ ہے پہنچنے کی (جہاں تم پہنچے ہو)۔(۱۵) کیا ایمان والوں کیلئے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور جو حق اترا ہے اس سے ڈر جائیں اور نہ ہوں ان لوگوں میں سے جنہیں ان سے پہلے کتاب ملی تھی، پھر لمبی ہوگئی ان پر مدت پھر ان کے دل سخت ہوگئے اور بہت سے ان میں نافرمان رہے۔(۱۶) جان لو کہ! اللہ تعالیٰ زمین کو زندہ کرتا ہے (یعنی: بنجر ہونے کے بعد آباد کرتا ہے) ہم نے کھول کر نشانیاں بیان کردیں تمہارے لئے تاکہ تم عقل سے کام لو۔(۱۷) تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو، اچھا قرض، ان کو دوگنا ملے گا اور ان کیلئے عزت و احترام والا ثواب ہے۔(۱۸)

**لفظی تحقیق:** مَوْلٰی: ساتھی۔ اسکے کئی معنٰی آتے ہیں، یہاں مراد یہ ہے کہ دوزخ کی آگ ہی تمہارے زیادہ لائق ہے۔ لَمْ یَأْنِ: نہیں وقت آیا۔ ''یَأْنِ'' اصل میں ''یَاْنِیْ'' مضارع کا صیغہ ہے (ان ی) سے ''اَنْیٌ'' کے معنٰی وقت آنا ''لَمْ'' کی وجہ سے (ی) گر گئی، ''اَلَمْ یَأْنِ'' نہیں وقت آیا، استفہام اقراری ہے، یعنی: آگیا۔

## تفسیر

ایمان والے منافقوں سے کہیں گے کہ تم نے دنیا میں دوغلے پن سے کام لیا، ظاہر میں ہمارے ساتھی بنے رہے اور چپکے چپکے ہماری جڑیں کاٹنے کی کوشش میں لگے رہے؛ اس لئے آج ہماری روشنی تمہارے کام نہ آئے گی، کافروں کا اور تمہارا اس بارے میں ایک سا حال ہے، تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور تم سب اسی کے لائق ہو۔

آگے مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ: اب تمہارے لئے وقت آگیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے جھکو اور یہ سچی باتیں جو تمہیں بتائی جارہی ہیں ان کو دل سے مانو، دیکھو تم ایسا نہ کرنا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے کیا، یہ ان لوگوں کو کہا جارہا ہے جنہوں نے اسلام کو قبول کرلیا، یعنی: قبول کرلینے کے یہ معنٰی نہیں کہ زبان سے کہہ

دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور دل ایمان سے خالی ہوں بلکہ تمہیں چاہئے کہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اسکے آگے گڑ گڑاؤ اور جو اس نے کہا ہے وہ کرو۔

اے مسلمانو! تم کو ان پہلے لوگوں کی طرح نہیں ہونا چاہئے جنکے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کتاب لیکر آئے اور ان کو اچھے چال چلن سکھائے، پہلے تو اچھے لوگوں نے ان کی بات مانی اور انکے بتائے ہوئے طریقے سے زندگی گزارنی شروع کی، لیکن جب بہت دن گزر گئے تو لوگوں نے وہ باتیں چھوڑ دیں اور انکے دل سخت ہو گئے اور وہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر پیغمبروں کے طریقہ کو چھوڑ بیٹھے اور ان میں سے اکثر انکی نافرمانی کھلم کھلا کرنے لگے، تم ایسا نہ کرنا، اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح خوشحال بنا دے گا جس طرح وہ خشک اور مردہ زمین کو دوبارہ ترو تازہ اور جاندار کر دیتا ہے، یاد رکھو! جو لوگ اپنا مال نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں اور ثواب کی امید پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ دے دینے کیلئے تیار ہیں ان کو بہت بڑا ثواب ملے گا اور ان کیلئے ایسا اجر تیار ہے جس سے وہ باغ باغ ہو جائیں گے۔

## دنیا کی زندگی

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ
اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور پیغمبر اسکے پر وہ لوگ وہی ہیں سچے ایمان والے

وَ الشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ۭ وَ الَّذِيْنَ
اور شہید پاس رب اپنے کے لئے انکے ثواب انکا اور روشنی انکی اور جنہوں نے

كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑲ اِعْلَمُوْٓا ع ۲ ۹ ۱۸
کفر کیا اور جھٹلایا آیتوں ہماری کو وہ ہیں والے دوزخ (۱۹) جان لو

اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ
کچھ نہیں زندگانی دنیا کی سوائے کھیل اور تماشہ اور زیب و زینت اور بڑائیاں مارنی آپس میں

وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ

اور زیادتی ڈھونڈنی میں مالوں اور اولادوں

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جولوگ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے سب پیغمبروں پر ایمان لائے وہی سچے ایمان والے ہیں اور شہید کیلئے ان کے رب کے پاس ثواب اور روشنی ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔(۱۹) جان رکھو کہ! دنیا کی زندگانی تو کھیل، تماشہ اور بناؤ سنگھار کرنا اور آپس میں بڑائیاں کرنا اور مالوں اور اولادوں میں زیادتی ڈھونڈنے کا نام ہے۔

## تفسیر

جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکے پیغمبر کے سچا ہونے کا یقین کیا اور اپنی باتوں اور کاموں سے اسلام کا بہترین مذہب ہونا ثابت کرتے رہے یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچے ایمان والے اور اسلام کو نیک نام کرنے والے ہیں، ان کو انکا ثواب ملے گا اور انہی کے پاس قیامت میں روشنی ہوگی اور جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کردیا اور قرآن مجید کی آیتوں کو جھوٹ سمجھا دوزخ انہی کیلئے بنی ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: دنیا کی حقیقت سُن لو، کھیل کود، تماشہ، بناؤ سنگھار، آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت جتانا اور ہر ایک کا اس کوشش میں لگے رہنا کہ کسی طرح میرے پاس سب سے زیادہ مال ودولت جمع ہوجائے اور بہت ساری اولاد ہوجائے تاکہ میں اوروں سے ہر بات میں زیادہ رہوں، بس اسکی زندگی یہ کائنات ہے لیکن آخر اس کا انجام کیا ہونا ہے، جب عمر کیساتھ قوتیں گھٹنی شروع ہوئیں پھر نہ کھیل تفریح میں جی لگتا ہے اور نہ تماشے دیکھنے کا شوق رہتا ہے، ہاں آدمی کچھ کچھ شیخیاں بھگارتا رہتا ہے اور اپنے پچھلے کارنامے فخریہ طور پر سناتا رہتا ہے، مال اور اولاد پر اتراتا ہے لیکن آخرکار جب موت آگئی تو پھر نہ مال کام آئیگا اور نہ اولاد کچھ کرسکتی ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ: لوگو خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی تو کھیل اور تماشہ ہے

اور تمہارا آپس میں فخر کرنا ہے اور مال و دولت کی زیادتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کو کھیل اور تماشے کا نام دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، مفسرین کرام اس آیت میں ذکر کی ہوئی تین چیزوں کو انسانی زندگی کے تین زمانوں کیساتھ ملا کر یوں فرماتے ہیں کہ: انسان اپنی عمر کے ابتدائی حصے، یعنی: بچپن میں عموماً کھیل کود میں ہی لگا رہتا ہے اس زندگی کو لہو و لعب کہا گیا ہے، پھر جب انسان پر جوانی کا زمانہ آتا ہے تو وہ زیادہ تر زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کی طرف مائل ہو جاتا ہے، اچھا لباس، اچھی خوراک، چہرے کی زیب و زینت اور بالوں کی تراش خراش کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے، اس دور کو اللہ تعالیٰ نے زینت کا نام دیا ہے، پھر جب بڑھاپے کا زمانہ آتا ہے تو مال اور اولاد کی فکر بڑھ جاتی ہے کہ مال کو کس طرح سنبھال کر رکھا جائے اور اولاد کی خوشحالی کے کون سے طریقے اختیار کئے جائیں۔

## دنیا کی مثال

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ

جیسے مثال ایک بارش کی کہ خوش کیا کسانوں کو سبزے اسکے نے پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے گا اسے

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ

زرد پھر ہو جاتا ہے چورا چورا اور میں آخرت عذاب سخت (کافروں کیلئے)

وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا

اور بخشش سے طرف اللہ کے اور رضامندی (ایمان والوں کیلئے) اور نہیں زندگانی دنیا کی مگر

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ

سامان دھوکے کا (۲۰) دوڑو تم طرف معافی رب اپنے کی اور جنت

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کہ چوڑائی اسکی مانند چوڑائی آسمان اور زمین کے تیار کی گئی ہے واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ
اللہ پر اور پیغمبروں اسکے پر یہ فضل ہے اللہ کا عطاء کرتا ہے اسے جسے چاہے اور اللہ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ
والا ہے فضل بڑے (۲۱) نہیں پہنچتی کوئی مصیبت میں زمین

وَ لَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ
اور نہ میں جانوں تمہاری مگر میں کتاب سے پہلے کہ پیدا کریں ہم اسکو

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ
بیشک یہ پر اللہ آسان ہے (۲۲) تاکہ نہ ہوں آپ غمگین پر اس جو جاتا رہا، ہاتھ تمہارے سے

وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ
اور نہ اتراؤ اس پر جو دیا اس نے تمہیں

**بامحاورہ ترجمہ:** جیسے ایک بارش کی حالت جس کا سبزہ کسانوں کو اچھا لگا، پھر وہ سبزہ زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے کہ زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے روندی ہوئی گھاس کی طرح، اور آخرت میں سخت عذاب ہے کافروں کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی معافی اور رضامندی ہے مسلمانوں کیلئے اور دنیا کی زندگانی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔ (۲۰) اپنے رب کی معافی اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے، تیار کی گئی ہے انکے واسطے جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبروں پر، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔ (۲۱) جو کوئی مصیبت آتی ہے زمین میں اور تمہارے جسم و جان میں وہ لکھی ہوئی ہے بندے کو پیدا کرنے سے پہلے یہ آسان ہے اللہ تعالیٰ پر۔ (۲۲) تم غم نہ کرو اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور نہ اترایا کرو اس پر جو تمہیں اس نے دیا۔

**لفظی تحقیق:** اَلْكُفَّارُ: کاشتکار لوگ۔ یہ کافر کی جمع ہے، جو (ک ف ر) سے بنا ہے، کافر کے ایک معنیٰ

کاشتکار کے ہیں اور یہاں وہی مراد ہے۔ **یَهِيْجُ**: زور پکڑتا ہے۔ مضارع ہے (ھ ی ج) سے "**هَيْجٌ**" کے معنٰی ملنے اور لہلہانے کے ہیں۔ **لَا تَأْسَوْا**: غمگین نہ ہو۔ مضارع منفی ہے (اس ی) "اَسْیٌ" کے معنٰی رنج وغم کے ہیں "لَا تَأْسُوْنَ" تھا "لِكَيْلَا" کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: دنیا کی مثال یوں سمجھ لو کہ جیسے بارش برسی اور زمین سے کھیتیاں نکل پڑیں، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا اور کاشتکار اسے دیکھ کر خوش ہو گئے، پھر وہ کھیتیاں لہلہائیں اور بڑھیں، پھر سوکھ کر زرد ہو گئیں، پھر انہیں جانوروں نے روند کر چورا چورا کر دیا، ایسے ہی دنیا کی خوشی اور بہار بھی چند دن کی ہے آخر جاتی رہے گی اور آخرت شروع ہو گی جہاں دو چیزیں تیار ہیں، سخت عذاب اور اللہ تعالیٰ کی بخشش و رضامندی، انہی سے انسان کو پالا پڑے گا، دنیا تو فناء ہو جانے والی ہے اور جو کچھ یہاں نظر آ رہا ہے فقط عارضی طور پر دل لبھانے والا سامان ہے، لوگ اسے دیکھ کر دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ یہ پائیدار چیزیں ہیں حالانکہ مرنے کے بعد کچھ بھی نہیں رہتا؛ اس لئے ان چیزوں سے دل لگا کر کیا کرو گے، تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو اور اس جنت کے حاصل کرنے کی فکر کرو جسکی وسعت اس قدر ہے جس قدر آسمان اور زمین کی وسعت ہے، وہاں نہ کوئی پابندی ہے، نہ کوئی قید، جو چاہے کرو۔

جنت ان کیلئے تیار کر دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور وہ بڑے فضل والا ہے، آگے مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت کے وقت گھبرایا مت کرو اور نہ خوشحالی پر اترایا کرو، دنیا میں کوئی عام مصیبت یا کسی آدمی پر کوئی خاص مصیبت نہیں آتی مگر وہی آتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں پہلے سے لکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ایسا کرنا مشکل نہیں کیونکہ اسکے علم میں سب کچھ ہے اور جو جانتا ہو اس کو لکھ دینا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں اور یہ بھید اس لئے بتا دیا ہے کہ تم کو

مصیبت میں صبر کرنا آسان ہوجائے گا اور نعمت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اتراتے نہ پھرو کہ میں مال دار ہوں اور پیسے والا ہوں کیونکہ یہ بات بھی پہلے سے تقدیر میں لکھی ہوئی ہے۔

بعض لوگ مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس لئے خرچ نہیں کرتے کہ یہ مال انکی مصیبت میں کام آئے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: تمام مصیبتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں لکھی ہوئی ہیں، لہٰذا اس مصیبت کو مال و دولت یا کوئی دوسری تدبیر ٹال نہیں سکتی بلکہ وہ ضرور آ کر رہے گی، اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر یقین ہوگا تو مصیبت کم معلوم ہوگی، لہٰذا مال خرچ کرنے میں کنجوسی نہیں کرنا چاہئے، مطلب یہ ہے ہر اندرونی اور بیرونی طور پر پیش آنے والی تکلیف اچانک نہیں آجاتی بلکہ یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کی کتاب، یعنی: تقدیر اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور وہ ہر صورت میں آکر رہے گی، لہٰذا مال کو حق کی جگہ میں خرچ کرنے سے روک رکھنا بیکار ہے۔

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ: دنیا کی مثال بارش کی ہے کہ جب وہ برستی ہے تو کسانوں کیلئے خوشی کا سبب ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ بارش کی وجہ سے زمین میں غلّہ، پھول، پھل اور سبزیاں پیدا ہوں گی جو انسان اور جانوروں کی خوراک کے طور پر استعمال ہوں گی، یہاں پر کسان یا کاشتکار کیلئے کافر کا لفظ استعمال ہوا ہے، دراصل کفر کا معنیٰ کسی چیز کو چھپانا ہوتا ہے، اصطلاحی کافر کو کافر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دین اور ایمان کو چھپاتا ہے، کسان بھی زمین میں بیج ڈال کر اس کو چھپا دیتا ہے، لہٰذا وہ بھی کافر کہلاتا ہے۔

ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا: کھیتی پک جانے کے بعد پھر وہ خشک ہوجاتی ہے، اسکی سرسبزی ختم ہوجاتی ہے پھر آپ دیکھتے ہیں اس کو زرد، یعنی: اسکی حالت بدل جاتی ہے، اسکی ساری رونق ختم ہوجاتی ہے، یعنی: چورہ چورہ بن جاتی ہے، یہ مثال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اس ناپائیدار زندگی میں زیادہ نہیں لگنا چاہئے، کھیتی کی طرح انسان بھی جب پیدا ہوتا ہے تو پھول کی طرح نرم و نازک ہوتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے تو خوب طاقتور ہوجاتا ہے، بڑھاپا آنے لگتا ہے تو قوت ختم ہوجانا شروع ہوجاتی ہے، حتیٰ کہ ایک دن آتا ہے جب اسکی موت واقع ہوجاتی ہے اور وہ اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔

اس دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا انجام بھی بیان کیا ہے، اگر کوئی شخص اس دنیا میں ہی پھنس کر رہ گیا اور آخرت کیلئے کوئی سامان تیار نہ کیا تو ایسے شخص کیلئے آخرت میں سخت عذاب ہوگا اور جس شخص نے اس دنیا میں ایمان اور نیکی کا راستہ اختیار کیا تو اس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہوگی، انسان اس زندگی کی آسائشوں اور آرام کیلئے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے، بڑی بڑی مضبوط عمارتیں تعمیر کرتا ہے جن میں سہولت کی تمام چیزیں مہیا ہوتی ہیں مگر جب وہ نا تو کسی مصیبت کو ٹال سکتا ہے اور نہ موت سے بھاگ سکتا ہے تو دنیا کا یہ سارا ساز و سامان محض دھوکہ محسوس ہوتا ہے اور پھر جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو ناکام ہو جاتا ہے؛ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: دنیا کا سامان تو محض دھوکہ ہے اسی میں اُلجھ کر نہ رہ جانا بلکہ آخرت کی فکر کرنا اور اس کیلئے ایمان اور نیکی کو اختیار کرنا۔

ہجرت کے بعد اکثر مہاجرین غریب ہو گئے تھے، ایک موقع پر وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، حضور! مالدار لوگ تو نماز اور روزہ کے علاوہ حج اور زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں اور اسکے علاوہ صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں جبکہ ہم ناداری کی وجہ سے دین کے یہ کام نہیں کر پاتے اور اس وجہ سے ہم مرتبہ میں بھی ان سے کم تر ہوں گے، آپ نے فرمایا کہ: اگر تم نماز کے بعد تینتیس تینتیس (33) دفعہ یہ کلمات "سُبْحَانَ اللّٰہِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ لیا کرو تو تم کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر دے گا اور کوئی دولت مند آدمی بھی تم سے درجات میں آگے نہ بڑھ سکے گا اور تم ان سے سبقت لے جاؤ گے، جب مالدار لوگوں کو اس عمل کا علم ہوا تو انہوں نے بھی یہ کلمات پڑھنا شروع کر دیئے، اسکے بعد غریب لوگ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور! یہ عمل تو انہوں نے بھی شروع کر دیا ہے، لہٰذا وہ پھر ہم سے سبقت لے جائیں گے، آپ نے یہی جواب دیا جو اس آیت کریمہ میں ہے، یعنی: یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اسکا فضل ہے ہو جس کو چاہے عطاء کر دے، اگر مالدار لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی کر رہے ہیں تو اس توفیق کا ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل اور مہربانی والے ہیں۔

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ: جو چیز تمہارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اس پر افسوس نہ کرو، تمہیں یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر میں اسی تھا کہ مجھے یہ تکلیف پہنچے گی یا یہ نقصان اٹھانا پڑے گا، اگر یہ یقین پیدا ہو جائے تو پھر ایسا شخص پریشانی اور بے چینی میں مبتلا نہیں ہوگا۔

وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ: اور جو نعمت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطاء فرمائی ہے اس پر نہ اتراؤ، تقدیر میں پہلے سے لکھے جانے کی یہ بھی حکمت ہے کہ جب انسان کو علم ہوگا کہ اسے ملنے والا مال ودولت، اولاد سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لکھا ہوا ہے تو وہ اسے اپنی محنت اور کوشش کا پھل نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر شکر گزار ہوگا۔

## تکبر کس چیز کا ہے

وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ
اور اللہ نہیں پسند کرتا کسی اترانے والے تکبر کرنیوالے کو (۲۳) جو لوگ کنجوسی کرتے ہیں اور

يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ
حکم دیتے ہیں لوگوں کو کنجوسی کرنیوالا اور جو منہ پھیر لے پس تحقیق اللہ وہ بے پرواہ ہے

الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
خوبیوں والا (۲۴) البتہ تحقیق بھیجا ہے ہم نے پیغمبروں اپنے کو ساتھ نشانیوں کے اور اتاری ہم نے ساتھ انکے

الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا
کتاب اور ترازو تاکہ قائم ہوں لوگ عدل پر اور اتارا ہم نے

الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ
لوہا جس میں لڑائی ہے سخت اور فائدے ہیں لئے لوگوں کے اور تاکہ جان لے

اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع ۳/۱۹
اللہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور پیغمبروں اسکے کی بن دیکھے بیشک اللہ قوت والا زبردست ہے (۲۵)

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا
اور البتہ تحقیق	بھیجا ہم نے	نوح کو	اور	ابراہیم کو	اور	رہنے دیا ہم نے	میں	اولاد ان دونوں کی

النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾
پیغمبری	اور	کتاب کو	پس بعض ان میں سے	راہ پر ہیں	اور	بہت سے	ان میں	نافرمان ہیں (۲۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا فخر کرنے والے اور تکبر کرنے والے کو، وہ لوگ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی سکھاتے ہیں اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے اور خوبیوں والا ہے۔ (۲۴) ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں نشانیاں دے کر اور ان کیساتھ اتاری کتاب اور ترازو، تاکہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر اور ہم نے اتارا لوہا، اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے کیلئے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اسکی اور اسکے پیغمبروں کی کون مدد کرتا ہے بن دیکھے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا زبردست ہے۔ (۲۵) اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ٹھہرادی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب، پھر بعض ان میں ہدایت پر ہیں اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔ (۲۶)

**لفظی تحقیق:** مُخْتَالٌ: اترانے والا۔ اسم فاعل ہے "اِخْتِيَالٌ" سے جسکا مادہ (خ ی ل) ہے اور "خُيَلَاءُ" کے معنیٰ تکبر اور غرور کے ہیں "مُخْتَالٌ" متکبر، مغرور۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کو ایسا کوئی شخص پسند نہیں جو اپنی دولت پر اتراتا پھرتا ہو، اور لوگوں کے سامنے اپنی بڑائیاں مارتا ہو، یہی لوگ ہیں جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ لٹانے کی چیز نہیں ہے اسے جوڑ کر جمع کر کے رکھو۔

آگے ارشاد ہے کہ: ہم نے تو کہہ دیا کہ پیسہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسے اُس نے بتایا خرچ کرو اور اب اگر کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو اپنا ہی کچھ کھوئے گا، اللہ تعالیٰ کو تو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ بے پرواہ اور

ساری خوبیوں کا مالک ہے، خرچ کروگے تو اپنے ہی نفع کیلئے کروگے۔

آگے ارشاد ہے کہ: ہم نے انسانوں کی ہدایت کا پورا پورا بندوبست کردیا ہے، چنانچہ اپنے پیغمبروں کو بھیجا، انہیں کتاب دی اور ماپ تول کا سامان پیدا کردیا اور قانون بنادیئے تاکہ لوگ ظلم وزیادتی سے باز آئیں اور عدل وانصاف سے کام لیں۔

ان آیتوں میں پہلے یہ بیان چلا آرہا ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنا آدمی کیلئے کوئی آسان کام نہیں، ایک طرف تو دنیا کے کھیل تماشے اسکے دل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دوسری طرف رنج وغم اور مصیبتوں سے واسطہ پڑتا ہے، پھر جو کسی بات میں ذرا بڑھ گیا تو وہ اوروں پر اپنی فوقیت جتانا اور دوسروں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے، دنیا سے دل ہٹانے کیلئے یوں کہا گیا کہ یہ کچھ دن کا میلہ ہے ایک دن ختم ہوجائے گا، اصل زندگی آخرت کی ہے ؛اس لئے اس کو درست کرنے کی کوشش کرو، خوشحالی میں نہال اور مصیبت میں نڈھال ہونے سے یوں روکا کہ یہ سب تقدیری باتیں ہیں؛ اس لئے خوشحالی میں شکر اور مصیبت میں صبر کرو اور معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو، اب آگے ظلم وزیادتی کرنے والوں کا علاج بتایا جارہا ہے کہ ظالم یوں نہ مانیں تو انکو دبانے کیلئے ان سے لڑو، اس کیلئے لوہے کو پیدا کیا گیا کہ اس سے ہتھیار بناؤ اور ظالموں کا سر کچلو، لیکن کسی ذاتی فائدے کیلئے نہیں بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا عدل اور انصاف کا قانون جاری ہو، اس کا مقصد صرف یہی ہے اور اسی میں انسان کا امتحان ہے، لیکن انسان غلطی کرتا رہا ہے۔

وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ: اور پیغمبروں کیساتھ ہم نے کتاب اور ترازو بھی اتارا، ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے کتاب یا صحیفہ عطاء فرمایا جو دین کی بنیاد ہوتا ہے اور پیغمبر کے فرمان اور عمل میں اس کتاب کی وضاحت ہوتی ہے، بعض فرماتے ہیں کہ: میزان سے مراد شریعت ہے جس سے صحیح اور غلط چیز کی پہچان ہوتی ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ: میزان سے انسان کی عقل مراد ہے کہ اسکے ذریعے بھی انسان حق وباطل میں فرق کرسکتا ہے لیکن پھر بھی زیادہ تر مفسرین میزان کا معنیٰ ترازو ہی کرتے ہیں کیونکہ یہ چیزوں کے لین دین میں ایک

دوسرے کے حق کو پہچاننے کا ذریعہ ہے، جب کوئی چیز ترازو میں تولی جاتی ہے تو اس سے لینے اور دینے والے کے حقوق کا پتہ چلتا ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ: اور ہم نے لوہے کو اتارا اس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کیلئے بہت سے فائدے ہیں، یعنی: ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس سے سخت لڑائی کے ہتھیار اور لوگوں کے فائدے کی بہت سے چیزیں بنتی ہیں۔

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ: مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم نے لوہا اس لئے پیدا کیا کہ مخالفوں پر اسکا رعب پڑے اور اس لئے کہ لوگ اس سے صنعت وحرفت میں فائدہ اٹھائیں اور اس لئے کہ قانونی اور ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ یہ جان لیں کہ کون لوگ لوہے کے جنگی اسلحہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کے مددگار بنتے ہیں اور دین کیلئے جہاد کرتے ہیں، قانون اور ظاہری طور پر اس لئے کہا گیا کہ ذاتی طور پر تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ پہلے ہی معلوم ہے مگر انسان جب عمل کر لیتا ہے تو وہ نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے، قانونی ظہور اسکا اسی سے ہوتا ہے۔

وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ: اور ہم نے نوح اور ابراہیم کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب کو رکھ دیا، نوح کی قوم پر طوفان کے بعد آپ کے بیٹوں حام، سام اور یافث کی اولاد ہی مشرق ومغرب میں پھیلی اور پیغمبری بھی آپ کی اولاد میں جاری ہوتی رہی، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور شروع ہوا تو پیغمبری اور کتاب ان کی اولاد میں آگئی، چنانچہ آپ کے بعد جتنے پیغمبر آئے سب آپ کی اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے ہیں، حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں تو اللہ تعالیٰ نے بیشمار پیغمبر بھیجے جنہیں انبیاء بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، آسمانی کتابوں میں سے "زبور، تورات اور انجیل" بنی اسرائیل کے پیغمبروں پر اتری، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب "قرآن مجید" اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری۔

# حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ

پھر بھیجا ہم نے پر قدموں کے نشان انکے پیغمبروں اپنے کو اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ ابن

مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

مریم کو اور دی ہم نے اسے انجیل اور ڈال دی ہم نے میں دلوں انکے جنہوں نے

اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

پیروی کی اسکی نرمی اور مہربانی اور رہبانیت جو انہوں نے ایجاد کی نہیں فرض کیا تھا ہم نے

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ

پر ان مگر کیا انہوں نے رضامندی حاصل کرنے کو اللہ کی پس نہ رعایت کی اسکی جیسے حق تھا رعایت اسکی کا

فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

پس دیا ہم نے انہیں جو ایمان لائے میں سے ان اجر ان کا اور بہت سے میں سے ان نافرمان ہیں (۲۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر پیچھے بھیجے ہم نے انکے قدموں کے نشان پر اپنے پیغمبر، اور پیچھے بھیجا ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو اور دی ہم نے اسے انجیل اور رکھ دی اس کیساتھ چلنے والوں کے دل میں نرمی اور مہربانی، اور رہبانیت کو انہوں نے ایجاد کیا، ہم نے ان پر اسکو لازم نہیں کیا تھا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے کیلئے کیا، پھر نہ نبھایا اسے جیسے نبھانا چاہئے تھا، پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں ایماندار تھے اچھا بدلہ دیا اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔ (۲۷)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: نوح اور ابراہیم کے بعد ہم نے انہی کے نقش قدم پر اپنے اور بھی پیغمبر بھیجے اور پھر انکے پیچھے

حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان کو "انجیل" عطاء فرمائی، پھر جن لوگوں نے سچے دل سے ان کی بات مانی ان کے دل میں ہم نے نرمی اور شفقت پیدا کی، آگے چل کر انہوں نے دنیا کے ظلم سے تنگ آکر دنیا سے الگ رہنا اختیار کیا اور فقیر بن کر ایک کنارے میں جا بیٹھے، ملنا جلنا، کاروبار، شادی وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا، ہم نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہو، انہوں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے یہ بات نکالی مگر وہ ان سے اچھی طرح نہ چل سکی، آگے چل کر اسکے پردہ میں دنیا کے فائدے تلاش کرنے لگے، یہ بہت بری بات تھی کہ دین کے نام سے ایک ڈھونگ رچا کر دنیا جمع کی جائے، خیر! ہم نے ان لوگوں کو جو اِن میں ایماندار تھے اچھا بدلہ دیا، لیکن ان میں سے اکثر ایسے کام کرنے لگے جن سے انہیں منع کیا گیا تھا، وہ لوگ نافرمان تھے۔

## نئے نئے طریقے یا ڈھونگ

اس آیت میں صاف طور پر سمجھایا گیا ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات مت نکالو، عبادت کا جو سیدھا سادھا طریقہ قرآن مجید میں سکھایا گیا ہے اسی کو قائم رکھو، یہ مت سمجھو کہ تمہارے نکالے ہوئے طریقے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند آئیں گے اور جو باتیں خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیں اور نہ انکے بعد صحابہ اور تابعین نے کیں ان سے تم کچھ پھل پاؤ گے۔

عیسائیوں کا حال بیان کر کے ہمیں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر اور فقط کونے میں بیٹھ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضامندی زیادہ حاصل کر سکیں گے، لیکن یہ ان کی غلطی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر الگ تھلگ جا بیٹھو، یہ ایسی بات نہیں جو دنیا میں چل سکے۔

آخر! وہ اسے صحیح طور پر نہ چلا سکے اور اس طرح خانقاہوں اور عبادت خانوں میں بیٹھنے والے دوسروں کے سر پر جو دنیا کے معمولی کاروبار میں مشغول تھے اپنا بوجھ ڈالنے والے بن گئے اور صورت یہ ہو گئی کہ ان پر اپنی بزرگی کی دھونس جما کر ان سے مال سمیٹنے لگے اور دعویٰ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے در پر پڑے ہیں تمہارا فرض ہے کہ

ہماری خدمت کرو، اور ساری ضروریات کی چیزیں ہمیں لالا کر دو، ورنہ اگر تم نے ہاتھ کھینچا تو ہماری بددعا سے تم برباد ہو جاؤ گے، بزرگی کے پردے میں خوب گل چھرّے اڑانے لگے اور کوئی برائی ایسی نہ رہی جو ان سے بچی ہو، نئی نئی باتیں جو دین میں نکالی جائیں ان میں پہلے پہل خواہ کتنی ہی اچھی نیت ہو آگے چل کر وہ صرف دنیا کے دھوم دھڑ کے ہو کر رہ جاتی ہیں اور دنیا کے عیش و آرام حاصل کرنے کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں رہتا، آج ہم کتنی باتیں دیکھ رہے ہیں جو ممکن ہے کہ ان کے نکالنے والوں نے اچھی نیت سے نکالی ہوں مگر اب وہ سب باتیں بھیک مانگنے کا ایک معزز طریقہ بن کر رہ گئی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ محتاج اللہ تعالیٰ کے نام پر کچھ مانگتا ہے اور یہ مذہب کے پردے کے اندر اپنے عقیدت مندوں سے مال سمیٹتے ہیں اور کہتے ہیں پیر و مرشد کو نذر نیاز نہ دی جائے تو دونوں جہان میں برباد ہو جاؤ گے، یہ وہی عیسائیوں کی نقل ہے اور کچھ نہیں، مسلمانوں کیلئے تو سیدھا راستہ وہی ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور انکے تابعین قائم کر گئے، نئی نئی باتیں اور رسمیں اس دین میں نکالنے کا کوئی موقعہ نہیں بس وہی کرو جو انہوں نے کیا۔

## ایمان والوں کو نصیحت

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ سے اور ایمان لاؤ پیغمبر اسکے پر دیگا تمہیں

كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ
دوحصے سے رحمت اپنی اور کردیگا واسطے تمہارے روشنی کہ چلتے رہو گے ساتھ اسکے اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ
بخش دیگا تم کو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۲۸) تاکہ نہ جانیں والے کتاب

اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ
کہ نہیں حاصل کر سکتے وہ کچھ بھی سے فضل اللہ کے بات یہ ہے کہ فضل ہاتھ

ع ۴ ۲۰

اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾

اللہ کے ہے عطا کرے اسے جسے چاہے اور اللہ والا ہے فضل بڑے (۲۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اسکے پیغمبر پر ایمان لاؤ، وہ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم میں روشنی رکھ دے گا جسے لئے پھرو اور تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔(۲۸) تاکہ کتاب والے یہ جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کوئی چیز نہیں پاسکتے اور جان لیں کہ! یہ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔(۲۹)

**لفظی تحقیق:** كِفْلَيْنِ: دو حصے۔ "كِفْلٌ" کا تثنیہ ہے "كِفْلٌ" حصہ، نصیب۔ اٰمَنُوْا: ایمان لائے۔ یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور رسول سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو سچا پیغمبر مان چکے اب اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسکے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانو تاکہ تمہیں دوہرا ثواب ملے، ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اور دوسرا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا اور تمہیں ایسی روشنی نصیب ہو جس میں تم راستہ دیکھتے ہوئے سیدھے چلے چلو اور تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ معاف کر دینے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اے موسیٰ اور عیسیٰ کے ماننے والو! تم مایوس مت ہو کہ تمہارے پیغمبر تم میں سے مدت ہوئی چلے گئے اب تمہیں وہ درجے کہاں حاصل ہوں گے جو پیغمبر کے ساتھ رہنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں، ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اندر موجود ہیں ان کیساتھ ہو کر بڑے بڑے درجے حاصل کرو، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے وہ بڑے فضل والا ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ: تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ! وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر دو طریقے سے کرتے ہیں، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ: یہاں "لِئَلَّا" میں "لَا" نافیہ ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اہلِ کتاب یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ان کیلئے کوئی موقع نہیں ہے اور یہ صرف دوسروں کیلئے ہے، نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مکمل گنجائش رکھی ہے اگر وہ پہلے پیغمبر پر ایمان لانے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لے آئیں گے تو وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل کے حقدار ہوں گے بلکہ ان کو دوہرا اجر ملے گا، مگر اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ "لِئَلَّا" کا (ل) زائد ہے اور صرف تاکید کیلئے آیا ہے اسکی مثالیں قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر ملتی ہیں۔

| اٰیاتها ـ ۲۲ | سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ | رکوعاتها ـ ۳ |
|---|---|---|

سورۃ المجادلۃ مدنی ہے۔ اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

# ایک عورت کا جھگڑا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْٓ اِلَى

تحقیق سُن لیا اللہ نے کہا اس عورت نے جو جھگڑتی تھی آپ سے میں بارے شوہر اپنے کے اور شکایت کرتی تھی سے

اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ

اللہ اور اللہ سُن رہا تھا گفتگو آپ دونوں کی بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے (۱) جو لوگ

الجزء ۲۸

يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ
ظہار کرتے ہیں میں سے تم سے بیویوں اپنی نہیں وہ مائیں انکی نہیں مائیں انکی

اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ
مگر وہی جنہوں نے جنا ان کو اور بیشک وہ البتہ کہتے ہیں فضول سے بات اور

زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ②
جھوٹ اور بیشک اللہ البتہ معاف کرنیوالا بخشنے والا ہے (۲)

**بامحاورہ ترجمہ:** تحقیق سُن لی اللہ تعالیٰ نے بات اُس عورت کی جو جھگڑتی تھی آپ کیساتھ اپنے خاوند کے بارے میں، اور شکایت کرتی تھی اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اللہ تعالیٰ سُن رہا تھا تمہاری گفتگو، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ (۱) وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی عورتوں کو، (یعنی: بیویوں کو اپنے اوپر حرام کرنے کیلئے ماں کہہ دیتے ہیں) نہیں ہیں وہ ان کی مائیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے، اور بیشک یہ لوگ البتہ کہتے ہیں ایک ناپسندیدہ بات اور جھوٹ، اور بیشک اللہ تعالیٰ البتہ معاف کرنے والا اور بخشش کرنے والا ہے۔ (۲)

**لفظی تحقیق:** تَحَاوُرَ: بات چیت، سوال جواب کرنا۔ اسکا مادہ (ح ور) ہے "تَحَاوُرُ" اور "مُحَاوَرَةٌ" کے ایک ہی معنٰی ہیں، یعنی: ایک دوسرے سے یا آپس میں بات چیت کرنا۔ يُظٰهِرُوْنَ: کا مصدر ظہار ہے (ظ ہ ر) سے بنا ہے "ظَهْرٌ" پیٹھ کو کہتے ہیں، فقہ میں ظہار کے معنٰی ہیں کہ کسی کا اپنی بیوی سے کہہ دینا "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ" یعنی: تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔

# شانِ نزول

یہ سورت مدینہ میں چوتھی یا پانچویں ہجری میں اتری، اس میں بائیس آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

جاہلیت کے زمانے میں عربوں میں بعض غلط قسم کے مسئلے رواج پا چکے تھے، جنکی کوئی حقیقت نہیں تھی، ان

میں سے دو مسئلوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الاحزاب" میں کیا ہے، پہلا مسئلہ یہ ہے: لوگ منہ بولے بیٹے کو بھی حقیقی بیٹے کا درجہ دے کر اسکی بیوی کا نکاح اسکے گود لینے والے باپ کیساتھ حرام سمجھتے تھے، دوسرا غلط مسئلہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں بہن کہہ دیتا تو عربوں کے نزدیک وہ عورت اُس مرد کیلئے حرام ہو جاتی تھی، اللہ تعالیٰ نے "سورۃ الاحزاب" میں فرمایا: کہ جن عورتوں کو تم ماں کہہ دیتے ہو، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہاری مائیں نہیں بنایا اور نہ ہی تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے بنایا ہے، یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ (آیت: ۱۴)

اب انہی میں سے ظہار کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں بھی بیان فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ جن عورتوں کو تم ماں بہن کہہ بیٹھتے ہو وہ تمہاری مائیں نہیں ہوتیں بلکہ تمہاری مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے تمہیں جنم دیا ہے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: بیوی کیساتھ ظہار کرنے سے وہ عورت ماں بہن کی طرح ہمیشہ کیلئے حرام نہیں ہو جاتی اور نہ ہی اس پر طلاق پڑ جاتی ہے، بلکہ یہ ایک بری اور گناہ کی بات ہے جسے زبان سے نہیں نکالنا چاہئے، پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اسکا کفارہ بھی بیان کیا ہے، جس کے ادا کرنے سے ایسی عورت اپنے خاوند کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت اَوس بن صامت خزرجی رضی اللہ عنہ ہیں، جو مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، حضرت اَوس کی طبیعت کچھ تیز تھی، یہ کسی بات پر اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے اور اس کو کہہ دیا "اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ" یعنی: تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی مانند ہو، عربوں کے غلط مسئلہ کی بناء پر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت اَوس رضی اللہ عنہ پر ہمیشہ کیلئے حرام ٹھہرائے جانے کی وجہ سے سخت پریشان ہو گئیں، انکے بچے بھی تھے اور وہ عمر کا کافی حصہ گزار چکی تھیں، لہٰذا انہیں اپنا مستقبل تاریک نظر آ رہا تھا، وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی حالت بیان کی، کہنے لگیں میرے بچوں کی پرورش کیسے ہوگی، میں نے جوانی کا بہترین حصہ اس شخص کیساتھ گزارا ہے مگر اب وہ مجھے چھوڑ رہا ہے، وہ سمجھتی تھیں کہ میں نے اگر بچوں کو اپنے پاس رکھا تو اُن کو فاقے آئیں گے اور نہ رکھا تو ضائع ہو جائیں گے، اس پریشانی کے عالم میں وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ کا حل دریافت کرتیں اور ساتھ دعا بھی کرتیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے میری

مشکل کو حل فرمادے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مسئلہ کا کوئی حکم نہیں آیا تھا لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مسئلے پر خاموش رہے۔

وہ عورت سخت پریشانی کی حالت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کررہی تھی کہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی دعاؤں کا جواب آ گیا، اس طرح اسلام کے دور میں ظہار کا یہ پہلا مسئلہ پیدا ہوا جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم اتارے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کا آغاز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کے ذکر سے کیا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو عورت آپ کے پاس اپنے خاوند کی بابت جھگڑنے آئی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی فریاد کررہی تھی اُس کی بات ہم نے سُن لی، ہم تو اسکی بات اور آپ نے جو جواب دیا اور پھر اس نے آپ کو جو جواب دیا ہم سب کچھ سُن رہے تھے، سنو! کوئی شخص اگر اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں ہے یا تو میرے لئے میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے، تو اس سے اسکی بیوی اسکی ماں نہیں ہوجاتی، ماں تو اسکی وہی ہے جس نے اسکو جنا، یہ تو ایک ناپسندیدہ بات ہے، اگر ایسی بات منہ سے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ کرو، وہ قصور معاف کرنے والا اور گناہ بخشنے والا ہے، وہ عورت بدستور اسکی بیوی ہی رہے گی، ہاں وہ اسکے قریب نہیں جاسکتا جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کردے، جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

## احکام ومسائل

فقہائے کرام بیان کرتے ہیں کہ: ظہار کرنے کیلئے پشت کا لفظ بولنا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر ایسی عورت کیساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے جو محرم ہو اور اس کے جسم کا حصہ جو دیکھنا جائز نہ ہو، جیسے ران، سرین، شرمگاہ، پیٹ وغیرہ، اسی طرح ظہار کیلئے ماں کی تشبیہ بھی ضروری نہیں، بلکہ ہر ایسی عورت کیساتھ تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کیساتھ

نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہے، جیسے بیٹی، پوتی، بھتیجی، بھانجی، باپ کی بیوی، بہن، رضاعی بہن، رضاعی ماں وغیرہ، ان میں سے کسی کا نام لےکران کے کسی بھی پوشیدہ عضو کیساتھ تشبیہ دیکر ظہار کرے گا تو ظہار واقع ہوجائے گا، اور اگر کوئی شخص غیر محرم عورت کا نام لیتا ہے جس کیساتھ نکاح حلال ہے یا کسی ایسے عضو کیساتھ تشبیہ دیتا ہے جس کا دیکھنا جائز ہے، جیسے ہاتھ، پاؤں یا سر وغیرہ، تو ایسی صورت میں ظہار نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تُو سے خطاب نہیں کرتا، یعنی: یہ نہیں کہتا کہ تو میری ماں کی پشت کی مانند ہے بلکہ کہتا ہے کہ تیری پشت، تیری شرمگاہ، تیری روح، تیرا نفس، تیرا نصف حصہ، تیرا ثلث حصہ، تیرا چہرہ یا تیرا بدن میری ماں کی پشت کی مانند ہے تو ایسے تمام الفاظ سے عورت کی ذات ہی مراد لی جائے گی اور ظہار واقع ہوجائے گا۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے ظہار صرف مرد ہی کرسکتا ہے عورت نہیں کرسکتی، بالکل اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے طلاق کا حق مردوں کو دیا ہے بالکل اسی طرح ظہار کا حق بھی مردوں کو دیا ہے، اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو اپنی ماں کی پشت کیساتھ تشبیہ دیدے تو وہ ظہار نہیں ہوگا۔

## ظہار کا کفّارہ

وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا

اور | جولوگ | ظہار کرتے ہیں | سے | عورتوں اپنی | پھر | لوٹیں طرف اسکی | کیلئے جس | کہا تھا

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ

پس آزاد کرنا ہے | ایک گردن کا | پہلے اسکے | کہ | چھوئیں ایک دوسرے کو | یہ | نصیحت کیے جاؤ گے تم ساتھ اسکے | اور

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ

اللہ | اس چیز کی | جو تم کرتے ہو | خبر رکھتا ہے(۳) | پس جو | نہ | پائے | پس روزے رکھے | دو ماہ

مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ

لگاتار | سے | پہلے اس | کہ | چھوئیں ایک دوسرے کو | پس جو | نہ | طاقت رکھے | پس کھانا کھلانا

سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ
ساٹھ (۶۰) محتاجوں کو یہ اس لئے کہ ایمان لاؤ پر اللہ اور پر پیغمبر اسکے اور یہ حدیں ہیں

اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ
اللہ کی اور واسطے کافروں کے عذاب ہے دردناک (۴) بیشک جن لوگوں نے ناراض کیا اللہ کو

وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ
اور پیغمبر اسکے کو ذلیل کئے گئے وہ جیسے کہ ذلیل کئے گئے وہ لوگ جو تھے سے پہلے ان اور تحقیق اتاری ہیں ہم نے

اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝۵ۚ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ
آیتیں صاف صاف اور واسطے کافروں کے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا (۵) جس دن کہ اٹھائیگا اللہ

جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ
ان سب کو پس جتلائیگا انہیں جو کیا انہوں نے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو پھر کرنا چاہیں وہی جس کیلئے کہا تھا تو آپس میں ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا چاہئے، اس سے تمہیں نصیحت ہوگی اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے جو تم کرتے ہو (۳) پھر جو کوئی نہ پائے غلام کو تو دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے، پس جو یہ (روزے) نہ رکھ سکے تو کھانا کھلانا ہے ساٹھ محتاجوں کو، یہ حکم اس لئے ہے کہ فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے پیغمبر کے، یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور کافروں کے واسطے دردناک عذاب ہے (۴) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی مخالفت کرتے ہیں وہ لوگ ذلیل کئے گئے جیسے ذلیل کئے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے بہت صاف واضح آیتیں اتاریں اور کافروں کیلئے ذلت کا عذاب ہے (۵) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائیگا پھر ان کو جتلا دے گا ان کے کام۔

**لفظی تحقیق:** یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا: یعنی: کرنا چاہیں پھر وہی کام (ہم بستری) جس سے رکنے کیلئے

ظہار کیا تھا، یہاں "یَعُوْدُوْنَ" کے معنٰی واپس پلٹنے کے ہیں، یعنی: میاں بیوی والے تعلقات پھر سے قائم کرنا اور ظہار کو واپس لینا۔ یُحَآدُّوْنَ: خلاف چلتے ہیں، کہنا نہیں مانتے۔ مضارع کا صیغہ ہے "مُحَادَّةٌ" سے جس کا معنٰی غضب دلانا، مخالفت کرنا۔ کُبِتُوْا: پچھاڑ دینا، ذلیل کر دینا۔ ماضی کا صیغہ ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو شخص اپنی بیوی کو ماں کہہ بیٹھے یا ماں کی پیٹھ کی طرح کہہ بیٹھے اور پھر اس قول سے پھرنا چاہے اور بیوی کے پاس جانا چاہے تو اسے ایک غلام یا ایک لونڈی کو جس کا وہ مالک ہو، آزاد کرنا چاہئے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے سے ہم بستری کریں، اس سزا سے تمہیں نصیحت ہوگی اور آئندہ ایسی بات منہ سے نہ نکالو گے، پھر اگر تم کسی غلام یا لونڈی کے مالک نہیں ہو تو دو مہینے کے ایک ساتھ روزے رکھو اور بیچ میں ایک روزہ بھی مت چھوڑو، اگر تم میں اتنے روزے لگا تار رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور یہ سب کچھ اس لئے کہا جا رہا ہے کہ تم اسلام سے پہلے کی باتوں اور جاہلیت کے رسم ورواج کو چھوڑ دو اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر یقین کر کے اسکی باتیں مانو اور اسکے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا جانو اور وہ جو کہیں اس پر یقین کر کے عمل کرو۔

ارشاد ہے کہ: یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں ان کے باہر مت جاؤ، جو اللہ تعالیٰ کا اور اسکے مقرر کئے ہوئے قاعدوں اور حدود کا خیال نہیں کرتے وہ دکھ دینے والے عذاب میں پھنسیں گے، یاد رکھو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کہنا نہ مانیں گے اور اسکے مقرر کئے ہوئے قاعدوں پر نہ چلیں گے وہ ذلیل اور رسوا ہوں گے، جیسے کہ ان سے پہلے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ذلیل وخوار ہوئے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلنے والے اور خود اپنے لئے آپ قاعدے مقرر کرنے والے اس وقت بھی، تباہ ہوں گے، ہم تو کھلی کھلی اور صاف آیتیں اپنے پیغمبر کے ذریعہ بھیج چکے ہیں، اب جو انہیں نہ مانیں گے اور اپنی ہی چلائیں گے ان کو ایسا عذاب ملے گا جو ذلت اور

رسوائی میں پھنسا دے گا، عنقریب ایک دن آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اکٹھا کرے گا اور ان کو بتادے گا کہ یہ وہ کام ہیں جو تم نے دنیا میں کئے۔

**فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ**: پس! جس نے غلام نہ پایا، یعنی: جس کے پاس غلام ہی نہیں ہے جس کو وہ آزاد کر سکے یا اسکے پاس اتنا مال نہیں کہ غلام خرید کر آزاد کر سکے تو پھر اس کیلئے کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے لگا تار روزے رکھے اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کیساتھ ہم بستری کریں، مسلسل کا مطلب یہ ہے کہ دو ماہ، یعنی: ساٹھ دن کے روزے متواتر رکھے حتیٰ کہ درمیان میں ایک دن بھی ناغہ نہ کرے، اگر درمیان میں کسی دن روزہ چھوٹ گیا یا بیماری کی وجہ سے رہ گیا تو تسلسل ختم ہو جائیگا، لہٰذا اس کو پھر شروع سے گنتی شمار کرنا ہوگی اور نئے سرے سے دوبارہ روزے رکھنا پڑیں گے، ہاں عورت کیلئے گنجائش ہے کہ اس نے روزے رکھنا شروع کئے اور درمیان میں ماہواری کے دن شروع ہو گئے تو چھوڑ دے اور پاک ہو کر بقایا روزے رکھ لے۔

**فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ**: کفارے کی تیسری صورت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جو شخص لگا تار دو ماہ کے روزے رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، مثلاً: بیمار ہے یا جسمانی طور پر اس قدر کمزور ہے کہ دو ماہ لگا تار روزے نہیں رکھ سکتا تو فرمایا: پھر ایک دن صبح وشام ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ: ساٹھ مسکینوں کو دو وقت درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہوگا، درمیانے درجے کا کھانا جو عام طور پر گھر والوں کو کھلایا جاتا ہے، نہ تو بالکل معمولی ہو اور نہ ہی بہت اعلیٰ درجے کا ہو، بہر حال دو وقت کھانا کھلانا ہوگا، اور اگر کوئی شخص پکا ہوا کھانا کھلانے کے بجائے غلے کی صورت میں کفارہ ادا کرنا چاہے تو ایسا بھی کر سکتا ہے، اگر وہ گندم دینا چاہے تو نصف صاع (دو سیر) فی مسکین ادا کرے، اور اگر گندم کے علاوہ کوئی دوسرا غلہ مکئی، باجرہ، چنے وغیرہ دینا چاہے تو ایک صاع، یعنی: چار سیر فی کس ادا کرے، اس میں دو وقت کا کھانا آجائے گا۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ: اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک دو وقت کا کھانا کھلاتے رہے تو پھر بھی کفارہ ادا ہو جائے گا، مگر ایسی صورت میں کفارے کی مکمل ادائیگی تک میاں بیوی ایک دوسرے سے ہم بستری

نہیں کر سکتے، بہتر ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو اکٹھا کھانا کھلا دے یا اسکی قیمت ادا کر دے۔

# اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے

ع ۱
اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝۶ اَلَمْ تَرَ
شمار کر رکھا ہے اسے اللہ نے اور وہ بھول گئے اسکو اور اللہ اوپر ہر چیز کے نگاہ رکھنے والا ہے (۶) کیا نہیں دیکھا آپ نے
اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ
یہ کہ اللہ جانتا ہے جو ہے میں آسمانوں اور جو ہے میں زمین نہیں ہوتا
مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ
کوئی مشورہ تین کا مگر وہ ہوتا ہے چوتھا انکا اور نہ پانچ کا مگر ہوتا ہے
سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ
چھٹا ان کا اور نہ کم سے اس اور نہ زیادہ مگر وہ ہوتا ہے ساتھ انکے
اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ
جہاں کہیں وہ ہوں

**بامحاورہ ترجمہ:** اللہ تعالیٰ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر چیز ہے۔ (۶) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کہیں مشورہ نہیں ہوتا تین کا جہاں وہ ان میں چوتھا نہیں ہوتا اور نہ پانچ کا (مشورہ ہوتا ہے)، جہاں وہ ان میں چھٹا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ، مگر وہ ان کیساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کا انکار کر بیٹھے ان کو ایسا عذاب ملے گا کہ ان کا سارا زور نکل جائے گا اور

ساری عزت خاک میں مل جائے گی، وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کو نہیں جانتا، اس نے تو ان کا ذرا ذرا سا کام بھی ایک ایک کر کے لکھ رکھا ہے، گو وہ خود اس کو بھول چکے ہیں، یہ تو ان لوگوں کے متعلق تھا جنہوں نے کھلم کھلا اسلام کا انکار کر دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تل گئے، ان کے علاوہ کچھ اور لوگ تھے جو منافق تھے، یہ مسلمانوں میں رہا کرتے تھے اور کسی بھی موقعہ پر ان کو ستانے سے نہ چوکتے تھے، اور کچھ نہیں تو یہی سہی کہ جہاں کچھ مسلمان اکٹھے دکھائی دیئے تو تین چار منافق الگ الگ ہو کر چپکے چپکے باتیں کرنے لگتے تاکہ مسلمان یہ سمجھ لیں کہ وہ ہمیں ستانے کی کوئی خفیہ سازش کر رہے ہیں، یہ محض مسلمانوں کا دل جلانے کیلئے تھا، ویسے ملنے میں بڑے ہنس مکھ اور ملنسار بنتے تھے اور کوئی اعتراض کا موقعہ نہیں دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا کہ ایسی شبہ کی کاروائیاں چھوڑ دو لیکن وہ باز نہ آئے، اسی آیت میں آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان کیساتھ ہے جہاں کہیں وہ ہوں، ان کی سب باتیں سنتا ہے یہ تین ہوں، پانچ ہوں یا اس سے کم یا زیادہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ ان کیساتھ موجود ہے اور اس کو سب کی خبر ہے۔

## قیامت کو سب معلوم ہو جائے گا

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

پھر خبر دیگا انہیں انکی جو کیا انہوں نے دن قیامت کے بیشک اللہ ہر چیز کا

عَلِيْمٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ

علم رکھنے والا ہے (۷) کیا نہ دیکھا آپ نے طرف ان کی جنہیں منع کیا گیا سے سرگوشی پھر کئے جاتے ہیں

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ

وہی کہ روکا گیا انہیں سے جس اور وہ کان میں کہتے ہیں گناہ اور سرکشی اور نافرمانی کی بات

الرَّسُوْلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ

پیغمبر کی اور جب آتے ہیں پاس آپکے دعا دیتے ہیں آپکو ایسی کہ نہیں دعا دی آپکو ویسی اللہ نے اور

يَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ

کہتے ہیں میں دلوں اپنے کیوں نہیں عذاب کرتا ہمیں اللہ بدلے اسکے جو ہم کہتے ہیں کافی ہے انہیں

جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا

دوزخ داخل ہونگے وہ اسمیں پس برا ہے ٹھکانہ (۸) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب

تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ

تم چپکے باتیں کرو تو مت کرو سرگوشیاں گناہ کی اور سرکشی کی اور نافرمانی کی

الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ

پیغمبر کی اور سرگوشیاں کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی اور ڈرو اللہ سے جس کی

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹

طرف اسی کی تم جمع کئے جاؤگے (۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر ان کو قیامت کے دن جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا، بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے۔ (۷) آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہیں منع کیا گیا تھا سرگوشی سے، پھر وہ پلٹ کر وہی بات کرتے ہیں جس سے ان کو روکا گیا تھا اور کان میں باتیں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی اور نافرمانی کی، اور جب آپکے پاس آتے ہیں تو وہ آپ کو دعا دیتے ہیں جو دعا اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں دی اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں عذاب کیوں نہیں دیتا، کافی ہے انہیں دوزخ، اس میں داخل ہوں گے، سو بری جگہ ہے پہنچنے کی جہاں وہ پہنچیں گے۔ (۸) اے ایمان والو! جب تم کان میں بات کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور پیغمبر کی نافرمانی کی بات مت کرو، اور بات کرو احسان کی، پرہیزگاری کی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تمہیں جمع کیا جائیگا۔ (۹)

**لفظی تحقیق:** حَيَّوْا: دعا سلام کرنا۔ ماضی کا صیغہ ہے اور "لَمْ يُحَيِّ" نہیں دعا دی، مضارع منفی کا

صیغہ ہے "تَحِيَّةٌ" سے، پہلا اصل میں "حَيِّيُوْا" اور دوسرا "يُحَيِّيْ" تھا، وہ تعلیل کے بعد "حَيُّوْا" ہو گیا اور اسکی آخری (ی) "لَمْ" کی وجہ سے گر گئی۔ تَنَاجَيْتُمْ: ماضی "لَاتَتَنَاجَوْا" نہی اور "تَنَاجَوْا" امر کے صیغے ہیں "تَنَاجِيْ" سے جو اصل میں "تَنَاجُوٌ" ہے اور "نَجْوٰی" سے ہے، تعلیل کے بعد "تَنَاجٍ" ہو گیا۔

## تفسیر

پھر ارشاد ہے کہ: ان کے کام جو دنیا میں کرتے ہیں ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، قیامت کے دن انہیں وہ بتلادے گا کہ تمہارے عمل دنیا میں یہ تھے، اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپی نہیں، پھر ارشاد ہے کہ: ان لوگوں کو دیکھو تو سہی انہیں منع کر دیا گیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چپکے چپکے باتیں مت کرو، ان کی عادت تھی کہ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر کے ہنس کر یا اشارے کر کے مسلمانوں کو چڑاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا حکم دیتے تو ہنسی کا سامنہ بنا کر کہتے تھے ایسا مشکل کام ہم سے کہاں ہو سکے گا، اس سے ان کو منع کیا گیا کہ یہ تو مسخروں کی سی حرکتیں ہیں انہیں چھوڑ دو لیکن وہ کب باز آنے والے تھے، یہاں ان کا پول کھولا جا رہا ہے کہ یہ لوگ پھر وہی گناہ سرکشی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں کئے چلے جا رہے ہیں، ایک اور گستاخی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو آنے والے کو "السلام علیکم" کہنا سکھایا ہے، یہ دبی زبان سے "اسام علیکم" کہتے ہیں، سام کے معنٰی موت اور تباہی کے ہیں، یہ لوگ دعا سلام میں بھی شرارت سے باز نہیں آتے تھے جس سے ان کی طبیعت کی خباثت صاف ظاہر تھی۔

منافقوں کی ڈھٹائی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ جب آپ کے پاس حاضر ہوتے تو سلام بھی بگاڑ کر کرتے تھے اور پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے تو اللہ تعالیٰ کو ہمیں ہماری اس گستاخی کی سزا دینی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اس طرح کہنے کی سزا کیوں نہیں دیتا، ارشاد ہے کہ: اسکی سزا ایک ہی دفعہ ملے گی اور وہ یہ کہ قیامت کے دن تمہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا، کیا یہ سزا کیلئے کافی نہیں، جو یہ اور سزا کی راہ دیکھ رہے ہیں، جہاں یہ پہنچیں گے وہ بہت ہی بری جگہ ہے، اسکے بعد مسلمانوں کو خبردار کیا جاتا ہے کہ تم کبھی ان منافقوں کی سی حرکتیں مت کرو، جب

کبھی خفیہ باتیں کرو تو وہ گناہ، بے ادبی اور نافرمانی کی نہیں بلکہ نیکی اور گناہوں سے بچنے کی ہونی چاہئیں، دیکھو! ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یاد رکھو تم سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع کیا جائیگا اور وہ سب چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے، افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آجکل کے جلسوں میں بعض لوگ آتے ہی اس لئے ہیں کہ واعظ کی ہنسی اڑائیں، اس پر بری تنقید کریں اور اس کو چڑائیں۔

مکی زندگی میں تو مشرک اور کافر اسلام اور مسلمانوں کے کھلم کھلا دشمن تھے اور ان کی تکلیفوں کی وجہ سے ہی مسلمانوں کو پہلے حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ طیبہ ہجرت کرنا پڑی، مدینہ پہنچ کر اگرچہ ایمان والوں کو کچھ سکون نصیب ہوا اور اسلامی ریاست کی بنیاد بھی قائم ہوگئی، تاہم یہاں بھی دو دشمنوں کے ہاتھوں مسلمان سخت تکلیفیں اٹھاتے رہے، ایک تو یہودی تھے جو کافی تعداد میں مدینہ منورہ اور اسکے اطراف میں آباد تھے اور مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھے، دوسرا گروہ منافقوں کا تھا جو بظاہر تو ایمان قبول کر چکے تھے مگر ان کی ہمدردیاں یہودیوں اور مشرکوں کیساتھ تھیں اور وہ آئے دن چپکے چپکے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے تھے، بہرحال یہودی اور منافق مسلمانوں کے خلاف خفیہ میٹنگیں اور صلاح مشورے کرتے کہ ان کو کس طرح تنگ کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا ہے، پھر وہ پلٹ کر وہی بات کرتے ہیں جن سے ان کو روکا گیا تھا، مطلب یہ کہ انکی خفیہ میٹنگیں تو مسلمانوں کے خلاف ہوتی ہیں، جن میں یہ طرح طرح کے منصوبے بناتے ہیں تا کہ ایمان والوں کے راستے میں مشکلات کھڑی کی جائیں۔

منافقوں کی ایک عادت یہ تھی کہ جب وہ پیغمبر ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھتے تھے تو ایمان والوں کا مذاق اڑاتے تھے، ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کرتے، ایمان والوں کی طرف آنکھوں سے اشارے کرتے اور ان کے عیب نکالتے، اس قسم کی حرکتوں سے مخلص مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی، یہودی بھی اس قسم کی حرکات کر کے ایمان والوں کو پریشان کرتے تھے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى: جس زمانے میں یہودیوں کا پیغمبر ﷺ سے صلح کا

معاہدہ ہو گیا تھا اس وقت وہ کھل کر تو مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتے تھے، مگر اسلام اور مسلمانوں سے دل میں بھرا ہوا بغض نکالنے کا ایک طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ جب صحابہ کرام میں سے کسی کو اپنے قریب آتے دیکھتے تو آپس میں سرگوشی اور خفیہ مشورہ کی شکل بنا لیتے اور آنے والے مسلمانوں کی طرف کچھ اشارے کرتے جس ان کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں جس سے ان کو پریشانی ہوتی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسی سرگوشی سے منع فرمایا۔

اس ممانعت سے یہ حکم مسلمانوں کیلئے بھی نکل آیا کہ وہ بھی آپس میں کوئی سرگوشی اور مشورہ اس طرح نہ کریں جس سے دوسرے کسی مسلمان کو تکلیف پہنچے۔

**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ**: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو صحیح مشاورت کی ہدایت کی ہے کہ اے ایمان والو! جب تم آپس میں کوئی خفیہ مشورہ کرو تو کوئی ایسا مشورہ نہ کرو جس میں گناہ یا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی مخالفت کا کوئی پہلو نکلتا ہو، بلکہ ہمیشہ نیکی اور تقویٰ کا مشورہ کرو، یعنی: ایک دوسرے کی خیر خواہی اور مصلحت کی بات کرو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: کہ ہر مسلمان کے حق میں خیر خواہی کی بات کرو اور کبھی شر کی بات نہ کرو۔

## مجلس کے آداب (الف)

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ

بات یہی ہے کہ سرگوشی سے ہے شیطانی تاکہ غمگین کرے ان کو جو ایمان لائے اور نہیں وہ

بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾

ضرر پہنچانے والا کچھ مگر ساتھ حکم اللہ کے اور پر اللہ چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے (۱۰)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب کہا جائے سے تم جگہ کشادہ کرو میں مجلسوں

فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

پس کشادہ کردو جگہ کشادگی کردیگا اللہ لئے تمہارے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** بات یہ ہے کہ منافقوں کی سرگوشی جو شیطانی کام ہے تا کہ ایمان والوں کو غمگین کرے، حالانکہ وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا، سوا اللہ تعالیٰ کے حکم کے اور چاہئے کہ بھروسہ کریں اللہ تعالیٰ پر ایمان والے۔(۱۰) اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ کشادہ کرو تو پس جگہ کشادہ کردیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں کشادگی دے گا۔

**لفظی تحقیق:** **تَفَسَّحُوْا**: جگہ چھوڑو۔ امر کا صیغہ ہے "تَفَسُّحٌ" سے جو (ف س ح) سے بنا ہے "فَسْحٌ" کے معنیٰ کشادہ کرنا، اسی سے "اِفْسَحُوْا" امر اور "يَفْسَحُ" مضارع کا صیغہ ہے، یعنی: کشادگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کردے گا۔

## تفسیر

اس آیت میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ مجلس کے اندر دو یا زیادہ آدمی آپس میں خفیہ بات نہ کریں، اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو مجلس سے باہر آنے کے بعد کریں تا کہ دوسروں کو یہ خیال نہ ہو کہ ہم سے چھپانے کی کوئی بات ہے اور وہ خوامخواہ بدگمانی میں مبتلا نہ ہو۔

ارشاد ہے کہ: چپکے چپکے باتیں کرنا شیطانی حرکت ہے تا کہ اس سے ایمان والوں کو تکلیف پہنچے یہ منافقوں کا کام ہے، لیکن یہ لوگ ایسی حرکتیں کر کے مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ نفع نقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں کہ نفع نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو سکھایا جارہا ہے کہ جب کوئی نیا آدمی آئے اور مجلس کا انتظام کرنے والے حاضرین سے کہیں کہ اس کو جگہ دینے کیلئے تھوڑا تھوڑا کھسک جایئے یا وہ آنے والا خود درخواست کرے تا کہ اس کیلئے بھی

گنجائش نکل آئے تو حاضرین کو چاہئے کہ اس کیلئے جگہ نکالنے کو کچھ سرک جائیں اور اسے جگہ دیں، اسکے بدلے اللہ تعالیٰ انہیں کشادگی عطاء فرمائے گا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو، پس تم کشادگی کرو، اگر حاضرین کے کھلے کھلے بیٹھنے کی وجہ سے آنے والوں کو تنگی ہوجائے تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بیٹھنے والے لوگ ذرا مل کر بیٹھ جائیں تاکہ بعد میں آنے والوں کو بھی بیٹھنے کیلئے کچھ نہ کچھ جگہ میسر آجائے، اگر تم اپنے دوسرے بھائیوں کیلئے کشادگی پیدا کرو گے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی پیدا فرمادے گا، یہ عام لوگوں کیلئے مجلس کے آداب ہیں کہ کھلے ہوکر نہ بیٹھو بلکہ ضرورت ہو تو مل کر بیٹھ جاؤ تاکہ دوسروں کیلئے بھی بیٹھنے کی گنجائش نکل سکے، اگر بعض لوگ کھلے کھلے باسہولت بیٹھے رہیں گے تو دوسرے لوگ اس مجلس سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، اس لئے کہ آنے والوں کیلئے مجلس تنگ ہوگی، یہ آداب پیغمبر ﷺ کی مجلس کیلئے مزید اہم ہیں تاکہ تمام لوگ پیغمبر ﷺ کی گفتگو، اُن کی ہدایات اور حکموں سے فائدہ اٹھاسکیں، اسکے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہاری تنگی دور کر کے رزق میں وسعت پیدا کردے گا، وہ اپنی رحمت اور مہربانی کے دروازے تمہارے لئے کشادہ کردے گا، لہٰذا اگر مجلس میں سکڑ کر بیٹھنا پڑے تو اس سے تنگ دل نہ ہوں، اور نہ ہی اس میں کوئی توہین آمیز بات ہے بلکہ اس ذرا سی تکلیف کا اللہ تعالیٰ بہت بہتر بدلہ عطاء فرمائے گا۔

## مجلس کے آداب (ب)

وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ

اور جب کہا جائے اٹھ جاؤ پس اٹھ جاؤ بلند کردیگا اللہ ان کو جو ایمان لائے میں سے تم

وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾

اور جنہیں دیا گیا علم مرتبے ہیں اور اللہ اسکو جو تم کرتے ہو جاننے والا ہے (۱۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب چپکے سے بات کہو تم پیغمبر سے پس پہلے دیدو سے

يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ

اپنی سرگوشی کرنے کچھ صدقہ یہ بہتر ہے لئے تمہارے اور زیادہ پاکیزہ پس اگر نہ

تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

پاؤ تم بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب کہا جائے تم سے اٹھ کھڑے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ ان کیلئے جو تم میں سے ایمان اور علم رکھتے ہیں درجے بلند کردے گا اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔(۱۱) اے ایمان والو! جب تم پیغمبر کے کان میں بات کہنا چاہو تو اپنی بات کہنے سے پہلے کچھ خیرات کردو، یہ تمہارے حق میں بہت بہتر اور تمہارے دلوں کو پاک کرنے والا ہے، پھر اگر نہ پاؤ تم (کوئی چیز صدقہ کرنے کو) تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۱۲)

## تفسیر

مجلس میں اگر انتظام اور قاعدہ کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ محض ایک بھیڑ بھاڑ بن کر رہ جاتی ہے، اس میں نہ کوئی کسی کی سُن سکے گا، نہ اپنی کہہ سکے گا اور سوا شور و شراب اور غل غپاڑے کے سوا کوئی کام کی بات نہ ہو سکے گی، اسی وجہ سے اس کیلئے قاعدہ مقرر کیا جارہا ہے، اوّل تو یہ ہے کہ اسکا کوئی صدر مقرر ہو اور اسکے حکم کے مطابق چلایا جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے صدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر وحی ہوگی، آگے آپ کی مجلس کے آداب کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ مجلس میں آنے والے کو جگہ دو اور اگر جگہ نہ ہو اور کسی سے کہا جائے کہ تم یہاں سے اٹھ جاؤ تو اسے فوراً اٹھ جانا چاہئے تاکہ دوسروں کو بھی آپ سے فائدہ حاصل کرنے کا موقعہ مل سکے، بیکار جم کر بیٹھ جانا کوئی کام کی بات نہیں، اس فرمانبرداری کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کے درجے

بلند کردیگا اور اگر یہی لوگ اپنے مرتبہ اور درجہ کا خود خیال کرنا شروع کردیں اور اس بات سے جھگڑنے لگیں کہ ہمیں اچھی جگہ کیوں نہ بٹھایا، یا ہم سے اٹھ جانے کا کیوں کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی قدر نہ ہوگی۔

آگے منافقوں کی ایک بدتمیزی کا ذکر کیا جاتا ہے کہ منافق اپنی بڑائی جتانے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر چپکے چپکے آپ کے کان میں باتیں کرتے تھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کو آپ کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل ہے، بعض نادان مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی موقعہ تاک کر انہی جیسی حرکتیں کرنے لگے اور آپ کے پاس پہنچ کر بہت دیر تک آپ کے کان میں کچھ نہ کچھ کہتے رہتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحاظ کی وجہ سے کسی سے کچھ نہ کہتے اور ان کو اس طرح باتیں کرنے دیتے کہ اس سے ایک تو دوسروں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہ ملتا اور دوسرے اگر آپ بھی اٹھنا چاہتے تو مروت کی وجہ سے نہ اٹھتے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی، اس لئے اس آیت میں حکم دیا گیا کہ جو آپ کے پاس پہنچ کر تنہائی میں باتیں کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ بات کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے واسطے کچھ خیرات دیدیا کرے، منافق یہ حکم سنتے ہی بیٹھ رہے کیونکہ وہ اس کیلئے تیار نہ تھے کہ کچھ خرچ کرکے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح باتیں کریں، انہیں پیسہ اس سے زیادہ پیارا تھا، مخلص مسلمان فوراً سمجھ گئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لئے یہ حکم دیا ہے، جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہوتا اسے اس حکم سے مستثنیٰ کردیا گیا تھا، پھر بھی اس عام حکم کا اثر یہ ہوا کہ لوگ اس طرح بات کرنے سے باز آگئے۔

بخاری و مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اسکی جگہ سے اٹھا کر اسکی جگہ پر خود نہ بیٹھے، بلکہ مجلس میں کشادگی پیدا کرکے آنے والے کو جگہ دیدیا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو اسکی جگہ سے اٹھ جانے کیلئے کہنا آنے والے شخص کیلئے تو جائز نہیں، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ اسکا کہنے والا مجلس کا صدر یا مجلس کا انتظام کرنے والے افراد ہوسکتے ہیں، تو مطلب آیت کا یہ ہوا کہ

اگر مجلس کا صدر یا اسکی طرف سے مقرر کئے ہوئے انتظام کرنیوالے کسی کو اسکی جگہ سے اٹھ جانے کو کہیں تو اپنی جگہ سے اٹھ جانا چاہئے۔

بہر حال اس آیت سے مجلس کے آداب کے متعلق ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ مجلس والوں کو چاہئے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں اور دوسری بات آنے والوں کیلئے یہ ثابت ہوئی کہ وہ کسی کو اسکی جگہ سے خود نہ اٹھائیں، تیسری بات مجلس کے صدر کیلئے یہ ثابت ہوئی کہ وہ ضروری سمجھے تو بعض لوگوں کو مجلس سے اٹھا دینے کی بھی اسکو گنجائش ہے، اور بعض دوسری روایات حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والوں کیلئے ادب یہ ہے کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں میں گھسنے کے بجائے کسی کنارے پر بیٹھ جائے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں تین آنے والے شخصوں کا ذکر ہے، ان میں ایک وہ بھی ہے جو مجلس میں جگہ نہ پانے کی وجہ سے ایک کنارے میں بیٹھ گیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعریف فرمائی۔

# احکام ومسائل

**مسئلہ (۱)**:.... مجلس کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان بغیر ان کی اجازت کے داخل نہ ہو کہ بعض اوقات دو لوگوں کے یک جا بیٹھنے میں ان کی کوئی خاص مصلحت ہوتی ہے، حضرت اسامہ بن زید لیثی رضی اللہ عنہ کی روایت "ابوداؤد اور ترمذی" میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ دو شخص جو پہلے بیٹھے ہوں اپنے بیٹھنے کیلئے ان کے درمیان علیحدگی پیدا کرے، جب تک کہ ان سے اجازت نہ ملے۔

# یہ حکم منسوخ ہوگیا

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَاِذْ لَمْ

کیا ڈر گئے تم کہ پہلے ادا کرو آگے سرگوشی اپنی کے صدقے پس جب نہ

تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ
کیا تم نے اور عنایت کی اللہ نے پر تم پس قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۭ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑬ اَلَمْ تَرَ
اور کہنا مانو اللہ کا اور پیغمبر اسکے کا اور اللہ خبر رکھنے والا ہے اسکی جو تم کرتے ہو (۱۳) کیا نہ دیکھا آپ نے

ع ۲ ۲

اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ
طرف ان کے جو دوست بنے اس قوم کے کہ غضبناک ہوا اللہ پر جن

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔ کیا تم ڈر گئے کہ سرگوشی کرنے سے پہلے خیرات دیا کرو، سو جب تم نے نہ کیا، (یعنی: صدقہ ادا نہ کیا) اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا تو اب نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے اور اس کے پیغمبر کے حکم پر چلو اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اسکی جو کچھ تم کرتے ہو۔ (۱۳) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اس قوم (یہودیوں) کے دوست بنے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔

**لفظی تحقیق:** اَشْفَقْتُمْ: ڈر گئے تم۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِشْفَاقٌ" سے اسم فاعل "مُشْفِقُوْنَ"، یعنی: ڈرے تم۔

## تفسیر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر چپکے سے بات کرنے کیلئے حکم ہوا کہ جسے اس طرح بات کرنی ہو وہ پہلے صدقہ ادا کرے، اس حکم کے سنتے ہی سب نے آپ کے پاس آکر چپکے چپکے باتیں کرنی چھوڑ دیں، منافقوں نے تو اس لئے کہ جیب سے مال نکال کر دوسروں کو دینے سے تو ان کی جان نکلتی تھی اور مسلمانوں نے اس لئے کہ یہ طریقہ بات کرنے کا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لئے صدقہ کی شرط لگائی ہے، بہر حال اس پر عام طور پر عمل کی نوبت نہ آئی اس پر یہ آیت اتری کہ تم نے صدقہ کے ڈر سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے چپکے بات کرنی چھوڑ دی، حکم کا مقصد حاصل

ہو گیا، آگے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم تم پر سے ہٹالیا، اب تم پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو، اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے کاموں کی خبر ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: ان منافقوں کو ذرا دیکھنا انہوں نے یہودیوں سے میل جول پیدا کیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا غضب اتارا، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے انہیں کچھ فائدہ حاصل ہوگا؟

**اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ**: کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں سے دوستانہ کر رکھا ہے، جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا، جن پر غضب ہوا ان سے مراد یہودی ہیں جن کیساتھ منافقوں کا دوستانہ تھا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی بار بار نافرمانیوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے (سورۃ البقرہ، آیت ۶۱)، ان کے ہاں پیغمبر بھی آتے رہے جو ان کو سیدھے راستے پر لانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے مگر یہ لوگ اس قدر بگڑ چکے تھے کہ ان کے صحیح ہونے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی، اس قوم کے چار ہزار سے زائد پیغمبروں میں سے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، مگر آپ کے بدترین دشمن یہی یہودی تھے، انہوں نے مشرک رومیوں کی عدالت میں آپ کے خلاف مقدمہ چلا کر آپ کو سزائے موت دلوانے کی ناپاک کوشش کی تھی، کہتے تھے کہ اس شخص نے ہمارا دین بگاڑ دیا ہے، یہی لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بھی آگے آگے تھے، مشرک تو عرب کی زمین سے ختم ہو گئے مگر انکی دشمنی ختم نہ ہوئی جو آج تک قائم چلی آرہی ہے، دنیا بھر کی خبر رساں ایجنسیوں پر یہودیوں کا قبضہ ہے، یہ لوگ اپنے مقصد کی خبریں شائع کرتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کو مجموعی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں، ان کے بڑے خاندان بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے، جن میں سے بنی قینقاع اور بنی نضیر کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا گیا، بنو قریظہ نے غزوۂ خندق کے موقعہ پر مسلمانوں کے خلاف سازش کی تو انکے سارے مرد قتل کر دیئے گئے اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا گیا، خیبر کے یہودی بھی مغلوب ہو گئے انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا، مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ لوگ پھر بھی ناقابل اعتبار تھے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں انہیں خیبر سے بھی نکال دیا گیا۔

# احکام و مسائل

**مسئلہ(۱)**:.... کافروں کیساتھ اچھا برتاؤ، ہمدردی، خیر خواہی، اُن پر احسان، اچھے اخلاق سے پیش آنا یا تجارتی اور اقتصادی معاملات کرنا، دوستی کے مفہوم میں داخل نہیں، یہ سب کام کافروں کے ساتھ بھی جائز ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کھلا عمل اس بات پر گواہ ہے، البتہ ان سب چیزوں میں اسکی رعایت ضروری ہے کہ ان کیساتھ ایسے معاملات رکھنا کہ اپنے دین کیلئے مضر نہ ہو، اپنے ایمان اور عمل میں سستی پیدا نہ کرے اور دوسرے مسلمانوں کیلئے بھی مضر نہ ہوتو جائز ہے۔

## نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے

مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ وَلَا مِنۡهُمۡ ۙ وَيَحۡلِفُوۡنَ عَلَى الۡكَذِبِ وَهُمۡ
نہ وہ ہیں میں سے تم اور نہ میں سے ان اور قسم کھاتے ہیں پر جھوٹ اور وہ

يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا ؕ اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا
جانتے ہیں (۱۴) تیار کر رکھا ہے اللہ نے واسطے انکے عذاب دردناک بیشک وہ برا ہے جو تھے وہ

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ
کرتے (۱۵) بنا رکھا ہے انہوں نے قسموں اپنی کو ڈھال پس روکتے ہیں سے راستے اللہ کے

فَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ﴿۱۶﴾ لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ
پس لئے انکے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا (۱۶) ہرگز نہ فائدہ دینگے انہیں مال ان کے اور نہ اولاد انکی

مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا ؕ
آگے اللہ کے کچھ

**بامحاورہ ترجمہ:۔** نہ وہ تم میں شامل ہیں اور نہ ان میں شامل ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور ان کو خبر ہے۔(۱۴) اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کررکھا ہے، بیشک برے کام ہیں جو وہ کرتے ہیں۔(۱۵) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، سو ان کیلئے ذلت والا عذاب ہے۔(۱۶) نہ چھڑا سکیں گے انہیں انکے مال اور نہ انکی اولاد اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذرا بھی۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ منافق لوگ نہ مسلمانوں میں شامل ہیں اور نہ یہودیوں میں، مسلمانوں کے آگے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور ستم یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں، حالانکہ دل سے وہ ان کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بڑا سخت عذاب تیار کررکھا ہے، کوئی شک نہیں کہ یہ جو کچھ کررہے ہیں برا کررہے ہیں، ان جھوٹی قسموں سے وہ ڈھال کا کام لیتے ہیں، کیونکہ جہاں مسلمانوں نے ان کو سزا دینی چاہی وہیں قسم کھالی کہ ہم تو مسلمان ہیں سزا سے بچ گئے، ادھر اسلام کے پردے میں چھپ کر چپکے چپکے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے سیدھے راستہ پر آنے سے روکتے ہیں، اس پر ان کو ذلیل اور رسوا کرنے والا عذاب ملے گا، اس وقت ان کا مال کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اولاد ہی کچھ کرسکے گی، یہ چیزیں شاید دنیا میں ان کے کچھ دن کام تو آئیں، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ چھڑا سکے گی۔

## شیطانی ٹولہ

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ

وہ لوگ والے ہیں دوزخ وہ میں اسی ہمیشہ رہینگے (۱۷) جس دن اٹھا کھڑا کریگا اللہ

جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

سب کو پس قسمیں کھائینگے سامنے اسکے جیسا کہ قسمیں کھاتے ہیں سامنے تمہارے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ

عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑱ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ

پر ہیں سیدھی راہ خبردار بیشک وہ وہی جھوٹے ہیں (۱۸) غالب آگیا ہے پر اُن

الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ

شیطان پس بھلا دیا انہیں ذکر اللہ کا وہ ٹولہ ہے شیطان کا خبردار بیشک

حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲

ٹولی شیطان کی وہی نقصان میں ہے (۱۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔(۱۷) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا، پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے جیسے تمہارے آگے کھاتے ہیں اور وہ اپنے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں، سُن رکھو وہی ہیں اصلی جھوٹے۔(۱۸) شیطان نے ان پر قابو پالیا ہے، پھر انہیں اللہ تعالیٰ کی یاد بھلادی یہی لوگ شیطانی ٹولہ ہیں، خبردار! بیشک شیطانی ٹولہ نقصان میں ہے۔(۱۹)

**لفظی تحقیق:** اِسْتَحْوَذَ: گھیرا ڈال لیا ہے انکے گرد۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِسْتِحْوَاذٌ" سے جس کا مادہ (ح وذ) ہے "حَوْذٌ" کے معنیٰ گھیر لینا "حَاذَ" گھیر لیا "اِسْتَحْوَذَ" ہر طرف سے گھیر لیا، قابو میں کرلیا۔ حِزْبُ: پارٹی، گروہ، یعنی: وہ شیطان کے مُریداور اس کے طرفدار ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے: منافق لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اسی میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کرکے حشر کے میدان میں جمع کردیں گے اور ان سے پوچھیں گے تم نے یہ منافقت کیوں اختیار کی؟، وہ اپنی دنیا کی عادت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے آگے بھی جھوٹی قسم کھاجائیں گے جیسے وہ تمہارے آگے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں اور انکی اس قدر مت ماری گئی ہوگی کہ وہ سمجھیں گے کہ وہ کچھ فائدہ

والا کام کررہے ہیں اور اس سے انکی جان عذاب سے چھوٹ جائے گی، اچھی طرح سُن لو کہ وہ جھوٹے ہیں، وہ شیطان کے پنجے میں آگئے ہیں اور اس کا داؤان پر پورا پورا چل گیا ہے، اس نے انہیں پوری طرح اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کردیا ہے، ان کا گروہ شیطانی گروہ ہے، یادرکھو! شیطانی گروہ کامیاب ہونے والانہیں اور بری طرح منہ کی کھائیگا اور جس پر یہ اترارہے ہیں یہ سب کچھ انکے ہاتھ سے نکل جائیگا۔

## اللہ تعالیٰ اور اسکا پیغمبر ہی غالب رہیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ

بیشک جولوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ کی اور پیغمبر اسکے کی وہی لوگ میں ہیں ذلیل ترین لوگوں (۲۰) لکھ دیا

اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا

اللہ نے البتہ ضرور غالب رہونگا میں اور پیغمبر میرے بیشک اللہ قوت والا زبردست ہے (۲۱) نہ پائیگا تو کسی قوم کو

يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور دن پچھلے پر کہ دوستی کریں اس سے جو خلاف چل رہا ہو اللہ کے اور پیغمبر اسکے کے

وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ

اور اگرچہ ہوں وہ باپ انکے یا بیٹے انکے یا بھائی انکے یا رشتہ دار انکے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جولوگ اللہ تعالیٰ کے اور اسکے پیغمبر کے خلاف کرتے ہیں وہ سب ذلیل لوگوں میں ہوں گے۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ لکھ چکا کہ غالب رہوں گا میں اور میرے پیغمبر، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا زبردست ہے۔ (۲۱) تو کسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر یقین رکھتے ہوں نہ پائیگا کہ دوستی کریں ایسوں سے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کے مخالف ہوئے، خواہ وہ انکے اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا اپنے گھرانے کو لوگ ہوں۔

**لفظی تحقیق:** يُوَآدُّوْنَ: دوستی کریں۔ مضارع کا صیغہ ہے "مُوَادَّةٌ" سے جو (ودد) سے بنا ہے "وَدٌّ"

کے معنیٰ دلی محبت، گہرا میل جول۔ عَشِيْرَةٌ: ایک باپ دادا کی اولاد۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا اور اسکے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور انکے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف چلتے رہے وہ سب سے زیادہ ذلیل لوگوں میں سے ہیں، گو ظاہر میں بڑھے چڑھے نظر آئیں تو کیا؟ آخر ان کے سارے منصوبے خاک میں مل جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ آخر کار اسکی اور اسکے پیغمبروں کی فتح ہوگی اور جو ان کے خلاف چلے گا اور دشمنی کرے گا وہ تباہ و برباد ہوگا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے قیامت کا یقین کر لیا وہ لوگ کبھی ان لوگوں سے دوستی نہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے اور اس طریقہ سے رہتے سہتے ہیں کہ گویا وہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتے اور مرنے کے بعد انکے عملوں کا حساب لیا جائیگا، ایمان والے ایسے لوگوں کو منہ نہیں لگاتے خواہ انکا اپنا باپ، بیٹا، بھائی یا رشتہ دار ہی ہو۔

## ایمانداروں کا انعام

أُولَٰٓئِكَ كَتَبَ فِى قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَ أَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَ

وہ لوگ | لکھ دیا | میں | دلوں انکے | ایمان | اور | مدد کی انکی | ساتھ روح | طرف اپنی کے | اور

يُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ

داخل کریگا انہیں | میں باغوں | کہ چلتی ہونگی | سے | نیچے انکے | نہریں | ہمیشہ رہیں گے | میں اس

رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰٓئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَآ إِنَّ

راضی ہوا | اللہ | سے ان | اور راضی ہوئے وہ | سے اس | یہ لوگ | گروہ ہیں | اللہ کے | سُن رکھو | بیشک

ع ۳ ۹ ۳

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲۲)

گروہ اللہ کے وہی کامیابی پانے والا ہیں (۲۲)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف سے ان کی مدد کی ہے روح امین (جبرائیل) کیساتھ اور ان کو اپنے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے گروہ ہیں، سُن رکھو جو اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے وہی کامیابی پانے والا ہے۔ (۲۲)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے اور یقین کرلیا کہ آخرت آنے والی ہے اور قیامت قائم ہوگی اور ہر آدمی کے کاموں کی جو اس نے دنیا میں کیے جانچ پڑتال ہوگی، ان کا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانا اور قیامت کا انکار کر بیٹھے، دوستی اور محبت کا رشتہ نہیں رہتا اور نہ ان سے دلی میل جول اور قریبی تعلقات رکھتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں سے بھی کنارہ کش ہوجاتے ہیں، ہاں! جہاں تک اپنے سے ہوسکتا ہے اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لے آئیں تاکہ ان کے کام درست ہوجائیں، کیونکہ ان کا مقصد انسان کی اصلاح ہوتا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور یقین کو خوب مضبوطی سے بٹھا دیا ہے، ان کی دنیا بھی درست ہوگی اور وہ آخرت میں بھی چین سے رہیں گے، انہیں سرسبز باغ رہنے کو ملیں گے جن میں ہر طرف نہریں ہوں گی، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کا گروہ ہونے کا شرف حاصل ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوں گے اور مراد کو پہنچیں گے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ایک دفعہ ابوقحافہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو آپ نے اپنے باپ کو اس قدر کا زور کا تھپڑ مارا کہ وہ بیہوش ہونے کے قریب پہنچ گیا، پھر آپ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کے سامنے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ پیغمبر! میں آپ کی شان میں گستاخی برداشت نہ کرسکا لہٰذا اپنے باپ کیساتھ یہ سلوک کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آئندہ ایسا نہ کرنا۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ مخلص مسلمان تھے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ کسی دوسرے شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پلایا تو آپ نے برتن کا سارا پانی نوش فرمالیا، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! اگر تھوڑا سا پانی بچ جاتا تو یہ بچا ہوا میں اپنے باپ کو پلاتا، شاید اللہ تعالیٰ اس پانی کی برکت سے اس کو ہدایت دیدیتا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پانی پیا تو اسکا کچھ حصہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیدیا تاکہ اپنے باپ کو پلا سکے، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وہ پانی اپنے باپ کو پیش کیا تو وہ کہنے لگا کہ اگر تو اس پانی کے بجائے اپنی ماں کا پیشاب لے آتا تو وہ بہتر تھا (نعوذ باللہ من ذٰلک)، عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بڑا غصہ آیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور! اجازت دیں تو میں اپنے باپ کا سر قلم کردوں، مگر آپ نے ایسا کرنے سے منع فرمادیا کہ اس طرح تو ایمان والوں کی بدنامی ہوگی کہ وہ اپنے باپ کا سر کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور یہ چیز اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ یہ دونوں باپ بیٹا کسی سفر سے واپس آرہے تھے، مدینے کے قریب پہنچے تو باپ نے کہا کہ ہم واپس پہنچ کر ان ذلیل مسلمانوں کو شہر نکال باہر کریں گے تب ہمارا دل مطمئن ہوگا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم سب کو ذلیل کہہ رہے ہو، ان میں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، پھر آپ نے تلوار سونت لی اور باپ سے کہا کہ میں تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تو اپنے الفاظ واپس نہیں لیتا اور اپنے ذلیل ہونے اور نبیؐ کے عزت والا ہونے کا اقرار نہیں کرتا، چنانچہ عبداللہ بن ابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت والا ہونے اور اپنے ذلیل ہونے کا اقرار کرلیا، اسکے بعد بیٹے نے باپ کو شہر میں داخلے کی اجازت دیدی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، آپ کے والد کافر تھے اور غزوہ احد میں انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے باپ کو قتل کیا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اسلام لانے کے بعد خود بیان دیا کہ ابا جان! جنگ کے دوران کئی دفعہ آپ میری تلوار کے نیچے آئے مگر باپ ہونے کے ناطے میں نے آپ پروار

نہ کیا، اسکے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم اگر تم میری تلوار کے نیچے آجاتے تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا، اس قسم کے اور بھی کئی واقعات ہیں، مثلاً: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ، شیبہ اور ولید وغیرہ کو بدر کی لڑائی میں قتل کیا۔

# سورۃ الحشر کا خلاصہ

یہ سورۃ مدینہ میں ہجرت کے چوتھے سال اتری، اسکی چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں، اس میں بنی نضیر پر چڑھائی کا ذکر ہے، یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر اپنے مضبوط قلعوں میں رہتا تھا، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بنی نضیر سے معاہدہ کیا کہ ہم مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہ کریں گے، یہ بڑے مالدار تھے اور تعداد میں بھی بہت تھے، احد کی جنگ ۳ھ کے بعد یہ اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے، کیونکہ احد میں مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا تھا، اس سے یہودی سمجھے کہ مسلمان کمزور ہو گئے اور کعب بن اشرف ان کے سردار نے مکہ جا کر وہاں کے مشرکوں سے عہد کیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف مکہ والوں کا ساتھ دیں گے، ایک مرتبہ بنی نضیر نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ دیکر بلایا اور قتل کرنے کا سامان کر لیا، ایک دفعہ آپ ایک دیوار کے نیچے ٹھہرے تھے کہ انہوں نے چکی کا بھاری پاٹ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر پھینک دیا لیکن ہر دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو بچا لیا، اس لئے ان کو سزا دینے کی ضرورت پیش آئی، کعب بن اشرف غدار کو ایک مسلمان محمد بن مسلمہ نے ٹھکانے لگایا، اس کے بعد مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے تنگ ہو کر صلح چاہی، حکم ہوا کہ قلعہ خالی کر دو اور جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ اور جو سامان اپنے ساتھ لے جاسکو لے جاؤ، جو باقی بچے اسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارث ہیں جس کو چاہیں دیں، اس موقعہ پر بھی منافقوں نے ان یہودیوں سے ہمدردی دکھائی تھی اور ان سے کہہ رکھا تھا کہ مسلمان تم سے لڑے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے اور

مسلمانوں سے لڑیں گے اور تم کو جلا وطن کیا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ وطن چھوڑ دیں گے، مگر جب بنی نضیر پر مصیبت پڑی تو منافق نہ ان کیساتھ ہو کر لڑے اور نہ جب انہیں وطن چھوڑنا پڑا تو ان کیساتھ گئے، بنی نضیر مدینہ اور آس پاس کے اپنے قلعے خالی کر کے کچھ خیبر اور شام چلے گئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال و سامان کے مالک بن گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ مہاجرین میں بانٹ دیا، اس طرح انصار کے سر سے مہاجرین کا بوجھ ہلکا ہو گیا اور انصار کے دو مفلس قبیلوں کو بھی اس میں مدد دی گئی، اس سورۃ میں انہی باتوں کا بیان ہے، بنی نضیر کا ان کی غداری کی وجہ سے مدینہ سے نکالا جانا، انکے مال کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا، اسکی تقسیم، منافقوں کا رویہ اور ان کی بری عادتوں کی تشریح وغیرہ اس سورت میں موجود ہے، اس کے بعد مسلمانوں کو پرہیزگاری کی ہدایت اور آخرت کی زندگی کی تیاری اور اس کیلئے دنیا ہی میں ذخیرہ اکٹھا کرنے کی نصیحت ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر پر سورۃ کو ختم کر دیا گیا ہے، اس سورۃ کی یہ آخری آیتیں، آیۃ الکرسی، سورۃ الفاطر، سورۃ الحدید کی شروع کی آیتیں اور قل ہو اللہ احد کی طرح توحید کی خاص تعلیم دیتی ہیں۔

آیاتها — ۲۴ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها — ۳

سورۃ الحشر مدنی ہے۔ اس میں چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

## بنو نضیر کا حشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ

تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو ہے میں آسمانوں اور جو ہے میں زمین اور وہ ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
حکمت والا (۱) وہی ہے جس نے نکالا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا سے والوں کتاب

مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا
سے گھروں انکے پہلی بار نکالے جانے پر نہیں گمان کیا تھا تم نے کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے سوچا تھا

اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ
کہ وہ بچالیں گے انہیں قلعے انکے سے اللہ پس آیا پاس انکے اللہ سے اس جگہ

لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۫
نہیں خیال تھا انہیں

**بامحاورہ ترجمہ:**۔اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔(۱) وہی ہے جس نے نکالا ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا تھا، اہل کتاب میں سے ان کے گھروں سے لشکر کے پہلے اجتماع پر، تم نہیں گمان کرتے تھے کہ وہ نکلیں گے اور وہ خیال کرتے تھے کہ انہیں ان کے قلعے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے بچالیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان پر آ پہنچا جہاں سے انہیں خیال بھی نہ تھا۔

## تفسیر

وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے کافر تھے، اس سے مراد بنی نضیر ہیں جو یہودیوں کا بڑا مالدار اور جتھے والا قبیلہ تھا اور مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر ان کے مضبوط قلعے تھے۔

اَوَّلُ الْحَشْرِ: پہلی مڈبھیڑ یا ملک بدر کرنا، اوّل کے معنیٰ پہلا، حشر کے معنیٰ اکٹھا کرنا اور شہر بدر کرنا دونوں معنیٰ ہیں، پہلے معنیٰ کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ مسلمان لشکر ان کیلئے پہلے ہی باہر اکٹھا ہوا تو اسی سے وہ گھبرا گئے، دوسری بار چڑھائی کی نوبت ہی نہ آئی۔

دوسرے معنٰی کے لحاظ سے یہ مطلب ہوا کہ عرب کے علاقے سے یہ پہلی جلاوطنی تھی جو یہودیوں نے کی، ان میں سے کچھ خیبر اور کچھ شام چلے گئے، دوسری جلاوطنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئی جب وہ خیبر سے بھی نکالے گئے اور سارے یہودیوں اور عیسائیوں کیساتھ عرب سے نکل کر شام میں چلے گئے۔

ارشاد ہے کہ: آسمان اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے، وہی ہے جس نے بنو نضیر کو پہلی بار یا پہلے ہی حملہ میں انکو انکے قلعوں سے نکال دیا، تمہارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ ایسی آسانی سے نکل جائیں گے، اُدھر ان کو یہ گھمنڈ تھا کہ انکے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ سے بچالیں گے لیکن وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دے گا اور وہ سارا سامان مکمل ہوتے ہوئے بھی بھاگ نکلیں گے، اس سورت میں یہودیوں پر دنیا میں جلاوطنی کی سزا اور آخرت کے عذاب کا ذکر ہے۔

قصہ ان یہودیوں کا یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہودیوں سے صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا اور یہ لوگ مدینہ سے دو میل دور رہتے تھے، ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلطی سے دو آدمی قتل ہو گئے تھے، جس کا خون بہا سب کو مل کر ادا کرنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے اس کیلئے چندہ اکٹھا کیا، پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہودی بھی صلح نامہ کی رُو سے مسلمانوں کیساتھ ہیں، خون بہا کی رقم میں انہیں بھی شامل کیا جائے، اس کام کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے یہ سازش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دینے کا موقع ہاتھ آ گیا ہے اس لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جگہ بٹھا دیا اور کہا کہ ہم خون بہا کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں اور خفیہ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں کوئی شخص اوپر چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپ کے اوپر چھوڑ دے کہ آپ کا کام تمام ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فوراً وحی کے ذریعہ ان کی یہ سازش معلوم ہو گئی، آپ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کر کے صلح توڑ دی، اس لئے اب تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے اس میں تم جہاں جی چاہے چلے جاؤ، اس مدت کے بعد جو شخص یہاں نظر آئے گا اس کو قتل کر دیا جائیگا، انہوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ

بن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ، میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جماعت ہے جو اپنی جان دیدیں گے لیکن تم آنچ نہ آنے دیں گے، اور روح المعانی میں عبداللہ بن ابی کیساتھ ودیعہ بن مالک اور سُوَید اور رَاعِس کا شریک ہونا بھی لکھا ہے، یہ لوگ ان کے کہنے میں آگئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے، آپ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیساتھ اس قبیلہ پر حملہ کیا اور یہ لوگ قلعہ میں بند ہو گئے اور منافق منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کا گھیراؤ کیا اور ان کے درخت کاٹ دیئے اور جلا دیئے گئے، آخر تنگ آکر انہوں نے جلاوطن ہونا منظور کر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیساتھ اس حال میں بھی یہ رعایت کی اور حکم دیدیا کہ جتنا سامان تم ساتھ لیجا سکتے ہو لیجاؤ مگر ہتھیار لیجانے کی اجازت نہیں، یہ لوگ نکل کر کچھ شام میں چلے گئے، کچھ خیبر میں، اور اپنے گھروں کی کڑیاں، تختے، کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئے، اور یہ واقعہ بدر کی جنگ کے بعد ربیع الاوّل ۴ھ میں پیش آیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کو دوسرے یہودیوں کیساتھ ملک شام کی طرف نکال دیا، یہ دونوں جلاوطنی حشر اوّل اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔

بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کے وقت اسلام اور مسلمانوں کی رواداری موجودہ سیاسی لوگوں کیلئے سبق آموز معاملہ، آج کے بڑے حکمران اور بڑی حکومتیں جو انسانی حقوق کے تحفظ پر بڑے بڑے لیکچر دیتی ہیں اور اس کیلئے ادارے قائم کرتی ہیں اور دنیا میں تحفظ حقوق انسانیت کے چودھری کہلاتے ہیں، ذرا اس واقعہ پر نظر ڈالیں کہ بنو نضیر کی مسلسل سازشیں، خیانتیں، پیغمبر کے قتل کے منصوبے جو آپ کے سامنے آتے رہے اگر آجکل کے کسی حکمران اور کسی سربراہِ مملکت کے سامنے آئے ہوتے تو سوچئے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا، آجکل تو زندہ لوگوں پر پیٹرول چھڑک کر میدان صاف کر دینا کسی بڑے اقتدار و حکومت کا بھی محتاج نہیں، کچھ غنڈے جمع ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ کر ڈالتے ہیں، شاہانہ غیض و غضب کے کرشمے کچھ اس سے آگے ہی ہوتے ہیں۔

مگر یہ حکومت خدا کی اور اسکے پیغمبر کی ہے، جب یہودیوں اور منافقوں کی خیانتیں اور غداریاں انتہاء کو پہنچ گئیں تو اس وقت بھی انکے قتل عام کا ارادہ نہیں فرمایا، ان کے مال و اسباب چھین لینے کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ اپنا

سب سامان لیکر صرف شہر خالی کرانے کا فیصلہ کیا اور اس کیلئے بھی دس دن کی مہلت دی تاکہ آسانی سے اپنا سامان لیکر اطمینان سے کسی دوسرے مقام پر منتقل ہو جائیں، جب اسکی بھی خلاف ورزی کی تو قومی اقدام کی ضرورت پیش آئی، اسی لئے کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ جلائے گئے کہ ان پر اثر پڑے، مگر قلعہ کو آگ لگا دینے کا یا ان کے قتل عام کا حکم اس وقت بھی نہیں دیا گیا۔

پھر جب مجبور ہو کر ان لوگوں نے شہر خالی کر دینا منظور کر لیا تو اس فوجی اقدام کے باوجود ان کو یہ اختیار دیا گیا کہ ایک اونٹ پر جس قدر سامان ایک آدمی لیجا سکتا ہے لیجائے، اسی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنے مکانوں کی کڑیاں، تختے، دروازے اور کواڑ تک اتار کر لاد لئے، اس ساز و سامان کیساتھ جانے والوں کو کسی مسلمان نے ترچھی نظر سے نہیں دیکھا، امن و عافیت اور پورے اطمینان کیساتھ سامان لیکر رخصت ہوئے۔

پیغمبر ﷺ کے یہ معاملات اس وقت کے ہیں جبکہ آپ کو اپنے دشمن کو سزا دینے کی مکمل قدرت و طاقت حاصل تھی، ان غدار، سازشی دشمنوں کیساتھ اُس وقت بھی آپ کا یہ معاملہ اسی کی مثال ہے جو فتح مکہ کے بعد اپنے پرانے دشمنوں کیساتھ آپ نے فرمایا۔

**فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا**: اسکا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ آ گیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ اس انداز سے کہ ان کو اسکا گمان بھی نہ تھا، اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد اسکے حکم اور حکم بردار فرشتوں کا آنا ہے۔

## نیا عذاب

وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ
اور ڈال دی میں دلوں انکے دہشت خراب کرنے لگے گھر اپنے ہاتھوں اپنے سے

وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۖ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ
اور ہاتھوں مسلمانوں کے سے پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو (۲) اور اگر نہ کہ

كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَ لَهُمْ فِي
لکھ دیا تھا اللہ نے پر ان وطن سے نکلنا البتہ عذاب دیتا انہیں میں دنیا اور لئے انکے میں

الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ﴿۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ
آخرت عذاب ہے آگ کا (۳) یہ بوجہ اسکے کہ وہ خلاف چلے اللہ کے اور پیغمبر اسکے کے اور

مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۴﴾
جو خلاف چلا اللہ کے پس بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے (۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب، اجاڑنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں، سنو اے آنکھ والو! عبرت پکڑو۔ (۲) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا اور آخرت میں ان کیلئے آگ کا عذاب تو تیار ہی ہے۔ (۳) یہ اس لئے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے پیغمبر کے، اور جو اللہ تعالیٰ کا مخالف ہوا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔ (۴)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہم نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا، ادھر تو اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل ہونے سے ان کا دم نکل گیا اور ادھر مسلمانوں نے اچانک ان کے قبیلوں پر دھاوا بول دیا اور وہ سٹ پٹا گئے اور مکانوں کے دروازے اور تختے وغیرہ اکھاڑنے لگے تاکہ بھاگتے وقت جتنا سامان ہوسکے ساتھ لیجائیں، مسلمانوں نے بھی اس توڑ پھوڑ میں ان کا ہاتھ بٹایا اور ان کے گھر گرانے شروع کردیے تاکہ وہ رہ ہی نہ سکیں، کیونکہ ایسے غداروں کا نکل جانا ہی بہتر ہے، سمجھ دار لوگوں کیلئے اس میں یہ سبق ہے کہ بدعہدی اور غداری کا نتیجہ خراب ہوتا ہے اور ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنا نادانی ہے، بہرحال جلاوطنی ان کی تقدیر میں تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئے نہیں تو کچھ اور سزا ملتی اور بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے، لیکن آخرت کی سزا ان

کی بد ستور باقی ہے اور وہ آگ میں جھونکے جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے پیغمبر کی مخالفت کی سزا ہے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے جو اس کے مخالفوں پر اترے گا۔

# جنگ کی حکمت عملی

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ
جو کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا اسے کھڑا پر جڑوں اپنی پس ساتھ حکم

اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝۵ وَ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ
اللہ کے اور تاکہ ذلیل کرے وہ نافرمانوں کو (۵) اور جو لوٹایا اللہ نے پر پیغمبر اپنے مال ان کا

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ
پس نہیں دوڑائے تم نے لئے اسکے کوئی گھوڑے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ قابو دیتا ہے

رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝۶
پیغمبروں اپنے کو پر جس چیز چاہتا ہے اور اللہ پر ہر چیز قادر ہے (۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جو کھجور کا درخت تم نے کاٹ ڈالا یا اپنی جڑ پر کھڑا رہنے دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور تاکہ رسوا کرے نافرمانوں کو۔ (۵) اور جو ان کا مال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر لوٹایا، سو تم نے نہ ان کیلئے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہے ہے غلبہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۶)

**لفظی تحقیق:** لِيْنَةٌ: کھجور۔ یہ مدینہ کی ایک خاص قسم کی بڑھیا کھجور ہے "عَجْوَةٌ" بھی کہتے ہیں۔

اَوْجَفْتُمْ: دوڑایا تم نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "اَيْجَافٌ" سے جسکا مادہ (و ج ف) ہے "وَجْفٌ" اور "وَجِيْفٌ" کے معنٰی زور زور سے ہلنے یا دھڑکنے کے ہیں "اَيْجَافٌ" گھوڑے کے زور سے دوڑانے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

اَفَآءَ: لوٹا لایا۔ ماضی کا صیغہ ہے "اِفَاءَةٌ" سے جو (ف ی ء) سے بنا ہے، واپس کرنا، لوٹانا، جو مال بغیر لڑے

بھڑے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے وہ "فَیْءٌ" ہے اور جو لڑائی کر کے حاصل ہو وہ غنیمت ہے، کبھی دونوں کو بھی "فَیْءٌ" کہہ دیتے ہیں۔ رِکَابٍ: اونٹ۔ اسکی جمع ہے "رکائب" ہے۔ خَيْلٍ: گھوڑے۔

## تفسیر

جب بنونضیر اپنے قلعہ میں چھپ کر بیٹھ گئے اور مسلمانوں نے ہر طرف سے قلعے کا گھیراؤ کر لیا تو آپ نے اجازت دی کہ انکے درخت کاٹو اور باغ اجاڑ دو، اس پر کچھ کھجور کے درخت کاٹ دیئے گئے، کافروں نے طعنہ دیا کہ مسلمانوں کو تو فساد سے منع کیا جاتا ہے، کیا پھل دار درختوں کا کاٹنا فساد نہیں، اسپر یہ آیت اتری کہ اے مسلمانو! درخت کاٹے یا بدستور کھڑے رہنے دیئے وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا اور ان سے نافرمان غداروں کو ذلیل کرنا مقصود تھا، تا کہ وہ غصہ میں آ کر لڑنے کیلئے باہر نکلیں، آگے ارشاد ہے کہ: بنونضیر کا سارا مال تمہیں ان سے لڑے بھڑے بغیر دیدیا وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہے، وہ جس طرح چاہیں مال کو خرچ کریں۔

## کافروں کی جائیداد کا حکم

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ

جو لوٹایا اللہ نے پر پیغمبر اپنے میں سے والوں گاؤں پس وہ اللہ کا اور پیغمبر اسکے کا ہے

وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ كَیْ لَا

اور ہے واسطے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے تاکہ ایسا نہ

یَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ

ہو کہ گھومنے والی ہو کر رہ جائے درمیان مالداروں تمہارے اور جو دے تمہیں پیغمبر

فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

سو لے لو اسکو اور جس سے منع کرے وہ تمہیں سے اس پس رک جاؤ اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ

وقف لازم

# شَدِيْدُ الْعِقَابِ۝

سخت عذاب دینے والا ہے(۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جو مال بستیوں والوں کا اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی طرف لوٹاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے پیغمبر کا اور رشتہ داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے، تاکہ یہ مال صرف تمہارے دولت مندوں کے درمیان گھومنے والا بن کر نہ رہ جائے، اور پیغمبر جو تم کو دے وہ لے لو، اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے کافروں کو۔(۷)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: جو مال بغیر لڑے بھڑے گاؤں والوں سے ہاتھ آئے خواہ کسی طرح کا ہو وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دیا ہے جو کہ اسی کا ہے، اسی طرح غنیمت کا بھی یہی حکم ہے کہ اسکی آمدنی میں سے پیغمبر یا آپ کے نائب حاکم آپ کے رشتہ داروں کو خواہ وہ محتاج ہوں یا نہ ہوں دے سکتے ہیں اور عام یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کر سکتے ہیں، تاکہ غریب لوگوں کی بھی ضرورتیں پوری ہوں، یہ نہ ہو کہ وہ مال مالداروں کے ہتھے چڑھ جائے اور انہی کے درمیان گھومنے والا بن جائے، اس میں سے جو کچھ پیغمبر یا ان کا نائب اور خلیفہ کسی کو دیدے اسے لے لو اور جس سے وہ روکے اس سے رک جائے، مسلمانوں کو ہر وقت اور ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اسکی نافرمانی سے بچنا چاہئے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ: اس مال میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو یتیم، مسکین اور مسافر ہیں، یتیم وہ نابالغ بچہ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور بعض اوقات اسکی گزر اوقات کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہوتا، ایسے بے سہارا بچوں کیلئے بھی حصہ ہے، اسی طرح مسکین وہ شخص ہوتا ہے جسکی بنیادی ضرورت کیلئے بھی کافی مال موجود نہ ہو، یتیموں اور مسکینوں کیلئے زکوٰۃ اور صدقات لینا بھی جائز ہے، اسی طرح اس مال میں اس

مسافر کا بھی حصہ ہے جس کو دوران سفر کوئی حادثہ پیش آجائے، مال چوری ہوجائے یا ختم ہوجائے یا وہ کسی دوسرے ذریعہ سے محتاج ہوجائے، ایسا شخص بھی فَے کے مال میں سے لینے کا حقدار بن جاتا ہے۔

## مہاجروں کا حصہ

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ
واسطے ان مفلسوں کے جو ہجرت کر کے آئے جو نکالے گئے سے گھروں اپنے اور مالوں اپنے سے

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ
تلاش کرتے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی اور مدد کرتے ہیں اللہ کی

وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ
اور پیغمبر اسکے کی یہ لوگ یہی ہیں سچے (۸) اور واسطے انکے جنہوں نے قرار پکڑا اس گھر میں اور

الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ
ایمان میں سے پہلے ان محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کر کے آیا طرف انکی اور نہیں پاتے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا
میں دلوں اپنے تنگی اس چیز کی جو دی گئی

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ یہ مال ان مفلس وطن چھوڑنے والوں کیلئے جو نکالے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور مال چھوڑ کر، ڈھونڈتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسکے پیغمبر کی، یہی ہیں سچے لوگ۔ (۸) (یہ مال) ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی مدینہ میں ایمان کیساتھ رہتے تھے، محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر ان کے پاس آئے اور اپنے دل میں اس چیز سے جو ہجرت کرنے والوں کو دی گئی تنگی نہیں پاتے۔

**لفظی تحقیق:** تَبَوَّءُوْ: ٹھکانا بنانا۔ ماضی کا صیغہ ہے"تَبَوُّءٌ" سے جس کا مادہ (ب وء) ہے"بَوْءٌ" کے معنی لوٹنے کے ہیں، اسکا متعدی"بَوَّاء" ہے، یعنی: کسی کو ٹھہرنے اور لوٹنے کی جگہ دی۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ مال جو دشمن سے کسی طرح حاصل ہوا (لڑ کر یا بغیر لڑے) اس میں مالداروں کا کوئی حق نہیں، یہ ان لوگوں کیلئے ہے جو مفلس ہیں، جن کا گھر اور مال سب کچھ پیچھے رہ گیا اور دشمنوں نے انہیں خالی ہاتھ وطن سے نکل جانے پر مجبور کر دیا، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کی اور اسکے پیغمبر کی مدد کرنے کیلئے نکل کھڑے ہوئے، یہ سچے لوگ ہیں، اب ان کی سچائی اور خلوص میں کچھ شک نہیں اور نیز یہ مال ان کیلئے بھی ہے جو شہر میں پہلے سے رہتے ہیں اور مہاجروں کے آنے سے پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں، یہ انصار ہیں جو مہاجرین سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان بے گھر حاجت مندوں (مہاجرین) کو دیا گیا ہے انکے دل میں اس کے خود لینے کی خواہش نہیں پیدا ہوتی، وہ رشک وحسد دونوں سے پاک ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ: مالِ فَے میں غریب مہاجرین کا بھی حصہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا، قریش مکہ نے ان پر اس قدر ظلم کئے کہ وہ بیچارے اپنا گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، کئی پشتوں سے مکہ میں رہنے والے لوگوں کو اپنے گھروں اور زمینوں کو چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا، ہجرت کی تکلیف کو وہی جانتے ہیں جنہوں نے یہ تکلیفیں اٹھائی ہوں، ۱۹۴۷ء کا زمانہ ہمارے سامنے ہے جب کروڑوں مسلمانوں کو وطن چھوڑنا پڑا اور پھر ان کو جو مشکلیں برداشت کرنی پڑیں وہ رونگٹے کھڑے کر دینے کیلئے کافی ہیں، جن کو گھروں سے نکالا گیا اور ان کو اپنے مالوں کی قربانی بھی دینی پڑی، ان کو باغات، اناج، گھوڑے، اونٹ اور بھیڑ بکریاں سب کچھ چھوڑنا پڑا، مدینہ پہنچ کر فوراً کاروبار کا ملنا بھی ممکن نہیں تھا اور اکثر مہاجرین مدینہ کے انصار کی مدد سے گزر اوقات کر رہے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اس

قسم کے مہاجرین کو مالِ فَے میں سے حصہ دیا جائے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُالدَّارَ وَالْاِيْمَانَ: جنہوں نے جگہ پکڑی گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے، مطلب یہ ہوا کہ اس مال میں سے وہ لوگ بھی حقدار ہیں جنہوں نے مہاجرین کی آمد سے قبل مدینہ میں رہائش اختیار کر رکھی تھی اور وہ ایمان کی دولت سے بھی مالا مال تھے، ان سے مراد مدینے کے انصار ہیں جن کا تعلق اوس اور خزرج کے قبیلوں سے تھا۔

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ: آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے انصار کی مہاجرین سے محبت کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف بیان فرمائی ہے، ارشاد ہوتا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی طرف ہجرت کر کے آنے والوں کیساتھ محبت کی، یہ لوگ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں جو ان کے اخلاص کا بہترین نمونہ تھا، ان کی محبت اس قدر پرخلوص ہے کہ مہاجرین کو ملنے والے مال کی وجہ سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے، ان کے دل حسد سے پاک ہیں اور انہوں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ مہاجرین کو تو مل رہا ہے اور وہ محروم رہ رہے ہیں، بلکہ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اپنا گھر بار چھوڑ کر آگئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے، لہٰذا ان کے دلوں اور زبانوں پر کبھی شکایت نہیں آئی۔

لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا: اس میں حاجت سے مراد ہر ضرورت کی چیز ہے، معنیٰ آیت کے یہ ہیں کہ اس تقسیم میں جو کچھ مہاجرین کو دیدیا گیا انصار نے خوشی سے اس کو اس طرح قبول کیا کہ گویا ان کو ان چیزوں کی کوئی حاجت ہی نہیں، ان کو دینے سے برا ماننا یا شکایت کرنا اسکا تو دور دور تک کوئی امکان ہی نہیں تھا، اسکے بالمقابل جب بحرین فتح ہوا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ یہ پورا مال صرف انصار میں تقسیم کر دیا جائے مگر انصار نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ عرض کیا ہم اس وقت تک نہ لیں گے جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اس میں سے حصہ نہ دیا جائے۔

# انصار کی تعریف

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛؕ وَ مَنْ

اور زیادہ عزیز رکھتے ہیں پر جانوں اپنی اور اگرچہ ہو ان کو فاقہ اور جو

يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَۚ۝۹ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ

بچالیا گیا لالچ سے اپنے جی کے پس وہ لوگ وہی ہیں کامیاب (۹) اور ان لوگوں کیلئے جو آئے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ

بعد ان کے کہتے ہیں اے رب ہمارے بخش دے ہمیں اور ان بھائیوں ہمارے کو جنہوں نے

سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پہل کی ہم سے ایمان لانے میں اور نہ کر میں دلوں ہمارے کینہ طرف انکی سے جو ایمان لائے

رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۠۝۱۰ ع ۱ ۱۰/۴

اے رب ہمارے بیشک آپ شفیق مہربان ہیں (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور ان کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ اپنے اوپر فاقہ ہو اور جو اپنے جی کے لالچ سے بچایا گیا پس وہ لوگ ہیں مراد پانے والے۔(۹) اور ان لوگوں کے واسطے جو انکے بعد آئے کہتے ہیں اے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دل میں ایمان والوں سے کوئی بغض نہ رکھ، اے رب! تو ہی شفقت کرنے والا والا مہربان ہے۔(۱۰)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ انصار مہاجرین کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور خود بھوکے رہ کر انہیں کھانا کھلاتے

ہیں، انکی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں، جو لوگ اپنی خواہش، لالچ اور حرص کو دبا سکتے ہیں اور دل کی لگن پر قابو رکھ سکتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہیں۔

یہ مشترکہ کوشش سے حاصل کیا ہوا یا مفت ہاتھ لگا ہوا دشمن کا مال قیامت تک ان ضرورت مندوں کا حق ہے جو ان لوگوں کے بعد دنیا میں آئے اور انکے قدم بہ قدم چلے اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرتے وقت انہیں بھی یاد رکھا اور یوں کہتے رہے کہ اے رب ہمارے! ہماری خطائیں معاف فرما اور ان کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاکر دنیا میں زندگی بسر کر گئے، اے اللہ! ہمارے دل میں انکی طرف سے کینہ اور بغض نہ پیدا کر، بیشک آپ بڑے شفقت کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں انہیں اور ہم سب کو معاف فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ نے انصار کی تعریف میں فرمایا کہ: وہ مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، ان سے حسد نہیں کرتے، بلکہ وہ ان مہاجرین کو خود پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ وہ خود حاجت مند ہوں؛ اسی لئے انصار کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مدینہ والوں کیساتھ محبت ایمان کی نشانی ہے جبکہ ان کیساتھ بغض اور عداوت رکھنا منافقت کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ نے تو خود ان کے اخلاص کی گواہی دی ہے، اب جو کوئی ان سے دشمنی رکھے گا وہ مؤمن نہیں، بلکہ منافق ہوگا۔

"ترمذی شریف" کی روایت میں انصار کے ایثار اور مہاجرین کو خود پر ترجیح کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ کسی انصاری کے گھر میں مہمان آگیا، اس وقت گھر والوں کے پاس اس قدر کھانا تھا جس سے اس کے چھوٹے بچے پیٹ بھر سکتے تھے، میزبان نے اپنی بیوی سے کہا کہ کسی طرح بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو اور جو کھانا موجود ہے وہ مہمان کو پیش کر دو، ساتھ یہ ہدایت بھی کر دی کہ جب کھان پیش کرو تو چراغ کو بجھا دینا تاکہ مہمان کو علم نہ ہو سکے کہ گھر والے کھانا نہیں کھا رہے، بیوی نے ایسا ہی کیا اور سارا کھانا مہمان کو کھلا دیا، پھر جب صبح کے وقت وہ انصاری مسلمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری رات کی مہمان نوازی اور ایثار کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی کہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

جنگ کے میدان میں مجاہدین کے ایثار اور ایک دوسرے پر ترجیح کا یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ کئی زخمی میدان میں پڑے تھے، ان میں سے ایک نے پانی مانگا تو پانی کا پیالہ پیش کیا گیا تو اس نے دوسرے زخمی مجاہد کی طرف دیکھا جو زخموں کی وجہ سے کراہ رہا تھا، اسکو بھی پانی کی ضرورت تھی، پہلے مجاہد نے پانی پلانے والے کو کہا کہ اس زخمی کو پانی کی زیادہ ضرورت ہے لہٰذا یہ پیالہ اسکو پیش کردو، جب وہ آدمی پانی لیکر اسکے پاس پہنچا تو اس نے خود پر تیسرے زخمی کو ترجیح دیتے ہوئے پانی اسکی طرف بھیج دیا، اس طرح چلتے چلتے یہ پانی کا پیالہ ساتویں زخمی تک پہنچا تو وہ شہید ہو چکا تھا، پانی کا پیالہ پھر پہلے کی طرف پہنچا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا، اسی طرح پانی کا پیالہ باری باری سب کے پاس لایا گیا مگر کسی نے بھی پانی نہ پیا کیونکہ وہ اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایسے ایثار والے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ لوگ ایک دوسرے کیلئے نہایت خلوص کا برتاؤ کرتے تھے۔

## منافقوں کا حال

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کے جنہوں نے دوغلہ پن کیا کہتے ہیں سے بھائیوں اپنے جو کافر ہوئے

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ
میں سے والوں کتاب البتہ اگر تم نکالے گئے تو البتہ ہم نکلیں گے ساتھ تمہارے اور نہ کہنا مانیں گے

فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ
بارے میں تمہارے کسی کا کبھی اور اگر لڑائی کی گئی تم سے البتہ ضرور مدد کرینگے ہم تمہاری اور اللہ گواہی دیتا ہے

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ
کہ بیشک وہ البتہ جھوٹے ہیں (۱۱) البتہ اگر وہ نکالے گئے تو نہ نکلیں گے وہ ساتھ تمہارے اور البتہ اگر

قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۙ ثُمَّ
ان سے لڑائی ہوئی نہ مدد کرینگے انکی اور البتہ اگر مدد کرینگے انکی تو یقیناً پھیرینگے پیٹھ پھر

لَا یُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ

نہیں مدد کی جائیگی (۱۲) یقیناً تمہارا سخت تر ڈر ہے میں دلوں انکے بنسبت اللہ کے یہ

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى

اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ہیں نا سمجھ (۱۳) نہ لڑینگے تم سے اکٹھے مگر میں گاؤں

مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَیْنَهُمْ شَدِیْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ

جو قلعہ بند ہیں یا سے پیچھے دیواروں کے لڑائی انکی آپس میں سخت ہے گمان کرینگے آپ

جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ⑭

انہیں اکٹھے حالانکہ دل انکے الگ الگ ہیں یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ نہیں عقل رکھتے (۱۴)

كَمَثَلِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِیْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ

جیسے مثال ان لوگوں کی جو تھے سے پہلے ان ابھی ابھی چکھا انہوں نے برا نتیجہ عملوں کا اور لئے انکے

عَذَابٌ اَلِیْمٌ ⑮ كَمَثَلِ الشَّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا

عذاب ہے دردناک (۱۵) جیسے مثال شیطان کی جب کہے وہ انسان سے کہ انکار کردے پس جب

كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ⑯

اس نے انکار کردیا تو کہے میں الگ ہوں سے تم تحقیق میں ڈرتا سے اللہ رب سارے جہان کے سے (۱۶)

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا ۭ وَ ذٰلِكَ

پس ہے انجام دونوں کا کہ دونوں میں ہیں آگ ہمیشہ رہنے والے میں اس اور یہی ہے

جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ⑰ ع ۵

سزا ظالموں کی (۱۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دغاباز ہیں، کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جو کافر ہیں اہل کتاب میں سے، اگر تمہیں کوئی نکال دے گا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے معاملہ میں کبھی

کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔(۱۱) اگر وہ نکالے جائیں تو یہ ان کیساتھ نہ نکلیں گے اور ان لوگوں سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر مدد کریں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر کہیں مدد نہ پائیں گے۔(۱۲) البتہ ان کے دلوں میں تمہارا ڈر اللہ تعالیٰ کے ڈر سے زیادہ ہے، یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔(۱۳) تم سے سب مل کر لڑ نہ سکیں گے مگر بستیوں میں جو محفوظ ہیں یا دیواروں کے پیچھے سے لڑسکیں گے اُن کی آپس میں لڑائی سخت ہے، آپ سمجھے وہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔(۱۴) جیسے ان لوگوں کا قصہ جو ان سے پہلے قریب ہی ہو چکے ہیں انہوں نے اپنے کام کی سزا پائی، سو ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔(۱۵) جیسے شیطان کا قصہ جب وہ انسان سے کہے کہ کافر ہو جا، جب وہ کافر ہو گیا تو کہے میں تجھ سے الگ ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب ہے۔(۱۶) پھر دونوں کا انجام یہی ہے کہ وہ دونوں آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور ظالموں کی سزا یہی ہے۔(۱۷)

## تفسیر

ان آیتوں میں منافقوں کا بیان ہے، مسلمانوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے ایک فرقہ مدینہ میں ایسا ہی تھا جو آپ سب پر بڑا بن کر رہنا چاہتا تھا، ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا، یہ اس کوشش میں تھا کہ میں سب پر حکم چلاؤں، مدینہ میں جب اسلام پھیلا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے مشرکوں سے تنگ آ کر اپنے خاص لوگوں کیساتھ مدینہ آ گئے تو عبداللہ بن ابی اور اسکے پیروکاروں کے ہوش جاتے رہے، انہوں نے مسلمانوں سے کھلم کھلا دشمنی مناسب نہ سمجھی اور سمجھے کہ یہ اسلام کچھ دن کا کھیل ہے اس سے کیوں بگاڑیں، چنانچہ وہ بظاہر مسلمان ہو گئے مگر چپکے چپکے مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کرتے رہے اور ان کی جڑ کھودنے میں لگے رہے لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

ان آیتوں میں ان لوگوں کا بیان ہے اور حقیقت ہے کہ اگر وحی کے ذریعہ انکی پہچان نہ ہوتی تو یہ پوشیدہ کانٹا بنے رہتے، ان منافقوں نے بنی نضیر کے یہودیوں سے جو مسلمانوں کے کھلم کھلا دشمن تھے اور مکہ کے مشرکوں

سے سازباز رکھتے تھے، خفیہ معاہدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو تمہارے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے، ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں، اگر یہودی نکالے گئے تو یہ دغاباز ان کیساتھ کبھی نہ نکلیں گے۔

زبان سے تو یہودیوں سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے لیکن ان کا ارادہ کبھی بھی ان کیساتھ نکلنے کا نہیں ہے اور اگر یہودی لڑے تو یہ یہودیوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں سے لڑیں گے بھی نہیں اور نہ یہودیوں کو مدد دیں گے اور اگر انہوں نے یہودیوں کی مدد کی بھی تو عین لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں گے، مسلمانوں کیساتھ لڑنے سے ان کا دَم نکلتا ہے، پھر ان کو خود بھی کہیں سے مدد نہ ملے گی تو یہ یہودیوں کی مدد کیا کریں گے، ان کے دلوں پر مسلمانوں کی بہادری کا رعب بیٹھ گیا ہے، یہ بے وقوف لوگ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا مسلمانوں سے ڈرتے ہیں، کیونکہ ان میں اتنی سمجھ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے، اگر سمجھ ہوتی تو کفر اختیار ہی نہ کرتے، اور منکروں میں سے کسی میں بھی اتنی طاقت نہیں کے مسلمانوں کے سامنے دوبدو لڑ سکیں، ہاں آبادیوں کے اندر یا قلعہ میں چھپ کر یا دیواروں کے پیچھے سے اچانک وار کر سکتے ہیں، البتہ اگر ان کی آپس میں لڑائی ہو تو ایک دوسرے کے مقابلہ میں بڑی سختی سے لڑتے لیکن مسلمانوں سے ڈرتے ہیں۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بڑا ایکا ہے لیکن بات یہ ہے کہ انکے دل پھٹے ہوئے ہیں، یہ بیوقوف ہیں سمجھتے ہیں کہ ظاہری اتفاق سے کام نکل جائیگا، ان کا حال وہی ہوگا جیسا ابھی ابھی ان سے پہلے مکہ کے مشرکوں کا اور بنی قینقاع کے یہودیوں کا ہوا، رمضان ۲ھ میں بدر کی لڑائی میں مکہ کے مشرکوں کا ستیاناس ہوگیا، اور اسی سال شوال بنی قینقاع کے یہودی جلاوطن کئے گئے اور ان سب کیلئے آخرت کا دردناک عذاب ابھی باقی ہے، ان کا رویہ شیطان کا سا ہے کہ پہلے تو آدمی سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انکار کردے اور جب وہ انکار کردیتا ہے تو پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے کہ میرا تیرا کیا واسطہ، میں سارے جہان کے رب اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، یہ سب اسکی جھوٹی باتیں ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ شیطان اور جو اسکے بہکاوے میں آیا دونوں دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے، برے کام

کرنے والوں کا انجام آخرکار یہی ہوتا ہے۔

بدر کے میدان میں شیطان کی کارگزاری معلوم ہے، وہ قریش کے سرداروں کے پاس بنی کنانہ کے سردار کی شکل میں آیا اور انہیں جنگ پر اکسایا، پھر جب دیکھا کہ مسلمانوں کی مدد کیلئے آسمان سے فرشتے اتر رہے ہیں تو دُم دبا کر بھاگا اور کہنے لگا کہ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں میری اپنی جان ہی ضائع نہ ہو جائے، مشرک پیچھے سے آوازیں دیتے رہے کہ کہاں جا رہے ہو، اِدھر آؤ مگر وہ بھاگ گیا، منافقوں کا بھی یہی حال ہے، جس طرح ضرورت کے وقت شیطان بھاگ جاتا ہے اسی طرح منافق بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں، مدنی دور میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے کہ منافق مسلمانوں کے سامنے مدینے سے نکلے مگر راستے سے ہی بہانہ بنا کر واپس آ گئے، غزوۂ احد کی مثال اس ضمن میں کافی ہے، عبداللہ بن ابی تین سو (300) ساتھیوں کیساتھ نکلا تھا مگر جھوٹا بہانہ بنا کر واپس آ گیا کہ اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، جنگ کے میدان میں پہنچنے سے پہلے ہی واپس لوٹ آیا۔

## مسلمانوں کا طریقہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھے ہر شخص کیا بھیج رہا ہے

لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا
واسطے کل کے اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ خبر رکھتا ہے اسکی جو تم کرتے ہو (۱۸) اور مت بنو مانند

كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
ان لوگوں کے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پس بھلا دیا (اللہ نے) انکو وہی لوگ ہیں جو

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ
نافرمان ہیں (۱۹) نہیں برابر ہوتے والے دوزخ اور والے جنت

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾
والے جنت وہی ہیں کامیاب (۲۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور چاہئے کہ ہر جی دیکھ لے کیا بھیجا ہے کل کے واسطے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اسکی جو تم کرتے ہو۔(۱۸) اور ان جیسے مت بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں۔(۱۹) برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، جنت والے کامیابی پانے والے ہیں۔(۲۰)

**لفظی تحقیق:** غَدٌ: آنے والا کل۔ اصل میں "غَدْوٌ" ہے، اسکے آخر کی واؤ گر گئی، یہاں اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

## تفسیر

یہودیوں کے اور منافقوں کے طرزِ عمل کا ذکر ہو چکا ہے، ان لوگوں کے ہتھکنڈے نہ دنیا ہی میں زیادہ دن چلیں گے اور نہ مرنے کے بعد ان کو چین اور آرام نصیب ہوگا، دنیا میں انکا انجام وہی ہوگا جو پہلے نافرمان لوگوں کا ان سے پہلے اور انکی آنکھوں کے سامنے بھی ہو چکا ہے، آخرت کیلئے انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں اس لئے وہ کسی چیز کے مستحق نہ ہوں گے اور وہاں بھی انہیں کچھ نہ ملے گا۔

اس کے بعد ان آیتوں میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ انہیں دنیا میں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے تا کہ وہ یہاں بھی اونچے رہیں اور قیامت کے دن بھی ان کو آرام واطمینان کی زندگی ملے، ارشاد ہے کہ: تم جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان چیزوں سے بچتے رہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اسکے بعد یقین کر لو کہ! دنیا ختم ہونے والی ہے اور اسکے بعد قیامت آئے گی، تم دنیا میں ایسے کام کرو جو آخرت میں کام آئیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ تمہارے سارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

اے ایمان والو! ان لوگوں جیسے مت بنو جو اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا، یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون توڑنے والے ہیں، یادرکھو! دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں، جنتی ہی وہ لوگ ہیں جنکی ساری مرادیں پوری ہوں گی۔

عربی زبان میں "غد" کا معنیٰ آنے والا کل ہے، یعنی: وہ وقت جس سے پہلے ایک رات آتی ہو، مثلاً: آج کے دن کے بعد رات آئے گی اور رات کے بعد جو دن آئے گا وہ آج کے لحاظ سے کل ہے، اسی معنیٰ کے اعتبار سے روزے کی نیت میں "بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ" کہا جاتا ہے، کیونکہ صبح صادق ہونے سے پہلے تک رات ہے اور صبح صادق ہونے کے بعد غد ہے، کبھی کل سے مراد مطلق آنے والا وقت ہوتا ہے، یعنی: عربی زبان میں "غد" کا لفظ مستقبل کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

## قرآن مجید کی تاثیر

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

اگر اتارتے ہم یہ قرآن پر ایک پہاڑ دیکھتے آپ اسے دب جاتا پھٹ جاتا

مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

سے خوف اللہ کے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں ہم واسطے ان لوگوں کے تا کہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۱ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ

وہ سوچیں (۲۱) وہ اللہ ہے جسکے سوا نہیں کوئی معبود مگر وہ جاننے والا چھپے اور

الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝۲۲

کھلے کا وہ بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے (۲۲)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اگر ہم یہ قرآن ایک پہاڑ پر اتارتے تو آپ دیکھ لیتے کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ تعالیٰ کے ڈر سے، اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں واسطے لوگوں کے تا کہ وہ سوچیں۔ (۲۱) وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی

کی بندگی نہیں، وہ جانتا ہے جو پوشیدہ ہے اور جو سامنے، وہ بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ (۲۲)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: اس قرآن مجید میں جو باتیں بتائی جارہی ہیں ان کے اندر سچائی کی زبردست تاثیر چھپی ہوئی ہے کہ اگر وہ کچھ بھی ظاہر ہو جائے تو پہاڑ خوف سے لرزنے لگیں اور پھٹ جائیں، اس بیان سے یہ مقصود ہے کہ انسان قرآن مجید کی عظمت و شان کا اندازہ کرلے اور اسکی باتوں کو سوچے سمجھے یہاں تک کہ اس کے دل میں اسکا اثر ظاہر ہو اور وہ اس کی نصیحتوں سے جتنا فائدہ اٹھا سکتا ہے اٹھائے، اللہ تعالیٰ کا صحیح تصور اسکے دل میں قائم ہو اور وہ اسکا فرمانبردار بندہ بن جائے کیونکہ اسی پر اسکی دنیا اور آخرت کے سنورنے کا دارومدار ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کا بیان ہے جس نے قرآن مجید اتارا، ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ چھپی اور ظاہر ساری چیزوں کا علم رکھتا ہے، اسکی رحمت بہت بڑی ہے اور وہ ہر ایک پر مہربان ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفتیں

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

وہ اللہ جسکے سوا نہیں کوئی معبود مگر وہ بادشاہ ہے ہرعیب سے پاک ہر آفت سے سالم

الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

امان دینے والا پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا بڑائی والا پاک ہے اللہ

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ

سے اس جسے وہ شریک کرتے ہیں (۲۳) وہ اللہ ہے بنانے والا ڈھالنے والا صورت بنانے والا اسی کے ہیں

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ

نام اچھے اچھے تسبیح کرتا ہے اسکی جو کچھ ہے میں آسمانوں اور زمین اور

ع ۳ ۶

هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

وہی ہے زبردست حکمت والا (۲۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** وہ اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، وہ بادشاہ ہے، پاک ذات، سب عیبوں سے سالم، امان دینے والا، پناہ میں لینے والا، زبردست دباؤ والا، عظمت والا، پاک ہے اللہ اسکے شریک بتلانے سے۔(۲۳) وہ اللہ ہے بنانے والا، نکال کھڑا کرنے والا، صورت بنانے والا، اسی کے ہیں سب نام اچھے اچھے، پاکی بیان کرتا ہے اسکی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔(۲۴)

## تفسیر

ان آیتوں میں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی، عظمت اور بڑائی کا اندازہ اسکی ان صفتوں کو سامنے رکھ کر کرو، اسکی صفتیں تو شمار میں آ ہی نہیں سکتیں، لیکن تم ان صفتوں پر جو آگے بیان کی جارہی ہیں غور کروگے تو اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت پہچاننے میں مدد ملے گی، پہلی آیت میں کہا گیا کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور کوئی معبود نہیں ہوسکتا، اسکو ہر چیز کا علم ہے خواہ وہ چھپی ہو یا کھلی، کوئی اسے دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے اسکی رحمت عام ہے اور وہ ہر ایک پر مہربان ہے، اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، سب پر اسی کی حکومت ہے، وہ ہر برائی اور عیب سے پاک ہے، اسکو کوئی آفت چھو بھی نہیں سکتی، وہی امان دینے والا، وہی پناہ دینے والا ہے، ساری قوت اسی کے ہاتھ میں ہے، اسی سے سب دبے ہوئے ہیں، ساری بڑائی اسی میں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ سب سے نرالا ہے، اسی نے سب کو پیدا کیا، اسی نے ہر ایک کی صورت بنائی، اچھے اچھے سارے نام اسی کے ہیں، زمین میں یا آسمان میں جو چیز بھی ہے اپنا حال دکھا کر اور زبان سے بھی اسکے پاک ہونے کا اقرار کرتی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز کی حقیقت کا جاننے والا ہے۔

"مسند احمد" اور "ترمذی شریف" کی حدیث میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس سورت مبارکہ کی آخری تین آیتیں بڑی فضیلت والی ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: جو شخص صبح وشام "اَعُوْذُ

بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ " تین دفعہ پڑھے گا اور پھر "سورۃ الحشر" کی آخری تین آیتیں پڑھے گا، بشرطیکہ عقیدے میں فرق نہ ہو بلکہ صحیح ایماندار ہو تو اگر وہ رات کو ان آیات کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دے گا جو اس کیلئے صبح تک دعائیں کرتے رہیں گے اور اگر وہ اس دوران مرگیا تو شہادت کا درجہ پائے گا اور جو شخص ان آیات کو صبح کے وقت پڑھے گا اس کا بھی یہی مرتبہ ہوگا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان آیتوں کو اپنا وِرد بنالے اور صبح وشام پڑھ لیا کرے۔

# سورۃ الممتحنہ کا خلاصہ

یہ سورت ہجرت کے آٹھویں سال مدینہ میں اتری، اسکی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، یہ وہ زمانہ ہے جبکہ مسلمانوں اور مکہ کے کافروں کے درمیان حدیبیہ کی صلح ہوئے دو سال گزر چکے تھے، صلح حدیبیہ ٦ھ میں ہوئی اور دو سال تک ان شرطوں پر جو صلح کے وقت ٹھہری تھیں دونوں طرف سے برابر عمل ہوتا رہا، صلح کی رُو سے جو کافر مسلمان ہوکر مدینہ آتا آپ اسے پھر مکہ کے کافروں کے حوالے کر دیتے اور جو مسلمان مرتد ہوکر مکہ والوں میں چلا جاتا تو مکہ والے اسے مسلمانوں کو واپس نہ کرتے، اسی زمانہ میں کچھ عورتیں اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ چلی آئیں، چونکہ شرطوں میں عورتوں کے واپس کرنے کا کوئی ذکر نہ تھا اور واپس بھیجنے میں بڑی خرابی تھی؛ اس لئے آپ نے انہیں واپس نہ بھیجا، قریش کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ عورتیں بھی شرط میں داخل ہیں، لہٰذا واپس کی جائیں، ظاہر ہے کہ عورتوں کو کافروں میں واپس بھیجنا ان کیلئے اچھا نہ تھا۔

اس سورۃ کے آخری حصہ میں اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا گیا کہ مسلمان ہوکر جو عورت گھر چھوڑ کر تمہارے پاس آجائے وہ اپنے کافر خاوند کے نکاح سے باہر ہوگئی، اب جو مسلمان اس سے نکاح کرے وہ اس کے پہلے کافر خاوند کو ہرجانہ کے طور پر وہ روپیہ ادا کرے جو اس نے اپنی بیوی کو مہر دیا تھا، اسی طرح اگر کوئی مسلمان عورت کفر اختیار کر کے کافروں میں جا ملے تو کافر اسے واپس نہ بھیجیں، مگر اس سے شادی کرنے والا اسکے پہلے مسلمان خاوند کو اس کا دیا ہوا مہر واپس کرے، مسلمانوں نے اس حکم کو سر آنکھوں پر رکھا مگر کافروں نے مہر واپس دینے سے انکار

کر دیا اور حکم نہ مانا اور عورتوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دیا۔

صلح کے دو سال خیریت سے گزر گئے، دو سال بعد ۸ ؁ھ میں مکہ کے کافروں نے صلح کو کھلم کھلا توڑ ڈالا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ نہ کہا لیکن خفیہ طور پر مکہ پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیدیا اور ارشاد فرمایا کہ: مکہ والوں کو اسکی خبر بھی نہ پہنچنے پائے، ورنہ پھر لڑائی ہوگی اور مکہ کے حرم میں خون بہے گا، ایک مسلمان حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیوی بچوں کو جو مکہ میں رہ گئے تھے بچانے کیلئے قریش کو ایک خفیہ خط لکھا اور اسمیں کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بڑا لشکر لیکر مکہ پر چڑھائی کرنے ہی والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد کرے گا، تم سے جو ہوسکے کرلو اور ایک عورت کے ہاتھ خط مکہ روانہ کردیا، آپ کو وحی کے ذریعہ سے اطلاع ہوئی اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ کو اس عورت کے پیچھے بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے خط چھین لیا جائے، حاطب رضی اللہ عنہ سے جب اس خط کے بارے میں پوچھ گچھ ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اکیلا ہوں، میں نے سوچا کہ اس طرح میرے بال بچے کافروں کے ہاتھ سے بچ جائیں اور فتح تو آپ کی بہرحال ہو ہی جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسکا قصور معاف کردیا، سورت کے پہلے حصے میں اسکی بابت بھی ہدایتیں ہیں۔

آیاتھا ـ ۱۳ | سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃ | رکوعاتھا ـ ۲

سورۃ الممتحنۃ مدنی ہے۔ اس میں تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# کافروں سے دوستی نہ رکھو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مت بناؤ دشمنوں میرے کو اور دشمنوں اپنے کو دوست

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ
کہ پیغام بھیجو تم طرف انکی دوستی کا حالانکہ انکار کر چکے وہ اسکا جو آیا پاس تمہارے سے سچائی (دین)

يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ
نکالتے ہوئے پیغمبر کو اور تم کو اس لئے کہ تم ایمان لائے پر اللہ جو رب ہے تمہارا اگر

كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ
ہو تم نکلے لڑنے کو میں راستے میرے اور ڈھونڈنے کو رضامندی میری

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست، کہ پیغام بھیجو تم انہیں دوستی کا، حالانکہ وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو تمہارے پاس آیا سچا دین، نکالتے ہیں پیغمبر کو اور تم کو اس لئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہو جو تمہارا رب ہے، اگر تم میری راہ میں لڑنے کو اور میری رضامندی طلب کرنے کو نکلے ہو تو۔

## تفسیر

ان آیتوں میں کافروں کی دوستی سے منع کیا گیا ہے اور یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان معاہدہ حدیبیہ دس سال کی مدت کیلئے کیا گیا تھا مگر مشرک اسے ایک سال تک بھی نہ نبھاہ سکے اور اسکی خلاف ورزی شروع کردی، چنانچہ پیغمبر ﷺ نے ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا اور اس بات کو عام لوگوں تک پہنچائے بغیر جنگ کی تیاری شروع کردی، پیغمبر ﷺ کی خواہش تھی کہ مکہ پر اچانک حملہ کردیا جائے تاکہ مشرکوں کو تیاری کا موقعہ نہ مل سکے، اس دوران پیغمبر ﷺ کے ایک صحابی حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ سے ایک غلطی ہوگئی، یہ صحابی اصل میں یمن کے رہنے والے تھے بعد میں یہ خود ہجرت کرکے مدینہ پہنچ گئے مگر ان کے بیوی بچے اور مال مکہ ہی میں تھے، اکثر مہاجرین کے رشتہ دار تو مکہ میں موجود تھے جو ان کے مال واسباب کی نگرانی کرتے تھے، مگر حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی رشتہ دار مکہ میں نہ تھا جو ان کے بچوں اور مال کی دیکھ بھال کرتا، چنانچہ

انہوں نے قریش کی ہمدردیاں حاصل کرنے کیلئے ان کو مسلمانوں کے ارادے سے خط کے ذریعہ آگاہ کرنا چاہا، اِن دنوں بنی عبدالمطلب کی ایک آزاد کردہ لونڈی مدینے آئی ہوئی تھی، جب وہ واپس مکے جانے لگی تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے مکہ والوں کے نام خط لکھ کر دیدیا، اس خط میں مسلمانوں کے بعض راز کھولے گئے تھے، جن میں مکہ پر مسلمانوں کے حملہ کرنے کا ذکر بھی تھا، "بخاری ومسلم" کے الفاظ ہیں کہ اس خط میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض باتوں کی خبر دی گئی تھی۔

جب وہ عورت خط لے کر مدینہ سے روانہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو وحی کے ذریعہ اطلاع کر دی، چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے پیچھے جانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ وہ عورت تمہیں روضۂ خاخ پر ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ، یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے جب اُس مقام پر پہنچے عورت کو جالیا، اس سے خط کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سختی سے کہا کہ اگر تو نے ہمیں یہ خط خود بخود نہ دیا تو تمہارے ساتھ بُرا سلوک ہوگا، وہ عورت خوف زدہ ہوگئی اور اس نے اپنے بالوں کے نیچے چھپایا ہوا خط دیدیا جسے لاکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔

خط کا مضمون پڑھ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اسکے سامنے خط کھول کر رکھ دیا اور باز پرس کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر قلم کر دوں مگر آپ نے منع کر دیا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اے اللہ کے پیغمبر! جلدی نہ کریں، پہلے میری بات سُن لیں، اسکے بعد جو چاہیں حکم دیں، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ جب سے میں ایمان لایا ہوں اسکے خلاف کبھی کوئی بات نہیں سوچی، میں نہ کافر ہوا ہوں، نہ مشرک اور نہ مرتد، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین پر پوری طرح قائم ہوں، بات یہ ہے کہ بہت سے مہاجرین کے تو مکہ میں رشتہ دار ہیں جن کی وجہ سے مکہ والے ان کا لحاظ کرتے ہیں مگر میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے جس کی بناء پر مجھے خطرہ ہے کہ وہ میرے بچوں کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں، میں نے مکہ والوں پر احسان کرنے کیلئے یہ خط لکھ کر آپ کے ارادے کی اطلاع دینی چاہی،

مجھے اسلام کی سچائی میں کوئی شک نہیں بلکہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور فتح عطاء فرمائیگا لہٰذا آپ میری خطاء کو معاف فرمادیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کی اس صفائی کو قبول کرلیا اور فرمایا کہ: یہ بدری صحابی ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: میں نے اُن کی لغزشیں معاف کردی ہیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا۔

اسی واقعہ کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے صحابی کو سخت ڈانٹ پلائی اور کافروں کیساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا چاہے کسی کی نیت ٹھیک ہی کیوں نہ ہو اور ساتھ یہ بھی کہ رشتہ داری کی وجہ سے ایمان کمزور نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایمان کو اولیت دینی چاہئے، ارشاد ہوتا ہے: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، کافر خدا کے بھی دشمن ہیں کیونکہ اسکی توحید کو نہیں مانتے اور تمہارے بھی دشمن ہیں کیونکہ وہ تمہاری جان کے درپے ہیں لہٰذا ان کو اپنا دوست نہ بناؤ، اس قسم کے حکم "سورۃ آلِ عمران، سورۃ توبہ" اور بعض دوسری سورتوں میں بھی دیئے جاچکے ہیں کہ کسی کافر کو دلی دوست نہ بناؤ، ان کیساتھ تجارت و دوسرے معاملات کئے جاسکتے ہیں، اخلاق کیساتھ پیش آسکتے ہیں مگر ان کیساتھ رازداری کا معاملہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے دین کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

فرمایا: تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور مسلمانوں کے راز کی بات ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، یہ کام کسی مسلمان کیلئے ہرگز مناسب نہیں۔

وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ: انہوں نے اس دین حق کا انکار کردیا ہے جو تمہارے پاس آچکا ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور اسکے دین کے بھی دشمن ہیں، ان کی کاروائی یہ ہے کہ یہ پیغمبر کو بھی نکالتے ہیں اور تمہیں بھی، یہ واقعہ ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ کافروں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو مکہ سے نکال دیا جائے یا مکہ میں ہی قید کردیا جائے یا پھر قتل ہی کردیا جائے، بالآخر قتل پر اتفاق ہوا اور لوگ تلواریں لے کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر نکلنے کا انتظار کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے کافروں کے اس سازش سے آگاہ کردیا اور آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرجانے کا حکم دیا۔

اس طرح مکہ میں رہتے ہوئے تمہارے اوپر بھی جینا تنگ کردیا گیا تھا جس کی وجہ سے تم بھی ہجرت پر مجبور ہوگئے اور تمہارا اس کے سوا کیا جرم تھا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے، اسی جرم کی سزا میں

وہ تمہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، ذلت ناک سلوک کرتے تھے، حتّٰی کہ کتنے ہی مسلمان مرد اور عورتوں کو شہید کر دیا گیا، آخران کا کیا قصور تھا؟ یہی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ: اس آیت میں بھی اشارہ اس طرف ہے کہ اگر تمہاری ہجرت واقعی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے تھی تو کسی کافر سے اسکی کیسے توقع رکھی جاسکتی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی رعایت کرے گا۔

## ان کی دشمنی معمولی نہیں

تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ
چھپا کر پیغام بھیجتے ہو تم طرف انکی دوستی کے حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے ہو اور جو

اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ①
ظاہر کرتے ہو تم اور جو کوئی کریگا اسے میں سے تم پس تحقیق گمراہ ہوا سیدھے راستے سے (۱)

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
اگر پکڑلیں وہ تمہیں تب بھی رہینگے تمہارے دشمن اور کھولیں گے اوپر تمہارے

اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ②
ہاتھ اپنے اور زبانیں اپنی کیساتھ برائی اور چاہیں گے کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ (۲)

**بامحاورہ ترجمہ:** تم ان کو دوستی کے پیغام چھپا کر بھیجتے ہو اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور جو کوئی تم میں سے یہ کام کرے تو وہ بھٹک گیا سیدھے راستے سے۔ (۱) اگر تم ان کے ہاتھ آجاؤ تو تمہارے دشمن ہو جائیں اور تم پر اپنے ہاتھ اور زبانیں چلائیں برائی کیساتھ اور چاہیں کہ کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ (۲)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: تم ان کی طرف دوستی کے پیغام چھپا کر بھیجتے ہو اور سمجھتے ہو کہ کسی کو معلوم نہ ہوگا، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ تم کھلم کھلا کرتے ہو، جو ان کی طرف خفیہ دوستی کا پیغام بھیجتا ہے وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے، ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر وہ بالفرض تمہیں پکڑ لیں اور تم پر قابو پا جائیں تو پھر بھی دشمنی نہ چھوڑیں، حالانکہ جب دشمن ہار مان گیا تو پھر اس سے دشمنی کرنا اور ستانا اچھے لوگوں کا کام نہیں، لیکن ان کا اس قدر سر پھرا ہوا ہے کہ ہتھیار ڈال دو تب بھی یہ تم پر ہاتھ اور زبان چلانا نہ چھوڑیں گے اور تمہیں طرح طرح سے ستائیں گے کیونکہ ان کے دل میں یہ سمایا ہوا ہے کہ تم نے انکے باپ دادا کا دین کیوں بدلا؟ ان کا دل تو یہ چاہتا ہے کہ تم بھی کسی طرح اسلام کا انکار کر دو اور انہی کا عذاب بھرا مذہب اختیار کر لو۔

وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ: ان کی خواہش یہ ہے کہ تم کسی طرح ایمان کو چھوڑ کر کفر میں واپس آ جاؤ، کافر خواہ یہودی کی شکل میں ہو یا عیسائی کی شکل میں، مشرک ہو یا دہریہ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہیں، ان کی ہمیشہ یہی خواہش رہے کہ اگر مسلمان کافر یا مشرک نہ بھی ہوں تو کم از کم دین اسلام پر بھی قائم نہ رہیں۔

# ابراہیمی طریقہ

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ

ہرگز نہ نفع دینگی تمہیں رشتہ داریاں تمہاری اور نہ کام آئیگی اولاد تمہاری دن قیامت کے فیصلہ کر دیگا

بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ

درمیان تمہارے اور اللہ اسکو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے (۳) تحقیق ہے لئے تمہارے چلنے کا طریقہ

حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا

اچھا میں ابراہیم اور جو لوگ ساتھ تھے اسکے جب کہا سے قوم اپنی میں

عند المتاخرین ۱۲ معانقة ۱۲ السماع الوقف علی القیٰمة ۱۲

بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ

بیزار ہوں سے تم اور ان سے جنہیں تم پوجتے ہو سوا اللہ کے انکار کیا ہم نے تمہارا اور

بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا

ظاہر ہوگئی درمیان ہمارے اور درمیان تمہارے دشمنی اور نفرت ہمیشہ کیلئے یہاں تک کہ ایمان لاؤ تم

بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَآ

اللہ اکیلے پر ہاں اتنا ضرور کہا ابراہیم نے سے باپ اپنے البتہ مغفرت طلب کرونگا لئے آپکے اور نہیں

اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ

مالک میں لئے آپکے سے اللہ کسی چیز کا اے رب ہمارے پر آپ ہی بھروسہ کیا ہم نے اور طرف آپکے ہی

اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾

رجوع کیا ہم نے اور طرف آپکے ہی لوٹنا ہے (۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** ہرگز نہ کام آئیں گی تمہاری رشتہ داریاں اور نہ تمہاری اولادیں قیامت کے دن، وہ تم میں فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔(۳) تم کو ابراہیم کی طرح اچھی چال چلنی چاہئے اور انکی طرح جو ان کیساتھ تھے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے الگ ہیں اور ان سے جنہیں تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا، ہم تم سے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور نفرت ظاہر ہوگئی ہے ہمیشہ کیلئے، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ سے کہ میں آپ کیلئے معافی مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں، اے رب ہمارے! ہم نے آپ پر بھروسہ کیا اور آپ کی طرف رجوع کیا اور سب کو آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔(۴)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: تمہارا مال و اولاد قیامت میں تمہارے کچھ کام نہ آئے گا، وہاں تو تم سب کا

فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے اور ان کے مطابق فیصلہ کرے گا، وہاں نہ رشتہ داریاں کچھ کام آئیں گی اور نہ اولاد کچھ کام دے گی، یعنی: کافروں کی، وہاں تو انہی کا کام بنے گا جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اسکی رضامندی حاصل کی ہوگی، تمہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کے طریقہ پر چلنا چاہئے، انہوں جب اسلام اختیار کرلیا تو منکروں سے موقع پر صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان بتوں سے جنہیں تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا ہے بالکل بیزار ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے طریقہ سے نفرت کرتے ہیں اور چونکہ تم نے مذہب کو جھگڑے کی بنیاد ٹھہرایا اس لئے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کیلئے دشمنی اور بیزاری پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ تم اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لاؤ۔

ہاں! ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اتنا ضرور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کیلئے معافی مانگوں گا لیکن میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے آپ کے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں، اتنا کہہ کر وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب ہمارے! ہمارا سہارا آپ ہی ہیں، ہم نے آپ ہی پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کیا اور آخر کار ہم سب کو آپ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل وطن عراق تھا، جب تک عراق میں رہے کافروں کی طرف سے تکلیفیں برداشت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کو آگ میں پھینک دیا گیا مگر آپ اپنے دین پر جمے رہے، آپ کو سات سال تک جیل کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں، ساری قوم دشمن ہوگئی، باپ نے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا مگر آپ نے ایمان پر کبھی سودے بازی نہیں کی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بناؤ، جب وہ عراق سے نکلے تو پھر کبھی واپس نہیں گئے مگر اے ایمان والو! تم بیوی بچوں کی خاطر کافروں کیساتھ دوستی کرتے ہو، حقیقت یہ ہے کہ مؤمن اور کافر کے درمیان کوئی دلی تعلق نہیں ہے، قوم، برادری، رشتہ داری، وطن سب دوسرے درجے کی چیزیں ہیں اور ایمان کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: باپ کی دشمنی کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام میں شفقت تھی اور یہ شفقت اس لئے تھی کہ کسی طرح آپ کے والد ایمان قبول کرلیں، تاہم یہ دعا بھی محدود طریقے پر تھی، سورۃ توبہ میں ارشاد ہے کہ: ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کیلئے بخشش کی دعا مانگنا ایک وعدے کے سبب تھا، پھر جب آپ پر واضح ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کردیا، پہلے توقع تھی کہ شاید وہ ایمان قبول کرلے گا مگر جب امید بالکل ختم ہوگئی کہ اب یہ ایمان نہیں لائیگا تو آپ نے اس سے لاتعلقی کا اعلان کردیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی اسوہ مسلمانوں کو اختیار کرنا چاہیے، کسی کافر، مشرک، باپ، بھائی، بہن کیلئے بخشش کی دعا کرنا بھی جائز نہیں، بھلا جس کیلئے دعا نہیں ہوسکتی اس کیساتھ دوستی کیسے ہوسکتی ہے؟ وہ تو اسلام اور مسلمانوں کو ہرا کر کفر کو غالب کرنا چاہتے ہیں، ایمان والوں کو جسمانی اور ذہنی ہر طرح کی تکلیف پہنچانے کیلئے تیار بیٹھے ہیں، اور اگر وہ ایمان والوں پر غالب آجائیں تو دشمنی پوری کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں گے، تو ایسے لوگوں سے دوستی کا کیا امکان رہ جاتا ہے؟

## یہی تم بھی کرو

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ

اے رب ہمارے مت بنا ہم کو آزمائش واسطے انکے جو کافر ہوئے اور بخش دے ہمیں اے رب ہمارے بیشک

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

آپ زبردست حکمت والے ہیں (۵) البتہ تحقیق ہے لئے تمہارے میں ان لوگوں نمونہ اچھا

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ

واسطے اسکے جو ہے امید رکھتا اللہ کی اور دن آخرت کی اور جو منہ پھیرے پس بیشک اللہ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞

وہی ہے بے پرواہ خوبیوں والا (۶)

ع ۱ / ۷

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ہمارے رب! ہم کو ان لوگوں کیلئے آزمائش نہ بنا جنہوں نے کفر کیا، اے ہمارے رب! ہمیں معاف کردے بیشک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔ (۵) البتہ تحقیق تمہارے لئے ان میں اچھا نمونہ ہے جو کوئی اللہ کا اور آخرت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور جو کوئی منہ پھیرے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ خوبیوں والا ہے۔ (۶)

## تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا بیان ہو رہا ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ موڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں اور انہی سے مرادیں مانگتے ہیں تو انہوں نے اپنی قوم سے تعلق توڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے کہ میں نے سب کو چھوڑ کر آپ پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کیا، ہماری خطائیں بخش دیں اور آپ سب سے بڑھ کر قوت والے ہیں۔

آگے ارشاد ہے کہ: اے اسلام پر چلنے والو! تم میں سے جسکی امید اللہ تعالیٰ سے لگی ہوئی ہو اور آخرت میں بھلائی چاہتا ہو تو اس کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھیوں نے اختیار کیا، اس کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں سے جو مذہب کی بناء پر ان سے دشمنی کرتے ہوں کوئی تعلق نہ رکھیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں، جو اللہ تعالیٰ کا منکر ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں کہ وہ ایمان کیوں نہیں لایا، بہرحال وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کیلئے آزمائش نہ بنا، ایسا نہ ہو کہ ہم کافروں کا تختہ مشق بن جائیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچاتے رہیں، مولا کریم! ہمیں اس آزمائش میں نہ ڈالنا کیونکہ آزمائش میں پورا اترنا بڑا مشکل کام ہے، پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے بیشک تو زبردست حکمت والا ہے۔

مسلمانوں پر مجموعی طور پر آزمائش آئی ہوئی ہے، جب سے تاتاریوں کے حملے ہوئے ہیں اس وقت سے زیادہ تر ملکوں کے مسلمان کافروں کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں، اسرائیل کی فلسطینیوں پر زیادتیاں سب کے سامنے ہیں، برما کے دوتین لاکھ مسلمانوں کو ملک بدر کردیا گیا ہے اور انکی جائدادیں چھین لی گئی ہیں، فلپائن کے مسلمان بالکل تھوڑی تعداد میں ہیں مگر سخت مشکلات میں گرفتار ہوچکے ہیں، روسی مسلمان کھل کر اپنے مذہب کا اظہار بھی نہیں کرسکتے، ہندستان میں تقسیم کے بعد ہزاروں مسلم کش فساد ہوچکے ہیں، کشمیر میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں الغرض! کافر کوئی بھی ہوں سب مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہیں، مسلمان کتنے عرصہ تک انگریزوں کی مصیبتیں جھیلتے رہے ہیں اور ان کی پیدا کردہ مصیبتوں سے آج تک جان نہیں چھوٹی، آج پوری دنیا میں مسلمان مغلوب ہیں، ان کی کوئی آواز نہیں، کوئی آزادانہ حیثیت نہیں، ہر جگہ سپر طاقتوں کا فتنہ ہے اور وہ غریب ملکوں کو آپس میں لڑاتے رہتے ہیں مگر یہ بیچارے کچھ نہیں کرسکتے، ایران عراق جنگ، افغانستان پر بیرونی طاقت کا قبضہ جس کے نتیجے میں بیس لاکھ افغان شہید اور پچاس لاکھ جلاوطن ہوچکے ہیں، سب سپر طاقتوں کی سازشوں کا نتیجہ ہے، بڑی طاقتوں کو محض اپنا مفاد عزیز ہے اور وہ چھوٹے ملکوں کو شطرنج کے مہروں کی طرح چلاتے رہتے ہیں، آج کی دنیا میں مسلمان خاص طور پر تختہ مشق بنے ہوئے ہیں جو کہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ: آخر میں دوبارہ تاکید ہورہی ہے کہ تمہارے لئے ان لوگوں، یعنی: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں اچھا نمونہ ہے مگر یہ اس شخص کیلئے ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن اور جزائے عمل کی امید رکھتا ہے، اسکا یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کا ڈر رکھتا ہے ایسے لوگوں کیلئے ابراہیم علیہ السلام اور انکے پیروکاروں میں اچھا نمونہ ہے جس کو لوگ اختیار کرکے ان کے نقش قدم پر چل سکتے ہیں، ایسا شخص کفر اور شرک سے بیزاری کا اظہار کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرے گا لہٰذا وہ اس نمونہ سے فائدہ اٹھا سکے گا اور جو شخص منہ موڑے گا وہ اس اسوہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے، اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہے، منہ موڑنے سے اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہیں ہوگا البتہ ایسا شخص

خود ہی نقصان میں رہے گا۔

## یہ جھگڑا تھوڑے دن کا ہے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ
امید ہے اللہ سے کہ کردے وہ درمیان تمہارے اور درمیان ان لوگوں کے کہ دشمنی ہے تمہاری سے جن

مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ
دوستی اور اللہ قدرت والا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۷) نہیں روکتا تمہیں اللہ سے

الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ
ان لوگوں جو نہیں لڑتے ہیں تم سے میں بارے دین کے اور نہیں نکالا تمہیں سے گھروں تمہارے

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸
کہ نیکی کرو تم ان سے اور انصاف کرو ساتھ انکے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنیوالوں کو (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** امید ہے اللہ تعالیٰ تم میں اور جو تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے اور وہ قدرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ (۷) اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: تمہارے اور کافروں کے درمیان یہ دشمنی چند دن کی ہے، امید ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان صلح صفائی کرادے، جو اس وقت تم سے دشمنی کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کیساتھ گھل مل گئے،

ساری لڑائی جاتی رہی اور بھائیوں کا سا میل ملاپ ہو گیا۔

آگے ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ: جو لوگ اسلام تو نہیں لائے لیکن تم سے دین کے بارے میں لڑتے بھی نہیں اور نہ اس وجہ سے کہ تم مسلمان ہو تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں ان کیساتھ نیک سلوک کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتے اور نہ ان کیساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے بدترین دشمنوں کے دلوں کو بھی پھیر دیا اور وہ ایمان لے آئے، فتح مکہ کے دن مشرکوں میں سے شاید ہی کوئی آدمی ہی رہ گیا ہوگا جس نے ایمان قبول نہ کیا ہو، اس ضمن میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی مثال سامنے ہے، وہ کل تک بدترین دشمن تھا مگر آج جانثار بن چکا تھا۔

صلح حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طلاق یافتہ بیوی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ مدینہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو تردّد ہوا کہ آیا میں اپنی مشرک والدہ کی خدمت کر سکتی ہوں یا نہیں؟ انہوں نے اس سلسلہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا اس کیساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے؟ میں نے تو اسے ابھی تک اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دیا، کیا میں اس کیساتھ صلہ رحمی کا سلوک کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تم ان کو اپنے ہاں ٹھہرا سکتی ہو اور ان کیساتھ مزید نیکی کا سلوک بھی کر سکتی ہو، اگر وہ نادار ہے تو اسکی مالی مدد بھی کر سکتی ہو، فرمایا جو کافر تمہارے ساتھ جنگ نہیں کرتے تم ان کیساتھ نیکی اور احسان کر سکتے ہو اور ان کیساتھ بھی انصاف کرو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کیساتھ انصاف کرتے ہو۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جاہلیت کے زمانہ میں طلاق دیدی تھی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہی کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں اور انکی بہن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی اُمّ رومان کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں اور انکی یہ بیوی (امّ رومان) مسلمان ہو گئی تھیں۔

# لڑائی کن سے ہے اور کیوں ہے؟

اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ

بات بس یہ ہے کہ منع کرتا ہے تم کو اللہ سے ان لوگوں جو لڑے تم سے میں دین اور

اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

نکالا انہوں نے تمہیں سے گھروں تمہارے اور مدد کی پر نکالنے تمہارے کہ دوستی کرو ان سے

وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۹

اور جو دوستی کرے ان سے پس وہ لوگ وہی ظلم کرنیوالے ہیں (۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ تو تم کو ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے ہیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ان سے دوستی کریں گے وہی لوگ ظالم ہیں۔ (۹)

**لفظی تحقیق:** ظٰهَرُوْا: مدد کی انہوں نے۔ ماضی کا صیغہ ہے "مُظَاہَرَۃٌ" سے جس کا مادہ (ظ ہ ر) سے "ظَهْرٌ" کے معنیٰ پیٹھ کے ہیں، جس کے معنیٰ مدد کرنے اور آپس میں ایک دوسرے کی پیٹھ ٹھونکنے کے ہیں، جس سے مراد مدد کرنا ہوتا ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کیساتھ دوستی کرنے اور میل جول بڑھانے سے منع فرماتے ہیں جو دین اور مذہب کے بارے میں تم سے لڑتے ہیں، جنہوں نے محض اس وجہ سے کہ تم مسلمان ہو اور تم سے لڑائی کی ٹھان لی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکال باہر کیا یا نکالنے والوں کی مدد کی تو ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول مناسب

نہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ بھی ظالموں میں شامل ہے۔

# ایمان والیوں کو کافروں میں مت بھیجو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو جب آئیں تمہارے پاس ایمان والیاں ہجرت کر کے

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

تو جانچ لو انہیں اللہ خوب جانتا ہے ایمان انکے کو پس اگر جان لو تم انہیں ایمان والیاں

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ

پس نہ لوٹاؤ تم انہیں طرف کافروں کی نہیں وہ عورتیں حلال لئے کافروں کے اور نہ وہ

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَ اٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ

کافر حلال ہیں لئے ان عورتوں کے اور دیدو انکو جو خرچ کیا انہوں نے اور نہیں کوئی گناہ پر تم کہ

تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ

نکاح کرو ان سے جبکہ دیدو تم انہیں مہر انکے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کو جانچ لو کیونکہ ان کے حقیقی ایمان کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے، پھر اگر جان لو کہ وہ ایمان پر ہیں تو انہیں کافروں کی طرف واپس مت بھیجو، نہ یہ عورتیں ان کافروں کیلئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں اور ان کو دیدو جو ان کا خرچ ہوا ہو (مہر) اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر دیدو۔

## تفسیر

اس آیت میں فیصلہ کیا گیا کہ صلح حدیبیہ میں جو شرط مقرر ہوئی تھی کہ مکہ والوں میں سے جو اسلام قبول کر کے

مدینہ آئیگا اسے پھر مکہ بھیج دیا جائیگا، اس میں عورتیں داخل نہیں، اگر کوئی عورت اسلام لاکر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئے تو اسکا نکاح مشرک خاوند سے ٹوٹ گیا، اب اسے واپس نہ بھیجا جائے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لیا کرو، اور اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو کہ وہ، کن حالات میں مکہ سے مدینہ آئی ہیں، اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے مگر تمہارا بھی فرض ہے کہ اچھے طریقے سے جانچ لو کہ کیا وہ واقعی دین کی خاطر آئی ہیں یا پس پردہ کوئی اور مقصد ہے کہ کوئی عورت اپنے خاوند سے ناراض ہو کر چلی آئی ہو یا کسی لالچ کی وجہ سے آگئی ہو، فرمایا: اپنے طریقے سے تحقیق کرلیا کرو کہ ان کا مقصد دین کی محبت ہے یا کچھ اور، چنانچہ اس حکم کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی بعض عورتوں سے سوال جواب کئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس کام پر لگایا۔

پھر فرمایا کہ: تحقیق کرنے کے بعد اگر تم جان لو، یعنی: اس نتیجے پر پہنچ جاؤ کہ یہ واقعی مومنہ ہیں اور انہوں نے محض دین کی خاطر ہجرت کی ہے تو پھر انہیں کافروں کی طرف مت لوٹاؤ، بلکہ اپنے ہاں پناہ دو کیونکہ اب یہ کافروں کیلئے حلال نہیں ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کیلئے حلال ہیں، ایمان لانے کے بعد ان عورتوں کا نکاح کافر مردوں کیساتھ ختم ہو چکا ہے۔

"سورۃ فتح" میں حدیبیہ کا واقعہ تفصیل سے آچکا ہے، جس میں مکہ کے کافروں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک صلح کا معاہدہ دس سال کیلئے لکھا گیا، اس معاہدہ کی بعض شرطیں ایسی تھیں جن میں دب کر صلح کرنے اور مسلمانوں کی کمزوری محسوس ہوتی تھی؛ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس پر غم کا اظہار ہوا، مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسوس فرما رہے تھے کہ یہ وقتی چند روزہ پریشانی ہمیشہ کیلئے فتح مبین بننے والی ہے؛ اس لئے قبول فرمالیا اور پھر سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی مطمئن ہو گئے۔

اس صلح نامہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکہ سے کوئی آدمی مدینہ جائیگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو واپس مکہ بھیج دیں گے اگر چہ وہ مسلمان ہی ہو اور اگر مدینہ طیبہ سے کوئی مکہ چلا جائے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ کریں گے، اس

معاہدہ کے الفاظ عام تھے جس میں بظاہر مرد و عورت دونوں داخل تھے، یعنی: کوئی مسلمان مرد یا عورت جو بھی مکہ سے پیغمبر ﷺ کے پاس جائے اس کو آپ واپس کر دیں گے۔

جس وقت یہ معاہدہ مکمل ہو چکا اور ابھی پیغمبر ﷺ حدیبیہ میں تشریف فرما تھے تو کئی ایسے واقعات پیش آئے جس میں مسلمانوں کے صبر کا امتحان تھا، جن میں ایک واقعہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کا ہے، جن کو مکہ والوں نے قید میں ڈالا ہوا تھا، وہ کسی طرح انکی قید سے چھوٹ کر پیغمبر ﷺ کے پاس پہنچ گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ان کو دیکھ کر سخت تشویش پھیلی کہ معاہدہ کی رُو سے ان کو واپس کیا جائیگا اور ہم اپنے مظلوم بھائی کو پھر ظالموں کے ہاتھ میں دیدیں یہ کیسے ہوگا۔

مگر پیغمبر ﷺ معاہدہ تحریر فرما چکے تھے اور اصول شریعت کی حفاظت اور ان پر پختگی کو ایک فرد کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے تھے، طبعی رنج و تکلیف تو ابو جندل کی واپسی میں آپ ﷺ کو بھی تھا، مگر آپ نے معاہدہ کی پابندی کی بناء پر ان کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔

اسی کیساتھ ایک دوسرا واقعہ بھی پیش آیا کہ سعیدہ بنت الحارث الاسلمیہ رضی اللہ عنہا جو مسلمان تھیں مگر صیفی بن انصب کے نکاح میں تھیں جو کافر تھا، بعض روایات میں اسکا نام مسافر المخزومی بتلایا گیا ہے، اس وقت تک مسلمانوں اور کافروں کا آپس میں نکاح حرام نہیں ہوا تھا، یہ مسلمان عورت مکہ سے بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں، بعد میں اسکا شوہر حاضر ہوا اور پیغمبر ﷺ سے مطالبہ کیا کہ میری عورت مجھے واپس کی جائے کیونکہ آپ نے یہ شرط قبول کر لی ہے۔

غرض! ان آیتوں کے اترنے نے یہ واضح کر دیا کہ صلح نامہ کی یہ شرط کہ جو بھی مسلمان آپ کے پاس پہنچے آپ واپس کریں گے، اپنے لفظی عموم کیساتھ جس میں مرد عورت دونوں داخل ہیں صحیح نہیں، یہ شرط صرف مردوں کے حق میں قبول کی جا سکتی ہے عورتوں کے معاملہ میں یہ شرط قابل قبول نہیں، ان کے بارے میں صرف اتنا کیا جا سکتا ہے کہ جو عورت مسلمان ہو کر ہجرت کرے اسکے کافر شوہر نے جو کچھ اس کو مہر دیا ہے وہ اس کو واپس کیا جائیگا،

ان آیات کی بناء پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کے مفہوم کو واضح فرمادیا اور اسکے مطابق سعیدہ کو واپس نہیں کیا گیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ: ام کلثوم بنت عتبہ ابن معیط مکہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں، ان کے خاندان کے لوگوں نے واپسی کا مطالبہ شرط کی وجہ سے کیا، اسی پر یہ آیتیں اتریں اور بعض روایتوں میں ہے کہ ام کلثوم عمرو بن عاص کے نکاح میں تھیں جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، یہ اور ان کیساتھ دو بھائی مکہ سے بھاگ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور ساتھ عمرو بن عاص ام کلثوم کے شوہر نے آکر ان کی واپسی کا مطالبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، آپ نے شرط کے مطابق ان دونوں بھائی عمارہ اور ولید کو تو واپس کردیا مگر ام کلثوم کو واپس نہیں کیا اور ارشاد فرمایا کہ: یہ شرط مردوں کیلئے تھی عورتیں اس میں شامل نہیں، اس پر یہ آیتیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کیلئے اتریں۔

اور بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: آپ نے تو اس شرط کو عموم کیساتھ قبول فرمالیا تھا جس میں عورتیں بھی شامل تھیں، ان آیتوں کے اترنے نے اس کے عموم کو منسوخ قرار دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ والوں پر اسی وقت یہ واضح کردیا کہ عورتیں اس شرط میں داخل نہیں ہوں گی، چنانچہ عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت نہ عہد توڑنے کی تھی جسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی امکان نہ تھا، بلکہ ایک شرط کی وضاحت کا معاملہ تھا، خواہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد پہلے ہی سے یہ ہو یا آیت کے اترنے کے بعد آپ نے اس عموم کو صرف مردوں تک محدود کرنے کیلئے فرمادیا ہو، بہرحال ہوا یہ ہے کہ اس وضاحت کے بعد بھی معاہدے کو برقرار رکھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ان کے امتحان کا طریقہ یہ تھا کہ مہاجر عورت سے حلف لیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شوہر سے بغض ونفرت کی وجہ سے نہیں آئی اور نہ مدینہ میں کسی آدمی کی محبت کی وجہ سے اور نہ کسی دوسری دنیاوی غرض سے بلکہ اسکا آنا خالص اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی محبت ورضاء جوئی کیلئے ہے، جب وہ یہ حلف کرلیتیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مدینہ میں رہنے کی اجازت دیدیتے اور ان کا مہر وغیرہ جو اس نے اپنے کافر شوہر سے وصول کیا تھا وہ اسکے شوہر کو واپس دیدیتے تھے۔

# انصاف کی تعلیم

وَ لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَ سْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَ لْيَسْـَٔلُوْا
اور مت قائم رکھو نکاح کے تعلقات کافر عورتوں سے اور طلب کرو جو خرچ کیا تم نے اور کافر طلب کرلیں

مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ
جو خرچ کیا انہوں نے یہ حکم ہے اللہ کا وہ حکم کرتا ہے درمیان تمہارے اور اللہ جاننے والا

حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ
حکمت والا ہے (۱۰) اور اگر رہ جائے میں سے تم کوئی سے بیویاں تمہاری طرف کافروں کی

فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ
پھر تمہاری نوبت آئے تو دیدو انہیں کہ چلی گئیں بیویاں انکی اتنا جو خرچ کیا انہوں نے

**با محاورہ ترجمہ:۔** اور کافر عورتوں سے نکاح کے تعلقات مت رکھو اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ان پر اور وہ کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ان پر (مہر)، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، وہ تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (۱۰) اور اگر تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف جاتی رہیں پھر تمہاری باری آئے تو جن کی عورتیں جاتی رہیں ان کو دیدو جو انہوں نے خرچ کیا۔

# تفسیر

پہلی آیت میں ہجرت کرکے آنے والی مسلمان عورتوں کو کافروں میں واپس بھیجنے سے منع کر دیا گیا، مکہ والوں نے اس پر جھگڑا نہ کیا اور صلح بدستور قائم رہی، اس آیت میں ان عورتوں کی بابت حکم ہے جو مسلمانوں کے نکاح میں تھیں مگر خاوند کیساتھ ہجرت کرکے مدینہ میں نہیں آئیں بلکہ وہیں مکہ میں رہ گئیں، ایسی عورت سے مسلمان

کا نکاح ٹوٹ گیا اب جو کافر ان سے نکاح کرے گا اس مسلمان کو وہ مال واپس کر دے جو اس نے عورت کو دیا تھا یعنی: مہر، اسی طرح جیسے کہ وہ مسلمان اس کافر کو مہر ادا کرے گا جو اس نے اپنی بیوی پر خرچ کیا تھا جو مسلمان ہو کر ہجرت کر آئی اور اس مسلمان نے اس سے نکاح کر لیا، اس حکم پر مسلمان عمل کرنے کو تیار ہو گئے لیکن کافروں نے روپیہ دینا منظور نہ کیا، اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ: مسلمان عورت جو کافروں میں چلی گئی یا رہ گئی اور کافر اس پر خرچ کیا ہوا روپیہ مسلمان کو واپس نہیں کرتے تو تم بھی جب تمہاری باری آئے اس کافر عورت کا روپیہ جو تم میں مسلمان ہو کر چلی آئی اس کافر کو نہ دو جو اس سے نکاح کرے وہ روپیہ اس مسلمان کو دیدو جس کی عورت اسے چھوڑ کر کافروں میں چلی گئی ہے اور اگر اس میں سے اسکا خرچ کیا ہوا روپیہ دے کر کچھ بچ رہے تو وہ اس کافر کو پہنچادو۔

## ایمان کا امتحان

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ⑪ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا

اور ڈرو اللہ سے وہ کہ تم پر جس ایمان لائے ہو (۱۱) اے پیغمبر جب

جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ

آئیں پاس آپکے ایمان والیاں اقرار کرتی ہوں پر اس کہ نہ شریک کرینگی ساتھ اللہ کے کسی کو اور

لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ

نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری کرینگی اور نہ قتل کرینگی اولاد اپنی کو اور نہ لائیں گی

بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ

کوئی بہتان کہ گھڑیں وہ اسے درمیان ہاتھوں اپنے کے اور پاؤں اپنے کے اور نہ نافرمانی کرینگی آپکی

فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

میں نیک بات پس بیعت کرلیں ان سے اور بخشش مانگیں لئے انکے اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ
مہربان ہے(۱۲) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مت دوستی کرو ان لوگوں سے کہ غضبناک ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ
پر ان تحقیق وہ مایوس ہو چکے سے آخرت جیسے کہ مایوس ہو چکے کافر سے

اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿١٣﴾
والوں قبروں (۱۳)

ع ۱۴ ۹ ۹

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو، اے پیغمبر! جب آئیں آپکے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور چوری نہ کریں اور نہ بدکاری کریں اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں اور نہ بہتان باندھ کر لائیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور کسی بھلے کام میں آپکی نافرمانی نہ کریں، آپ ان سے بیعت لے لیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۱۲) اے ایمان والو! مت دوستی کرو ان لوگوں سے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا، وہ امید توڑ چکے آخرت سے جیسے کافروں نے قبروں والوں سے امید توڑ دی۔(۱۳)

**لفظی تحقیق:** بَايِعْهُنَّ: بیعت لیں ان سے۔"بَايِعْ" امر کا صیغہ"مُبَايَعَةٌ" سے بنا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے پیغمبر یا آپ کے نائب کے سامنے شریعت پر پابند رہنے کا اقرار کرنا۔

## تفسیر

اوپر جو حکم بیان ہوئے ہیں ان میں سے کافروں کیساتھ بھی عدل وانصاف کرنے کی تاکید سمجھ میں آتی ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر مسلمان مفلس ہو اور اور کافر کا حق ادا نہ کر سکے تو بیت المال میں سے کافر کا حق ادا کیا جائے اس سے زیادہ اور کیا انصاف ہوگا؛ اس لئے ارشاد ہے کہ: اس قدر انصاف وہی کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے

ڈرتا ہو، تم اے مسلمانوں! اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اس لئے اس سے ڈرتے رہو اور دنیا میں انصاف قائم کرو، آگے ان عورتوں کی جانچ کا طریقہ بتایا گیا ہے جس سے ہجرت کرنے والیوں کا ایمان پرکھا جائیگا۔

ارشاد ہے کہ: جب ایمان والی عورتیں اے پیغمبر! آپکے پاس آئیں تو ان باتوں کا زبانی اقرار کرنے کیلئے تیار ہوں کہ ہم اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، بدکاری نہ کریں گی، اولاد کو قتل نہ کریں گی (جیسے کہ اسلام سے پہلے عار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ دفن کر کے قتل کر دیا جاتا تھا)، ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے کسی پر جھوٹا دعویٰ نہ کریں گی، جھوٹا الزام نہ لگائیں گی، جھوٹی قسمیں نہ کھائیں گی، کسی اور کی اولاد کو اپنی اولاد یا اپنے شوہر کی اولاد نہ بتائیں گی اور آپ شریعت کے مطابق جو حکم ہمیں دیں گے وہ اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی اور دل وجان سے آپ کے ہر حکم کو پورا کریں گی۔

پہلے ارشاد ہوا کہ: جب ہجرت کر کے ایمان والی عورتیں تمہارے پاس چلی آئیں تو ان کی جانچ کرلو، یہاں اس جانچ کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ اے پیغمبر! جب آپ کے سامنے ایمان والی عورتیں ان باتوں سے بچنے کا جن کا ذکر ہوا اقرار کرلیں اور زبان سے کہہ دیں کہ وہ شرک، چوری، زنا، اولاد کے قتل کرنے اور جھوٹے الزام لگانے سے بچیں گی اور شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے ان میں آپ کی فرمانبرداری کریں گی تو ان سے بیعت لے لو اور سمجھ لو کہ وہ مسلمان ہیں، ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ خطائیں بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اسکا خیال رکھو کہ جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے ان سے دوستی مت لگاؤ، یہ لوگ مرنے کے بعد جزا سزا کے قائل نہیں اور آخرت کی زندگی کو نہیں مانتے، انہیں امید نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندگی ملے گی، وہ تو ان لوگوں سے جو مر گئے دوبارہ ملنے کی امید توڑ چکے ہیں، ان کے نزدیک تو بس یہی دنیا ہے جو کچھ ہے، کہتے ہیں ہمیں جو کچھ کرنا ہے کرلیں مرنے کے بعد کچھ نہیں جو مرا وہ ہمیشہ کیلئے مر گیا۔

**قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ**: یہ آخرت سے اسی طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کافر لوگ قبروں میں جا پڑنے والوں سے مایوس ہو چکے ہیں، مطلب یہ کہ جس طرح

کافر مُردوں کی دوبارہ زندگی اور جزائے عمل سے مایوس ہیں کہ وہ نہ دوبارہ زندہ ہوں گے اور نہ ان کا حساب کتاب ہوگا، اسی طرح یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ خود بھی دوبارہ نہیں اٹھیں گے اور نہ کوئی عملوں کے بدلے کی منزل آئے گی۔

"صحیح بخاری" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بیعت کے متعلق فرمایا کہ: عورتوں کی یہ بیعت صرف گفتگو اور کلام کے ذریعہ ہوئی، مردوں کی بیعت میں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا دستور ہے عورتوں کی بیعت میں اس طرح نہیں کیا گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک نے کبھی کسی غیر محرم کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔

# سورۃُ الصَّف کا خلاصہ

اس سورت میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں اور یہ مدینہ میں غالباً صلح حدیبیہ کے قریب ٦ ھ میں اتری، اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا کام پسند ہے، ایک جگہ کچھ مسلمان جمع ہو کر اپنی بہتری کی بابت گفتگو کر رہے تھے، بات یہاں ٹھہری کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو کانسا کام پسند ہے تو ہم وہی کام دل وجان سے اختیار کرتے، اس موقع پر یہ آیتیں اتریں۔

ارشاد ہوا کہ: ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں کہ ہمیں کونسا کام پسند ہے، لیکن یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو زبان سے باتیں کرنا اور ڈینگیں مارنا اور کام کے وقت میں بیٹھ رہنا بالکل پسند نہیں، تمہیں چاہئے کہ جو زبان سے کہو وہ کر کے بھی دکھادو، اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت بیزار ہے کہ آدمی زبان سے تو کہے کہ میں یہ کروں گا وہ کروں گا لیکن کر کے کچھ نہ دکھائے۔

سنو! اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ تم ان لوگوں کے سامنے جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں لڑائی کرتے وقت اس طرح ڈٹ جاؤ کہ جیسے تم ایک دیوار ہو، جس میں سیسہ پلایا گیا ہے، جس میں نہ جھکاؤ ہے، نہ ٹیڑھ ہے، نہ سوراخ ہے، یعنی: ذرا سی بھی کمزوری نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہی عادت تھی کہ زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے تھے، کوئی جانے کہ

بڑے بہادر ہیں اور دشمن کے چھکے چھڑا دیں گے، لیکن جب لڑائی کا وقت آتا تو منہ پھیر کر چل دیتے، بلکہ بعض وقت موسیٰ علیہ السلام کو صاف جواب دیدیتے کہ یہ کام ہمارے بس کا نہیں تو جانے اور تیرا رب جانے، یہی کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کیا، جب انہوں نے کہا کہ دیکھو میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں، مجھ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کو سچا کہتا ہوں اور اپنے بعد پیغمبر کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں، یہ بھی ڈینگیں مارتے تھے کہ جب یہ آخری پیغمبر آئیں گے تو ہم ان کیساتھ ہو کر فسادیوں کو تباہ و برباد کر دیں گے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو جادو کا کھیل ہے اور صاف مکر گئے، یہ سب لوگ ظالم ہیں، مسلمانوں تمہارا دین سچا، تمہارے پیغمبر سچے، دیکھو اپنے عقیدے اور عمل دونوں انہی کی ہدایت کے مطابق درست کرلو، پھر دنیا میں تم ہی غالب رہو گے اور آخرت میں بھی سرخ رُو ہو گے اور انعام و اکرام سے نوازے جاؤ گے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو اور سے مناسب طریقہ سے پھیلاؤ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے محنت اور تکلیف اٹھا کر ان کا دین پھیلایا، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے۔

آیاتھا ۔ ۱۴ | سُوۡرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ | رکوعاتھا ۔ ۲

سورۃ الصف مدنی ہے۔ اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# ڈینگیں مت مارو

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الۡاَرۡضِ ۚ وَ هُوَ الۡعَزِيۡزُ

پاکی بیان کرتا ہے اللہ کی جو ہے میں آسمانوں اور جو ہے میں زمین اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

حکمت والا (۱) اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے (۲)

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

بڑی بُری بات ہے نزدیک اللہ کے کہ تم کہتے ہو جو نہیں کرتے (۳) تحقیق اللہ پسند کرتا ہے

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

ان لوگوں کو جولڑتے ہیں میں راستے اسکے صف باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی (۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔(۱) اے ایمان والو! وہ باتیں کیوں کہتے ہو جونہیں کرتے۔(۲) بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں کہ کہووہ چیز جونا کرو۔(۳) بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو اسکے راستے میں لڑتے ہیں قطار باندھ کر کہ گویا وہ دیواریں ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔(۴)

**لفظی تحقیق:** مَرْصُوْصٌ: سیسہ پلایا ہوا۔ اسم مفعول ہے "رَصٌّ" سے، اسکے معنی خوب ملاکر جوڑ دینے کے ہیں کہ بیچ میں جھری نہ رہے "صَاصٌّ" سیسہ کو کہتے ہیں کیونکہ اسکے اجزاء باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں، دیوار کے جوڑوں میں سیسہ پگھلا کر بھردینے سے دیوار خوب مضبوط ہوجاتی ہے ایسی دیوار کو مرصوص کہتے ہیں۔

## تفسیر

سورت کے شروع میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ صاف صاف ظاہر کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور وہ سب پر غالب ہے اور اسے ہر بات کی جڑ اور اصل معلوم ہے، اے ایمان والو! تم منہ سے ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ زبان سے تو بہت کچھ کہہ دو لیکن وقت پڑنے پر کچھ نہ کرو، یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ زبان سے بڑے

بڑے دعوے کرتے پھرتے ہیں کہ ہمیں موقعہ دیا جائے تو ہم یہ انتظام کریں اور یہ کام کریں لیکن جب موقعہ آتا ہے تو دُم دبا کر کھسک جاتے ہیں، وہ عموماً نکمے اور ناکارہ لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ یہ بات پسند فرماتے ہیں کہ اسکا حکم پورا کرنے کیلئے دشمن کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح بن جاؤ۔

اس سورۃ مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر ہم بعض صحابہ بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے، کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا عمل کونسا ہے تاکہ ہم اس پر عمل کر سکیں، فرماتے ہیں کہ ہم یہ مسئلہ پوچھنے کیلئے کسی شخص کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیج سکے، بعض روایات میں آتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان آدمیوں کو طلب فرمایا: اور پوچھا کیا تم نے یہ بات کی ہے، انہوں نے عرض کیا ہاں، پھر آپ نے یہ سورۃ ان کو سنادی جسکا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ: جب تک جہاد کا حکم نہیں اترا تھا، بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ اجازت ملے تو ہم دشمنوں کے خلاف جہاد کریں، پھر جب جہاد کی فرضیت کا حکم اترا تو بعض لوگوں نے کمزوریاں دکھائیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسکی سخت مذمت بیان فرمائی، چنانچہ یہاں سے بات کا ذکر ہو رہا ہے کہ اگر کوئی انسان دعویٰ کرے اور پھر اس پر پورا نہ اترے تو یہ بہت بُری بات ہے جو کہ قابل مذمت ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ

اور جب کہا موسیٰ نے سے قوم اپنی اے قوم میری! کیوں ستاتے ہو تم مجھے حالانکہ تمہیں معلوم ہے

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ

کہ میں پیغمبر ہوں اللہ کا طرف تمہاری پس جب ٹیڑھے ہو گئے ٹیڑھا کر دیا اللہ نے دلوں انکے کو اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

اللہ نہیں ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو نافرمان ہیں (۵)

**با محاورہ ترجمہ:۔** اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! مجھ کو کیوں ستاتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر آیا ہوں، پھر جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔ (۵)

**لفظی تحقیق:** زَاغُوْا: ٹیڑھے ہو گئے۔ ماضی کا صیغہ ہے (زی غ) کے معنی ٹیڑھے ہونے کے اور ٹیڑھے چلنے کے ہیں۔

## تفسیر

پہلے ارشاد ہوا کہ: مسلمان کو زیادہ باتیں بنانے والا نہیں زیادہ کام کرنے والا ہونا چاہئے، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتا، اسی بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کیلئے یہودیوں کا حال بیان کر کے اس کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ بولنے میں بہت دلیر اور کام کے وقت پیچھے ہٹ جانے والے لوگ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ تم مجھے اپنے طرزِ عمل سے دکھ پہنچا رہے ہو حالانکہ میری باتیں سُن کر تم جان چکے ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، تم جانتے بوجھتے ہو کر انجان بنے جاتے ہو اور ایسے کام کرتے ہو جن سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے، زبان سے تو تم بڑے فرمانبردار بنتے ہو لیکن جب میں تھوڑے دنوں کیلئے چلا گیا تو پیچھے سے بچھڑے کو پوجنے لگے اور عمالقہ سے لڑنے کا وقت آیا تو یہ کہا کہ اے موسیٰ! تو اور تیرا رب ان سے جا کر لڑو ہم تو یہاں سے سرکیں گے بھی نہیں۔

بنی اسرائیل جب ٹیڑھی چال چلے تو اس سے ان کے دل سخت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے مطابق وہ ٹیڑھے ہی ہوتے چلے گئے، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا کیونکہ وہ سیدھے ہونے

کے قابل ہی نہیں ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ سلوک

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اور جب کہا عیسیٰ بیٹے مریم کے نے اے بنی اسرائیل بیشک میں پیغمبر ہوں اللہ کا

اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ
طرف تمہاری سچا ماننے والا اسے جو سامنے ہے میرے سے تورات اور خوشخبری دینے والا ایک پیغمبر کی

یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا
کہ آئیگا بعد میرے نام اسکا ہے احمد پس جب آیا وہ پاس انکے نشانیاں لے کر بولے

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶﴾
یہ جادو ہے کھلا (۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جب کہا مریم کے بیٹے عیسیٰ نے اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں، سچا ماننے والا اس کا جو مجھ سے پہلے آئی تورات اور خوشخبری سنانے والا ایک پیغمبر کی جو آئیگا میرے بعد، اسکا نام احمد ہے، پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا کہنے لگے یہ کھلا جادو ہے۔(۶)

## تفسیر

یہودیوں کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کیساتھ سلوک بیان کرنے کے بعد اب ان کا سلوک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ بیان کیا جارہا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا، اے بنی اسرائیل! (یعقوبؑ) کی اولاد، میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اور تمہاری پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں، میں تورات کو سچا کہتا اور مانتا ہوں جو مجھ سے پہلے

موسیٰ علیہ السلام پر اتری اور ایک پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اور وہ پیغمبروں کے سلسلے کا آخری پیغمبر ہوگا، اسکا نام احمد ہوگا، جب وہ آئے تو اسکا کہنا ماننا اور اسکے قدم بہ قدم چلنا تمہارے حق میں بہتر ہوگا، لیکن جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو یہودیوں نے آپکی مخالفت کی، حالانکہ وہ اچھی طرح پہچان چکے تھے کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، یہ لوگ پہلے زبانی طور پر ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ جب یہ آخری پیغمبر آئیں گے تو ہم ان کیساتھ ہوکر دنیا سے فسادیوں کو ختم کردیں گے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد وہ اپنی زبان سے کہی ہوئی باتیں بھول گئے اور اپنی کتاب کا وہ حصہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر درج تھی جان بوجھ کر چھپادیا اور کہنے لگے کہ جو کچھ آپ کی باتوں کا اور علامتوں کا اثر ہے وہ کھلا ہوا جادو ہے۔

## کافر بڑے ظالم ہیں

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤی اِلَی

اور کون بڑھ کر ظالم ہے سے اس جو باندھے پر اللہ جھوٹ اور وہ بلایا جارہا ہے طرف

الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۷ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا

اسلام کی اور اللہ نہیں ہدایت کرتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں (۷) وہ چاہتے ہیں کہ بجھادیں

نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸

روشنی اللہ کی مونہوں اپنے سے اور اللہ پورا کرکے رہیگا روشنی اپنی اور چاہے برا مانئیں کافر لوگ (۸)

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَی

وہی ہے جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین سچے کے تا کہ غالب کرے پر اپنے

الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹ ع ۹

دین سارے اور اگرچہ ناپسند کریں مشرک لوگ (۹)

**بامحاورہ ترجمہ:-** اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اس کو مسلمان ہونے کیلئے بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(۷) (یہ کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی اپنے منہ سے پھونکوں کے ذریعہ بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہیں گے اگر چہ کافر لوگ بُرا مانیں۔(۸) وہی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے اگر چہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔(۹)

## تفسیر

اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ اسے اسکی بہتری کی طرف بلایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر جھکائے، بہر حال اللہ تعالیٰ کے ہاں قاعدہ مقرر ہے کہ وہ ظالموں اور بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں سجھاتا، انکی بیجا مخالفت کسی کام نہ آئے گی اور ان کا انجام بہت بُرا ہوگا، یہ بات سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی فارقلیط (احمد) ہیں جسکی خوشخبری انجیل میں موجود ہے، لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اسلام کی روشنی کو منہ سے باتیں بنا کر اور پھونک مار کر بجھادیں، سُن رکھو کہ یہ کبھی نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان کی مرضی کے خلاف اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے اور وہ اس دین کو دنیا کے سارے دینوں پر غلبہ دینے کا فیصلہ کر چکا ہے خواہ مشرکوں کو یہ بات ایک آنکھ نہ بھائے۔

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ: تا کہ اسے تمام دینوں کے مقابلے میں غالب کر دے اگر چہ شرک کرنے والے اسے ناپسند کرتے ہیں، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کی حالت بہت کمزور تھی اور تعداد بھی بالکل کم تھی، ایسی حالت میں اسلام کے غلبے کا دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے، پھر تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے دین حق کو بلندی عطاء فرمائی اور اس قدر فتوحات حاصل ہوئیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ہلا نہ سکی۔

# ایمان والوں کو ہدایت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں بتاؤں تمہیں ایک تجارت جو بچالے تمہیں سے

عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝١٠ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

عذاب دردناک (۱۰) تم ایمان لے آؤ اللہ پر اور پیغمبر اسکے پر اور لڑو میں راستے

اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے یہ سب سے اچھی بات ہے لئے تمہارے اگر ہو تم

تَعْلَمُوْنَ ۝١١ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

جانتے (۱۱) اللہ بخش دیگا لئے تمہارے گناہ تمہارے اور داخل کردیگا تمہیں ایسے باغوں میں بہتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ

جنکے نیچے نہریں اور گھروں پاکیزہ میں میں باغوں ہمیشہ رہنے کے یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٢

کامیابی بڑی (۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! میں کیا تمہیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے بچالے۔(۱۰) ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر اور لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ سے، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔(۱۱) بخش دے گا وہ تمہارے گناہ اور داخل کردے گا تمہیں باغوں میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں اور (داخل کریگا) پاکیزہ گھروں میں بسنے کے باغوں کے اندر، یہ ہے بڑی کامیابی۔(۱۲)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: جب تم اللہ تعالیٰ کو مان چکے تو اب ہم تمہیں تمہارے کام کی بابت بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکے پیغمبر کا دل سے یقین کرلو اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنے میں لگ جاؤ، اگر تم میں سمجھ ہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر کوئی بات نہیں، اسکی بدولت اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا، تمہیں نہروں والے باغوں میں داخل کردے گا اور تمہارے رہنے کیلئے اچھے اچھے صاف ستھرے مکان دے گا جو ہمیشہ بہار والے باغوں میں تمہارے رہنے کیلئے بنے ہوں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، اسلام کا خلاصہ یہی ہے جو ان دو آیتوں میں بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اسکے پیغمبر محمد ﷺ کو مانو اور پھر اس طریقہ پر کام کرنے میں لگ جاؤ جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی مثال

وَ اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ
اور دوسری بات کہ پسند کرتے ہو تم اسے مدد سے اللہ کی اور فتح عنقریب اور خوشخبری دے

الْمُؤْمِنِیْنَ ⑬ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ
ایمان والوں کو (۱۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو ہو جاؤ مددگار اللہ کے جیسے کہا

عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ
عیسیٰ بیٹے مریم کے نے سے ساتھیوں کون مددکرتا ہے میری راہ میں اللہ کی بولے

الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ
ساتھی ہم ہیں مددگار اللہ کے پس ایمان لایا ایک گروہ میں سے بنی

اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى
اسرائیل اور انکار کر بیٹھا ایک گروہ پس مدد کی ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے پر

ع ۲ ۵ ۱۰

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾
دشمنوں انکے پس ہوگئے وہ غالب رہنے والے (۱۴)

**بامحاورہ ترجمہ:** ایک اور چیز جسے تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ کی مدد اور جلدی فتح اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو، (۱۳) اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہو جاؤ جیسے مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اپنے ساتھیوں سے کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرے؟، ساتھیوں نے کہا! ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے مددگار اور بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایمان لایا اور ایک فرقہ کافر ہو گیا، پھر ہم نے ایمان والوں کو قوت دی انکے دشمنوں پر، پھر وہ غالب ہوئے۔ (۱۴)

**لفظی تحقیق:** اَلْحَوَارِيُّوْنَ: صاف دل، مخلص لوگ۔ یہ "حَوَارِیٌّ" کی جمع ہے جو اسم منسوب ہے "حَوَارِ" کی طرف، اسکا مادہ (ح ور) "حَوْرٌ"، یعنی: گورا چٹا ہونا، اسی سے "حُور" بنا ہے "حَوَارِیٌّ" دھوبی کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے دھوکر سفید کرتا ہے۔

## تفسیر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو جنہوں نے پہلے قبول کیا وہ دھوبی تھے، ہوسکتا ہے کہ گورے پن سے انکے دل کی صفائی اور خلوص کی طرف اشارہ ہے، ارشاد ہے کہ: ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا بدلہ دنیا میں عنقریب ملنے والا ہے جسے تم پسند کرتے ہو، وہ یہ کہ بہت جلد تمہیں تمہارے دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح نصیب ہوگی، اسکے بعد ارشاد ہے کہ: اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہہ دیا تھا اور بالاتفاق بول اٹھے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مددگار چاہتے ہیں جو آپ کے حمایتی ہوں، سو! ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، اسکے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ انکار کر بیٹھے، ہم نے

مؤمنوں کی مدد کی اور وہ اپنے مخالفوں پر غالب آ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواری بہت مشہور ہوئے ہیں، یہ بڑے مخلص لوگ تھے، آپ نے انہی کے ذریعہ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچایا، ان کو اسرائیلیوں کے پاس بھی بھیجا اور یونانیوں کے پاس بھی، حق بات سنانے کی سزا میں لوگ ان کو مارتے تھے حتیٰ کہ بعض کو قتل بھی کر دیا گیا، غرضیکہ ان لوگوں نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد بھی یہ لوگ تبلیغ کا کام کرتے رہے، تاہم بعد میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بڑی محنت کیساتھ دین کے کام کو آگے بڑھایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی وہی کام کیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کیا، بہرحال سمجھانا یہ مقصود ہے کہ فائدہ مند تجارت کیلئے پیغمبر کے حواری بننا ضروری ہے تاکہ دین کے پھیلانے کا کام جاری رہ سکے۔

فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ: پس بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر کیا، جو لوگ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو اس نے کفر کو اختیار کیا اور ایمان لانے والا وہی گروہ تھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اسکا پیغمبر مانا اور یہ عقیدہ اختیار کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں یعنی اسکے کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں جنہیں اس نے فرشتے کے ذریعے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے گریبان میں پھونکا تو حمل قرار پایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت سے بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔

## عیسائیوں کے تین فرقے

فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ: بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھالیا تو عیسائیوں میں تین فرقے ہو گئے، ایک فرقہ نے کہا کہ وہ

خود خدا ہی تھے جو آسمان میں چلے گئے، دوسرے فرقہ نے کہا وہ خدا تو نہیں بلکہ خدا کے بیٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور دشمنوں پر غلبہ عطاء فرمایا، تیسرے فرقہ نے وہ بات کہی جو صحیح اور حق ہے کہ وہ نہ تو خدا تھے، نہ خدا کے بیٹے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اسکے پیغمبر تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے حفاظت کیلئے اٹھالیا، یہ لوگ صحیح مؤمن تھے، تینوں فرقوں کی آپس میں لڑائیاں ہوتی رہیں، اتفاق سے دونوں کافر فرقے مؤمنین پر غالب آگئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنہوں نے اس مؤمن فرقہ کی تائید کی، اس طرح وہ مؤمن فرقہ ان کافروں پر غالب آ گیا۔

# سورۃ الجمعہ کا خلاصہ

اس سورت کی گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، یہ سورۃ مدینہ میں اتری، اس سورت میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے ہر ایک کی قوت محدود ہے اور اپنی حد سے آگے بالکل کام نہیں کر سکتی، اسے کسی نہ کسی موقع پر اپنی لاچاری کا احساس ہوتا ہے، ایک فقط اللہ تعالیٰ ہے جسکی قوت اور طاقت کی کوئی حد نہیں، اسکا حکم ہر وقت ہر ایک پر چلتا ہے اسی لئے ہر چیز اسکی فرمانبردار ہے اور حقیقت میں اصلی حکومت اور بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، وہ ہر عیب سے پاک وصاف ہے، سب سے زبردست وہی ہے کوئی اسکے آگے چوں بھی نہیں کر سکتا، اسکا ہر کام حکمت اور دانائی سے بھرپور ہوتا ہے، دیکھو! اس نے انسان کو ہدایت دینے کا کیسا بہترین انتظام کیا، اس نے پہلے عرب کے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جس نے باوجود پڑھے لکھے نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیتیں انہیں پڑھ پڑھ کر سنائیں، ان کو تہذیب اور دانشمندی کی باتیں سکھائیں، بڑے بڑے داناؤں نے اقرار کیا کہ اس سے بڑھ کر دانائی کی باتیں نہیں ہو سکتیں، یہ اسکا فضل تھا کہ اس نے عرب کو ان باتوں سے فائدہ حاصل کرنے کا سب سے پہلا موقعہ دیا اور پھر ان کے ذریعہ دنیا بھر کے انسانوں کو وہ دانائی کی باتیں پہنچا دیں جن سے لوگ قیامت تک فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

پھر ارشاد ہے کہ: مسلمانوں کو ایسا نہ کرنا چاہئے کہ قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم سے غافل ہو جائیں اور دنیا کے عارضی نفع حاصل کرنے میں لگ جائیں، ورنہ پھر ان کی وہی مثال ہوگی جو یہودیوں کی ہوئی کہ گدھے کی طرح کتابوں کا بوجھ پیٹھ پر لادے پھرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان میں کیا ہے، فقط چرنے اور پیٹ بھرنے سے کام رکھتے ہیں۔

اسکے بعد ارشاد ہے کہ: ایمان والوں کو چاہئے کہ جمعہ کی اذان سنتے ہی جمعہ کیلئے جانے کی کوشش کریں اور غور سے خطبہ سنیں اور نماز پڑھیں، اس وقت لین دین، خرید وفروخت سب چھوڑ دیں، دھیان سے جی لگا کر نماز ادا کریں۔

نماز کے بعد اپنے اپنے کاروبار میں لگ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں اور ہر وقت اسکی یاد دل میں رکھیں، یہ مت سمجھو کہ نماز میں مشغول ہوں گے تو کمائی میں خلل واقع ہوگا، رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہی سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

آیاتھا۔ ۱۱ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتھا۔ ۲

سورۃ الجمعہ مدنی ہے۔ اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں۔

# اللہ تعالیٰ کی تسبیح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ

تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو ہے میں آسمانوں اور جو ہے میں زمین بادشاہ سب عیبوں سے پاک

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

زبردست حکمت والا (۱) وہی ہے جس نے بھیجا ہے میں ان پڑھ لوگوں ایک پیغمبر انہی میں سے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
پڑھتا ہے سامنے انکے آیتیں اسکی اور پاک صاف کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب اور دانائی

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۟﴿۲﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا
اور تحقیق تھے وہ سے پہلے اس البتہ میں گمراہی کھلی (۲) اور دوسروں کیلئے بھی انہی میں سے کہ اب تک

يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾
نہیں ملے وہ ان سے اور وہ ہے زبردست دانا (۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، بادشاہت صرف سب عیبوں سے پاک، زبردست حکمت والے کی ہے۔(۱) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیجا ان پر، اسکی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور سکھلاتا ہے انہیں کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔(۲) پیغمبر کو انہی میں سے ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی بھیجا جو ابھی ان میں نہیں ملے، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔(۳)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ہر چیز جو آسمان میں ہے اور زمین میں ہے اسی کی تسبیح کرتی ہے، اس نے ایسے لوگوں میں جو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں جانتے اور کھلم کھلا گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے ایک پیغمبر انہی میں سے بھیجا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کی عادتیں درست کرتا ہے اور ان کا چال چلن سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے اور اسی پیغمبر کو دوسرے لوگوں کیلئے بھی پیغمبر مقرر کیا جو ان میں ابھی شامل نہیں ہوئے اور جو ان کے بعد آنے والے ہیں، وہی اللہ زبردست حکمت والا ہے، ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ سارے انسانوں کیلئے جو ان کے زمانے میں تھے اور یا ان کے بعد آئیں گے پیغمبر ہیں۔

اسکی مہربانی اور حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ وہی ذات ہے جس نے بھیجا اُمیوں میں ایک پیغمبر انہی میں سے، امیین سے مراد عرب کے لوگ ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور پڑھے لکھے نہ ہونے کی وجہ سے اُمّی کہلاتے تھے، ان میں دو تین فیصد سے زیادہ پڑھے لکھے لوگ نہیں تھے، اسماعیل کی اولاد سینکڑوں، ہزاروں شاخوں میں بٹ کر پورے عرب، حتیٰ کہ ایران، خراسان اور دوسرے دور دراز علاقوں تک پھیل گئی، اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ اس نے اپنا آخری پیغمبر انہی میں سے بھیجا، حالانکہ اِرد گرد کے ملک ایران، روم، شام اور مصر وغیرہ میں پڑھے لکھے لوگ موجود تھے اور انکے اپنے دفتری نظام تھے، ان کے ہاں کتابیں بھی تھیں اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری تھا، اِدھر عربوں میں نہ کوئی سکول، نہ کالج، نہ مدرسہ، کوئی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا، سب چیزیں زبانی یاد رکھی جاتی تھیں۔

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: اور بیشک وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، جب ان کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تو عرب کے ننانوے فیصد لوگ کفر اور شرک میں ڈوبے ہوئے تھے، باقی دنیا پر بھی اندھیرا ہی چھایا ہوا تھا اور پاکیزہ عقیدے والا کوئی اکا دکا آدمی ہی ملتا تھا، عرب کی حالت یہ تھی کہ اصل ملّت ابراہیمی سے بہک چکے تھے اور کفر و شرک کا نام ملت ابراہیمی رکھ لیا تھا، اخلاقی طور پر جنگ اور شراب نوشی ان میں عام تھی، البتہ ان میں بعض خوبیاں بھی تھیں، وہ بڑے بہادر، وفادار اور انتہائی ذہین لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو بھیجنے کیلئے عرب کی زمین کو چُنا جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی بلکہ زمین کا درمیانی حصہ ہے۔

وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: اور اللہ تعالیٰ کا یہ آخری پیغمبر ان لوگوں کیلئے بھی پیغمبر ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہیں ملے، اس سے مراد عجمی لوگ ہیں جنکی ملاقات عربوں سے نہیں ہوئی، گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم سب کیلئے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔

لَمْ يَلْحَقُوْا: کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو فضیلت اور عمل کے اعتبار سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے نہیں ملے، مطلب یہ کہ اگرچہ عجمی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد آنے والے لوگ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت کے برابر نہیں ہوں گے، مگر پیغمبر کا بھیجنا ان کی طرف بھی ویسا ہی ہے جیسے عربوں اور بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف ہے، تاریخ گواہ ہے کہ عجمیوں نے بھی دین کی بہت خدمت کی ہے اور دنیا میں شہرت حاصل کی ہے، اسی محنت کی وجہ سے ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی سرخ رُو ہوئے ہیں، اسی لئے شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حق تعالیٰ نے اوّل عربوں کو پیدا کیا، جنہوں نے اس دین کو تھام لیا اور پھر انکے بعد عجم میں ایسے لوگ اٹھے جنہوں نے دین کو پھیلانے کا حق ادا کر دیا۔

آخرین کے لفظی معنیٰ دوسرے لوگ "لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کے معنیٰ جو ابھی تک ان لوگوں یعنی اُمیین کیساتھ نہیں ملے، مراد ان سے وہ تمام مسلمان ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے، کما روی من ابن زید و مجاهد و غیرهما۔

## یہودیوں کی طرح مت بنو

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے وہ اسے جسے چاہے اور اللہ والا فضل

الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا
بڑا (۴) مثال ان لوگوں کی جن پر لادی گئی تورات پھر نہ اٹھایا انہوں نے اسے

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
وہ مثل گدھے کے ہیں جو اٹھائے پیٹھ پر کتابیں بڑی بری مثال انکی جنہوں نے

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ
جھوٹا کہا آیتوں کو اللہ کی اور اللہ نہیں ہدایت دیتا لوگوں ظالم کو (۵) کہہ دے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ
اے وہ لوگو جو یہودی ہوگئے ہو اگر گمان کرتے ہو تم کہ تم دوست ہو اللہ کے سوا

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

سب لوگوں کے پس تمنا کرو موت کی اگر ہو تم سچے (۶)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔(۴) مثال ان لوگوں کی جن سے تورات اٹھوائی گئی تھی، پھر انہوں نے اس کو نہیں اٹھایا، (یعنی: عمل نہیں کیا) ان لوگوں کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو اپنی پیٹھ پر کتابیں اٹھاتا ہے، بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔(۵) آپ کہہ دیں اے یہودی ہونے والو! اگر تمہیں دعوٰی ہے کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو تو مرنے کی آرزو کرو تا کہ مرنے کے بعد سیدھے جنت میں چلے جاؤ، اگر تم سچے ہو۔(۶)

## تفسیر

اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جس کو چاہے اپنا فضل عطاء کرے، دیکھو اس نے کتنا بڑا احسان کیا کہ رہتی دنیا تک تمام انسانوں کی ہدایت کا حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ پورا پورا بندوبست کر دیا، اگر لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو وہ یقیناً اس گدھے کی طرح ہیں جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں لیکن وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، دیکھو! یہودیوں نے یہی کیا کہ ان پر تورات پر عمل کرنے کی ذمہ داری ڈالی گئی لیکن انہوں نے اسکی پرواہ نہ کی، نہ اسکے حکموں پر چلے اور نہ اسکی حفاظت کی، ظالموں کو بری چیزوں سے ہی تشبیہ دی جا سکتی ہے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا، باوجود اس قدر غفلت کے یہودی دعوٰی کرتے ہیں کہ انسانوں میں سے انکے سوا اللہ تعالیٰ کا کوئی پیارا نہیں، اے پیغمبر آپ ان سے کہہ دو اگر یہی بات ہے تو مر جانے کی آرزو کرو تا کہ سیدھے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤ اگر تم سچے ہو، ظاہر ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد ہی جنت میں جا سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے پیارے ہو تو موت کی تمنا کرو۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ: مثال ان لوگوں کی جن پر تورات کا بوجھ ڈالا گیا، اس سے مراد

یہودی ہیں، یہ کتاب ان کی خواہش پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو دی گئی تھی، فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے قانون کی کوئی کتاب ہونی چاہئے جس پر ہم عمل کرسکیں، چنانچہ انہوں نے کوہِ طور پر چالیس دن تک اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے تورات جیسی عظیم الشان کتاب عطاء فرمائی اور ساتھ ہی حکم دیا اس کو مضبوطی سے پکڑلو، گویا تم اس کتاب کے محافظ ہو اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اسکو یاد کرو اور اسکے مطابق عمل کرو (سورۃ البقرہ، آیت ٦٣)، ان لوگوں پر "تورات" کا بوجھ ڈالنے کا مطلب یہی ہے کہ یہودیوں کو اسکی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھی مگر اہل کتاب نے اس کی قدر نہ کی۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا: ان کی مثال اس گدھے کی ہے جو کتابوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، جس طرح گدھا کتابیں اٹھانے سے عالم فاضل نہیں بن جاتا، اسی طرح وہ انسان بھی اس گدھے کی مانند ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے مگر وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، نہ ان کی فکر کتاب کے مطابق ہے، نہ اخلاق اور نہ عمل، ان کی حیثیت تو گدھے پر کتابیں لادنے سے زیادہ نہیں ہے۔

## وہ تو قیامت سے بھاگتے ہیں

وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

اور نہ چاہینگے وہ موت کبھی بوجہ اسکے کہ پہلے بھیج چکے ہاتھ انکے اور اللہ خوب جانتا ہے

بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

ظلم کرنے والوں کو (۷) کہہ دے بیشک وہ موت کہ بھاگتے ہو تم سے اس پس بیشک

مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ

وہ ملنے والی ہے تم سے پھر لوٹائے جاؤ گے تم طرف جاننے والے چھپے اور کھلے کے پس بتلادیگا وہ تمہیں

عٌ ۸ ۱۱ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨﴾

وہ جو تھے تم کرتے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور اپنی موت کی تمنا ہرگز نہیں کریں گے ان بدعملیوں کی وجہ سے جو یہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔(۷) آپ کہہ دیں! وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو بیشک وہ تمہیں آملے گی، پھر تم لوٹائے جاؤ گے اس اللہ تعالیٰ کی طرف جو ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، پھر وہ تم کو بتلادے گا جو تم کرتے تھے۔(۸)

## تفسیر

آگے ارشاد ہے کہ: ان کی حالت تو یہ ہے کہ دنیا کی خاطر دین کو ہمیشہ پیٹھ پیچھے پھینکتے رہے ہیں، انہوں نے ہمیشہ وہی کیا ہے جو" تورات" کے حکموں کے بالکل خلاف تھا، انہوں نے وہ کام ہی نہیں کئے جن کی بدولت آخرت میں ان کا بھلا ہو، پھر یہ دنیا کو چھوڑ کر جانے کی تمنا کس بات پر کریں، یہ ہمیشہ ظلم وستم اور بے انصافی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اچھی طرح جاننے والا ہے، آپ ان سے کہہ دیں کہ! جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو آکر رہے گی اور تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو ہر چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے، وہ تمہیں بتلادے گا جو عمل تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

## مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب پکارا جائے لئے نماز کے سے دن جمعہ کے

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

پس دوڑو طرف ذکر اللہ کے اور چھوڑ دو خرید وفروخت یہ بہتر ہے لئے تمہارے اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَ

ہوتم جانتے (۹) پس جب پوری ہوچکے نماز تو پھیل جاؤ میں زمین اور

ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝١٠

تلاش کرو کچھ فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت زیادہ تاکہ تم کامیابی پاؤ (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:** اے ایمان والو! جب جمعہ کے نماز کی اذان ہو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبہ اور نماز) کی طرف چلنے کی کوشش کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تمہیں سمجھ ہے۔ (۹) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل ڈھونڈو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (۱۰)

**لفظی تحقیق:** اِنْتَشِرُوْا: اِدھر اُدھر چلے جاؤ۔ اس سے مراد ہے اٹھ کر اپنے کام میں لگو۔

## تفسیر

یہ بتا کر کہ یہودیوں نے "تورات" کے حکموں پر عمل نہیں کیا، مسلمانوں کو ارشاد ہوتا ہے کہ: تم قرآن مجید کے حکموں پر عمل کرو، یہودیوں کیلئے ہفتہ کا دن صرف عبادت کیلئے مقرر تھا اور وہ اس سارے دن کوئی اور کام نہ کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے اسکی پرواہ نہ کی اور ہفتہ ہی کا دن شکار کیلئے مقرر کر لیا، تمہارے لئے جمعہ کا دن اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے کا مقرر کیا جاتا ہے، تم اس دن ایسا کرو کہ جب جمعہ کی نماز کیلئے اذان دیدی جائے تو کاروبار چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو اور مسجد میں حاضر ہو کر خطبہ سنو اور نماز ادا کرو اسی میں تمہاری بہتری ہے، اور سمجھ سے کام لوگے تو اس بات کو سمجھ جاؤ گے، پھر جب نماز پوری ہو چکے تو تمہیں اجازت ہے کہ اٹھ کر مسجد کے باہر جاؤ اور اپنے اپنے کمائی کے دھندوں میں لگو، لیکن اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت کرتے رہو اور دنیا کے مشغلوں میں پھنس کر اسے کبھی نہ بھولو، اسی میں تمہاری نجات اور کامیابی ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

جمعہ کے دن ایک ایسی مبارک گھڑی آتی ہے کہ اس دوران ایماندار آدمی جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے، "مسلم شریف" کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھڑی امام کے ممبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک کے وقفہ میں ہوتی ہے۔

جو شخص جمعہ کے دن "سورۃ کہف" کی تلاوت کرتا ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ دس دن تک روشنی پیدا کردیتا ہے، بعض دوسری روایتوں میں آتا ہے کہ: زمین سے آسمان تک روشنی پیدا کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں دجال کے فتنہ سے حفاظت کا سامان پیدا کردے گا، اگر پوری "سورۃ کہف" کی تلاوت نہ کرسکے تو اسکی پہلی اور آخری دس دس آیتیں ہی پڑھ لے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پہلی دس آیتیں یا کم از کم تین آیتیں ہی تلاوت کرلے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی مختلف درجے عطاء فرمائے گا، بہر حال اس تلاوت کی فضیلت کا تعلق جمعہ کے دن سے ہے۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے اور پیغمبر ﷺ نے اسکی بڑی تاکید فرمائی ہے، درود تو ہر دن اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کا سبب ہے مگر جمعہ کے دن اسکی خاص فضیلت ہے۔

جمعہ کی نماز کیلئے جلدی آنے کی بھی پیغمبر ﷺ نے بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے: جو شخص جمعہ کیلئے سب سے پہلے مسجد میں آتا ہے تو فرشتے اس کیلئے اونٹ صدقہ کرنے کے برابر ثواب لکھ لیتے ہیں، اسکے بعد دوسرے نمبر پر آنے والے کیلئے گائے صدقہ کرنے کا ثواب، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ مرغی اور انڈے تک کی فضیلت رہ جاتی ہے، حتیٰ کہ جب امام خطبہ شروع کردیتا ہے تو فرشتے نام لکھنا بند کردیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جمعہ کا خطبہ مکمل خاموشی کیساتھ سننا چاہئے، اگر کوئی شخص کسی دوسرے کلام کرنے والے شخص کو بول کر کہتا ہے کہ خاموش رہو تو اس کو بھی جمعہ کی نماز کا مخصوص اجر وثواب حاصل نہیں ہوگا، لہٰذا خطبہ کے دوران مکمل خاموشی لازمی ہے۔

**فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰهِ**: فرمایا: جمعہ کے دن جب نماز کیلئے اذان کہی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑو، امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: یہاں پر دوڑنے سے مراد بھاگ کر جانا نہیں،

بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے کوشش کرنا مراد ہے، نماز کیلئے دوڑ کر جانا تو ویسے ہی مکروہ ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جب نماز کیلئے جاؤ تو نہایت سکون اور اطمینان کیساتھ چل کر جاؤ، اسی طرح نماز کا جتنا حصہ جماعت کیساتھ مل جائے ادا کرو اور جو رہ جائے اسے بعد میں پڑھ لو" فَاسْعَوْا " سے مراد کوشش کرنا ہے، وضو کرنا، کپڑے بدلنا، سواری کا انتظام کرنا یا نماز سے متعلقہ دوسرے کام کرنا بھی ہے۔

وَ ذَرُوا الْبَيْعَ: فرمایا: اذان ہونے پر جمعہ کا اہتمام کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو، مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ: اس سے صرف خرید و فروخت کا چھوڑ دینا مقصود نہیں بلکہ نماز کی تیاری کے علاوہ تمام کاموں کا چھوڑ دینا مقصد ہے، جو جمعہ کی طرف جانے میں رکاوٹ بنے۔

یہودیوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ ہفتے والے دن وہ سوائے عبادت کے اور کوئی کام نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ ان کے چولھے بھی ٹھنڈے پڑے رہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے یہ آسانی پیدا فرمادی ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر وہ اپنے کام پر جاسکتے ہیں، البتہ جمعہ کی اذان سے لے کر نماز ختم ہونے تک کاروبار بند رکھنے کا حکم ہے۔

## جمعہ کے آداب

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ

اور جب دیکھیں تجارت یا کھیل تماشہ تو اٹھ کر چل دیں طرف اسکی اور چھوڑ دیں آپ کو کھڑا

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ

کہہ دے جو پاس ہے اللہ کے بہتر ہے سے کھیل اور سے تجارت اور اللہ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾

سب سے اچھا رزق دینے والا ہے (۱۱)

ع ۲ / ۱۲

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب دیکھیں تجارت یا کچھ تماشہ تو اس کی طرف ٹوٹ پڑیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جائیں، آپ کہہ دیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر روزی دینے والا ہے۔(۱۱)

# تفسیر

اس آیت میں حکم ہے کہ اذان کے بعد خطبہ اور نماز سے فارغ ہونے تک سب کام چھوڑ دو، بعض لوگوں نے شروع میں ایک دفعہ ایسا کیا کہ آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، اسی وقت ایک قافلہ غلّہ لے کر مدینہ پہنچا اور چونکہ شہر میں غلّہ کا قحط تھا؛ اس لئے بعض لوگ خطبہ میں سے اٹھ کر قافلہ کی دھوم دھام دیکھنے اور اس سے غلّہ لینے کیلئے دوڑے، اس طرزِ عمل سے اس آیت میں روکا گیا ہے، ارشاد ہے کہ: جو لوگ آپ کو خطبہ دیتے وقت چھوڑ کر خرید و فروخت کرنے اور تماشہ دیکھنے کیلئے اٹھ گئے وہ غلط راستہ پر چلے، ان سے کہو کہ رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، خطبہ چھوڑ کر چل دینا اس لئے کہ کہیں قافلہ کا غلّہ ختم نہ ہوجائے اور ہم نہ خرید سکیں تو کھائیں گے کہاں سے، غلط بات ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس ان چیزوں سے کہیں زیادہ اچھی چیزیں ہیں، وہ انہی کیلئے ہیں جو اسکے حکم پر پورے طور پر چلتے ہیں۔

اس سورت میں سکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم سے فائدہ اٹھاؤ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودیوں کی طرح دین کو چھوڑ بیٹھو اور سوا نام کے اسلام کے تمہارے اندر کچھ باقی نہ رہے، اگر ایسا ہوا تو تم دنیا اور آخرت دونوں کی خیر و برکت سے محروم ہوجاؤ گے۔

**قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ**: اے پیغمبر! آپ ان خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والوں سے کہہ دیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ تجارت اور کھیل کود سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے، ظاہر ہے وعظ و نصیحت سننے، ذکر و اذکار کرنے اور نمازِ جمعہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو اجر ملے گا اسکے سامنے اس دنیا کی تجارت یا لہو و لعب کی کوئی حیثیت نہیں، لوگ اناج لینے کیلئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے حالانکہ رزق تو ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر کر رکھا ہے جو اسے مل کر رہے گا،

اس کیلئے نماز کو ترک کر دینا کسی طور مناسب نہیں ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: دنیا کو اچھے طریقے سے طلب کرو کیونکہ ہر ایک کو اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کیلئے مقدر ہو چکا ہے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے "المبسوط" میں روایت بیان کی ہے کہ طلب تو ضروری ہے لیکن ایسے موقع پر نہیں کہ آدمی خطبہ اور نماز چھوڑ کر روزی کے پیچھے بھاگ جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ: زمین کے کونے کونے سے روزی تلاش کرو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "سورۃ جمعہ" اور "سورۃ منافقین" پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، اسی طرح "سورۃ الاعلیٰ" اور "سورۃ الغاشیہ" کا ذکر بھی آتا ہے کہ اکثر جمعہ کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔

# سورۃ المنافقون کا خلاصہ

یہ سورۃ ۴ھ میں مدینہ میں اتری، اسکی گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، اس سال منافقوں نے زبان درازی پر کمر باندھی تھی، یہ سال احد کی جنگ ۳ھ اور احزاب کی جنگ ۵ھ کے درمیان تھا، منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبَی ابھی اس خیال میں تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال کر وہاں کا سردار بن بیٹھے، مسلمانوں سے بظاہر تو اچھی طرح ملتا تھا لیکن چپکے چپکے لوگوں کو اکساتا رہتا تھا کہ انہیں پریشان کریں تاکہ وہ مدینہ سے نکل جائیں اور میدان اسکے ہاتھ آجائے۔

اس سورۃ میں منافقوں کی حقیقت کھول کر رکھ دی گئی ہے کہ یہ منافق لوگ دنیا میں دولت، عزت اور اپنے حمایتی پیدا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، تم ان چیزوں سے دل نہ لگاؤ کیونکہ جس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا وہ کہیں کا نہ رہا، تھوڑے دن میں وہ مر جائیگا اور دنیا کی چیزیں یہیں چھوڑ جائیگا اور آخرت میں پچھتائے گا کہ افسوس میں نے دنیا میں یہاں کیلئے کچھ نہ کیا جو آج کام آتا، وہ کہے گا کہ کاش دنیا میں اسے کسی طرح پھر جانا مل جائے تو

آخرت کیلئے بہت سا سامان اکٹھا کرلے لیکن یہ اسکی تمنا بیکار ہوگی کیونکہ موت کے بعد دنیا میں پھر آنا نہیں ہوگا۔

اس سورت میں منافقوں کی بابت کہا گیا ہے کہ منہ پر تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن دل میں اسکا انکار کرتے ہیں، یہ لوگ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں، جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان سے کام چل جائیگا اور لوگ انہیں سچا سمجھ کر ان کی بات مان لیں گے، یہ لوگ بزدل اور ڈرپوک ہیں، ذرا سے کھٹکے سے انکا دَم نکل جاتا ہے کہ اب ہم پر کوئی آفت آئی، ان کے بدن تو صحت مند ہیں لیکن دل بہت کمزور ہے، اس پر بھی شیخیاں مارتے پھرتے ہیں کہ ہمارے برابر کوئی نہیں، ہمیں کیا غرض پڑی ہے کہ ہم محمد کو اپنا سردار مانیں، یہی منافق تو ہیں جن کا سردار کہتا پھرتا ہے کہ ان مہاجروں کو مالی امداد مت دو بلکہ یہ پریشان ہوکر خود ہی بھاگ جائیں گے، اس نے ایک سفر میں کہا کہ اب کے مدینہ پہنچتے ہی ہم سارے معزز لوگ ان ذلیل اور پست مسلمانوں کو باہر نکال دینگے۔

یہ صرف بکواس ہے، مال ودولت سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور عزت اور ذلت سب اسی کے قبضہ میں ہے وہ جسے چاہے دے، مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو مت بھولو اسی سے بیڑا پار ہوگا۔

اٰیاتھا ۱۱ — سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ — رکوعاتھا ۲

سورۃ المنافقون مدنی ہے۔ اس میں گیارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# منافق جھوٹے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ

جب آتے ہیں پاس آپکے منافق کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ پیغمبر ہیں اللہ کے اور اللہ

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾

جانتا ہے کہ بیشک آپ پیغمبر ہیں اسکے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق لوگ البتہ جھوٹے ہیں (۱)

وقف لازم

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ
بنایا ہے انہوں نے قسموں اپنی کو ڈھال پس روکتے ہیں سے راستہ اللہ کے تحقیق وہ لوگ برے ہیں

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى
جو ہیں وہ کرتے (۲) یہ اس وجہ سے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کر گئے پس مُہر لگ گئی پر

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞
دلوں انکے پس وہ نہیں سمجھتے (۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جب منافق آپکے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپ اسکے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ (۱) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں، بُرے کام ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (۲) یہ اس لئے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ان کے دلوں پر مُہر لگ گئی سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے۔ (۳)

# شانِ نزول

"بخاری شریف، ترمذی شریف" اور بعض دوسری کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بنی مصطلق کے خلاف جہاد کے سلسلے میں مدینے سے باہر سفر پر تھے، راستے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان پانی کے معاملہ پر اختلاف پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں مہاجر نے انصاری بھائی کو زخمی کر دیا، چنانچہ انصاری نے مدد کیلئے انصار کو پکارا تو مہاجر نے مہاجرین کو بلا لیا، زخمی آدمی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے خاندان کا آدمی تھا، اس نے اس واقعہ کو خوب اچھالا اور مہاجرین کے متعلق کہا کہ ہم واپس مدینہ پہنچ کر ان ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دیں گے، یہ باتیں ایک کم عمر صحابی زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سُن لیں اور اپنے چچا کے سامنے بیان کر دیں، چچا نے یہ باتیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیں، آپ نے عبداللہ بن اُبی کو بلایا اور اس واقعہ کے

بارے میں پوچھا مگر وہ صاف مکر گیا کہ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی قسموں پر اعتبار کرتے ہوئے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو سخت سُست کہا کیونکہ وہ اپنی بات ثابت نہیں کر سکے تھے، ان کے چچا نے بھی ملامت کی کہ تم نے ایسی بات کر کے ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی باتیں اپنے کانوں سے سُنی تھیں مگر ثابت نہ کر سکنے کی بناء پر سخت پریشان ہوا، بیان کرتے ہیں کہ سفر کے دوران رات کے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو میرا کان مروڑا اور مسکرائے اور پھر آگے چل دیئے، پیچھے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ سے کیا بات کی ہے، میں نے کہا بات تو کچھ نہیں کی البتہ میر کان مروڑا ہے اور مسکرا کر آگے نکل گئے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زید تمہیں خوشخبری ہو، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی گزر ہوا تو انہوں نے بھی مجھ سے وہی سوال کیا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور میں نے ان کو بھی وہی جواب دیا، پھر انہوں نے بھی مجھے خوشخبری دی، اسکے بعد صبح کے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس بلا کر فرمایا: زید! اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی ثابت کرنے کیلئے قرآن مجید میں سورۃ اتاری ہے، پھر آپ نے یہ سورۃ مجھے پڑھ کر سنائی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کان کو ہاتھ لگایا تھا اور مسکرائے تھے تو اس وقت مجھے اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ اس کے مقابلے میں ساری دنیا بھی کچھ نہیں ہے۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ منافق لوگ جن کی زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے، جب اے محمد! آپ کے پاس آتے ہیں تو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم آپ کو دل سے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانتے ہیں، بات تو یہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ وہ دل سے آپکو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مانتے ہیں اور یہی ہیں جھوٹے۔

جھوٹ بولنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، یہ تو غرض کے بندے ہیں، مسلمانوں سے جان بچانے کیلئے فوراً قسمیں کھالیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، پھر جب موقعہ ملتا ہے تو دوسروں سے یہ مسلمانوں کی برائیاں کر کے انہیں مسلمان ہونے سے روکتے ہیں، ان کی زبان پر ایمان اور دل میں کفر ہے، اسی وجہ سے انکی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔

شریعت میں بعض اصطلاحات (کوڈ ورڈز) ہیں جو کسی شخص کے عقیدے پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً: کفر کا معنیٰ انکار کرنا ہے اور کافر وہ شخص کہلاتا ہے جو خدا تعالیٰ کی توحید، رسالت، آسمانی کتابوں، فرشتوں اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اور جو شخص ان چیزوں کا اقرار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی ذات یا اسکی صفات میں کسی کو شریک ٹھہراتا ہے تو وہ مشرک کہلاتا ہے، پھر جو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر اس کا غلط مطلب لیتا ہے جیسا کہ موجودہ زمانے کا پرویز، ایسا شخص ملحد کہلاتا ہے اور الحاد کفر کی بدترین قسم ہے، جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کر لے یا دہریہ بن جائے اسے مرتد کہتے ہیں، فاسق کا اطلاق دو قسم کے آدمیوں پر ہوتا ہے جو کفر میں حد سے بڑھ جائے یا جو دل سے مانتے ہوئے اس پر عمل نہ کرے۔

اسی طرح منافق بھی ایک اصطلاح ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں، یعنی: اعتقادی منافق اور عملی منافق، جن منافقوں کا ذکر اس سورۃ میں آرہا ہے یا دوسری سورتوں میں ہوا ہے وہ منافقوں کی اعتقادی قسم ہے، قرآن مجید اترنے کے زمانہ میں زیادہ تر اعتقادی منافق تھے، جنہوں نے دل سے تو اسلام کو قبول نہ کیا، بلکہ اپنی غرض اور مسلمانوں کی طرف سے کسی ممکنہ نقصان سے بچنے کیلئے ایسے لوگ زبان سے کلمہ پڑھ لیتے تھے جو بظاہر نمازیں بھی پڑھتے تھے اور نا چاہتے ہوئے جہاد میں بھی شریک ہوتے تھے مگر ایمان ان کے دلوں میں نہیں اترا تھا لہٰذا وہ منافق کہلاتے تھے۔

یہ تو اعتقادی منافق تھے، ان کی دوسری قسم عملی منافقوں کی ہے، یہ ایمان تو رکھتے ہیں، دل سے توحید، رسالت اور قیامت کی تصدیق بھی کرتے ہیں مگر عمل اسکے خلاف ہے۔

حدیث شریف میں انہی عملی منافقوں کی بعض نشانیاں بیان کی گئی ہیں، مثلاً: ایسا منافق جھگڑا کرے گا تو

گالی گلوچ پر اتر آئے گا، اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے گا، جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا، وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا، اب اعتقادی منافقوں کا تو پتہ نہیں چل سکتا کیونکہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کسی کے دل میں کیا ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے منافقوں کی اطلاع وحی کے ذریعہ کر دی جاتی تھی، تاہم آج عملی منافقوں سے دنیا بھری پڑی ہے، ان کو اخلاقی منافق بھی کہا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا: انکی یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ پہلے انہوں نے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا پھر کافر ہوگئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں، لہٰذا اب انکے دلوں میں ایمان، نیکی اور حق داخل نہیں ہوسکتا، ان کے دل ہر اچھے عقیدہ اور اچھے عمل سے بند ہو چکے ہیں، ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔

## موٹے تازے مگر بزدل

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

اور جب دیکھیں آپ انہیں تو خوش کریں آپ کو بدن انکے اور اگر بولیں وہ تو آپ سنیں

لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ

بات انکی گویا وہ لکڑیاں ہیں سہارے لگائی ہوئی گمان کرتے ہیں ہر چیخ و پکار کو اوپر اپنے

هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَ اِذَا قِيْلَ

وہی ہیں دشمن پس بچیں ان سے غارت کرے انکو اللہ کہاں پھرے جا رہے ہیں (۴) اور جب کہا جائے

لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ

ان سے آؤ بخشش مانگے لئے تمہارے پیغمبر اللہ کا موڑ لیتے ہیں سر اپنے اور

رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ

آپ دیکھتے ہیں انہیں کہ روکتے ہیں اور وہ تکبر کرنے والے ہیں (۵) برابر ہے پر اُن

اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ

خواہ آپ بخشش مانگیں لئے انکے یا نہ مانگیں بخشش لئے انکے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب آپ انہیں دیکھیں تو اچھے لگیں آپ کو انکے بدن، اگر وہ کوئی بات کہتے ہیں تو آپ ان کی بات غور سے سنتے ہیں، لمبے قد کی وجہ سے گویا وہ شہتیر ہیں دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے (لیکن بزدل اتنے ہیں کہ) جو کوئی چیخ سنیں تو اس کو اپنے ہی خلاف سمجھتے ہیں، وہی ہیں دشمن ان سے بچتے رہیں، اللہ تعالیٰ ان کو غارت کرے کہاں پھرے جاتے ہیں۔ (۴) اور جب ان سے کوئی کہے کہ آؤ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمہارے لئے بخشش مانگے تو منہ موڑ لیتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے تکبر کرتے ہوئے۔ (۵) برابر ہے ان کیلئے آپ بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: دیکھنے میں تو یہ لوگ بڑے ہٹے کٹے جوان معلوم ہوتے ہیں، ایسے کہ دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے اور باتیں بنانے میں بھی ماہر ہیں، ایسی لچھے دار گفتگو کرتے ہیں کہ بس! سنتے ہی جاؤ، لیکن اندر سے کسی کام کے نہیں، ڈرپوک ایسے ہیں کہ جہاں کہیں ذرا بھی شور و غل ہوا سمجھے کہ بس ہمارے ہی خلاف ہو رہا ہے، انہیں ہر وقت کھٹکا ہی لگا رہتا ہے کہ اب کچھ ہوا، خدا ان کا ناس کرے یہ کہاں سے اس قدر بہکے کہ سیدھے ہونے کا نام ہی نہیں لیتے، اگر کوئی ان سے کہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ وہ تمہارے لئے بخشے جانے کی دعا کریں گے تو منہ پھیر کر اکڑ جاتے ہیں، ایسے لوگوں کیلئے استغفار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے، یہ بالکل گئے گزرے ہیں۔

## لو اور سنو!

لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۞

ہرگز نہ بخشے گا اللہ انہیں بیشک اللہ نہیں راہ دکھاتا قوم نافرمان کو (۶)

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
یہی ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں مت خرچ کرو پر اسکے جو پاس پیغمبر اللہ کے

حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ
یہاں تک کہ تتر بتر ہو جائیں وہ اور لئے اللہ کے خزانے ہیں آسمانوں کے اور زمین کے اور لیکن

الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦
یہ منافق نہیں سمجھتے (۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو۔(۶) وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو رسول اللہ کے پاس ہیں، یہاں تک کہ بکھر جائیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں لیکن منافق سمجھتے نہیں۔(۷)

## تفسیر

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نادار مہاجرین کی مالی مدد کو کہا کرتے تھے، ایک سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ منافقوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم خواہ مہاجرین کا بوجھ اٹھائے ہیں، ذرا ان سے ہاتھ روک کر رکھو یہ ہمارے گلے پڑ گئے ہیں، اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہی منافق ہیں جو کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان لوگوں پر جو پیغمبر کے پاس بیٹھتے ہیں، حتیٰ کہ یہ لوگ آپ کے پاس سے چلے جائیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ جو مال تمہارے پاس ہے اور جس کو تم خرچ کرنے سے منہ موڑ رہے ہو یہ تمہارا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، وہ جس کو چاہے عطاء کر دے اور جس سے چاہے چھین لے، اس کی قدرت میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا، حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اگر تم حق داروں پر خرچ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ کسی اور کو دیدیگا جو اس کے حکم کے مطابق خرچ کریں گے، مگر منافق اس حقیقت کو نہیں سمجھتے ورنہ وہ خرچ کرنے

میں کنجوسی سے کام نہ لیتے، اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کیلئے روزی کا بندوبست کردے۔

## ایک اور بکواس

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا
کہتے ہیں　البتہ　اگر لوٹے ہم　طرف　مدینہ کی　البتہ ضرور نکال دیگا　زوروالا　سے اس

الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
کمزور کو　اور لئے اللہ کے　زور ہے　اور　لئے پیغمبر اسکے　اور　لئے ایمان والوں کے　اور　لیکن　منافق لوگ

ع ۸ / ۱۳

لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ
نہیں　جانتے　(۸)　اے　لوگو جو　ایمان لائے ہو　نہ　غافل کردے تمہیں　مال تمہارے　اور

لَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
نہ　اولادیں تمہاری　سے　یاد　اللہ کی　اور　جس نے　کیا　ایسا　پس وہ لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞
وہی　خسارہ میں ہیں　(۹)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** (منافق خود کو زوروالا اور مہاجرین کو کمزور سمجھتے تھے اس لئے) انہوں نے کہا اگر ہم مدینہ میں پھر گئے تو وہاں سے زور آور لوگ کمزور لوگوں کو نکال دیں گے حالانکہ زور تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسکے پیغمبر کا اور ایمان والوں کا اور لیکن منافق نہیں جانتے۔(۸) اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو یہ کام کریں گے وہی خسارے میں رہیں گے۔(۹)

## تفسیر

منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی نے کسی سفر میں سنا کہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کا کچھ جھگڑا ہوگیا،

اس پر اس نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ زہر اگلا کہ مدینہ والے ان مہاجروں کو خرچ دیتے ہیں اس لئے وہ اتنے ڈھیٹ ہو گئے ہیں کہ ہمارے منہ کو آتے ہیں، مدینہ والوں کو چاہئے کہ ان کو ذرا بھی خرچ نہ دیں تو ابھی ان کا جتھا ٹوٹ جائیگا، اور یہ بھی کہا کہ اب کے مدینہ پہنچ کر ان مٹھی بھر کمزور لوگوں کو ہم جو ان سے کہیں زیادہ زور اور قوت والے ہیں نکال باہر کریں گے۔

اس آیت میں ان منافقوں کے خیالات کی خبر دی گئی ہے اور بتلا دیا گیا ہے کہ زور اور قوت اور عزت والا اللہ تعالیٰ اور اسکا پیغمبر اور اسکے ایمان والے بندے ہیں، ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی تو یہ عقل مند ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں۔

اسکے بعد ایمان والوں کو ارشاد ہے کہ: دیکھو! ان بے وقوفوں کی طرح دنیا کے اندر مال اور اولادہی میں جی لگا کر مت بیٹھ جانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی یاد چھوڑ بیٹھو، جو لوگ دنیا ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور مال اور اولادہی کی محبت میں گرفتار ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے ہیں وہ لوگ بڑے خسارے میں رہیں گے۔

یہ واقعہ ۶ ؁ھ کے قریب پیش آیا، پیغمبر ﷺ بنی مصطلق سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا، مہاجر نے انصاری کے سر پر کوئی چیز دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا، انصاری نے زور سے نعرہ بلند کیا، اے انصاری لوگو! میری مدد کو پہنچو اس مہاجر نے مجھے زخمی کر دیا ہے، اُدھر مہاجر نے بھی نعرہ لگا دیا کہ میری مدد کرو اور مجھے انصاروں سے بچاؤ، جب پیغمبر ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جاہلیت کے نعرے بلند کر رہے ہیں، ایسا تو جاہلیت کے زمانے میں مشرک لوگ کیا کرتے تھے، جب وہ اپنے قبیلے یا برادری کو مدد کیلئے پکارتے تھے تو مدد کیلئے آنے والے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ کیا معاملہ ہوا ہے، بس وہ اپنے حمایتی کی مدد کیلئے میدان میں کود جاتے تھے، یہی جاہلانہ تعصب تھا کہ بلا تحقیق کسی کے حق میں یا کسی کے خلاف فیصلہ کر لیا جاتا، پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: یہ تو بدبودار نعرے ہیں ان کو چھوڑ دو۔

# مال جوڑنے کیلئے نہیں

وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
اور خرچ کرو میں سے اس جو دیا ہم نے تمہیں اس سے پہلے کہ آجائے کسی کو تم میں سے موت

فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ
پھر کہنے لگے اے میرے رب کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے تک مدت قریب تاکہ میں صدقہ کرتا اور ہو جاتا

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَ
میں سے نیک لوگوں (۱۰) اور ہرگز نہ مہلت دیگا اللہ کسی جی کو جب آپہنچی مدت اسکی اور

ع ۲ ۳ ۱۴ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪
اللہ خبردار ہے اس سے جو تم کرتے ہو (۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:** اور جو کچھ ہمارا دیا ہوا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آپہنچے، تب کہے اے رب! کیوں نہ ڈھیل دی آپ نے مجھے ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔ (۱۰)
اور اللہ تعالیٰ کسی جی کو ہرگز ڈھیل نہ دے گا جب اس کا وعدہ آپہنچا اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اسکی جو تم کرتے ہو۔ (۱۱)

## تفسیر

مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ مال کو جوڑ جوڑ کر مت رکھو، اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بھی خرچ کرو، نیک کاموں میں خرچ کرنے کا موقعہ فقط اسی وقت تک ہے جب تک موت نہیں آجاتی، اس سے پہلے جو کچھ نیک کاموں میں خرچ کرنا ہے کرلو، ورنہ جب موت آجائے تو سوا افسوس اور حسرت کے کچھ پلّے نہ پڑے گا، نہ مال کا جمع کیا ہوا ڈھیر اس وقت کام آئیگا اور نہ اولاد کچھ کر سکے گی، آدمی یہی کہتا ہوا چل بسے گا کہ کاش

کہ تھوڑے دن اور جی لیتا تو کام بن جاتا، کہے گا اے رب! مجھے کچھ دن جینے دے تا کہ میں خوب خیرات کروں اور صدقے دوں اور نیک لوگوں کی طرح زندگی بسر کر کے ان کے اندر داخل ہو جاؤں، یاد رکھو کہ! اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے جو تم کرتے ہو۔

خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمہیں عطاء کیا ہے، سب سے پہلے زکوٰۃ ہے جس کا سال بھر میں ایک دفعہ ادا کرنا ضروری ہے، جب مال نصاب کو پہنچ جائے خواہ وہ مال تجارت کا مال ہو، زیور ہو یا نقدی ہو اُس پر زکوٰۃ لازمی ہے، یہ فرض بھی ہے اور عبادت بھی، اسکے بعد پھر عیدالفطر کے موقعہ پر صدقہ فطر ضروری ہے، اگر کوئی بیمار ہے تو اسکا علاج کرایا جائے، اگر کوئی یتیم، مسکین، قرض دار اور معذور ہے تو اسکی مالی مدد کی جائے، اگر کسی مسافر کے پاس سفر کا خرچہ ختم ہو چکا ہے تو اسکی مدد کی جائے، یہ ساری نیکی میں خرچ کرنے کی جگہیں ہیں جن میں مال خرچ کرنا چاہیے۔

آیاتها ـ ۱۸ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ـ ۲

سورۃ التغابن مدنی ہے۔ اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# اللہ تعالیٰ کی خوبیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ
پاکی بیان کرتا ہے اللہ کی جو ہے میں آسمانوں اور جو ہے میں زمین لئے اسی کے بادشاہی اور لئے اسی کے

الْحَمْدُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
ساری خوبی اور وہ پر ہر چیز قدرت رکھتا ہے(۱) وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہیں

فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②

پس کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی تم میں ایمان والا ہے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے(۲)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ

پیدا کئے اس نے آسمان اور زمین جیسے وہ ہونے چاہئیں اور صورت بنائی پس اچھی

صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

صورتیں تمہاری اور طرف اسی کی لوٹنا ہے (۳)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پاکی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کیلئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(۱) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر کوئی تم میں سے کافر بنا اور کوئی مؤمن، اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔(۲) بنایا آسمانوں کو اور زمین کو تدبیر سے اور صورت بنائی تمہاری اچھی صورت اور اسی کی طرف سب کو لوٹ جانا ہے۔(۳)

## تفسیر

یہ سورۃ مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال اتری، اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان مکہ والوں کے ظلم وستم کی وجہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے آ رہے تھے، بہت سے لوگ اس مشکل میں پھنسے ہوئے تھے کہ ان کا مال، بیوی، بچے، گھر وغیرہ جو کچھ تھا مکہ ہی میں تھا، ادھر دوسرے رشتہ داران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ اسلام کو چھوڑ دیں اور اپنے گھر سے بے گھر نہ ہوں، بہت سے بیوی بچوں کو ساتھ نہ لیجا سکتے تھے کیونکہ ان کے پاس سواری اور سفر کے خرچ کا بندوبست نہ تھا، غرض مسلمان بڑی پریشانی کی حالت میں تھے، بہت سے بیوی بچوں کو چھوڑ کر چلے آئے تھے، ان حالات میں یہ سورت اتری۔

ارشاد ہے کہ: کائنات کی ہر چیز بیجان ہو یا جاندار، آسمان میں ہو یا زمین میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے

کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک صاف ہے، حقیقت میں بادشاہی اسی کی ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے، خوبیاں ساری اسی میں ہیں، نہ کسی میں زور ہے، نہ قوت، اگر کچھ ہے تو اسی کا دیا ہوا ہے، اسکو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے، وہ جو چاہے کرے اُسے کوئی روکنے والا نہیں، وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر کوئی اسے مانتا ہے کوئی نہیں مانتا، کیونکہ انسان کی بناوٹ میں ماننے نہ ماننے دونوں کی صلاحیت رکھ دی گئی، بہر حال! اللہ تعالیٰ ہر ایک کے کام کا اسکے مناسب بدلہ دے گا، اسکی قدرت دیکھو کہ اس نے آسمان اور زمین ایسے ہی بنائے جیسے ہونے چاہئیں، پھر تمہاری صورتیں بنائیں، پھر تمہیں اچھی سی شکلیں دیں، آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

## مُنکر مارے گئے

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا
جانتا ہے جو ہے میں آسمانوں اور زمین اور جانتا ہے جو تم چھپا کر کرتے اور جو

تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا
تم اعلانیہ کرتے ہو اور اللہ جاننے والا ہے سینوں کے اندر کی بات (۴) کیا نہیں آئی پاس تمہارے خبر انکی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
جنہوں نے کفر کیا سے پہلے اس پس چکھا انہوں نے وبال کام اپنے کا اور واسطے انکے عذاب ہے

اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا
دکھ بھرا (۵) یہ اس لئے کہ قصہ یہ تھا کہ تھے آتے پاس انکے پیغمبر انکے ساتھ نشانیوں پس وہ کہتے کہ

اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ
کیا آدمی ہدایت کرینگے ہمیں پس منکر ہوگئے اور منہ پھیر لیا اور بے پروائی کی اللہ نے اور اللہ بے پرواہ

حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ
خوبیوں والا ہے (٦) گمان کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ ہرگز نہ اٹھائے جائینگے وہ آپ کہہ دیں یہ بات نہیں قسم ہے رب میرے کی

لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷

البتہ ضرور اٹھائے جاؤ گے تم پھر ضرور جتلائیگا تمہیں جو کیا تھا تم نے اور یہ پر اللہ کے آسان ہے(۷)

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا

پس ایمان لاؤ پر اللہ اور پیغمبر اسکے پر اور پر اس نور جو اتارا ہم نے اور اللہ اسی کی جو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸

تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے(۸)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، (اور جانتا ہے) جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے سینوں کی باتوں کو۔(۴) کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو منکر ہو چکے ہیں پہلے، پھر انہوں نے اپنے کام کی سزا چکھی اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔(۵) یہ اس لئے کہ ان کے پیغمبر ان کے پاس نشانیاں لائے تو وہ کہتے، کیا ہمیں آدمی راہ دکھائیں گے پھر منکر ہوئے اور منہ موڑ لیا اور اللہ تعالیٰ نے بے پروائی کی اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ہے۔(۶) منکر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، آپ کہہ دیں! کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی بیشک تم اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں بتایا جائیگا جو کچھ کیا کرتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کیلئے آسان ہے۔(۷) سو! ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر اور اسکے نور (قرآن) پر جو ہم نے اتارا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔(۸)

**لفظی تحقیق:** ذَاتِ الصُّدُوْرِ :سینوں کی باتیں۔اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو دلوں میں چھپی ہوئی ہیں۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: آسمان میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے، خواہ تم کوئی بات چھپا کر کرو یا کھلم کھلا کرو وہ سب سے باخبر ہے، وہ تو دلوں کے اندر کے خیالات اور بھیدوں تک کو اچھی طرح جانتا ہے، اب بتاؤ کہ! اس

سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟

آگے ارشاد ہے کہ: اے مغرور انسانو! کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا انکار کر بیٹھے تھے، سنو! جو کچھ انہوں نے کیا اسکی ان کو دردناک سزا ملے گی، کچھ طوفان میں مرے، کچھ زلزلوں سے تباہ ہوئے، کچھ زور کی کڑک سے ہلاک ہوئے، کسی پر پتھر برسے، غرض! اللہ تعالیٰ کو بھلا کر کوئی بھی پنپنے نہ پایا، دنیا ہی میں تباہ و برباد ہو گئے اور آخرت کا عذاب بھی انہیں چکھنا ہے جو بہت ہی دکھ دینے والا ہے، یہ سزا ان کو اس لئے دی کہ انہوں نے ایسے کام کئے جو انسان کیلئے بالکل مناسب نہیں اور پھر جب ان کے پاس انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا پیغمبر واضح نشانیاں لے کر آیا تو کہنے لگے کہ کیا ہمیں ہماری طرح کے انسان راستہ دکھائیں گے، اگر راستہ دکھانا تو اللہ تعالیٰ ہمارے پاس فرشتہ بھیجتا۔

یہ کہہ کر انہوں نے پیغمبروں کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا کہ جیسے ہم ویسے تم، تم ہم پر بڑائی جتانے والے کون؟ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کچھ پرواہ نہ کی بیشک وہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں کا مالک ہے، ان کافروں نے پیغمبروں کا تو انکار کیا ہی تھا مر کر دوبارہ جینے کا بھی انکار کر بیٹھے اور بے فکری کیساتھ اپنی حیوانی خواہشیں پوری کرنے میں لگ گئے۔

اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے، قسم ہے اپنے رب کی تم دوبارہ ضرور زندہ کئے جاؤ گے اور زمین میں جہاں کہیں بھی ہو گے اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہو گے اور تمہیں تمہارے عملوں سے آگاہ کر دیا جائیگا، اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل نہیں، بس خیریت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے پیغمبر پر اور اس نور (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

**اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ:** کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے کفر کیا اس سے پہلے، قرآن مجید اترنے کے زمانہ کے کافروں اور مشرکوں کو بات سمجھائی جا رہی ہے کہ کیا تمہیں پہلے کافروں کی خبر نہیں پہنچی؟ جس طرح آج تم انکار کر رہے ہو اسی طرح پہلے لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کا انکار کیا، پھر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے برے کاموں کی سزا کا مزہ چکھا، اس قسم کی سزا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید

کی مختلف سورتوں میں کیا ہے، عاد کی قوم، ثمود کی قوم، ابراہیم کی قوم، صالح کی قوم اور فرعون کی قوم نے پیغمبروں کا انکار کیا توان کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا اوران نافرمان قوموں کو دردناک عذاب دیا، مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلی قومیں انکار کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں تو تم بھی اس جرم کی سزا میں ہلاک کیے جاسکتے ہو۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ: یہ سزاان کو اس وجہ سے ملی کہ انکے پیغمبر انکے پاس واضح نشانیاں (معجزے، دلیلیں اور حکم) لے کر آئے، تو وہ کہنے لگے کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟ انہوں نے پیغمبر کے انسان ہونے پر اعتراض کیا کہ جو شخص پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے وہ تو ہماری طرح کا انسان ہے، بھلا ہمارے جیسا انسان ہمیں کیا ہدایت دے گا، حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا؛ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا کہ یہ شخص تمہارے جیسا انسان ہی ہے، جو تم کھاتے ہو وہی وہ کھاتا ہے اور جو کچھ تم پیتے ہو وہ بھی وہی کچھ پیتا ہے، اگر تم نے اپنے جیسے انسان کی پیروی کی تو نقصان میں پڑ جاؤ گے، وہ کہتے تھے کہ اگر خدا نے کوئی پیغمبر ہی بھیجنا تھا تو کسی فرشتے کو بھیج دیتا، جو نہ کھاتا، نہ پیتا اور نہ اسکے بیوی بچے ہوتے، وہ مالدار ہوتا، اسکے سونے چاندی کے محلات ہوتے، فوج اور پہرے دار ہوتے، اسکا تو ہمارے ہی جیسا ٹوٹا پھوٹا مکان ہے تو ہم اس کو کیسے پیغمبر مان لیں؟

فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ: پس انہوں نے پیغمبر کا انکار کر دیا اور اس سے منہ موڑ لیا اور اس طرح وہ جہالت میں مبتلا ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی کی جیسے انہوں نے بے پرواہی کی، بیشک اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور تعریفوں والا ہے، کسی کے منہ موڑ لینے سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں کوئی فرق نہیں آتا انسان کا اپنا ہی نقصان ہے۔

## قیامت کیا چیز ہے؟

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْ

جس دن | اکٹھا کریگا تمہیں | واسطے دن | جمع ہونے کے | وہ | دن ہے | ہار جیت کا | اور | جو | ایمان لایا

بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
پراللہ اور کام کیا اچھا دور کردیگا سے اس برائیاں اسکی اور داخل کریگا اسے باغوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
جاری ہیں نیچے انکے نہریں ہمیشہ رہینگے میں اس ہمیشہ یہ کامیابی ہے

الْعَظِیْمُ ۝۹ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ
بڑی (۹) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو وہ لوگ ہیں والے

الْعَظِیْمُ

النَّارِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۱۰
دوزخ ہمیشہ رہینگے میں اس اور برا ٹھکانہ ہے (۱۰)

ع ۱ الثلثۃ ۱۵

**بامحاورہ ترجمہ:۔** جس دن تمہیں اکٹھا کرے گا جمع ہونے کے دن، وہ دن ہوگا کافروں کے خسارے کا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ اُس پر سے اسکی برائیاں دور کردے گا اور اُسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ہمیشہ ان میں رہا کریں گے یہی ہے بڑی کامیابی۔(۹) اور جو لوگ منکر ہوئے اور انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ لوگ دوزخ والے ہیں، ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔(۱۰)

**لفظی تحقیق:** تَغَابُن: ہار جیت۔ یہ لفظ اصل کے اعتبار سے دوطرفہ کام کیلئے بولا جاتا ہے، کہ ایک آدمی دوسرے کو اور دوسرا پہلے کو نقصان پہنچائے یا اسکے نقصان وخسارہ کو ظاہر کرے، یہاں مراد یک طرفہ اظہارِ غبن ہے، تغابن سے مراد کافروں کی ہار اور مسلمانوں کی جیت ہے۔

## تفسیر

انسان کیلئے دنیا اور آخرت دونوں میں جو کام آنے والی باتیں ہیں وہ قرآن مجید میں خوب واضح کر کے

اچھی طرح سمجھادی گئی ہیں، اب کسی کیلئے یہ عذر باقی نہیں کہ میری تو سمجھ میں نہیں کہ کیا کرو، ان باتوں کا سمجھنا عربی میں بھی مشکل نہیں اور جو عربی نہیں جانتے ان کیلئے ہر زبان میں اسکا ترجمہ موجود ہے، اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اس دن کو یاد رکھو جو سب کے ایک جگہ جمع ہونے کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ تم سب کو میدان حشر میں اکٹھا کردے گا، اس دن کافر گھاٹے میں رہے گا اور مؤمن خوب نفع پائے گا۔

# ہر جگہ اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ

نہیں پہنچی کوئی مصیبت مگر ساتھ حکم اللہ کے اور جو ایمان لائیگا پر اللہ راہ سجھا دیگا

قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا

دل کو اسکے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (۱۱) اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ

پیغمبر کی پس اگر منہ پھیرلو تم پس بات یہی ہے پر پیغمبروں ہمارے پہنچادینا ہے کھول کر (۱۲) اللہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

نہیں کوئی معبود سوا اسکے اور پر اللہ ہی بھروسہ کریں ایمان والے (۱۳) اے لوگو جو

اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ

ایمان لائے ہو بیشک بعض بیویاں تمہاری اور اولاد تمہاری دشمن ہیں تمہاری پس بچو ان سے

**با محاورہ ترجمہ:** بغیر حکم اللہ کے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راہ دبتادے گا اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے۔ (۱۱) اور اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر تم منہ موڑو تو ہمارے پیغمبر کا تو یہی کام ہے کہ کھول کر پہنچادینا۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

چاہئے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔ (۱۴) اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور اولادیں تمہاری دشمن ہیں، سو ان سے بچتے رہو۔

## تفسیر

مسلمان اس وقت سخت مصیبت میں گرفتار تھے، مکہ کے مشرک لوگوں نے انہیں گھر چھوڑ کر شہر سے نکل جانے پر مجبور کردیا تھا، ان آیتوں میں ان کو تسلی دی جارہی ہے کہ جو مصیبت آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے، اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دل تھام لیتا ہے اور وہ اسے صبر سے برداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے اور جانتا ہے کہ کس وقت کس چیز کی ضرورت ہے، تم بس یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی اور اسکے پیغمبر کی فرمانبرداری میں لگ جاؤ، اگر تم نے اس سے منہ پھیر لیا تو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ کا اور اسکے پیغمبر کا کچھ نہ بگڑے گا، پیغمبر کا کام تو یہی ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادے آگے ماننے نہ ماننے کے ذمہ دار تم خود ہو، یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ایمان والوں کو چاہئے کہ اسی پر بھروسہ کریں اور اے ایمان والو! یہ بھی یاد رکھو کہ بعض بیویاں اور اولادیں تمہاری دشمن ہیں کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے سے روکتی ہیں ان سے ہوشیار رہو۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ: کوئی مصیبت یا تکلیف نہیں پہنچتی مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے، لوگ آنے والی مصیبت کو دور کرنے کیلئے بہت سی غلط کاروائیاں کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ تکلیف آتی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسے دور کرنے پر بھی وہی قادر ہے، اسکے ارادے کے بغیر نہ تکلیف آتی ہے اور نہ دور ہوتی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین نہیں رکھتے وہ مصیبت کے وقت طرح طرح کے شرکیہ کام کرنے لگتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قدر و قیمت سے آگاہ کیا ہے، ایک ایماندار آدمی کی شان یہی ہے کہ وہ تکلیف کے آنے جانے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ: بیشک تمہاری بعض بیویاں اور تمہاری بعض اولادیں تمہاری دشمن ہیں، یعنی: ساری عورتیں اور ساری اولادیں دشمن نہیں بلکہ ان میں سے بعض ایسی ہیں، تجربہ سے ثابت ہے کہ بعض بیویاں بھی نہایت نیک ہوتی ہیں اور اسی طرح بعض اولاد بھی نیک ہوتی ہے جو والدین کیلئے دعائیں کرتی ہے اور ان کیلئے بخشش کا ذریعہ بنتی ہے، اسکے برخلاف اگر کوئی آدمی خود تو نیک ہے مگر اس کی بیوی اچھی نہیں تو وہ شخص دنیا میں رہتے ہوئے بھی ایک قسم کی دوزخ میں پڑا ہوا ہے۔

"ترمذی و حاکم" وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں اتری جو ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ میں اسلام میں داخل ہوئے اور ارادہ کیا کہ ہجرت کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں، مگر ان کے بیوی بچوں نے ان کو نہ چھوڑا کہ ہجرت کر کے چلے جائیں۔

یہ زمانہ وہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرنا ہر مسلمان پر فرض تھا، قرآن مجید میں ایسی بیوی اور اولاد کو انسان کا دشمن قرار دیا اور ان کے شر سے بچتے رہنے کی تاکید فرمائی، کیونکہ اس سے بڑا دشمن انسان کا کون ہو سکتا ہے جو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں ڈال دے۔

حضرت عطاء بن ابی رواح رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: یہ آیت عوف بن مالک اشجعی کے بارے میں اتری، جنکا واقعہ یہ تھا کہ یہ مدینہ میں موجود تھے اور جب کسی جنگ کا موقع آتا تو جہاد کیلئے جانے کا ارادہ کرتے تھے مگر ان کے بیوی بچے فریاد کرنے لگتے کہ ہمیں کس کے سہارے پر چھوڑ کر جاتے ہو اور یہ ان کی فریاد سے متاثر ہو کر رُک جاتے تھے۔

## برداشت کا سبق

وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اور اگر معاف کردو اور درگزر کرو اور بخش دو پس بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے(۱۴)

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮

اور کچھ نہیں مال تمہارے اور اولادیں تمہاری آزمائش کیلئے ہیں اور اللہ پاس اسکے ثواب ہے بڑا (۱۵)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا

پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور کہنا مانو اور خرچ کرو یہی بہتر ہے

لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑯

لئے تمہارے اور جو بچالیا گیا لالچ سے نفس اپنے کے پس وہ لوگ وہی کامیاب ہیں (۱۶)

**بامحاورہ ترجمہ:** ۔اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۱۴) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا ثواب ہے۔(۱۵) سو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک تم سے ہوسکے اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے بھلے کو اور جو کوئی اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں۔(۱۶)

## تفسیر

بعض بیویاں اور بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے آدمی کو دینی یا دنیاوی نقصان پہنچ جاتا ہے، اگر کبھی ایسا ہو جائے تو آدمی بعض اوقات سر پکڑ کر روتا ہے اور اسے اس بیوی یا بچے پر جسکی وجہ سے اسے نقصان پہنچا ہو بہت غصہ آتا ہے اور چاہتا ہے کہ انہیں سخت سزا دے، ایسے موقع کیلئے آیت میں کہا گیا ہے کہ تم اگر عقل اور بردباری سے کام لو اور ان کا قصور معاف کردو اور گناہ بخش دو تو اسکا انجام اچھا ہوگا، اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے گا، وہ بڑا غفور الرحیم ہے، بیوی بچوں کی وجہ سے نقصان پہنچ جانے میں اگر آدمی سوچے تو اسکا اپنا بھی قصور ہوتا ہے؛ اس لئے صرف انہی پر غصہ اتارنا درست نہیں ہوسکتا، بات یہ ہے کہ آدمی کا مال اور اسکی اولاد خود اسکی آزمائش کے ذریعے ہیں، ان کیساتھ برتاؤ کرنے میں ہوش مندی سے کام لینا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی

پابندی کرنا ثواب کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے بڑے اجر ہیں، اس لئے تمہیں چاہئے کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کرو، اسکی بات سنو، اسکی اطاعت کرو، آدمی بعض اوقات لالچ اور جوش میں آجاتا ہے، مال اور گھر والوں کیساتھ کنجوسی اور زیادتی کر بیٹھتا ہے، جو آدمی لالچ اور جوش کو دبا سکیں وہی کامیاب ہوں گے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ: بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں آزمائش کا ذریعہ ہیں، "ترمذی شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ: ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے، اس مال کی وجہ سے ہی لوگ بے ایمانی کرتے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور دوسرے ناجائز ذرائع اختیار کرتے ہیں، تاکہ عیش وعشرت کر سکیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: اس آزمائش میں پورا اترنے کی کوشش کرو، نہ ناجائز طریقے سے مال کماؤ اور نہ غلط جگہ پر خرچ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اسکا حق ادا کرو، زکوۃ ادا کرو، حج، عمرہ، جہاد، محتاجوں، غریبوں، مسافروں، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کرو اور پھر جو کچھ بچ جائے وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ: انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ کہا ہے، لہٰذا ہر فتنے سے تو پناہ نہیں مانگی جاسکتی؛ اس لئے فرمایا یوں دعا کرو:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ"

**ترجمہ:** "اے اللہ! میں گمراہی میں ڈال دینے والے فتنوں سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

اسمیں تمام فتنے آجائینگے خواہ وہ بیوی بچوں کا فتنہ ہو یا مال ودولت کا فتنہ ہو جن کی وجہ سے انسان گمراہی میں پڑ جاتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا وعدہ

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

اگر | قرض دو تم | اللہ کو | قرض | اچھا | دگنا کردیگا اسے | لئے تمہارے | اور بخش دے گا | تمہیں

ع ۸ ۱۶

وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾

اور اللہ قدردان ہے برداشت والا (۱۷) جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست حکمتوں والا (۱۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض دو اچھی طرح قرض دینا وہ تمہیں دگنا کر کے دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ قدردان ہے، برداشت کرنے والا ہے۔ (۱۷) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، زبردست حکمت والا ہے۔ (۱۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسکی راہ میں مال خرچ کرنا بیکار نہ جائے گا، اگر تم ان لوگوں کی جو واقعی ضرورت مند ہیں ضرورتیں پوری کرو گے اور عوام کے بہتری کیلئے کھلے دل سے روپیہ خرچ کرو گے اور جب تمہاری غرض یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو جائے تو سمجھ لو کہ! تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے رہے ہو اور اس قرض دینے میں تم کبھی نقصان میں نہیں رہو گے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے جو مال خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے کہیں زیادہ عطاء فرمائیگا اور تمہارے قصوروں اور کوتاہیوں کو معاف کر دے گا، اللہ تعالیٰ نیک کاموں کی قدر کرنے والا ہے، وہ تمہارے تھوڑے سے نیک کام کا بہت زیادہ ثواب دیتا ہے، وہ برداشت اور درگزر کرنے والا بھی ہے، خطاء کرنے والوں کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی خطاؤں پر نادم ہوں اور گناہوں سے توبہ کرلیں، بیشک اللہ تعالیٰ سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف فرما دیتا ہے، اسے تمہارے ظاہری اور چھپے ہوئی نیتوں کا پورا پورا علم ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

عام اصطلاح میں قرض حسن وہ ہوتا ہے جو کسی ضرورت مند کو بغیر کسی سود، احسان یا تکلیف کے دیا جائے، یہ قرضہ قابل واپسی ہوتا ہے تاکہ مقروض اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد واپس کر دے، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: جو آدمی صدقہ کرتا ہے اسے اسکا کم از کم دس گنا بدلہ ملتا ہے اور جو قرض حسن دیتا ہے اسے دو گنا ملتا ہے۔

# سورة الطلاق کا خلاصہ

یہ سورۃ مدینہ میں سنہ ٦ ھ میں اتری اسکی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں اور یہ "سورۃ البقرہ" سے پہلے اتری، اس سورۃ میں طلاق کے مناسب وقت اور موقعے بتائے گئے ہیں تا کہ طلاق کو غصہ نکالنے اور عورت کے ستانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

طلاق دینا اچھی بات نہیں اسکو سزا کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہئے اور نہ اسے ہنسی اور کھیل سمجھنا چاہئے، اس لئے بتایا گیا ہے کہ جب طلاق دو تو ایسے وقت میں دو کہ عدت پوری ہو سکے، اس میں زیادتی نہ ہو، عورت اور مرد دونوں کو چاہئے کہ عدت کو اچھی طرح یاد رکھیں تا کہ کوئی غلطی نہ ہو اور کوئی برا نتیجہ نہ نکلے، اس لئے طلاق کا بہترین وقت وہ ہے جب عورت ماہواری سے پاک ہوئی ہو اور مرد نے ہمبستری نہ کی ہو، کیونکہ عدت کے مدت تین حیض ہے، اب اگر حیض کی حالت میں طلاق دی تو وہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا اور اسکے آگے کے تین حیض گننے پڑیں گے اور اس طرح عدت لمبی ہو جائیگی۔

اور اگر اس پاکی میں طلاق دی جس میں بیوی کے پاس جا چکا ہے تو اچھی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ عدت تین حیض گزرنے پر ختم ہوگی یا حمل کے بعد، کیونکہ ممکن ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو۔

دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ طلاق دیتے ہی گھر سے نہ نکال دیں اور عدت کے زمانے میں عورت کو بھی چاہئے کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلے۔

تیسری بات اس سے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تین طلاق ایک دم نہ دینی چاہئیں بلکہ ہر مہینے ایک دفعہ میں ایک طلاق دینی چاہئے تا کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے کا موقع رہے، جب عدت ختم ہونے لگے تو سوچ لے کہ رکھنا ہے یا چھوڑنا ہے، جو بھی کرنا ہو اس طرح کیا جائے کہ خواہ مخواہ عورت کو یا اپنے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، جو کام بھی کرو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

اٰیاتہا ۔ ۱۲　　سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ　　رکوعاتہا ۔ ۲

سورۃ الطلاق مدنی ہے۔ اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# طلاق دینے کا طریقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا
اے　پیغمبر　جب　طلاق دو تم　عورتوں کو　پس طلاق دو انہیں　وقت پر عدت انکی کے　اور　گنو

الْعِدَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ
عدت کو　اور　ڈرو　اللہ　رب اپنے سے　مت　نکالو انہیں　سے　گھروں انکے　اور

لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ
نہ　وہ خود نکلیں　مگر　یہ کہ　لائیں وہ　کوئی بے حیائی　کھلی　اور　یہ　حدیں ہیں

اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ
اللہ کی　اور　جو　آگے نکلے　حدوں سے　اللہ کی　پس تحقیق ظلم کیا اس نے　جان اپنی پر　نہیں　جانتے آپ

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①
شاید　اللہ　پیدا کردے　بعد　اسکے　کوئی اور بات (۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے پیغمبر! جب آپ عورتوں کو طلاق دو تو ان کو انکی عدت پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، ان کو انکے گھروں سے مت نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں مگر جو کوئی

کھلی بے حیائی کریں (اسکو نکالا جاسکتا ہے) اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکموں سے آگے بڑھا تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا، آپ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ اسکے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے۔(۱)

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: طلاق ایسی حالت میں دو کہ عدت کی مدت میں کمی زیادتی نہ ہو، طلاق جب بھی دو گے ہو جائے گی لیکن اس سے خوامخواہ کسی کو تکلیف دینا یا خود کو پریشانی میں ڈالنا اچھا نہیں؛ اس لئے ایسے وقت میں طلاق دو جب عورت ماہواری سے پاک ہو جائے اور شوہر نے بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو، تاکہ عدت پوری ہو جائے اور عدت کا شمار بھی کرتے رہو اور جو کام بھی کرو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کرو۔

طلاق دینے کے بعد بیوی کو گھر سے مت نکالو، البتہ جب وہ کھلم کھلا بے حیائی (بدکاری) کریں تو ان کو گھر سے نکالنے میں گناہ نہیں، عورتوں کو طلاق کے بعد خود بھی گھر سے نہ نکلنا چاہئے اور طلاق ٹھہر ٹھہر کر قاعدہ کے مطابق دینی چاہئے۔

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر کام کی حدیں مقرر کر دی ہیں اور ان حدوں کے اندر رہ کر کام کرو، جس نے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں کا خیال نہ کیا اور ان سے آگے نکل گیا تو اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا، تمہیں ٹھہر ٹھہر کر طلاق دینے کا طریقہ اس لئے سکھایا جارہا ہے کہ کیا خبر بیچ میں کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے رائے بدل جائے اور میاں بیوی میں صلح ہو جائے۔

لوگ اکثر بغیر سوچے سمجھے منہ سے طلاق کا لفظ نکال بیٹھتے ہیں اور پھر پریشانی میں پھنس جاتے ہیں، اسکا فیصلہ تو مفتیان کرام سے دریافت کرنے سے ہی ہوگا کہ اب کیا کیا جائے، پھر بھی طلاق کی بابت کچھ نہ کچھ معلومات ہر شخص کو ہونی چاہئیں، اس لئے یہاں موٹی موٹی باتیں بیان کر دی جاتی ہیں جو حنفی مسلک کے مطابق ہیں، میں نے طلاق دی کا لفظ منہ سے نکالتے ہی طلاق پڑ جاتی ہے، خواہ ہنسی میں ہو یا نادانی اور بے خیالی میں؛ اس لئے اسکو

کوئی معمولی دھمکی یا گالی سمجھ کر بے سوچے سمجھے منہ سے نہ نکالنا چاہئے،"میں نے تجھے طلاق دی" کہنے سے عورت پر ایک رجعی طلاق پڑجاتی ہے، بہتر یہ ہے کہ اسکے بعد ٹھہر جائے، پھر دوسری بار ماہواری سے پاک ہونے کے بعد طلاق دے، ان دو طلاقوں کے بعد بغیر دوبارہ نکاح کے بیوی سے رجوع کرسکتا ہے، اگر تیسری طلاق دیدی تو پھر حلالہ کے بغیر اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، اسکا بیان "سورۃ البقرہ" میں گزر چکا ہے، اگر ایک یا دو طلاق رجعی دینے کے بعد پوری عدت گزر گئی، یعنی: تین حیض آچکے تو عورت سے نکاح ٹوٹ گیا لیکن دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے ہوسکتا ہے۔

اگر تین طلاق ایک ہی بار دیدیں تو اب عورت سے کوئی تعلق نہ رہا، اب دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے نہیں ہوسکتا، سنت طریقہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا، یعنی: ٹھہر ٹھہر کر تین طلاقیں دے، اسکے علاوہ اور کوئی بھی طریقہ طلاق بدعی کہلاتا ہے، طلاق بہرحال ہوجاتی ہے لیکن گناہ لازم آتا ہے اور بعض دفعہ عمر بھر پچھتانا پڑتا ہے، طلاق کی پوری عدت تین حیض ہے، اس دوران عورت کو گھر سے نہ نکالنا چاہئے اور اسکا نان نفقہ بھی دینا چاہئے۔

طلاق دینے کا بہتر طریقہ یہ ہے خاوند اپنی بیوی کو ماہواری سے پاک ہوجانے کے بعد ہمبستری کئے بغیر ایک طلاق دے، اس سے طلاق کا مقصد پورا ہوجائیگا، یعنی: تین حیض گزرنے پر عدت پوری ہوجائیگی اور عورت دوسرے نکاح کیلئے آزاد ہوگی، اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ طلاق دینے کے بعد میاں بیوی کو سوچنے سمجھنے کیلئے تین ماہواری گزرنے سے پہلے کا وقت مل جائیگا، اگر اس دوران میاں بیوی کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے تو مرد رجوع بھی کرسکتا ہے اور اس کیلئے دوبارہ نکاح کی ضرورت بھی نہیں ہوگی، اگر رجوع نہ کیا اور تین حیض گزر جائیں تو پھر بھی میاں بیوی گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر پر نکاح کرسکتے ہیں، یا عورت چاہے تو دوسری جگہ بھی نکاح کرسکتی ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ ایک طلاق یا دو طلاق رجعی دی گئی ہو۔

طلاق کا دوسرا صحیح طریقہ سنت کہلاتا ہے، اگر کسی شخص نے حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ عورت کو کسی صورت میں بھی نہیں رکھنا چاہتا اور ایک سے زیادہ طلاقیں دینے پر بضد ہے تو پھر اسکا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد ہمبستری کئے بغیر ایک طلاق دے، پھر اسی طرح دوسری مرتبہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد ہمبستری کئے بغیر دوسری طلاق دے، اسی طرح تیسری ماہواری سے پاک ہونے کے بعد ہمبستری کئے بغیر تیسری

طلاق دے، اب یہ طلاق مغلظہ ہوگئی اور رجوع نہیں ہوسکتا، ہاں اگر عورت کسی دوسری جگہ نکاح کرلے اور پھر وہاں سے طلاق ہوجائے تو اس صورت میں اگر وہ پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو ایسا ہوسکتا ہے، عدت گزارنے کے بعد۔

تیسری قسم کی طلاق طلاقِ بدعت کہلاتی ہے، یہ ایسی طلاق ہوتی ہے جو حیض کی حالت میں دی جائے یا تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی جائیں، ایسی صورت میں تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی مگر طلاق دینے والا گناہگار ہوگا اوراس پر بیوی حرام ہوجائیگی، اب نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ: مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کربیٹھیں، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: چوری کرنا یا بدکاری کرنا بے حیائی کے کام ہیں، اگر گھر کا ماحول ایسا ہے کہ لڑائی جھگڑا اور بدزبانی ہوتی رہتی ہے تو پھر بھی مطلقہ دوسری جگہ منتقل ہوسکتی ہے، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا یہی مسئلہ تھا، وہ اپنے دیور اور نند وغیرہ سے تلخ کلامی کرتی تھی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ نابینا صحابی عبداللہ ابن ام مکتوم کے گھر جاکر گزارے۔

لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا: یعنی: تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس غیظ و غضب کے بعد کوئی دوسری حالت پیدا فرمادیں کہ بیوی سے جو راحتیں ملتی تھیں اور اولاد کی پرورش اور گھر کے انتظام کی سہولتیں تھیں، ان کا خیال کر کے تم پھر اپنی طلاق پر پچھتاؤ اور دوبارہ اس کو نکاح میں رکھنے کا ارادہ کرو تو دوبارہ نکاح میں رہنے کی صورت جبھی ہوسکتی ہے جبکہ تم طلاق کے وقت شریعت کے حکموں کی پابندی کرو اور رجعی طلاق دو، طلاق بائن یا طلاق مغلظہ نہ دو، رجعی طلاق میں شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، رجوع کرلینے سے پہلا نکاح بدستور قائم رہتا ہے اور یہ کہ تین طلاق تک نوبت نہ پہنچاؤ جسکے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اور دونوں کی رضامندی کے باوجود آپس میں دوبارہ نکاح بھی شرعاً حلال نہیں ہوتا۔

# طلاقِ رجعی

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ

پس جب پہنچنے لگیں وہ مدت اپنی کو پس روک لو انہیں دستور کے موافق یا چھوڑ دو انہیں

بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ

دستور کے مطابق اور گواہ کرلو دو آدمی انصاف والے میں سے اپنے اور ادا کرو گواہی

لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ

خاطر اللہ کی یہی ہے کہ سمجھ لیگا جس سے وہ شخص جو ہے ایمان لاتا پر اللہ اور دن آخرت پر

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۟ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

اور جو ڈریگا اللہ سے کردیگا وہ لیے اسکے چھٹکارہ (۲) اور روزی دیگا اسے سے اس جگہ

لَا يَحْتَسِبُ ؕ

کہ نہ گمان تھا اسے

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر جب طلاق یافتہ عورت اپنی عدت کی مدت پوری ہونے کو پہنچ جائے پس روک رکھو انہیں دستور کے مطابق یا چھوڑ دو دستور کے مطابق اور اپنے میں دو عادل آدمی گواہ بنالو اور سیدھی طرح گواہی دو اللہ تعالیٰ کے واسطے، اس بات کی نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔(۲) اور روزی دیتا ہے اسکو، جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔

# تفسیر

اس آیت میں اس حکم کا بیان ہے جسکا خلاصہ پہلے گزرا، یعنی: جو کوئی اپنی بیوی کو رجعی طلاق دیدے اور

اسکی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائے تو اسے اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلے اور وہ پھر سے میاں بیوی بن کر رہیں یا اگر چھوڑنا ہو تو پوری عدت گزر جانے دے نکاح خود بخود ختم ہو جائیگا، لیکن دونوں صورتوں میں انسانیت اور شرافت کا خیال رکھو، رجوع کرلو تو اس لئے نہیں کہ عدت کی مدت بڑھ جائے اور عورت خوامخواہ پریشان ہو، برا بھلا کہنے سے بھی زبان روکو اور چھوڑو تو بھی نفرت اور لعن طعن یا اور کسی طرح زبان درازی مت کرو، دونوں صورتوں میں دو گواہ مقرر کرلیا کرو تا کہ تہمت وغیرہ سے بچو اور گواہی کا موقع آئے تو سیدھی اور صاف بات کہو اور سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر رہے ہو، ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ وہی اٹھائیگا جس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہوگا اور جسے قیامت کے دن کا یقین ہوگا، ورنہ اسلام سے پہلے نکاح طلاق کے بارے میں اور دوسری طرح بھی عورتوں سے بہت بدسلوکی ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر یقین ہی انسان کو بے انصافی اور ظلم سے روک سکتا ہے، اسی کی بدولت انسان ہر مشکل سے نجات پا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشکلات سے مت ڈرو وہ مشکلات سے نکل آنے کا سامان کردے گا اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کو روزی بھی اس جگہ سے پہنچائیگا جہاں سے اسے گمان بھی نہ تھا کہ کچھ ملے گا۔

ان آیتوں میں طلاق کے سلسلے میں نصیحت کی بات کی گئی ہے، رجعی طلاق کے بعد عدت کے مدت پوری ہونے کے قریب ہو تو اس وقت کیا کرنا چاہئے؟ ارشاد ہوتا ہے: جب وہ عورتیں جن کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی جا چکی ہیں ان کو روک لو دستور کے مطابق، اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہے تو رجوع کرلو یا اگر طلاق بائن ہے تو دوبارہ نکاح کر کے عورت کو جدا ہونے سے روک لو۔

اور اگر پوری غور وفکر کے بعد بھی عورت کو جدا کرنے کا ہی فیصلہ کیا ہے تو پھر دستور کے مطابق جدا کردو، مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کو روک لیا ہے تو آئندہ زندگی خوش اسلوبی سے گزارو، رجوع کے بعد پہلی رنجشوں کو بھلا دو اور آئندہ ایک دوسرے کو شکایت کا موقع نہ دو، اور اگر طلاق دینا ہی مقصود تو پھر عدت پوری ہونے پر عورت کو شریفانہ طریقے سے رخصت کردو، اگر ہو سکے تو ایک جوڑا کپڑے یا کوئی اور تحفہ دے کر رخصت کردو اور جدا ہوتے وقت کوئی دنگا فساد یا گالی گلوچ نہ کرو۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ: اپنے میں سے دو عادل گواہ بنالو، گواہ ایماندار بھی ہوں اور انصاف پسند بھی، امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: دو گواہ بنانا مستحب ہے، یہ حکم بھی ایسا ہی ہے جیسے سورۃ بقرہ میں تجارت یا دوسرے لین دین کے معاملہ میں گواہ بنانے کی تاکید کی گئی ہے، اسکا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو گواہوں کی گواہی کی روشنی میں نپٹایا جاسکے، یا اگر تحریر کر کے موقع پر موجود دو گواہوں سے دستخط کرالئے جائیں تو بھی درست ہے تاکہ ضرورت کے وقت کام آسکے۔

وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ: گواہوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے گواہی دیں، یعنی: ضرورت پڑنے پر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے صحیح صحیح گواہی دیں اور کسی فریق کے کہنے سننے یا لالچ دینے کی وجہ سے گواہی میں ردوبدل نہ کریں بلکہ جو کچھ انہیں علم ہے صحیح صحیح بتادیں، انہیں اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ سچی گواہی دینے سے کسی کا فائدہ ہوتا ہے یا نقصان، حتیٰ کہ اگر اپنے رشتہ دار کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو بھی سچی گواہی سے منہ نہ موڑیں۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جو اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتی، اگر وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہے، بیماری آگئی ہے، کسی مقدمہ میں پھنسا ہے یا کوئی نقصان ہوگیا ہے یا تنگدستی آگئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے خوف کی وجہ سے اسکی مشکل حل کر دیتا ہے اور اسکی تنگدستی کو خوشحالی میں بدل دیتا ہے، وہ خزانوں کا مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطاء کردے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لڑکے کو کافر پکڑ کر لے گئے ہیں اور اس کیساتھ کچھ اونٹ اور بھیڑ بکریاں تھیں وہ بھی لے گئے اور ہم میاں بیوی اسکی طرف سے سخت پریشان ہیں، آپ نے فرمایا کہ: صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو، اللہ تعالیٰ اس مشکل سے نکلنے کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ بنادے گا، اس کیساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کا کثرت سے

ورد کرتے رہو، صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کے مطابق عمل شروع کر دیا، تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی تو دیکھا کہ لڑکا واپس آچکا تھا، وہ نہ صرف کافروں کی قید سے آزاد ہو چکا تھا بلکہ اپنے مال سے زیادہ مال بھی اس کیساتھ تھا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں کہ: امام مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ: تمام دینی اور دنیاوی مشکلوں کے حل کیلئے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کا ورد بہت مفید ہے، بشرطیکہ اس کو کثرت سے پڑھا جائے، کثرت سے مراد یہ ہے کہ روزانہ کم از کم پانچ سو مرتبہ پڑھے اور اسکے اوّل و آخر سو مرتبہ درود شریف پڑھ لے، اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے دینی اور دنیاوی مشکلوں کو دور فرمادیں گے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اسکا لڑکا کافروں سے آزاد ہوتے وقت جو زائد مال لے آیا ہے وہ ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" کہ جس شخص کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوگا، خدا کا ذکر کرے گا اور مصیبت میں صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے ذریعے سے روزی پہنچائے گا کہ اسکے گمان میں بھی نہ ہوگا، اس میں اشارہ تھا کہ لڑکا جو زائد مال لے آیا ہے وہ مال غنیمت ہے جو کہ حلال ہے۔

اس ضمن میں فقہائے کرام مزید تشریح بیان کرتے ہیں کہ: اگر کوئی مسلمان آدمی کو کافر لوگ قید کرلیں اور پھر وہ کسی طریقے سے آزاد ہونے میں کامیاب ہو جائے تو اس کیساتھ لایا ہوا مال حلال ہوگا، اسی طرح اگر حربی کافروں کے ملک میں جا کر کوئی مسلمان کسی طریقے سے کافروں کا مال حاصل کرلیں تو وہ ان کیلئے جائز ہوگا اور اگر کوئی معاہد کافر ہیں تو ان کے ملک میں اجازت لے کر جانے والا مسلمان آدمی ان کے مال کو ناجائز طریقے سے حاصل نہیں کرسکتا، اسی طرح اگر کسی کافر نے مسلمان کے پاس امانت رکھی ہے تو وہ بھی اس میں خیانت نہیں کرسکتا، اس قسم کا مال ایک مسلمان کیلئے قطعاً حلال نہیں ہوگا۔

# بوڑھیوں اور نابالغ لڑکیوں کی عدت

وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ

اور جو بھروسہ رکھے پر اللہ پس اللہ کافی ہے اسے بیشک اللہ پورا کرکے رہتا ہے کام اپنا تحقیق

جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَ الّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ

کررکھا ہے اللہ نے واسطے ہر چیز کے اندازہ (۳) اور جو عورتیں مایوس ہوچکیں سے حیض

مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ

میں سے عورتیں تمہاری اگر شک میں پڑجاؤ تم پس عدت انکی تین مہینے ہے اور وہ بھی جنہیں نہیں

یَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ

حیض آتا اور والیاں حمل عدت انکی یہ ہے کہ جن لیں حمل اپنا اور

مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴

جو ڈریگا اللہ سے کردیگا لئے اسکے میں کام اسکے آسانی (۴)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ رکھا ہے۔(۳) اور جو عورتیں تمہاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہوگئیں (عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہے) اگر تم کو شبہ رہ گیا تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ایسے ہی جنہیں حیض نہیں آیا انکی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسکے کام میں آسانی کردے گا۔(۴)

## تفسیر

اس آیت میں ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار لوگ جو اپنی حاجتیں پوری کرنے والا اسی کو سمجھتے ہیں

تو اللہ تعالیٰ ان کے کام بنانے کیلئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ جس کام کو چاہے پورا کر دیتا ہے لیکن اسکے ہاں ہر چیز کا وقت اور طریقہ مقرر ہے، اس لئے دیر سویر ہو سکتی ہے۔

آگے پھر طلاق کے حکم بیان کئے جا رہے ہیں کہ عدت کا شمار حیض سے ہے لیکن جن عورتوں کو زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو یا پھر چھوٹی عمر کی وجہ سے ابھی حیض نہ آیا ہو اسکو اگر طلاق دی جائے تو اسکی عدت کا شمار یہ ہے کہ تین مہینہ کے بعد اسکی عدت پوری ہو جائیگی۔

اگر طلاق کے وقت عورت حاملہ تھی تو اسکی عدت بچہ پیدا ہونے پر پوری ہو گی خواہ جلدی ہو یا دیر میں، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو اللہ تعالیٰ اسکے سب کام آسان کر دیتا ہے۔

وَ مَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ: جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ اس کیلئے کفایت کرنے والا ہے، "ترمذی شریف" کی روایت میں آتا ہے کہ، اے لوگو! اللہ تعالیٰ پر اس طرح بھروسہ رکھو جس طرح بھروسہ رکھنے کا حق ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی اسی طرح روزی پہنچائے گا جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے، جو صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں، انہوں نے خوراک کا کوئی ذخیرہ تو نہیں کر کے رکھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بھروسے پر نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں کسی نہ کسی ذریعے سے روزی پہنچا دیتا ہے، ہمارے اندر چونکہ بھروسے کی کمی ہے تو اس لئے ہماری دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

وَالّٰٓـئِىۡ يَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِيۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ: تمہاری جو عورتیں عمر زیادہ ہونے کہ وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہیں، یعنی: ان کو حیض آنا مکمل بند ہو چکا ہے، اگر تم کو شک ہو تو ایسی عورتوں کی عدت تین مہینے ہے، ایسے معاملے میں پاکستانی عائلی قوانین بہت حد تک قرآن وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے تاہم یہاں بھی پورے (90) دن گزارنا ضروری نہیں بنتا کیونکہ کوئی مہینہ تیس (30) دن اور کوئی انتیس (29) دن کا بھی ہوتا ہے۔

بعض نوجوان عورتوں کے حیض کسی بیماری کی وجہ سے بند ہوتے ہیں حالانکہ وہ ابھی بڑی عمر کو نہیں پہنچیں تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ: ایسی عورتوں کی عدت تین حیض کی مدت کے برابر شمار کی جائیگی، حیض بند ہونے سے

قبل عورت کو جتنی مدت میں حیض آتا تھا اسکے مطابق اسکی عدت کا حساب کیا جائیگا، کیونکہ بعض عورتوں کو چھ ماہ بعد حیض آتا ہے، لہٰذا ان کی عدت انیس (19) مہینے میں پوری ہوگی، ہاں! جب یہ عورت بڑی عمر کو پہنچ جائیگی تو پھر اسکی عدت مہینوں کے حساب سے تین ماہ ہوگی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں کہ: اگر کسی طلاق یافتہ عورت کو دو حیض آنے کے بعد حیض بالکل بند ہو جائے تو پھر اسکی عدت نئے سرے سے تین ماہ کے حساب سے شمار کی جائیگی اور جو دو حیض پہلے آچکے ہیں ان کا کچھ لحاظ نہیں رکھا جائے، اسی طرح اگر کسی ایک حمل میں ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں جن میں چند روز کا وقفہ بھی ہو سکتا ہے تو طلاق یافتہ کی عدت آخری بچے کی پیدائش پر مکمل ہوگی، آگے کم عمر لڑکیوں کی عدت کا بیان ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ: جن لڑکیوں کو کم عمری کی وجہ سے ابھی حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا، اگر ان کو طلاق ہو جائے تو ان کی عدت بھی تین ماہ ہوگی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں نابالغ لڑکی کا نکاح بھی جائز ہے، اسکے برخلاف ہمارے عائلی قوانین (فیملی لاء) میں سولہ سال سے کم عمر لڑکی اور اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے کے نکاح پر پابندی ہے اور یہ قابلِ سزا جرم ہے۔

"بخاری و مسلم" کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ چھ سال کی عمر میں کر دیا تھا، وہ نو (9) سال کی عمر میں بالغ ہو گئیں تو رخصتی ہوگئی، قرآن مجید نے کم عمر لڑکی کی عدت کو بھی واضح کر دیا ہے۔

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ: اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ بچہ جَن لیں، یعنی: حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونا ہے، وہ ایک دن میں ہو جائے یا نو (9) ماہ لگ جائیں، اللہ تعالیٰ نے عدت کے یہ مسائل بیان کرنے کے بعد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان قوانین کی پابندی کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے معاملہ میں آسانی پیدا کر دے گا، اسکے تمام معاملات آسانی سے طے ہو جائیں گے، ظاہر ہے کہ جو شخص سوچ سمجھ کر

سنت کے مطابق طلاق دے گا اسے رجوع کا حق حاصل ہوگا اور وہ مزید کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہوگا، اسکے برخلاف اگر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیدے گا تو پھر ہوش آنے پر حلالہ کراتا پھرے گا جو مزید پریشانی اور خواری کا سبب ہوگا۔

# حاملہ طلاق یافتہ

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ

یہ حکم ہے اللہ کا اتارا اس نے طرف تمہاری اور جو ڈرے اللہ سے دور کردیگا سے اس

سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ

برائیاں اسکی اور بڑا کردیگا لئے اسکے اجر (۵) رہائش دو انکو وہاں جہاں تمہاری رہائش ہو اپنی

وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ

طاقت کے مطابق اور مت تکلیف پہنچاؤ انہیں تاکہ تنگی کرو پر ان اور اگر ہوں وہ والیاں

حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ

حمل پس خرچ کرو پر ان یہاں تک کہ جن چکیں وہ حمل اپنا

**با محاورہ ترجمہ:۔** یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اللہ تعالیٰ اس پر سے اسکی برائیاں اتار دے گا اور اس کو بڑا ثواب دے گا۔(۵) اور ان کو رہنے کے واسطے گھر دو جہاں تم آپ رہو اپنی گنجائش کے مطابق، اور تم ان کو تکلیف مت پہنچاؤ تاکہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرو یہاں تک کہ وہ بچہ جن لیں۔

# تفسیر

ارشاد ہے کہ: یہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہیں جو اس نے تمہاری طرف بھیجے ہیں، جو ان کا پابند ہوگا اللہ تعالیٰ اسکی

برائیاں دور کر دے گا اور اسکو بڑا ثواب دے گا، آگے ارشاد ہے کہ طلاق دی ہوئی عورت کو عدت کے اندر رہنے کا ٹھکانا دو جیسا بھی تمہیں میسر ہے اور اسے مت ستاؤ، اس خیال سے کہ یہ تنگ ہو کر ہمارے گھر سے چلی جائے، حنفیہ کے ہاں یہ حکم ہر طلاق یافتہ عورت کیلئے ہے۔

آگے ارشاد ہے کہ: اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی جب وہ حاملہ تھی تو اسکی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وہ اپنا حمل جَن چکے گی، خواہ اس میں کتنے ہی دن لگیں، اس مدت کے اندر اس مرد پر جو حمل کی حالت میں اسے طلاق دے چکا ہے اسکا نان نفقہ دینا ہوگا، یہ نہ ہوگا کہ طلاق دی ہوئی عورتوں کی طرح تین مہینہ تک نان نفقہ دے کر بند کر دے نہیں بلکہ اس کو وضع حمل تک اسکا خرچہ اٹھانا ہوگا۔

## سُلجھا ہوا معاملہ

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ
پس اگر دودھ پلائیں وہ لئے تمہارے پس دو انہیں اجرت انکی اور بات مانو آپس میں

بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ﴿۶﴾ لِيُنْفِقْ
کیساتھ نیکی اور اگر اَن بَن ہو جائے تمہاری پس پلائیگی دودھ لئے اسکے کوئی اور عورت (۶) چاہئے کہ خرچ کرے

ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ
والا وسعت میں سے وسعت اپنی اور وہ جو تنگ کر دے پر اس روزی اسکی پس چاہئے کہ خرچ کرے اس سے جو دیا اسے

اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ
اللہ نے نہیں تکلیف میں ڈالتا اللہ کسی شخص پر مگر بقدر اسکے جو دیا اسے عنقریب کر دیگا اللہ بعد

عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿۷﴾ ع ۱۷
تنگی کے آسانی (۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو انہیں ان کا بدلہ دو اور آپس میں نیکی سکھاؤ اور اگر آپس میں ضد کرو تو اسکی خاطر کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔(۶) چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کو نپی تلی روزی ملتی ہو تو جیسا اللہ تعالیٰ نے اسے دیا خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی پر تکلیف نہیں ڈالتا مگر اس قدر جو اسے دیا، عنقریب اللہ تعالیٰ سختی کے پیچھے کچھ آسانی کر دے گا۔(۷)

**لفظی تحقیق:** **اتَمِرُوْا:** بات قبول کرو۔ امر کا صیغہ ہے "**اِئْتِمَارٌ**" سے جو (ام ر) سے "**اَمْرٌ**" کے معنٰی بات، حکم "**اِئْتِمَارٌ**" آپس میں ایک دوسرے کی بات ماننا، آپس میں فیصلے کرنا، اسی سے "**مُؤْتَمَرٌ**" بنا ہے، جس کے معنٰی کانفرنس یا کانگریس ہے، یعنی: مجلس شوریٰ، مراد یہ ہے کہ آپس میں سوچ سمجھ کر اور ایک دوسرے کی سُن کر فیصلے کرو۔ **وَتَعَاسَرْتُمْ:** آپس میں اختلاف کر بیٹھو۔ ماضی کا صیغہ ہے "**تَعَاسُرٌ**" سے جس کا مادہ (ع س ر) ہے "**عسر**" کے معنٰی مشکل اور تنگی کے ہیں "**تَعَاسُرٌ**" آپس میں کسی بات پر اتفاق نہ کرنا، ہر ایک کا اپنی بات پر اڑ جانا۔

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: طلاق دی ہوئی عورت کے ہاں بچہ ہو جائے تو اسکی عدت پوری ہو چکی، اب اگر بچہ کو اس سے دودھ پلوانا ہے تو اس کو دودھ پلانے کی اجرت دو جیسے کسی اور کو دیتے ہو اور آپس میں اچھی طرح معاملات طے کیا کرو، یہ نہیں کہ فقط اپنی ہی فائدہ کے بات پر اڑے رہو اور دوسروں کا خیال ہی نہ کرو اور اگر آپس میں ضد اور نا اتفاقی ہو جائے اور عورت دودھ پلانے کیلئے اپنی شرطیں منوانا چاہے اور تم اپنی ہی کہے جاؤ تو اس کو جانے دو، کسی اور عورت کو دودھ پلانے کیلئے مقرر کرلو، ہر مالدار کو چاہئے کہ دل کھول کر خرچ کرے، ہاں آدمی اتنے ہی پاؤں پھیلائے جتنی چادر ہو، یعنی: اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، جو تنگی میں خوشی سے خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی تنگی جلد ہی دور کر دے گا۔

# احکام و مسائل

اسی طرح اگر غریب شوہر کو دودھ پلانے کی اجرت دینے کی طاقت نہیں اور کوئی دوسری عورت بغیر اجرت یا اس اجرت سے کم پر دودھ پلانے کو تیار نہ ہو جو طلاق یافتہ ماں مانگتی ہے تو شوہر کو مجبور نہیں کیا جائیگا کہ وہ ماں کا مطالبہ منظور کر کے اسی سے دودھ پلوائے بلکہ دونوں صورتوں میں دوسری عورت سے اس کو دودھ پلوایا جاسکتا ہے، ہاں اگر دوسری دودھ پلانے والی عورت بھی اتنی ہی اجرت مانگے جتنا اس بچے کی ماں مانگ رہی ہے تو شوہر کیلئے باتفاق فقہاء جائز نہیں کہ ماں کو چھوڑ کر دوسری عورت سے دودھ پلوائے۔

مسئلہ (۱):.... اگر دوسری عورت سے دودھ پلوانا طے ہو جائے تو یہ ضروری ہے کہ دودھ پلانے والی عورت بچہ کو اسکی ماں کے پاس دودھ پلائے، ماں سے الگ کر کے دودھ پلوانا جائز نہیں، کیونکہ تربیت اور اپنی نگرانی میں رکھنا صحیح حدیث سے ماں کا حق ہے، اس سے یہ حق چھیننا جائز نہیں۔

بیوی کے نفقہ کی مقدار میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا "خرچ کرے وسعت والا آدمی اپنی وسعت کے مطابق اور جس شخص پر رزق تنگ ہو وہ اپنی آمدنی کے مطابق خرچ کرے" اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کے نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا بلکہ شوہر کی حالت کے مطابق نفقہ دینا واجب ہوگا، اگر شوہر مالدار ہے تو امیرانہ نفقہ دینا واجب ہے اگرچہ بیوی مالدار نہ ہو بلکہ تنگدست فقیر ہو اور اگر شوہر غریب ہے تو غریبانہ نفقہ دینا واجب ہوگا اگرچہ بیوی مالدار ہو، امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

# تقویٰ کی پانچ برکات

آیتوں میں جو تقویٰ کے فضائل و برکات کا بیان آیا ہے اس کا خلاصہ پانچ چیزیں ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ متقی کیلئے دنیا و آخرت کی مشکلوں سے نجات کا راستہ نکال دیتا ہے، دوسرے یہ کہ اس کیلئے رزق کے ایسے

دروازے کھول دیتا ہے جنکی طرف انسان کا دھیان بھی نہیں جاتا، تیسرے یہ کہ اسکے سب کاموں میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں، چوتھے یہ کہ اسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتے ہیں، پانچویں یہ کہ اسکا اجر بڑھا دیتے ہیں اور ایک دوسری جگہ تقویٰ کی یہ برکت بھی بتلائی گئی ہے کہ اسکی وجہ سے اس کو حق و باطل کی پہچان آسان ہو جاتی ہے۔

## نافرمان پکڑے جائیں گے

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا

اور بہت سی بستیاں تھیں سرکشی کی انہوں نے سے فرمان رب اپنے کی اور پیغمبروں اسکے کی پس حساب لیا ان سے

حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ⑧ فَذَاقَتْ وَبَالَ

حساب سخت اور عذاب دیا ہم نے انہیں عذاب انوکھا (۸) پس چکھا انہوں نے برا نتیجہ

اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ⑨ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

کام اپنے کا اور ہوا انجام انکے کام کا نقصان (۹) تیار کر رکھا ہے اللہ نے لئے انکے عذاب

شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۖۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ

سخت پس ڈرتے رہو اللہ سے اے والو عقل جو ایمان لائے ہو تحقیق اتارا

اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ⑩ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ

اللہ نے طرف تمہاری قرآن (۱۰) پیغمبر کہ پڑھتا ہے پر تم آیتیں اللہ کی صاف صاف

لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

تا کہ نکالے ان کو جو ایمان لائے اور کئے انہوں نے اچھے کام سے اندھیروں طرف

النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

روشنی کی اور جو ایمان لایا پر اللہ اور کام کئے اچھے داخل کریگا باغوں میں

تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدۡ اَحۡسَنَ
بہتی ہیں جنکے نیچے نہریں ہمیشہ رہینگے میں اس ہمیشہ بیشک اچھا دیا

اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا ﴿۱۱﴾
اللہ نے اسے رزق (۱۱)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور کتنی ایسی بستیاں اپنے رب اور اسکے پیغمبروں کے حکم سے نکل چکیں، پس ہم نے انہیں سخت حساب میں پکڑا اور ان پر اَن دیکھا عذاب بھیجا۔(۸) پھر انہوں نے اپنے کام کی سزا پائی اور آخر ان کے کام میں خسارہ ہوا۔(۹) اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو عقل والو جو ایمان لائے ہو۔(۱۰) (اور بھیجا ہے) ایک پیغمبر جو پڑھتا ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں جو کھول کر بیان کرتی ہیں تاکہ نکالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کئے تو داخل کرے گا اس کو باغوں میں کہ بہتی ہیں انکے نیچے نہریں، ہمیشہ رہنے والے ہوں گے ان میں بیشک اللہ تعالیٰ نے اسے خوب روزی دی۔(۱۱)

## تفسیر

شریعت میں جو حکم دیئے گئے ہیں انکے مطابق کام کرنے کی تاکید کی جارہی ہے، خاص طور پر عورتوں سے سلوک کے بارے میں جو ہدایتیں اوپر دی گئی ہیں ان کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

ارشاد ہے کہ: پہلے زمانہ میں بہت سی بستیاں ایسی گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پرواہ نہ کی، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سختی کیساتھ انکے کاموں کا حساب لیا اور جب ان کا قصور ثابت ہو گیا تو ان کو دنیا ہی میں سخت سزا دی اور وہ بری طرح سے تباہ و برباد ہو گئے، ابھی آخرت کا عذاب ان کیلئے باقی ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے برا نتیجہ پایا اور انہیں آخرت میں جا کر سراسر نقصان ہی اٹھانا پڑے گا، اسکے

بعد انہیں آخرت کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور وہ اس سے بھی سخت عذاب ہوگا، ان نافرمانوں کا حال سن کر اے سوچ سمجھ والو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ کہیں ایسی غلطی نہ کر بیٹھو جس سے تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اترے، ہم نے تمہاری نصیحت کیلئے یہ قرآن مجید اتارا ہے۔

ارشاد ہے کہ: تمہیں اللہ تعالیٰ کے حکم معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، ہم نے تمہاری طرف نصیحتوں والی کتاب اپنے پیغمبر کے ذریعہ بھیجی، اب یہ پیغمبر تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان آیتوں میں صاف صاف اور کھلی نصیحتیں بھری پڑی ہیں اور ان آیتوں کے اس پیغمبر پر بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ جو کوئی انہیں سن کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اسے اللہ تعالیٰ شک وشبہوں کے اندھیروں سے نکال کر یقین اور ہدایت کی روشنی میں لے آئے گا پھر اسے صاف معلوم ہوجائیگا کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، اب اسکا انعام بھی سن لو کہ جو ایمان لائیگا اور نیک کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغوں میں جگہ دے گا جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور پھر یہ جگہ عارضی طور پر نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کیلئے ہوگی۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایک نصیحت اتاری ہے، مفسرین کرام ذکر سے جبرئیل علیہ السلام، قرآن مجید اور مطلق نصیحت بھی مراد لیتے ہیں، تاہم صحیح بات یہ ہے کہ ذکر سے مراد نصیحت نامہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی صورت میں انسانوں کی ہدایت کیلئے اتارا ہے۔

قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا: اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے بڑی بہتر روزی بنائی ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: میں نے جنت میں ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ان کا تصور کسی دل میں آیا ہے اور یہ نعمتیں میں نے اپنے بندوں کیلئے تیار کی ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ

اللہ وہ ہے | جس نے | پیدا کئے | سات | آسمان | اور | سے | زمین | انہی کی طرح | نازل ہوتا رہتا ہے

الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ اَنَّ
اسکا حکم درمیان انکے تاکہ جان لوتم کہ اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ

اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ ع ۲ ۵ ۱۸
اللہ نے البتہ گھیر رکھا ہے ہر چیز کو علم میں (۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کی مثل زمینیں بھی، اترتا ہے اسکا حکم ان کے درمیان تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے علم کیساتھ۔ (۱۲)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی بابت تمہارے دل میں شبہے آنے ہی نہ چاہئیں، کیونکہ تم آسمانوں کو اپنے سر کے اوپر دیکھ رہے ہو، پھر اسکا بنانے والا سوا اللہ تعالیٰ کے کون ہوسکتا ہے، پس سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمینیں بھی اتنی ہی بنائیں، ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم اترتے رہتے ہیں اور یہ بھی آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے اندر ہر چیز ہے، کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے وہ اندر باہر اور ہر طرف سے پوری طرح نہ جانتا ہو، ایسی قدرت اور ایسے علم والے کا انکار کیسے ہوسکتا ہے، جس نے ان سارے آسمانوں اور زمینوں کا عظیم الشان کارخانہ بنا کر ایسے اعلیٰ درجے کے انتظام کیساتھ چلا رکھا ہو۔

یہ جو فرمایا کہ: آسمانوں اور زمینوں کی تعداد برابر ہے اسکا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ ہر آسمان اسکے بسنے والوں کے اعتبار سے زمین بھی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ ہر آسمان میں آبادی ہے اور اس آبادی کیلئے وہی آسمان زمین بھی ہے، اور دوسرے آسمان اس کیلئے نرے آسمان ہیں، اس سے ظاہر ہوا کہ ہر آسمان، آسمان بھی ہے اور زمین بھی، اس لئے دونوں کی تعداد برابر ہے۔

"سورۃ الطلاق" تمام ہوئی، اس سورۃ میں عورتوں کے حقوق کی بابت کچھ حکم بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ

انسان کو چاہئے کہ دنیا میں زندگی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق بسر کرے اور سب کے حقوق اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر ادا اسکے عذاب سے ڈر کر ادا کرے اور پہلے منکروں کے حال سے عبرت حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے ان کا بہت بُرا انجام ہوا۔

آخر میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اسکی قدرت آسمان اور زمین کی پیدائش اور انتظام سے ظاہر ہے۔

# سورة التحریم کا خلاصہ

یہ سورۃ مدینہ میں اتری اسکی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں، "سورۃ الطلاق" میں مردوں کو تاکید کی گئی تھی کہ عورتوں کیساتھ نرمی اور انسانیت کا سلوک کریں، یہاں تک کہ طلاق دینے کے بعد بھی وحشیوں کی طرح پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کریں بلکہ عدت کے زمانہ میں انکا نان نفقہ ادا کریں، انہیں گھر میں رہنے کی جگہ دیں اور دل دکھانے کی باتیں نہ کریں، اس سورۃ میں عورتوں کو بتایا گیا ہے کہ مردوں کی نرمی اور نیکی سے دلیر ہو کر ان کو دبانے کی کوشش نہ کریں اور نہ ہی فرمائشوں سے مالی بوجھ تلے دبانے کی کوشش کریں، مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کیساتھ رعایت کرنے میں کوئی ایسی بات نہ کر بیٹھیں جو شریعت کے خلاف ہو۔

عورتوں اور مردوں کو ہمیشہ کیلئے آرام سے رہنے کی ہدایتوں کا موقعہ ان معمولی واقعات کو بنایا گیا ہے جو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں پیش آئے اور گو کہ وہ زیادہ خیال کرنے کے قابل نہ تھے پھر بھی احتمال تھا کہ آگے چل کر لوگوں میں خطرناک صورت اختیار کر سکتے ہیں۔

واقعہ یہ تھا کہ آپ کی نرم دلی اور اخلاق کی بدولت آپ کی کچھ بیویوں کو چند فرمائشیں کرنے کی جرأت ہوئی اور آپ نے ان کو خوش کرنے کیلئے بعض باتوں کو جو شریعت میں حلال تھیں اپنے اوپر حرام کر لیا تا کہ بلاوجہ گھر میں ناراضی نہ پھیلے، اس بات میں خطرہ تھا کہ آگے چل کر عورتیں مردوں پر دباؤ ڈالنے لگیں گی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دے کر چاہیں گی کہ ہماری خاطر خود تکلیف اٹھائیں اور ہماری خواہشیں پوری کریں؛ اس لئے اسکا دروازہ ہی بند کر دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ: عورتوں کی مرضی کا اتنا بے جا خیال نہ کریں کہ حلال چیزیں تک اپنے اوپر حرام کر لیں یا کوئی ایسی

بات کر بیٹھیں جو شریعت میں جائز نہ ہو۔

حقیقت میں بہت سی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شخص اپنی ذمہ داریوں کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ دوسرے کو میری رعایت کرنے کا حکم ہے اس لئے اسے رعایت کرنی چاہئے، اگر ہر شخص اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں لگ جائے اور دوسروں کی نیکی پر تکیہ کر کے آپ نیکی کرنا نہ چھوڑ دے تو دنیا کے بہت سارے کام درست ہو جائیں گے، ہر آدمی آپس کے جھگڑوں کا الزام ہمیشہ دوسروں پر لگاتا ہے حالانکہ سب سے پہلے اسے دیکھنا چاہئے کہ میں نے اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں تو کوئی کوتاہی نہیں کی، اس سورۃ میں سب سے بڑی نصیحت یہی نکلتی ہے کہ ہر ایک کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داری ادا کرے، نہ یہ کہے کہ دوسرا اپنا فرض ادا کئے جائے اور میں اس کا فائدہ اٹھاتا رہوں اور خود کچھ نہ کروں۔

آیاتھا ۱۲ — سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ — رکوعاتھا ۲

سورۃ التحریم مدنی ہے۔ اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

# بے جا رعایت مت کرو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ

اے پیغمبر کیوں حرام کرتے ہیں آپ جو حلال کیا اللہ نے لئے آپکے طلب کرتے ہیں خوشنودی

اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ

بیویوں اپنی کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱) بیشک مقرر کردیا ہے اللہ نے لئے آپکے کھول ڈالنا

اَيۡمَانِكُمۡ ۚ وَ اللّٰهُ مَوۡلٰٮكُمۡ ۚ وَ هُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۲﴾

قسموں اپنی کا اور اللہ مالک ہے تمہار اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے(۲)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے پیغمبر! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اپنے اوپر وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی ہیں، آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہنے کیلئے، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر مقرر کیا ہے کہ آپ اپنی ایسی قسموں کو کھول ڈالیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔(۲)

**لفظی تحقیق:** فَرَضَ: طریقہ بتادیا ہے۔ یعنی: اگر کوئی ایسی بات نہ کرنے کی قسم کھالے جسے وہ جانتا ہے کہ شریعت میں جائز ہے، اس پر اس قسم کی پابندی لازم نہیں توڑ کر کفارہ دے سکتا ہے۔ تَحِلَّةٌ: کھول ڈالنا۔ یہ (ح ل ل) سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔

# شانِ نزول

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ بعد نماز عصر تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے سب بیویوں کے گھروں پر تشریف لیجاتے، ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ہاں تشریف لیجاتے تو وہ آپ کو شہد پیش کرتیں جسے آپ شوق سے پیتے۔

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی چیز اور خصوصاً شہد کو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں کچھ زیادہ وقت دیدیتے، اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک ترکیب کے ذریعے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شہد چھڑانے کی کوشش کی، تو اس واقعہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو تنبیہ فرمائی بلکہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی تنبیہ فرمائی کہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی خاطر ایک حلال چیز کو اپنے لئے کیوں حرام قرار دیتے ہیں۔

شہد کی مکھی کی یہ فطرت ہے کہ وہ گندی چیز پر نہیں بیٹھتی، بلکہ ہمیشہ پاکیزہ چیزوں از قسم کھجور، انگور، پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے، مغافیر ایک پودے کا نام ہے جس سے گوند نکلتی ہے، اگر چہ یہ پودا بالکل پاکیزہ ہوتا ہے پھر بھی اس سے نکلنے والی گوند گوند سے معمولی سی بو آتی ہے، شہد کی مکھی جس پھل یا پھول کا رس چوستی ہے اسکا اثر شہد میں بھی آجاتا ہے، اس حقیقت کے پیش نظر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا منصوبہ یہ تھا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائیں گے تو وہ آپ کو یقین دلائیں کہ آپ سے مغافیر کی بُو آتی ہے، گویا جو شہد آپ نے پیا ہے شاید وہ شہد کی مکھی نے مغافیر کے گوند سے تیار کیا ہے، چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدبو سے سخت نفرت تھی اس لئے ازواج مطہرات کا خیال تھا کہ آپ فوراً اس شہد کا استعمال چھوڑ دیں گے اور اس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہریں گے۔

پھر ایسا ہی ہوا جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو انہوں نے کہا کہ حضور! آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے تو شہد پیا ہے، حضرت حفصہ کہنے لگیں تو پھر شاید شہد کی مکھی نے مغافیر چوسا ہوگا جس کا اثر شہد میں آگیا ہے، اسکے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آئے تو انہوں نے بھی مغافیر کی بُو کی شکایت کی، اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد میں مغافیر کی بُو کا یقین ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ آئندہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا، گویا خود اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا۔

بعض مفسرین ایک دوسرا واقعہ بھی اسی سلسلے میں بیان کرتے ہیں: وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے مگر وہ اپنے والدین کے ہاں گئی ہوئی تھیں، آپ نے اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو وہاں بلا لیا جس نے رات بھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ہی قیام کیا، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو انہوں نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی ان کے گھر میں رات گزارنے کا بُرا منایا، یہ عورتوں کی فطرت ہے وگرنہ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کیلئے قسم اٹھالی میں آئندہ اس لونڈی کے پاس نہیں جاؤں گا، گویا لونڈی کو اپنے آپ پر حرام کر لیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل کوئی غیر اخلاقی یا گناہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیا جاسکتا تھا، امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: کہ یہ ایک اجتہادی (خلاف اولیٰ) خطاء تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کیساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیتے تھے اور خود بھی اپنی بیویوں کیساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے، البتہ جہاں کہیں کوئی شریعت میں نقصان کا خطرہ ہو یا امت کیلئے کوئی اسوہ قائم ہو جاتا ہو وہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قانون کی پابندی فرماتے تھے تا کہ امت کیلئے آسانی پیدا ہو، بہر حال! یہ دو واقعات ہیں یا تو آپ نے شہد کو یا لونڈی کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا، حالانکہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال قرار دی تھیں، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں سخت تنبیہ فرمائی ہے۔

## تفسیر

**يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ:** اے پیغمبر! آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے، شہد ہو یا لونڈی دونوں چیزیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال تھیں مگر آپ نے حرام اپنے اوپر حرام کرلیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ اپنی عورتوں کی خوشنودی چاہتے ہیں جس کی وجہ سے شہد یا لونڈی کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے؟

حرام قرار دینے کا یہ مطلب نہیں کہ شرعاً یا عقیدتاً حرام کرلیا تھا بلکہ محض اس کا استعمال چھوڑ دیا تھا، اگر کوئی شخص کسی وجہ سے کسی جائز چیز کا استعمال چھوڑ دے تو اس طرح وہ چیز شرعاً حرام نہیں ہو جاتی کیونکہ یہ اسکے اپنے اختیار کی بات ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مباح چیز کو عقیدتاً حرام سمجھتا ہے تو یہ ناجائز ہے، البتہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان چونکہ بہت بلند ہے اس لئے آپکی معمولی سے خطاء بھی گوارا نہیں کی گئی اور تنبیہ کی کہ آپ نے اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر یہ کام کیا ہے جو درست نہیں، آپ کو ایسی خلاف اولیٰ بات بھی نہیں کرنی چاہئے۔

**وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ:** اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے، اس نے آپ کی یہ خطاء معاف کر دی ہے مگر آپ آئندہ ایسا نہ کرنا، اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے قسم اور کفارہ کا قانون بیان فرمایا ہے۔

**قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ:** تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسموں کو کھول دینے (ختم

کردینے) کو فرض قرار دیا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر قسم اٹھالی ہے تو اس کو توڑ کر اسکا کفارہ ادا کردو، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کے مطابق قسم کو توڑ کر ایک غلام یا لونڈی آزاد کردی تھی۔

# خفیہ باتیں

وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ

اور جب چپکے سے کہی پیغمبر نے اپنی ایک بیوی سے ایک بات پھر جب اس نے خبر دی اس بات کی

وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا

کہ ظاہر کردیا یہ اللہ نے پر اس تو پیغمبر نے بتلادی کچھ اسمیں سے اور ٹال دی سے کچھ پس جب

نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

بتلایا عورت کو یہ بولی کس نے خبر کردی آپکو اسکی کہا خبردی مجھے سب کچھ جاننے والے خبردار نے (۳)

اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ

اگر توبہ کرو تم دونوں سامنے اللہ کے پس تحقیق مائل ہوگئے ہیں دل تمہارے اور اگر سازش کی تم دونوں نے خلاف اسکے

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ

پس تحقیق اللہ وہ ساتھی ہے اسکا اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور فرشتے

بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا

بعد اسکے مددگار ہیں (۴) قریب ہے رب اسکا اگر طلاق دیدے تمہیں کہ بدلہ میں دے اسے بیویاں

خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

بہتر سے تم اطاعت کرنے والی ایمان لانے والی جھکنے والی توبہ کرنے والی بندگی کرنے والی روزہ رکھنے والی

ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ⑤

بیوہ اور کنواری (۵)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اور جب پیغمبر نے اپنی عورت سے ایک بات چھپا کر کہی، پھر جب اس نے اسکی خبر کر دی اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو یہ بتلا دیا تو پیغمبر نے اس میں سے کچھ بات بتا دی اور کچھ ٹال دی، پھر جب عورت کو وہ بات بتلائی (تو وہ) بولی آپ کو کس نے خبر دی، آپ نے کہا مجھے علم رکھنے والے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ (۳) اور اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو تمہارے دل جھک پڑے ہیں غلطی کی طرف، اگر تم دونوں اس پر چڑھائی کرو گی تو اس کا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے اور جبرئیل اور نیک ایمان والے اور اسکے بعد فرشتے اسکے مددگار ہیں۔ (۴) اگر پیغمبر تم سب کو چھوڑ دے تو ابھی اس کا رب بدلہ میں دیدے اسے عورتیں تم سے بہتر، اطاعت کرنے والیاں، ایمان والیاں، نماز میں کھڑی ہونے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں، بیوہ اور کنواریاں۔ (۵)

# تفسیر

اس آیت میں ان حالات کی طرف اشارہ ہے جن کے اندر وہ حکم اترا جو پچھلی آیت میں گزرا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو آپ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پینے کیلئے ٹھہرنا ناگوار گزرا، دونوں نے یہ صلاح کی کہ آپ سے شہد پینا چھڑوانا چاہئے، جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے منہ سے کچھ بُو آرہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تو فقط شہد پیا تھا، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی آپ سے یہی کہا، آپ نے ان سے چپکے سے کہا کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا مگر کسی سے کچھ کہنا نہیں، لیکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا، اس پر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فقط اتنا کہا کہ تم نے میرا راز عائشہ کو بتا دیا، لیکن اس پر کچھ خفگی کا اظہار نہیں کیا اور صبر و تحمل کیساتھ برداشت کرلیا، اسی کو آیت میں کہا ہے کہ کچھ بات بتادی اور کچھ ضبط کرلی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے راز کی بات کسی سے کہہ دی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جو

سب کچھ جانتا ہے، سب باتوں کی خبر رکھتا ہے۔

آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خطاب فرمایا، ارشاد ہے کہ: تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے معافی مانگنی چاہئے، کیونکہ تم نے سیدھے راستے سے کسی قدر قدم ہٹا لیا ہے اور تمہارے دل غلط طرف جھک گئے ہیں، آئندہ ایسی باتوں سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ ٹھیک نہیں۔

ارشاد ہے کہ: تم دونوں نے پیغمبر کے خلاف آپس میں ساز باز کر لی تو بھی تم پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ ہے، جبرئیل اور نیک ایمان والے اسکے طرفدار اور سارے فرشتے اسکے مددگار ہیں، تمہیں پیغمبر کی بیویاں ہونے کا شرف حاصل ہوا اگر آج تمہیں پیغمبر طلاق دیدے تو اللہ تعالیٰ کل انہیں تمہارے بدلے اور بیویاں دیدے گا جو بڑی عبادت گزار اور فرمانبردار ہوں گی۔

## مسلمانوں کا اصل کام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ جانوں اپنی کو اور گھر والوں اپنے کو اس آگ سے اور جسکا ایندھن

النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ

آدمی اور پتھر (بت) ہیں پر اس مقرر ہیں فرشتے سخت کلام زبردست نہیں نافرمانی کرتے اسمیں

اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٦ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ کی جو وہ حکم دے انہیں اور کرتے ہیں جسکا حکم کیا جاتا ہے انہیں (۶) اے لوگو جو کافر ہیں

ع ۱۹ لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٧

مت بہانے ڈھونڈو آج کے دن تم تو فقط بدلہ پاؤ گے اسی کا جو تھے تم کرتے (۷)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

آدمی (کافر) اور پتھر (بت) ہیں، جس پر زبردست فرشتے مقرر ہیں جو نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی اس میں جو انہیں حکم دیا جائے اور وہ وہی کرتے ہیں جو حکم دیا جائے۔(٦) اے کفر کرنے والو! مت بہانے بناؤ، آج کے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کرتے ہو۔(٧)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: دوزخ سے بچنے کی بس یہی ایک صورت ہے کہ ہر شخص دنیا میں اسی طرح زندگی گزارے جیسی یہ قرآن مجید بسر کرنی سکھاتا ہے، اسکا طریقہ تمہارے لئے حضرت **محمد** ﷺ پیش کر رہے ہیں، انکی زندگی تمہارے لئے نمونہ ہے، تم اسی طرح اپنی بیویوں اور بچوں سے سلوک کرو جیسے پیغمبر کو ہدایت کی جارہی ہے، یادرکھو! دوزخ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں اور پتھر کے بتوں کیلئے بنی ہے، وہی اسکا ایندھن بنیں گے، دوزخ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جن کی شکلیں ڈراونی اور مزاج سخت ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے منہ نہیں موڑتے اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے، کافروں کو قیامت کے دن ارشاد ہوگا کہ آج تمہارا کوئی عذر نہ سنا جائیگا اور تمہیں جو سزا ملے گی وہ تمہاری ان باتوں اور کاموں کی سزا ہوگی جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے پیغمبر! اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آگئی کہ ہم گناہوں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پابندی کریں، مگر گھر والوں کو ہم کس طرح دوزخ سے بچائیں، پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے اُن کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے تم ان کے کرنے کا اپنے گھر والوں کو بھی حکم کرو تو یہ عمل ان کو دوزخ کی آگ سے بچا سکے گا۔

# سچے دل سے توبہ کرو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو توبہ کرو آگے اللہ کے توبہ سچی امید ہے رب تمہارا

اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

کہ دور کردے سے تم برائیاں تمہاری اور داخل کردے تمہیں ایسے باغوں میں کہ بہتی ہیں جنکے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نیچے نہریں اس دن نہ رسوا کریگا اللہ پیغمبر کو اور ان کو جو ایمان لائے

مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ

ساتھ اسکے نور انکا دوڑتا ہوگا سامنے انکے اور داہنے انکے کہتے ہونگے اے رب ہمارے

اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۸

پورا کر لئے ہمارے نور ہمارا اور بخش دے ہمیں بیشک آپ پر ہر چیز قدرت رکھتا ہے (۸)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ، امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے گا اور تمہیں باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ پیغمبر کو اور ان کو جو ان کیساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا، انکی روشنی انکے آگے اور داہنے دوڑتی ہوگی، کہتے ہوں گے، اے رب! ہماری روشنی پوری کردے اور ہمیں معاف کردے بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ (۸)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: آدمی سے قصور ہوسکتا ہے اس لئے ایمان والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے خالص سچے دل سے توبہ کرتے رہا کریں اسی میں انکی نجات ہے، اے ایمان والو! امید ہے کہ سچی توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ

تمہاری برائیاں دور کردے اور تمہیں جنت میں داخل کردے، جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یادرکھو! قیامت کے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اور ان کیساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا اور شرمندہ نہ کرے گا، ایمان والوں کے آگے اور دائیں جانب نور دوڑتا چلے گا اور کہتے جائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کردے تاکہ ہمیں یہاں کا اندھیرا پریشان نہ کرے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہماری خطاؤں سے درگزر کر اور ہمارے قصور معاف فرما، آپکی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرتے رہنا چاہئے تاکہ ان کے قصور معاف کئے جائیں اور جنت میں جگہ ملے، یہی طریقہ ہے جس سے دوزخ سے بچا جاسکتا ہے، ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے اس طریقہ میں خلل آئے۔

## فسادیوں کا علاج اور انجام

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ

اے پیغمبر لڑائی کریں کافروں سے اور منافقوں سے اور سختی کریں ان پر اور

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ

ٹھکانہ انکا دوزخ ہے اور براہے ٹھکانہ وہ (۹) بیان کی اللہ نے مثال لئے انکے

كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ

جو کافر ہوئے عورت نوح کی اور عورت لوط کی وہ دونوں تھیں نکاح میں دو بندوں کے سے

عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا

بندوں ہمارے جو نیک تھے پس خیانت کی ان دونوں عورتوں پس نہ کام آئینگے وہ ان دونوں عورتوں کے آگے اللہ کے کچھ بھی

وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ ۝۱۰

اور کہہ دیا جائیگا داخل ہوجاؤ دوزخ میں کیساتھ داخل ہونے والوں کے (۱۰)

**بامحاورہ ترجمہ:۔** اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے لڑائی کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ جا پہنچے۔(۹) اللہ تعالیٰ نے کافروں کے واسطے ایک مثال بتائی نوح کی عورت کی اور لوط کی عورت کی، وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں، ان دونوں نے خیانت کی، پس! ان دونوں کو پیغمبر کی بیوی ہونے نے کوئی فائدہ نہیں دیا اللہ تعالیٰ کے آگے کچھ بھی، اور حکم ہوا داخل ہو جاؤ آگ میں داخل ہونے والوں کیساتھ۔(۱۰)

## تفسیر

جو لوگ دنیا میں فساد پھیلانا چاہتے ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ دنیا میں بس ہم ہی ہم ہیں، جو چاہیں کرتے پھریں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں، یہ لوگ امن و امان کے کھلے دشمن ہیں اگر وہ سیدھی طرح نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو ورنہ یہ کسی کو چین سے نہ رہنے دیں گے، دوسرے وہ لوگ ہیں جو بظاہر تم سے ملے ہوئے ہیں لیکن چپکے چپکے تم سے ہر وقت دشمنی پر آمادہ رہتے ہیں، ان سے چوکنا رہو اور ان کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آؤ، یہاں تک کہ جب قانوناً ان کا قصور ثابت ہو جائے اس وقت ان کو سخت سزا دو، اسکے بعد ان اسلام کے دشمنوں کا حال واضح کرنے کیلئے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی مثال بیان کی ہے، وہ ان کے گھروں میں بظاہر ملی جلی رہتی تھیں لیکن دل میں ایمان نہیں تھا، ان کے شوہر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا پیغمبر بنایا تھا، لیکن جس وقت نافرمانوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو پیغمبر کی بیویاں ہونے نے بھی ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچایا، دنیا میں وہ نافرمانوں کیساتھ تباہ ہوئیں اور آخرت میں انہیں دوزخیوں کیساتھ دوزخ میں دھکیل دیا جائیگا۔

يَآَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ :اے پیغمبر! آپ کافروں اور منافقوں

کیساتھ جہاد کریں اور ان پر سختی کریں، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: کافروں کیساتھ جہاد کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خلاف تلوار کے ذریعے باقاعدہ جنگ کی جائے، ان کے خلاف قوت جمع کی جائے۔

**كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ**: یہ دونوں عورتیں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پس ان دونوں عورتوں نے خیانت کی، عورت کی خیانت عام طور پر مال میں ہوتی ہے یا عزت میں، مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ: ان عورتوں کی خیانت سے مراد نہ مالی خیانت ہے اور نہ اپنی عزت کی خیانت بلکہ ان کی خیانت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے نکاح میں آنے کے باوجود انہوں نے دل سے ایمان کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے خاوندوں کیساتھ ان کا رویہ منافقانہ رہا۔

# نیکوں کا حال اور انجام

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ

اور | بیان کی | اللہ نے | مثال | واسطے انکے جو | ایمان لائے | عورت | فرعون کی | جب کہا اس نے

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ

اے رب میرے | بنا | لئے میرے | پاس اپنے | گھر | میں | جنت | اور | نجات دے مجھے | سے | فرعون | اور

عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ

کام اسکے سے | اور | نجات دے مجھے | سے | قوم | ظالم | (۱۱) | اور | مریم | بیٹی | عمران کی

الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ

جس نے | محفوظ رکھا | شرمگاہ اپنی کو | پس پھونک دی ہم نے میں اس | سے | روح اپنی | اور | سچا کہا اس نے

وقف لازم

ع ۲ ۵ ۲۰ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾

باتوں کو رب اپنے کی اور کتابوں اسکی کو اور تھی وہ سے فرمانبرداروں (۱۲)

**بامحاورہ ترجمہ:**۔ اور بیان کی اللہ تعالیٰ ایک مثال ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے ہیں، فرعون کی بیوی کی، جب کہا اس نے اے میرے رب! بنادے میرے لئے اپنے پاس گھر جنت میں اور نجات دے مجھے فرعون سے اور اسکے کام سے اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے۔ (۱۱) اور (اللہ نے مثال بیان کی ہے ایمان والوں کیلئے) مریم بنت عمران کی جس نے اپنی عزت کی حفاظت کی، پھر پھونکی ہم نے اس میں اپنی طرف سے ایک روح اور (مریم نے) سچا جانا اپنے رب کے باتوں کو اور اسکی کتابوں کو، اور تھی وہ بہت عبادت کرنے والوں میں سے۔ (۱۲)

## تفسیر

ارشاد ہے کہ: ایمان والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران کا حال بیان کیا، حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے گھر میں رہ کر پرورش کی، وہ بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرفدار اور فرعون کے عملوں سے بیزار رہیں، فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کو بہت ستایا اور آخر کار قتل کر دیا، وہ دعا کرتی رہتی تھیں کہ اے میرے رب مجھے فرعون اور اسکے عملوں سے چھڑا اور مجھے اپنا قرب نصیب کر اور جنت میں میرے لئے ایک مکان تیار کر دے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ شہید ہو کر اپنے رب کے پاس جنت میں پہنچ گئیں۔

حضرت مریم علیہا السلام عمران کی بیٹی تھیں اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں، نہ انہوں نے شادی کی اور نہ کبھی برے کام کئے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انکے پاس بھیجا اور انہوں نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہوگئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکے پیٹ سے پیدا ہوئے، یہ اللہ کی

بندی اللہ تعالیٰ کی ساری باتوں کو ٹھیک اور سچا مانتی تھی، اللہ تعالیٰ کی کتاب پر اسکا ایمان تھا اور بڑی محنت کیساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اسکی عبادت میں مصروف رہتی تھیں، ساری عمر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزاری، آخر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں بڑے درجے عطاء کئے۔

وَ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ: پروردگار! مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے جو فرعون کے ظلم میں شریک ہیں، اس دعا کیساتھ ہی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی روح نکل گئی مگر انہوں نے اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا وفادار، حیادار اور فرعون کی خاندانی بیوی تھیں، فرعون کا کوئی بھی آدمی اس کو ظلم وستم سے منع نہیں کرتا تھا بلکہ ایسے کاموں میں وہ فرعون کے مددگار بن جاتے تھے، وہ ہمیشہ فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے، اسی لئے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس ساری قوم کو ظالم قرار دیا اور ان کے ظلم سے نجات کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔

یہ مثال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام ایمان والوں کو اپنے ایمان کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہئے جس طرح فرعون کی بیوی نے اپنے ایمان کی حفاظت کی، دنیا میں بہت سی مسلمان عورتیں ملکی حادثوں کے نتیجے میں کافروں کے قبضہ میں چلی جاتی ہیں، اگر ایمان کی روشنی موجود ہو تو وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرلیتی ہیں، چنانچہ ہم نے دیکھا کہ ہند کی تقسیم کے وقت ہندوؤں نے بڑے بڑے ظلم کئے، حتیٰ کہ بہت سی مسلمان عورتیں ہندوؤں اور سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی اور پھر ان میں سے بہت سی ایسی بھی تھیں جو اپنے ایمان اور عزت کی حفاظت کیلئے تالابوں اور کنوؤں میں کود گئیں مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی مثال کا یہی مطلب ہے کہ ہر مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے حالات میں اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

اب اس آخری آیت میں ایک اور مومنہ عورت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی مثال بیان کی گئی ہے، آپ کے والد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کے ہمنام، یعنی: عمران تھے، یہ دونوں عمران اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تو نہیں تھے مگر نہایت نیک، عبادت گزار اور اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد عمران بیت المقدس میں پیش امام تھے، حضرت

مریم رضی اللہ عنہا کی پیدائش کا حال اللہ تعالیٰ نے مختلف سورتوں میں بیان فرمایا ہے، انکی پرورش اور کرامت کا ذکر بھی آتا ہے اور پھر جب آپ جوان ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا عظیم الشان بیٹا عطاء کیا۔

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مردوں میں سے تو بہت سے لوگ کامل و مکمل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں سے صرف حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیوی اور مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران کامل ہوئیں۔

تمت بالخیر

Islamic Studies Publishers
Karachi-Pakistan

# دفتر ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر اوقاف

(حکومت سندھ)

جامع مسجد آرام باغ۔ کراچی

فون نمبر: 021-9933 2012 موبائل: 0300-3311811

نشانِ مجاریہ:۔ آر۔آر۔او (اوقاف) A-64/2017 مورخہ 28/9/2017

MUFTI MUNEER AHMED TARIQ
RESEARCH & REGISTRATION OFFICER
AUQAF DEPARTMENT GOVT. OF SINDH

## تصدیق نامہ

میں نے مکتبہ ربانیہ کراچی کے مطبوعہ قرآن پاک مترجم بنام: آسان تفسیر القرآن مکمل (۱۰ جلدیں)، تالیف وترتیب حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب مدظلہم کے عربی متن کو بغور پڑھا اور اسکے تمام حروف واعراب (زبر، زیر، پیش وغیرہ) کی پروف ریڈنگ اپنی زیرِ نگرانی کروائی ہے۔

الحمدللہ! بہت معیاری اور صحیح کتابت کرائی گئی ہے۔ تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ بالا قرآن پاک (اردو مترجم) آسان تفسیر القرآن (۱۰ جلدیں) تمام اغلاط سے پاک اور مبرا ہے۔ ان شاء اللہ

المصدق

مولانا مفتی منیر احمد طارق

ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر اوقاف

حکومت سندھ
مفتی منیر احمد طارق
ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر
محکمہ اوقاف سندھ کراچی

مکتبہ ربانیہ کراچی
ISLAMIC STUDIES PUBLISHERS